مقالاتِ حیدری
حصّہ پنجم
معاشرتی مسائل و احکامات
مصنّف
ابوالاکرم احمد حسین قاسم الحیدری الرضوی
ناظم مکتبۂ حیدریہ
مکتبۂ حیدریہ
بازار سہنسہ ضلع کوٹلی آزاد کشمیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقالاتِ حیدری

(معاشرتی مسائل واحکامات)

حصّہ پنجم

مصنف

ابوالکرم احمد حسین قاسم الحیدری الرضوی

ناظم مکتبہ حیدریہ۔ بازار سہنسہ۔ ضلع کوٹلی (آزاد کشمیر)

☆ نام کتاب ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مقالاتِ حیدری (حصہ پنجم)

☆ تصنیف ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ابوالکرم احمد حسین قاسم الحیدری الرضوی

☆ کمپوزنگ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ محمد صادق ﴿گلوبل کمپیوٹر بینک سہنسہ آزاد کشمیر﴾

☆ نظر ثانی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ابوالکرم احمد حسین قاسم الحیدری الرضوی

☆ سائز ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ $\frac{۳۰\times۲۰}{۴}$

☆ بار ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اوّل

☆ تاریخ اشاعت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فروری ۲۰۰۸ء

☆ صفحات کی تعداد ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۶۰۰

☆ ہدیہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۱۰ روپے

☆ ناشر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مکتبہ حیدریہ۔ بازار سہنسہ۔ ضلع کوٹلی آزاد کشمیر

ملنے کے پتہ جات:

☆ مکتبہ حیدریہ۔ بازار سہنسہ ضلع کوٹلی، آزاد کشمیر۔

☆ احمد بک کارپوریشن۔ عالم بزنس سنٹر۔ اقبال روڈ نزد کمیٹی چوک۔ راولپنڈی۔

☆ نیو مکتبہ ضیائیہ۔ ڈی۔325 نزد لال حویلی۔ بوہڑ بازار۔ راولپنڈی۔

☆ اسلامک بک کارپوریشن۔ دکان نمبر ۳ بیسمنٹ فضل داد پلازہ۔ اقبال روڈ۔ کمیٹی چوک راولپنڈی

☆ مکتبہ رضائے مصطفےٰ چوک دارالسلام۔ گوجرانوالہ شہر۔

☆ نورانی بکڈپو۔ نارہ شہر تحصیل کہوٹہ ضلع راولپنڈی

☆ الحافظ اسلامک سنٹر کلر سیداں شہر ضلع راولپنڈی

☆ مکتبہ قادریہ عطاریہ میلاد چوک کلر سیداں شہر ضلع راولپنڈی

مقالات حیدری حصّہ اوّل کے مقالہ جات

مقالات حیدری حصہ اول کے مقالہ جات کے عنوانات کے نام ہدیہ ناظرین کیے جاتے ہیں۔

مقالات حیدری حصہ دوم کے مقالہ جات

مقالات حیدری حصہ دوم کے مقالہ جات کے عنوانات کے نام ہدیہء ناظرین کیے جاتے ہیں۔

﴿اپیل﴾

فقہی مسائل واحکامات کے بارہ میں ''مقالات حیدری'' حصہ دوم بھی حاصل کریں۔ اور مسائل دین کو سمجھنے کے بعد اُن پر عمل کریں۔ ﴿ہدیہ ۱۶۵ روپے ہے﴾

المداعی الی الخیر: ناظم مکتبہ حیدریہ ۔ بازار سہنسہ ۔ ضلع کوٹلی ۔ آزاد کشمیر

مقالات حیدری حصہ سوم کے مقالہ جات

مقالات حیدری حصہ سوم کے مقالہ جات کے عنوانات کے نام ہدیہء ناظرین کیے جاتے ہیں۔

﴾اپیل﴿ اعتقادی مسائل واحکامات کے بارہ میں ''مقالات حیدری'' حصہ سوم بھی حاصل کریں۔ اور مسائل دین کو سمجھنے کے بعد اُن پر عمل کریں۔ ہدیہ ۲۰۰ روپے ہے۔

الداعی الی الخیر: ناظم مکتبہ حیدریہ ۔ بازار سہنسہ ۔ ضلع کوٹلی ۔ آزاد کشمیر

مقالات حیدری حصہ چہارم کے مقالہ جات

مقالات حیدری حصہ چہارم کے مقالہ جات کے عنوانات کے نام ہدیہ ناظرین کیے جاتے ہیں۔

(۱) کلمہ طیبہ کے فضائل (۲) فضیلت علم دین (۳) برکات درود و سلام (۴) مسنون داڑھی کا تحقیقی بیان

(۵) مسئلہ بالوں کو مہندی لگانے کا (۶) سفید عمامہ کی فضیلت (دلائل کی روشنی میں)

(۷) استنجاء کے شرعی احکام (۸) وضو کے ضروری مسائل (۹) طبی و شرعی نقطہ نظر سے مسواک کی فضیلت

(۱۰) غسل کا مسنون طریقہ (۱۱) تیمم کیسے کیا جاتا ہے؟ (۱۲) نماز کے برکات و ثمرات اور بے نماز کی سزائیں

(۱۳) قضاء نمازوں کے مسائل (۱۴) جماعت نماز پنجگانہ کی شرعی اہمیت (۱۵) امام کیسا ہونا چاہیے؟

(۱۶) نماز میں لاؤڈ سپیکر چلانے کی ممانعت کا بیان (۱۷) نماز عصر اور آج کل کے مسلمان

(۱۸) چلتی گاڑی میں نماز پڑھنے کا طریقہ (۱۹) جمعۃ المبارک کے معمولات

(۲۰) نماز اشراق کے فضائل و مسائل (۲۱) نماز تہجد کی شرعی حیثیت

(۲۲) مسائل جنازہ کا مختصر بیان (۲۳) مسائل دفن کا مختصر بیان (۲۴) عاشوراء کے فضائل و معمولات

(۲۵) ماہ رجب کی عبادات کی فضیلت (۲۶) فضائل و مسائل زکوٰۃ (۲۷) انوار شب برأت

(۲۸) فضائل و مسائل رمضان (۲۹) معارف لیلۃ القدر (۳۰) جمعۃ الوداع کی شرعی اہمیت

(۳۱) عید الفطر کا شرعی پروگرام (۳۲) غریبوں کا حج (۳۳) عید البقر کا شرعی پروگرام

(۳۴) قربانی کے چند ضروری مسائل کا بیان (۳۵) مسائل عقیقہ کا مختصر بیان

(۳۶) شوال کے چھ روزوں کا بیان (۳۷) فوٹو بازی سے بچیں

(۳۸) رشوت خوروں کے برے انجام کا بیان (۳۹) سود خوروں کا برا انجام (۴۰) انشورنس یا بیمہ زندگی

(۴۱) قرض کی عدم ادائیگی کا اخروی عذاب (۴۲) جانور لڑانے کا وبال

(۴۳) **قتل ناحق** (اسلام کی نظر میں) (۴۴) گانے بجانے کی نحوستیں

(۴۵) مسلمان عورت کا رہن سہن (۴۶) فضیلت جہاد بالسیف

﴿اپیل﴾ ترغیبات و ترھیبات کے بارہ میں ''مقالات حیدری'' حصہ چہارم بھی حاصل کریں۔ اور مسائل دین کو سمجھنے کے بعد اُن پر عمل کریں۔ ہدیہ ۱۹۰ روپے ہے۔

الداعی الی الخیر: ناظم مکتبہ حیدریہ ۔ بازار سہنسہ ۔ ضلع کوٹلی ۔ آزاد کشمیر

فہرست مضامین

دعائیہ کلمات

(از برادرِ مکرم الحاج محمد منظور قریشی صاحب مدظلۂ العالی)

اعوذُ باللهِ مِنَ الشیطن الرجیم

بسم الله الرحمٰن الرحیم

الحمد لله ربّ العالمین والعاقبة للمتقین والصلوٰة والسلام علی سید الانبیآء والمرسلین وعلی الهم واصحابهم اجمعین امّابعد:۔

کتاب ''مقالات حیدری'' مؤلفہ برادر عزیز ابوالکرم احمد حسین قاسم الحیدری سلمہٗ ربّہٗ کے ابتدائی چار حصے ملے ہیں۔عزیز کی اس دینی خدمت پر دلی مسرت ہوئی ہے اللہ تعالیٰ مؤلف کو اس دینی خدمت کا اجروثواب دارین میں عطافرمائے اور اس کتاب کے جملہ حصص کو مسلمانوں کی ہدایت کا ذریعہ بنائے آمین۔

اب یہ سن کر مزید خوشی ہوئی کہ اس کتاب کا حصہ پنجم بھی طباعت کے مراحل کو پہنچ چکا ہے۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس سعی میں بھی کامیابی عنایت فرمائے۔آمین۔

دعا گو الحاج محمد منظور قریشی۔ چیف ایڈیٹر ہفت روزہ کوٹلی ٹائمز کوٹلی آزاد کشمیر

تاریخ 19-12-2007

تأثرات

(از قلم مخدومِ اہلِ سنّت محبّ العلم والعلماء جناب حکیم خلیفہ سائیں محمد عارف زاہدی قادری مدظلہٗ کوٹلی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الانبیآء المرسلین و علیٰ الہٖ واصحابہ اجمعین اما بعد:۔ انّما یخشی اللہ من عبادہ العلمآء

اسلام کی ابتداء ''اقرا'' سے ہوئی یہی اولیں اعلان انسانی تاریخ کا سب سے بڑا واقعہ ہے۔ یہی اعلان تمام مذاہب سے اسلام کو بالاتر اور ممتاز کرنے کے لئے کافی ہے۔ یہی اعلان حصول علم کو فرضیت کے درجہ تک لے جاتا ہے۔ ''علم الانسان مالم یعلم''۔ علم ہی عبد اور معبود کے درمیان ربط ہے۔ اور علم ہی سے فرشتوں پر انسان کو شرفِ بزرگی حاصل ہے۔ علم ہی انسان نما حیوان اور حقیقی انسان کے درمیان فرق و تمیز پیدا کرتا ہے۔ کائنات کے مکمل ترین انسان انبیآء علیہم السلام ''قل رب زدنی علما'' کے اولیں علمبردار ہیں۔

حضرت سیدنا حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ آیت ''ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاخرۃ حسنۃ کی تفسیر میں فرماتے ہیں ''فی الدنیا حسنۃ'' سے مراد علم و عبادت ہے اور ''فی الاخرۃ حسنۃ'' سے مراد جنت ہے۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علم کا ایک باب سیکھنا اور اس پر عمل کرنا دنیا اور دنیا کی تمام نعمتوں سے بہتر ہے۔

سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سید دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔''عالم دین زمین پر خدا کا امین ہے''۔علماءِ حق نبوت کے بعد علوم انبیاء کے فیضان کو ملت میں جاری رکھنے والے ہیں۔علماءِ حق نباضِ ملت ہوتے ہیں اور اپنی علمی استعداد سے ملت کے سقم کو دور کر کے خدا شناسی کی حقیقی رہبری کرتے ہیں۔

یادگارِ سلف استاذ العلماء مولانا احمد حسین قاسم الحیدری کی علمی خدمات اسی سلسلہ کی کڑیاں ہیں۔''مقالات حیدری'' کی صورت میں عصری مسائل اور معاملات کے الجھاؤ میں صراط مستقیم کی طرف رہنمائی یہ اسی فیضانِ علم نبوت کی نسبت سے ہے۔

پیش نظر مقالات کا یہ حصہ پنجم سابقہ'' مقالات حیدری'' کے چار حصوں کی طرح اپنی مثال آپ ہے اور دریکتا ہے جو مصنف کے لئے ذریعۂ نجات اور قارئین کے لئے ذریعہ ہدایت ہے۔اس میں شامل تمام مقالات معاشرہ کی اصلاح کے لئے علمی و تحقیقی جگر پارے ہیں۔اللہ تعالیٰ مولانا کی اس خدمت کو قبول فرمائے۔آمین۔

والسلام

احقر العباد فقیر محمد عارف زاہدی قادری کوٹلی

(مورخہ ۲۰ دسمبر ۲۰۰۷ء بمطابق ۹ ذوالحجہ ۱۴۲۸ھ بروز جمعرات)

حمد باری تعالیٰ

ملے ایسی حب و ولاء تیری مولا
ہمہ دم کروں میں ثنا تیری مولا

مرے قلب میں بس تصور ہو تیرا
رہے یاد دل میں سدا تیری مولا

تری قدرتیں ہیں انوکھی انوکھی
نرالی ہے ہر ہر ادا تیری مولا

غنی تُو ہے، معطی ہے، مغنی بھی ہے تُو
ہے محتاج خلقت ہمہ تیری مولا

ہے لائق ترے اولیت حقیقی
دوامی ہے بے انتہاء تیری مولا

سبھی چاہ رہے ہیں رضا تیری ہر دم
ہے منظور سب کو رضا تیری مولا

جدھر دیکھیے نظرِ غور و فکر سے
ہے ہستی تجلی نما تیری مولا

یہ شجر و حجر بھی، یہ جن و بشر بھی
نشانی ہیں قدرت نما تیری مولا

ہے ہر جا ترا لطفِ بے حدّ و پایاں
ہے ہر شئے پہ ہر دم عطا تیری مولا

تری روشنائی سے روشن ہے سینہ
مری آنکھ میں ہے ضیاء تیری مولا

رہوں میں ہمیشہ حفاظت میں تیری
رہے مجھ پہ ہر دم نگاہ تیری مولا

ہیں ہم امّتی تیرے محبوب کے تو
ہمیں بخش دے گی حیاء تیری مولا

لکھے حمد تیری سدا تیرا قاسم
شغل اس کا بس ہو ثناء تیری مولا

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

ہیں موضحِ اسرارِ خدا میرے نبی
ہیں مطلعِ انوارِ خدا میرے نبی

ہیں ساقیٔ خمخانۂ فیضانِ محبت
بنا دیتے ہیں حبدارِ خدا میرے نبی

پڑھاتے ہیں جسے کلمۂ توحید تو اُس سے
چھڑا دیتے ہیں انکارِ خدا میرے نبی

ملتا نہیں موسیٰ کو بھی وہ طُور پہ ہرگز
کرتے ہیں جو دیدارِ خدا میرے نبی

سرِ عرش بٹھائے گا جنہیں ربِ زمانہ
وہ محبوبِ خدا، دلدارِ خدا میرے نبی

ہیں جلوہ نمو جن کے اوصاف کے اندر
عاداتِ خدا، اطوارِ خدا میرے نبی

برھانِ خدا بن کہ جب آتے ہیں نظر میں
تو کر دیتے ہیں اظہارِ خدا میرے نبی

جن جیسا بنایا ہی نہیں اُس نے کسی کو
واللہ ہیں وہ شاہکارِ خدا میرے نبی

فرشتوں کو بھی جن تک رسائی نہیں ہوتی
بتاتے ہیں وہ اسرارِ خدا میرے نبی

خریدے گا عقیدت کی متاعیں جو تمہاری
وہی ہو گا خریدارِ خدا، میرے نبی!

حُوران و خدم بھی ہیں گو خُلد میں لیکن
ہیں رونقِ گلزارِ خدا میرے نبی

جب پہنچیں گے ہم آپ کے دربارِ علا میں
تو مل جائے گا دربارِ خدا میرے نبی

بخشیں اسے ربِ دو عالم کا تقرّب
قاسم بھی ہے طلبگارِ خدا میرے نبی

منقبت

روحِ جسمِ ایمانی محبت پانچ تن کی ہے
دلیلِ لطفِ ربانی عقیدت پانچ تن کی ہے

وہ مردود و لعیں ہے اور ناری بھی بلاشک ہے
قلب میں جس کے ذرہ بھر عداوت پانچ تن کی ہے

جبریلِ امیں بھی ان کے گھر آتے ہیں رخصت پر
خوشا یہ احترام و ادب و حرمت پانچ تن کی ہے

انہی کی سلطنت قائم ہے انسانوں پہ، جنوں پہ
فرشتوں پہ بھی ثابت خود ولایت پانچ تن کی ہے

خدا کا دین پھیلا ہے انہی کے دم قدم ہی سے
شریعت بھی، طریقت بھی عنایت پانچ تن کی ہے

مطیع ان کا مطیعِ ربِّ اکبر ہے تعالیٰ اللہ
عبادت ربِّ اکبر کی اطاعت پانچ تن کی ہے

سکون و صبر سے فاقہ کشی برداشت کرتے تھے
زہے ہمت کہ اس درجہ ریاضت پانچ تن کی ہے

امام الانبیآء شامل ہیں جب ان پاک نفسوں میں
تو پھر میدانِ محشر میں قیادت پانچ تن کی ہے

انہی کے واسطے سے ہم کو محشر میں ملی بخشش
ذریعہ فوزِ ابدی کا بھی نسبت پانچ تن کی ہے

یہ جنت ہے غلامانِ محمد ہی کی دولت پھر
ازل کے روز سے جب ساری جنت پانچ تن کی ہے

مرا یہ دل، مری یہ جاں، بدن میرا، میری ہستی
مرا ایمان ہے یہ سب عنایت پانچ تن کی ہے

مرا سامانِ بخشش ہے، مرا زادِ قیامت بھی
مرے قلب و جگر میں جو محبت پانچ تن کی ہے

قاسم نے لکھی ہے آج یہ جو منقبت ان کی
سمجھیے اس میں بھی نظرِ عنایت پانچ تن کی ہے

نذرانۂ عقیدت [۱]

(بحضور مرشدی پیر سید ابوالبرکات محمد فضل شاہ صاحب امیرِ حزب اللہ جلالپوری رحمۃ اللہ علیہ)

خدا نے آج دکھلائی ہے صورت اپنے مرشد کی
بسی ہے آج پھر نظروں میں زینت اپنے مرشد کی

دلِ بے تاب کہتا تھا یہ دورِ ہجر و فرقت میں
خدایا اب دکھا دے مجھ کو صورت اپنے مرشد کی

زبانِ بے زباں نے عرض کی تھی حق سے خلوت میں
نظر آئے خدایا مجھ کو صورت اپنے مرشد کی

نظر ہر طرف جولاں ڈھونڈتی تھی اپنے مرشد کو
نظر آتی نہ تھی، پر اس کو صورت اپنے مرشد کی

آخر وہ وقت آیا، ہوئی مقبول دعا میری
کسی محسن [۲] نے دی مجھ کو بشارت اپنے مرشد کی

خدا کا شکر اُس دم میں بجا لایا دل و جاں سے
ہوئی حاصل مجھے جس دم زیارت اپنے مرشد کی

الٰہی یہ گھڑی تو نے رکھی تھی میری قسمت میں
مجھے حاصل ہوئی ہے جس میں قربت اپنے مرشد کی

دل چاہتا ہے نظروں کو بچھا دوں ان کے قدموں میں
رہے یا رب سدا دل میں عقیدت اپنے مرشد کی

سمجھو وہ ارادت کیش خالی ہے محبت سے
نہ سمجھی ہے کبھی جس نے ضرورت اپنے مرشد کی

سنا اہلِ فراست سے یہ مژدہ جانفزا میں نے
کہ لے جائے گی جنت میں محبت اپنے مرشد کی

نہ دنیا کے رہا قابل، نہ عقبیٰ کے رہا قابل
ہے چھوڑی جس بے قسمت نے اطاعت اپنے مرشد کی

میں جاؤں غیر کے در پر تو جاؤں کیا ضرورت ہے
ہے کافی مجھ کو دنیا میں عنایت اپنے مرشد کی

گناہوں کی فکر کیا ہو گی مجھ سے بے تجسس کو
جہنم سے بچائے گی شفاعت اپنے مرشد کی

خدائی فوج کے سردار ہیں پیرِ فضل چشتی
کروں نہ رات دن کیسے اطاعت اپنے مرشد کی

نہ جنت کی ہوس مجھ کو، نہ دوزخ کا خطر مجھ کو
فقط درکار ہے مجھ کو رفاقت اپنے مرشد کی

الٰہی جب قیامت میں پریشاں ہوں جہاں والے
عطا کرنا مجھے اُس دن شناخت اپنے مرشد کی

زمانہ لاکھ روکے اور کرے حجت مگر قاسم
رہے گی تا ابد دل میں عقیدت اپنے مرشد کی

[1] راقم نے ۱۹۶۲ء میں پرانے میر پور شہر میں حضرت قبلہ امیر حزب اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی آمد کی خبر سن کر یہ نظم لکھی، راقم نے صوفی اللہ دتہ چشتی حیدری صاحب کے گھر میں قبل نماز مغرب آپ پر پیش کی، آپ کے حکم پر راقم ہی نے خود چند احباب کی موجودگی میں آپ کو پڑھ کر سنائی اور بعد ازاں یہ نظم آپ نے صوفی اللہ دتہ صاحب کو ہر روز بطور وظیفہ پڑھنے کے لئے عنایت فرمائی۔ والحمد للہ علیٰ ذلک۔

[2] مفتی عبدالحکیم صاحب خطیب مرکزی جامع مسجد میر پور آزاد کشمیر مراد ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ۔

والدۂ مرحومہ کی یاد میں

آ رہی ہے یاد صورت آپ کی
کاش ہو جائے زیارت آپ کی

مہرباں تھے آپ مجھ پہ بے طرح
کس طرح بھولوں گا شفقت آپ کی

علمِ دنیا علمِ دیں مجھ کو ملا
میں سمجھتا ہوں یہ برکت آپ کی

پیرِ حیدر کے گھرانے میں تھی بیعت
اللہ اللہ یہ سعادت آپ کی

آپ کا چہرہ تھا روشن وقتِ موت
تھی نمایاں یہ کرامت آپ کی

ہر کوئی پایا ثناگو آپ کا
خوب تھی ہر ایک عادت آپ کی

ہر گھڑی تھا خوفِ عقبےٰ آپ کو
یادِ عقبیٰ تھی عبادت آپ کی

تھے معزز، تھے مکرم اس قدر
ہر کوئی کرتا تھا عزت آپ کی

آپ تھے پابندِ ہر صوم و صلوٰۃ
عام تھی جود و سخاوت آپ کی

اس ضعیفی میں رکھے روزے تمام
اللہ اللہ! استقامت آپ کی

اللہ اللہ آپ کا حسنِ سلوک
نہ کسی نے کی شکایت آپ کی

کیوں نہ ہوتا خاتمہ بالخیر جب
پیرِ حیدر سے تھی نسبت آپ کی

نیک ساعت میں ہوئے مدفون آپ
اللہ اللہ خوب قسمت آپ کی

ہر آسائش ہو میسر آپ کو
ہو سہیلی خیر و برکت آپ کی

ہے دعا نورِ نبیؐ پاک سے
ہو منور خوب تربت آپ کی

ہے دعا میری کہ ہو بقعۂ نور
لحدِ اقدس تا قیامت آپ کی

حیف مجھ بیکار ناہنجار پہ
کر سکا نہ کوئی خدمت آپ کی

اپنے قاسم کو بھی رکھنا ساتھ جب
خلد میں ہو گی سکونت آپ کی

مصنف کا عقیدہ

بندۂ پروردگارم ، امتِ احمد نبی
دوست دارِ چار یارم ، تابعِ اولادِ علی
مذہبِ حنفیہ دارم ، ملتِ حضرت خلیل
خاک پائے غوثِ اعظم زیرِ سایہ ہر ولی

سُخن ہائے گفتنی۔ مصنّف کے قلم سے

(۱) الحمدللہ۔ راقم الحروف فقیر حیدری رضوی غفر اللہ تعالیٰ لہٗ کی کتاب ''مقالات حیدری'' کے ابتدائی چار حصے دیدہ زیب صورت میں زیورِ طباعت سے آراستہ ہوکر شائقین علم کے ہاتھوں تک پہنچے ہیں۔ ثم الحمد للہ علیٰ ذلک۔

(۲) ''مقالات حیدری'' کے حصہ اول میں ''اعتقادیات وتعلیمات بزرگانِ دین'' کے بیان میں چھبیس (۲۶) مقالہ جات، حصہ دوم میں ''فقہی مسائل واحکامات'' کی وضاحت میں چھتیس (۳۶) مقالات، حصہ سوم میں ''اعتقادی مسائل واحکامات'' کی تشریح میں اڑتیس (۳۸) مقالہ جات اور حصہ چہارم میں ''ترغیبات وترھیبات'' کے بارہ میں چھیالیس (۴۶) مقالات کو شاملِ کتاب کیا گیا ہے۔
الحمدللہ۔ یہ چاروں حصے اپنے اپنے موضوعات میں مفید اور جامع ثابت ہوئے ہیں اور اہل علم نے زبانی و تحریری طور پر ان چاروں حصوں کی تحسین فرمائی ہے فجزاھم اللہ تعالیٰ خیر الجزآء فی الدارین. آمین۔

(۳) کتاب ''مقالات حیدری'' کی ترتیب کے آغاز میں راقم الحروف نے اس کتاب کو تین حصّوں میں مکمل کرنے کا پروگرام بنایا تھا۔ لیکن اللہ کریم جل جلالہ کو اس کتاب کے حصہ چہارم اور حصہ پنجم کی اشاعت بھی منظور تھی اس لئے اس نے ان دو حصوں کے لئے از خود اسباب پیدا فرمادیئے۔ جیسا کہ ہم نے حصہ چہارم کے ''سخن ہائے گفتنی'' میں تفصیلاً لکھا ہے کہ ''مقالات حیدری'' کے چوتھے حصہ کی اشاعت کا کام عزیزم راجہ معروف خان صاحب اور عزیزم حاجی راجہ الطاف خان صاحب ساکنان موضع بھیائی حال مقیم انگلینڈ کے مکمل مالی تعاون سے ہوا۔ جب حصہ چہارم زیور طباعت سے آراستہ ہوا اور راقم اس حصہ کی کتابیں لے کر کوٹلی شہر سے سہنسہ کی طرف روانہ ہوا تو راستہ میں قدرتی طور پر ذہن میں یہ خیال آیا کہ اگر اس کتاب کا پانچواں حصہ بھی شائع ہوجائے تو اس کتاب کو حضرات پنج تن پاک (یعنی رسول اللہ صلے اللہ

علیہ وسلم، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت فاطمۃ الزہرآء، حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین) کی مناسبت حاصل ہو جائے گی۔ الحمدللہ راقم کی یہ خواہش اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی۔ اور اس حصہ کی اشاعت کا یہ سبب بنایا کہ جب راقم مکتبہ حیدریہ سہنسہ بازار میں حصہ چہارم کی کتابیں چھوڑ کر قبل نماز مغرب اپنے غریب خانہ پر پہنچا تو دیکھا کہ چیف آفیسر بلدیہ سہنسہ جناب راجہ عرفان خان صاحب راقم کا انتظار کر رہے ہیں۔ چیف صاحب نے بتایا کہ راجہ معروف خان صاحب نے انگلینڈ سے فون کر کے مجھے کہا ہے کہ آپ استاذ صاحب کو ہمارا پیغام دے دیں کہ اب وہ اس کتاب کا پانچوں حصہ بھی فوراً تیار کر کے چھپوائیں۔ چیف صاحب نے اسی وقت فون پر معروف خان صاحب سے رابطہ بھی کرایا۔ تو اس بارہ میں ان سے بالمشافہ گفتگو بھی ہوئی۔ میرے لئے زیادہ تعجب خیز بات یہ تھی کہ چیف صاحب نے اسی وقت معروف خان صاحب کی بھیجی ہوئی رقم بھی میرے حوالے کی۔ تو ہم نے اس حصہ کی تیاری کا عزم بالجزم کر لیا۔

(۴) حصہ پنجم کے مقالہ جات کے انتخاب کا مسئلہ درپیش ہوا تو صورت حال وہی تھی جو حصہ چہارم کے مقالات کے انتخاب کے وقت پیش آئی تھی چند ماہ اس غور و فکر ہی میں گزر گئے کہ کس موضوع کے مقالہ جات کو حصہ پنجم میں جمع کیا جائے۔ آخر "حقوق و فرائض" کے بارہ میں مضامین جمع کرنے کا ارادہ ہوا کیونکہ آج کل کے دور میں ان کے بارہ میں مسلمانوں میں بہت لاپرواہی اور بے حسی پائی جاتی ہے۔ اس بارہ میں محب العلم والعلماء حضرت قبلہ سائیں محمد عارف صاحب سے تبادلۂ خیال کیا تو آپ نے بھی راقم کی رائے کو پسند فرمایا۔ حقوق و فرائض چونکہ معاشرتی مسائل کا حصہ ہیں اس لئے اس میدان کو مزید وسعت دینے کے لئے ہم نے دیگر معاشرتی مسائل کے بارہ میں بھی مقالہ جات کو شامل کتاب کرنے کا فیصلہ کیا۔

الحمدللہ۔ اب یہ حصہ پچاس معاشرتی مسائل پر مشتمل ہے۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔

(۵) چونکہ انجمن احباب اہل سنت کے سلسلۂ تبلیغ سبیلِ ہدایت میں شائع ہونے والے معاشرتی مسائل سے متعلقہ مقالہ جات تھوڑے موجود تھے اور ان میں سے بھی بعض پہلے حصوں میں شامل ہو کر شائع ہو چکے تھے

اس لئے ہم نے یہ فیصلہ کیا کہ جن معاشرتی مسائل پر مقالہ جات موجود نہیں ہیں ان کے متعلق نئے مقالہ جات تصنیف کیے جائیں۔ چنانچہ اس حصہ کے درج ذیل مقالہ جات تازہ لکھے گئے ہیں۔ (۱) بسم اللہ شریف کی برکتیں۔ (۲) اسم محمد کی برکتیں۔ (۳) صلہ رحمی کی برکتیں۔ (۴) اسلام میں خاوند کے فرائض۔ (۵) اسلام میں عورت کے فرائض۔ (۶) بیک وقت تین طلاقیں دینے کا مسئلہ۔ (۷) حقوق اولاد (احادیث کی روشنی میں)۔ (۸) مسلمانوں کے حقوق وفرائض۔ (۹) دوستوں کے حقوق وفرائض (۱۰) حرمت شراب (اسلامی تعلیمات کی روشنی میں) (۱۱) تاش چوسر اور شطرنج کا شرعی حکم۔ (۱۲) بدنظری اور زنا کاری کی قباحت وشناعت کا بیان۔ (۱۳) ابراد بالظہر کا صحیح شرعی مفہوم

الحمدللہ۔ ان تیرہ (۱۳) تازہ لکھے گئے مقالہ جات کی وجہ سے اس حصہ کی افادیت میں بہت اضافہ ہوا ہے۔ ثم الحمدللہ علیٰ ذلک۔

(۶) ''مقالات حیدری'' کے سابقہ حصص کی طرح اس حصہ میں بھی ہم نے مضامین کی ترتیب میں حفظ مراتب کا پورا پورا اہتمام کیا ہے۔ تاکہ قاری کے ذہن میں مضامین کا تسلسل قائم رہے۔

(۷) ''مقالات حیدری'' کے حصہ پنجم کی پروف ریڈنگ کا کام بھی خود راقم ہی نے کیا ہے۔ اپنی طرف سے اغلاط دور کرنے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ اس کے باوجود اگر کوئی خامی رہ گئی ہے تو مطلع فرمائیں۔

(۸) ''مقالات حیدری'' کے پانچوں حصوں کو تجارتی مقاصد کے پیش نظر شائع نہیں کیا گیا ہے۔ بلکہ اصل مقصد تبلیغ دین ہے۔ اسی وجہ سے اس کتاب کے پانچوں حصوں کے ہدیہ جات مناسب رکھے گئے ہیں۔ تاکہ ہر مسلمان انہیں خرید سکے۔ علمائے اہل سنت اور مشائخ طریقت سے التماس ہے کہ اس کتاب کے پانچوں حصوں کی خریداری میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔ اور اپنے اپنے حلقۂ اثر میں انہیں زیادہ سے زیادہ اہل علم کے ہاتھوں تک پہنچائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عمل بخشے آمین۔

(۹) ہم مخدوم اہل سنت محب العلم والعلماء قبلہ حکیم خلیفہ سائیں محمد عارف قادری زاہدی صاحب مد ظلۂ العالی کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے ''مقالات حیدری'' کے پانچوں حصوں کی تیاری میں

پورا پورا حصہ لیا ہے۔ سخنے درمے قدمے ہر طرح سے بھرپور تعاون فرمایا ہے۔ اپنی عظیم دعاؤں سے نوازا ہے۔ اور کتاب کے پانچوں حصوں کے بارہ میں اپنے جاندار تاثرات بھی لکھ کر دیئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے ہماری دعا ہے کہ وہ قبلہ سائیں صاحب کو اس عظیم دینی خدمت کا اعلیٰ اجر دارین میں عطا فرمائے اور اس دینی مساعی کے وسیلہ سے ان کی زندگی، صحت، اولاد اور کاروبار میں زیادہ سے زیادہ برکتیں فرمائے اور ان کا سایۂ عاطفت ہمارے سروں پر قائم رکھے۔ اور آئندہ اسی قسم کی دینی خدمتوں کا انہیں مزید موقع عطا فرمائے آمین۔ بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم۔

(۱۰) ہمارے محترم عزیز راجہ معروف خان صاحب مبارک بادی کے مستحق ہیں کہ ان کی تحریک اور پورے پورے مالی تعاون سے ''مقالات حیدری'' کا یہ پانچواں حصہ بھی زیور طباعت سے آراستہ ہوا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو مکمل صحت بخشے، ان کی عمر، اولاد اور کاروبار میں زیادہ سے زیادہ برکتیں عطا فرمائے۔ اور اس عظیم دینی خدمت کا عظیم صلہ انہیں دنیا اور آخرت میں دے۔ اور آئندہ زندگی میں بھی انہیں اس قسم کی مزید دینی خدمات کی سعادت بخشے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم۔

(۱۱) آخر میں ہم اپنے برادر مکرم الحاج محمد منظور قریشی صاحب چیف ایڈیٹر ہفت روزہ کوٹلی ٹائمز کوٹلی کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ باوجود کثرتِ مصروفیات کے انہوں نے ہمیں اپنے عظیم ''دعائیہ کلمات'' سے نوازا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس کا اعلیٰ اجر عطا فرمائے۔ آمین۔

(۱۲) چونکہ ''مقالات حیدری'' کا یہ حصہ پنجم حضرات پنج تن پاک کی مناسبت سے تیار کرایا گیا ہے اس لئے حصہ نظم میں ہم نے حمد باری تعالیٰ اور نعت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرات پنج تن پاک کی منقبت کو بھی شامل کتاب کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرات پنج تن پاک کی برکتوں کا صدقہ ہماری اس کتاب کے پانچوں حصوں کو شرف مقبولیت بخشے اور عوام وخواص کو ان سے مستفیض ومستفید ہونے کی توفیق بخشے اور انہیں ذریعہ ہدایت بنائے اور ہمارے لئے باعث بخشش ونجات بنائے۔ آمین۔

(۱۳) پیرومرشد قبلہ امیر حزب اللہ سید ابوالبرکات محمد فضل شاہ صاحب جلالپوری رحمۃ اللہ علیہ کی نظر عنایت

سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ سب سعادتیں عنایت فرمائی ہیں اور انہی کے دربار گوہر بار کا یہ سب فیضان ہے اس لئے حصول برکت کے لئے ہم نے اس حصہ پنجم کے حصہ نظم میں اپنی وہ نظم بطور ''نذرانہ عقیدت'' شامل کی ہے جو ہم نے ۱۹۶۲ء میں پرانے میرپور شہر آزاد کشمیر میں آپ کی تشریف آوری پر لکھی، آپ پر پیش کی اور آپ کے حکم سے چند احباب کی موجودگی میں آپ کو پڑھ کر سنائی تھی۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حق میں فیضانِ جلال پور شریف جاری ساری رکھے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم۔

(۱۴) راقم الحروف کی والدۂ محترمہ گلزار بیگم صاحبہ نیک اور پارسا خاتون تھیں آپ نے بچپن میں راقم کی تربیت اسلامی خطوط پر کی تھی اور اسی تربیت کا فیضان مجھے ساری زندگی میں ملتا رہا ہے اس لئے ہم نے اپنی وہ نظم جو آپ کی وفات پر ''والدہ مرحومہ کی یاد میں'' کے عنوان سے لکھی تھی اسے بھی حصہ نظم میں حصول ثواب و برکت کی خاطر شامل کر دیا ہے۔ قارئین سے التماس ہے کہ وہ مرحومہ کی خاطر خصوصی دعا فرمائیں۔

(۱۵) جو احباب ''مقالات حیدری'' کے پانچوں حصوں سے مسائل دینیہ میں راہنمائی حاصل کریں اُن سے گزارش ہے کہ وہ راقم کے لئے اور اس کے والدین، اس کے جملہ اساتذہ کے لئے، اس کے مشائخ و احباب کے لئے بالعموم اور اس کتاب کی تیاری میں جن جن احباب نے سخنے قدمے درمے حصہ لیا ہے ان سب کے لئے بالخصوص دارین کی بہتری کی پر خلوص دعا فرمائیں۔ عین ممکن ہے کہ کسی نیک بندہ کی دعا ہماری دارین کی سرخروئی کا باعث بن جائے۔

خاتمہ بالخیر کر دے ربّ دو عالم نصیب
دوستو! کرنا کسی دن یہ دُعا میرے لئے

وآخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العالمین و صلے اللہ تعالیٰ علی حبیبہ محمد والہ واصحابہ و بارک وسلم۔

(۱۵ ذوالحجہ ۱۴۲۸ھ)

بسم الله الرحمن الرحيم

پہلا مقالہ

بسم اللہ شریف کی برکتیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدلله رب العالمین والصلوٰة والسلام علیٰ رسوله محمد واله واصحابه اجمعین اما بعد: آج کل اسلامی معاشرہ میں جہاں اور بہت سی اسلامی نیک رسمیں چھوڑی جاچکی ہیں وہاں ہر کام کی ابتداء میں بسم اللہ شریف کا پڑھنا بھی متروک ہوگیا ہے۔ اسلامی تعلیمات سے ناآشنا مسلمان بسم اللہ شریف پڑھنے کی برکتوں اور فائدوں سے بے خبر ہونے کی وجہ سے تسمیہ کے ترک کے باعث بہت سی فضیلتوں کے حصول سے محروم رہ جاتے ہیں۔ بدیں وجہ ہم نے اس مقالہ میں ''بسم اللہ شریف کی برکتیں'' بیان کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ تاکہ مسلمان ہر جائز کام سے پہلے بسم اللہ پڑھ کر ثواب و برکت حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ اس سعی کو شرف قبولیت بخشے اور ذریعہ عمل بنائے آمین۔

قرآن مجید کی ابتداء

قرآن مجید کی ابتداء بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے ہوتی ہے۔ سورتوں کے اول میں جو بسم اللہ شریف ہے یہ پوری آیت ہے اور جو بسم اللہ شریف سورۂ نمل کی آیت انه من سلیمان وانه بسم الله الرحمن الرحیم (پ ۱۹ رکوع ۱۷) میں ہے یہ اس آیت کا جزو ہے پوری آیت نہیں۔ ہر سورت کی ابتداء میں بسم اللہ شریف نازل نہیں ہوئی بلکہ ایک جگہ نازل ہوئی پھر وہ مکرر کردی گئی تاکہ سورتوں میں فاصلہ ہوجائے۔ اسی وجہ سے ہر سورت کی ابتداء میں بسم اللہ شریف امتیازی طریقہ سے لکھی جاتی ہے اور باقی آیات کے ساتھ ملا کر نہیں لکھتے۔ امام جہری نماز میں بسم اللہ آواز سے نہیں پڑھتا۔ ہاں تراویح میں حافظ امام کو چاہیے کہ کسی ایک سورت کے اول میں بسم اللہ بلند آوازی سے پڑھے۔ (نور العرفان ص ۲)

بسم اللہ فاتحہ کا جزو نہیں ہے

حنفیہ اور شافعیہ کا اس بارہ میں اختلاف ہے کہ آیا بسم اللہ شریف سورۂ فاتحہ کی ایک آیت ہے یا نہیں؟ شافعیہ کے نزدیک یہ سورۂ فاتحہ کی ایک آیت ہے لیکن احناف کے نزدیک فاتحہ کی سات آیتیں ہیں اور ان سات آیات میں بسم اللہ شریف شامل نہیں ہے۔ امام ابوالبرکات نسفی لکھتے ہیں۔ قرآء المدینة والبصرة والشام و فقهاء ها علی ان التسمیة لیست بآیة من الفاتحة ولا من غیرها من السور وانما کتبت للفصل والتبرک للابتدآء بها وهو مذهب ابی حنیفة ومن تابعه

رحمھم الله تعالیٰ ولذا لا یجھر بھا عندھم فی الصلوٰۃ ۔ مدینہ منورہ بصرہ اور شام کے قرآء و فقہاء کا اس بارہ میں قول یہ ہے کہ بسم اللہ شریف فاتحہ شریف کی آیت نہیں ہے اور نہ وہ کسی دوسری سورت کی آیت ہے۔ اور سوائے اس کے نہیں کہ ہر سورت کی ابتداء میں بسم اللہ شریف اس لئے لکھی جاتی ہے کہ اس کے ذریعہ سے دو سورتوں کے درمیان فصل پیدا ہو جائے اور بسم اللہ شریف سے ابتداء کرنے سے برکت حاصل ہو۔ یہی امام ابو حنیفہ اور اُن کے متبعین کا مذہب ہے لہذا جہری نماز وں میں ان کے نزدیک بسم اللہ شریف کو جہر سے نہیں پڑھا جاتا۔ (تفسیر نسفی جلد اوّل ص ۳)

سورۂ توبہ کی ابتداء میں بسم اللہ شریف نہ لکھنے کی وجہ

مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں۔ ''سورۂ توبہ کی ابتداء میں بسم اللہ شریف نہ لکھی گئی۔ کیونکہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس سورہ کے ساتھ بسم اللہ شریف نہ پڑھی اور نبیٔ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے یہاں بسم اللہ لکھنے کا حکم نہ دیا۔ سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بسم اللہ امان ہے اور یہ سورہ امان اٹھانے کے لئے نازل ہوئی اس لئے یہاں بسم اللہ شریف نہ لکھی گئی۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سورتوں میں آخری سورت یہی ہے۔ (خزائن العرفان وروح البیان) (نور العرفان ص ۲۹۷)

بسم اللہ شریف کا ترجمہ

اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرّہٗ نے اپنے ترجمۂ قرآن میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا ترجمہ ان لفظوں میں کیا ہے۔ ''اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا'' اس ترجمہ کی خوبی یہ ہے کہ اس کی ابتداء میں لفظ اللہ کو ذکر کیا گیا ہے جبکہ دوسرے مترجمین نے اس بات کا لحاظ نہ کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بسم اللہ شریف میں تین اسمائے الٰہی ہیں

بسم اللہ شریف میں اللہ تعالیٰ کے تین نام ہیں۔ اللہ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص ذاتی نام ہے اور کسی شئے سے مشتق نہیں یہی صحیح مختار قول ہے۔ وذھب بعضھم الی ان ھذا الاسم ھو الاسم الا عظم لانہ یدل علی الذات وباقی الاسمآء تدل علی الصفات ۔ اور بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اسم اعظم یہی اسم اللہ ہے کیونکہ یہ نام ذاتِ الٰہی پر دلیل ہے اور باقی اسماء اس کی صفات پر دلالت کرتے

ہیں۔ (تفسیر خازن جلد اول ص ۱۸)

الرحمٰن الرحیم : یہ دونوں رحمتِ الٰہی سے مشتق ہیں ہاں ان کے معانی میں تفاوت موجود ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ھما اسمان احدھما ارق من الآخر۔ یہ دونوں نام ہیں ان میں سے ایک نام دوسرے نام سے زیادہ رقت کا معنی رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی دنیاوی رحمت کے باعث رحمٰن اور اخروی رحمت کے سبب سے رحیم ہے۔ (تفسیر خازن جلد اول ص ۱۸)

ہر جائز کام سے پہلے بسم اللہ شریف پڑھنا باعثِ برکت ہے

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کل امر ذی بال لایبدأ فیه ببسم الله الرحمن الرحیم اقطع۔ ہر شاندار کام جسے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع نہ کیا جائے وہ کٹا ہوا ہے۔ رواہ عبدالقادر الرھاوی فی الاربعین وضعفہ السیوطی۔ (جامع صغیر جلد دوم صفحہ ۹۲)

اور یہ حدیث مفسر ابن کثیر نے ان لفظوں میں نقل کی ہے۔ قال الشیخ بسم الله الرحمن الرحیم اقتداءً بالقرآن العظیم وتخلقاً باخلاق العزیز العلیم واقتفاء للنبی الکریم حیث قال کل امر ذی بال لایبدأ فیه ببسم الله الرحمن الرحیم فهو ابتر ای قلیل البرکة او محرومها وقیل انه من البتر وهو القطع قبل التمام و الکمال والمراد بذی البال ذوالشان فی الحال اوفی المآل رواه الخطیب بهذا اللفظ فی کتاب الجامع مصنف مشکوٰۃ المصابیح نے اپنی کتاب کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع کیا قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے طریقہ پر چلتے ہوئے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے کیونکہ آپ نے فرمایا۔ ہر شاندار کام جسے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع نہ کیا ہو وہ تھوڑی برکت والا یا برکت سے محروم ہوتا ہے یا وہ پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچتا۔ یہ حدیث ان لفظوں کے ساتھ محدث خطیب نے کتاب الجامع میں روایت کی ہے۔ (مرقاۃ جلد اول ص ۳)

بسم اللہ شریف پڑھنے کا شیطان پر اثر

امام احمد بن حنبل اپنی مسند میں حضرت ابوتمیمہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سواری پر تھے۔ سواری ڈگمگائی تو میں نے کہا ''شیطان کی خرابی''۔ آپ نے فرمایا ''شیطان کی خرابی'' نہ کہو کیونکہ جب تو شیطان کی خراب کہے گا تو شیطان موٹا تازہ اور دوسری روایت

میں ہے کہ گھر جتنا موٹا تازہ ہوجائے گا اور وہ اپنے دل میں کہے گا کہ میں نے سواری کو ڈگمگایا ہے اور جب تو اس موقع پر کہے گا بسم اللہ تو شیطان چھوٹا یہاں تک کہ وہ مکھی جتنا چھوٹا ہوجائے گا۔

امام ابن کثیر یہ حدیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ **فھذا من تاثیر برکة بسم الله ولهذا تستحب فی اول کل عمل** ۔سو یہ بسم اللہ شریف کی تاثیر ہے ولہذا ہر عمل کی ابتداء میں بسم اللہ شریف کا پڑھنا مستحب ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۱۸ ج ۱)

چند مخصوص کاموں سے پہلے بسم اللہ شریف پڑھنے کا خصوصی حکم

اگرچہ شرع شریف نے ہر جائز کام سے پہلے بسم اللہ شریف پڑھنے کا عمومی دیا ہے لیکن بعض کاموں سے پہلے اس کے پڑھنے کی خصوصی تاکید بھی کی ہے۔ افادۂ عامۃ المسلمین کے لئے یہاں قدرے تفصیل عرض کی جاتی ہے وباللہ التوفیق۔

(۱) وضو کے وقت بسم اللہ شریف پڑھنا

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **لا وضوٗ لمن لم یذکر اسم الله علیه** ۔جو شخص وضو کرتے وقت بسم اللہ شریف نہ پڑھے اُس کا کوئی وضو نہیں۔رواہ الترمذی وابن ماجہ۔ (مشکوٰۃ شریف جلد اول ص ۴۲)

ملا علی قاری اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔ **قوله لا وضوء ای کاملاً لمن لم یذکر اسم الله علیه ای علی وضوء ه قال ابن حجر و یفسره الحدیث الصحیح تؤضوا باسم الله ای قائلین ذلک** ۔جو شخص وضو کرتے وقت بسم اللہ شریف نہ پڑھے اس کا وضو کامل نہیں ہوتا امام ابن حجر نے فرمایا کہ اس حدیث کی تفسیر وہ صحیح حدیث کرتی ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ کے نام کے ساتھ وضو کرو یعنی وضو کرتے وقت بسم اللہ شریف پڑھو۔ (مرقاۃ جلد دوم ص ۱۸)

(۲) بیت الخلاء میں داخل ہونے سے پہلے بسم اللہ شریف پڑھنا

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **ستر مابین الجن و عورات بنی آدم اذا دخل الکنیف ان یقول بسم الله** ۔جنات

اور آدمیوں کے ستر کے مابین پردہ بیت الخلاء میں داخل ہونے سے پہلے بسم اللہ کا کہنا ہے۔ رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ۔ (صحیح البہاری ص ۲۰۵)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اذا دخلتم الغائط فقولوا بسم الله اعوذ بالله من الخبث والخبائث۔ جب تم بیت الخلاء میں داخل ہو تو یہ کہو اللہ کے نام سے میں خبث وخبائث سے اللہ کے ہاں پناہ چاہتا ہوں۔ رواہ العموی فی عمل الیوم واللیلۃ وصححہ۔ (صحیح البہاری ص ۲۰۵)

(۳) تلاوت قرآن مجید کے وقت بسم اللہ شریف پڑھنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا ان اول مانزل به جبریل علی محمد صلے الله علیه وسلم قال یا محمد قل استعیذ بالله السمیع العلیم من الشیطان الرجیم ثم قال قل بسم الله الرحمن الرحیم جبرائیل پہلی وحی لے کر حاضر خدمت ہوئے تو عرض کیا یا محمد آپ فرمائیں استعیذ بالله السمیع العلیم من الشیطان الرجیم پھر کہیں بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ (تفسیر ابن کثیر جلد اول ص ۱۸)

اسی حدیث کی بناء پر تلاوت قرآن مجید کے آداب میں یہ بات گنی گئی ہے کہ تعوذ وتسمیہ پڑھ کر تلاوت کی جائے۔

(۴) کھانا کھانے سے پہلے بسم اللہ شریف پڑھنا

کھانا شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ شریف پڑھنے کا حکم ہے۔ حضرت عمرو بن ابی سلمۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بچپن میں ایک مرتبہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی گود میں تھا اور میرا ہاتھ کھانے کے برتن میں گھومتا تھا۔ آپ نے مجھے فرمایا سم الله وکل بیمینک وکل مما یلیک۔ بسم اللہ پڑھو اور دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے قریب سے کھاؤ۔ متفق علیہ۔ (مشکوٰۃ شریف جلد دوم ص ۸۵)

اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان الشیطان یستحل الطعام ان لا یذکر اسم الله علیه۔ بلاشبہ شیطان اُس کھانے کو اپنے لئے حلال جانتا ہے جس پر اللہ کا نام نہ لیا جائے۔ رواہ مسلم۔ (مشکوٰۃ جلد اول ص ۸۵)

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **اذا اکل احدکم فنسی ان یذکر اللہ علیٰ طعامہ فلیقل بسم اللہ اولہ و آخرہ ۔** جب تم میں سے کوئی ایک شخص کھانا کھائے اور اللہ کا نام لینا بھول جائے تو وہ کہے بسم اللہ اولہ وآخرہ رواہ الترمذی وابوداؤد۔ (مشکوٰۃ شریف جلد دوم ص ۸۷)

اور حضرت امیہ بن مخشی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی کھانا کھاتا تھا اس نے بسم اللہ شریف نہ پڑھی تھی یہاں تک کہ صرف ایک لقمہ باقی تھا۔ جب اس نے وہ لقمہ اپنے منہ کی طرف اٹھایا تو اس نے کہا **بسم اللہ اولہ و آخرہ** تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کھل کر ہنسے اور فرمایا **ما زال الشیطان یاکل معہ فلماذکر اسم اللہ استقاء ما فی بطنہ** ۔ شیطان اُس شخص کے ساتھ کھاتا رہا پھر جب اس نے بسم اللہ شریف پڑھی تو اس کے پیٹ کا سارا کھانا قے کے ذریعہ سے نکل گیا۔ رواہ ابوداؤد۔

(مشکوٰۃ شریف جلد دوم ص ۸۷)

(۵) گھر میں داخل ہوتے وقت بسم اللہ شریف پڑھنا

گھر میں داخل ہوتے وقت بسم اللہ پڑھنے کا حکم ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **اذا دخل الرجل بیتہ فذکر اللہ عند دخولہ وعند طعامہ قال الشیطان لامبیت لکم ولا عشآء واذا دخل فلم یذکر اللہ عند دخولہ قال الشیطان ادرکتم المبیت واذا لم یذکر اللہ عند طعامہ قال ادرکتم المبیت والعشاء** ۔ جب کوئی شخص اپنے گھر میں داخل ہوتا ہے پھر داخل ہوتے وقت اور کھانا کھانے کے وقت اللہ کا ذکر کرتا ہے یعنی بسم اللہ شریف پڑھتا ہے تو شیطان اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے۔ یہاں تمہارے لئے نہ کوئی رات گزارنے کی جگہ ہے اور نہ کھانے کی کوئی شئے ہے اور جب کوئی شخص داخل ہوتا ہے اور داخل ہوتے وقت اللہ کا ذکر نہیں کرتا تو شیطان کہتا ہے تمہیں رات گزارنے کے لئے جگہ مل گئی ہے پھر جب وہ کھانا کھاتے وقت اللہ کا ذکر نہیں کرتا تو کہتا ہے تمہیں رات گزارنے کی جگہ اور رات کا کھانا دونوں مل گئے ہیں۔ رواہ مسلم۔ (اشعۃ اللمعات جلد سوم ص ۴۸۵ ۔ مشکوٰۃ جلد دوم ص ۸۵)

(۶) کشتی پر سوار ہوتے وقت بسم اللہ شریف پڑھنا

حضرت نوح علیہ السلام نے طوفان آنے کے وقت اپنے گھر والوں اور ماننے والوں سے فرمایا ارکبوا فیھا بسم اللہ مجرھا و مرسھا ان ربی لغفور رحیم ۔سوار ہو جاؤ اس میں اللہ کے نام پر اس کا چلنا اور ٹھہرنا ہے۔ بے شک میرا رب ضرور بخشنے والا مہربان ہے۔ (پ۱۲ رکوع ۴)

مولانا احمد یار خان نعیمی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ چنانچہ جب آپ کشتی چلانا چاہتے بسم اللہ پڑھتے تو وہ چل پڑتی اور جب اُسے ٹھہرانا چاہتے تو بسم اللہ پڑھتے تو وہ ٹھہر جاتی تھی۔اب بھی جو شخص دریائی سواری میں سوار ہوتے وقت یہ دعا پڑھ لے تو ان شآء اللہ ڈوبنے سے محفوظ رہے گا۔اس سے معلوم ہوا کہ ہر کام پر بسم اللہ پڑھنا بڑی پرانی سنت ہے۔اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بسم اللہ کے ساتھ موقع کے مطابق الفاظ ملا دینا چاہیے چنانچہ دوا پیتے وقت بسم اللہ شافی بسم اللہ کافی پڑھے اور ذبح کرتے وقت بسم اللہ اللہ اکبر کہے اور دم کرتے وقت بسم اللہ ارقیک کہے۔ (نور العرفان ص۳۵۹)

(۷) چوپایہ پر سوار ہوتے وقت بسم اللہ شریف پڑھنا

حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔اے ابوھریرہ جب وضو کرو تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھو۔ تیرے فارغ ہونے تک فرشتے تیرے لئے نیکیاں لکھتے رہیں گے اور جب اپنی بیوی سے صحبت کرو تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھو۔ تیرے غسل کرنے تک فرشتے تیرے لئے نیکیاں لکھتے رہیں گے پھر اگر اُس صحبت سے اولاد حاصل ہوئی تو اُس اولاد اور اس اولاد کی اولاد کے سانسوں کی تعداد جتنی نیکیاں فرشتے تیرے لئے لکھیں گے۔اے ابوھریرہ جب چوپایہ پر سوار ہونے لگو تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم والحمد للہ کہو چوپایہ کے ہر قدم کے عوض میں تیرے لئے نیکیاں لکھی جائیں گی۔ (نزھۃ المجالس جلد اول ص۲۳)

(۸) جماع سے پہلے بسم اللہ شریف پڑھنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لو ان احدکم اذا اراد ان یاتی اھلہٗ قال باسم اللہ اللھم جنبنا الشیطان و جنب الشیطان ما

رزقتنا فانہٗ ان قضی بینھما ولد من ذلک لم یضرہ الشیطان ابداً۔ اگر تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی سے صحبت کا ارادہ کرے اور باسم الله جنبنا الشیطان و جنب الشیطان مارزقتنا پڑھ لے تو اگر اس صحبت سے اولاد پیدا ہوئی تو اسے شیطان کبھی ضرر نہیں پہنچائے گا۔ رواہ احمد والبخاری و مسلم والاربعۃ وصححہٗ السیوطی۔ (جامع صغیر ص ۱۲۸ ج ۲)

اور امام جعفر بن محمد سے مروی ہے کہ انہوں نے آیت کریمہ وشارکھم فی الاموال والاولاد کی تفسیر میں فرمایا۔ ان الشیطان یقعد علی ذکر الرجل فاذالم یقل باسم الله اصاب معہ امرأتہ وانزل فی فرجھا کما ینزل الرجل ۔ بلا شبہ شیطان مرد کے ذکر پر بیٹھ جاتا ہے پھر اگر وہ باسم اللہ نہ کہے تو وہ صحبت میں شریک ہو جاتا ہے اور عورت کی فرج میں انزال کرتا ہے جیسے مرد انزال کرتا ہے۔

(نزھۃ الناظرین ص ۱۴۸)

(۹) خط کی ابتداء میں بسم اللہ شریف لکھنا

خط یا مضمون کی ابتداء میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنے کا حکم ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کو جو خط لکھا اور ہد ہد کے ذریعہ سے اس تک پہنچایا اس کی ابتداء میں آپ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا تھا۔ اس کے بارہ میں مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں۔ ''معلوم ہوا کہ ہر اچھا کام بسم اللہ سے شروع کرنا چاہیے۔ بسم اللہ کی حدیث اس آیت سے قوت پاتی ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی صلح حدیبیہ میں صلح نامہ کے اول میں بسم اللہ تحریر فرمائی۔ بسم اللہ سے کام شروع کرنے کا نتیجہ کامیابی ہے کہ حضرت سلیمان کو اس کی برکت سے بلقیس جیسی بیوی عطا ہوئی''۔ (نور العرفان ص ۶۰۴)

(۱۰) تصنیف کی ابتداء میں بسم اللہ شریف لکھنا

علمائے حق کا طریقہ ہے کہ وہ جب کوئی کتاب تصنیف کرنے لگتے ہیں تو سب سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پھر الحمد للہ رب العالمین لکھتے ہیں یہ قرآن مجید کی اتباع ہے اور حصول برکت کا ذریعہ بھی واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱۱) میت کو قبر میں داخل کرتے وقت بسم اللہ شریف پڑھنا

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ ان النبی صلے الله

علیہ وسلم اذا ادخل المیت القبر قال بسم اللہ وعلی ملة رسول اللہ وفی روایة وعلی سنة رسول اللہ. بلاشبہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم میت کو قبر میں داخل کرتے وقت فرماتے بسم اللہ وعلی ملة رسول اللہ اور دوسری روایت میں ہے فرماتے وعلی سنة رسول اللہ ۔رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ وروی ابوداؤد والثانیة ۔ (مشکوٰۃ شریف جلد اول ص ۱۴۴)

(۱۲) رات کے کاموں سے پہلے بسم اللہ شریف پڑھنا

حضرت پیر کرم شاہ صاحب لکھتے ہیں ۔''اسلامی آداب معاشرت میں بسم اللہ کو اہم مقام حاصل ہے ہمیں ہمارے ہادی و مرشد صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ سبق دیا ہے کہ ہر کام بسم اللہ سے شروع کرو بلکہ یہاں تک کہ فرمایا اغلق بابک واذکر اسم اللہ واطفأ مصباحک واذکر اسم اللہ وخمر انآءک واذکر اسم اللہ واوک سقاک واذکر اسم اللہ ۔دروازہ بند کرو تو اللہ کا نام لیا کرو ۔دیا بجھاؤ تو اللہ کا نام لیا کرو، اپنے برتن ڈھانپو تو اللہ کا نام لیا کرو اور اپنی مشک کا منہ باندھو تو اللہ کا نام لیا کرو ۔(تفسیر قرطبی) مقصد یہ ہے کہ ہر کام چھوٹا ہو یا بڑا کرتے وقت انسان اپنے کارساز حقیقی کا نام لینے کا خوگر ہو جائے تاکہ اس کی برکت سے مشکلیں آسان ہوں اس کی تائید و نصرت پر اس کا توکل پختہ ہو جائے نیز جب اسے ہر کام شروع کرتے وقت اللہ کا نام لینے کی عادت ہو جائے گی تو وہ ہر ایسا کام کرنے سے رک جائے گا جس میں اس کے رب تعالیٰ کی ناراضگی ہو۔ (تفسیر ضیاء القرآن جلد اول ص ۲۱)

(۱۳) بیمار کو دم کرتے وقت بسم اللہ شریف پڑھنا

امام قرطبی نے صحیح سند سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ نے شکایت کی کہ یارسول اللہ جب سے میں مشرف باسلام ہوا ہوں میرے جسم میں درد رہتا ہے تو حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہاں درد ہو وہاں ہاتھ رکھ کر تین بار بسم اللہ پڑھو اور سات بار یہ جملہ کہو اعوذ بعزة اللہ وقدرته من شر ما اجد واحاذر ۔ (ضیاء القرآن جلد اول ص ۲۱)

(۱۴) میت کی کفنی پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنا

میت کی کفنی پر بخشش کی امید سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنا بہتر ہے۔ اللہ کریم اپنے نام کی

برکت سے کرم فرماتا ہے اور میت کو عذاب قبر سے نجات عطا کرتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱۵) ذبح کے وقت بسم اللہ شریف پڑھنا

ذبح کے وقت بسم اللہ اللہ اکبر پڑھنا جانور کے حلال ہونے کے لئے شرط ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ ولا تاکلوا ممالم یذکر اسم الله علیه وانه لفسق ۔ اور اسے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا اور وہ بے شک حکم عدولی ہے۔ (پ ۸۔ رکوع ۱)

بسم اللہ شریف پڑھنے کا ثواب

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ من قرأ بسم الله الرحمن الرحيم كتب الله له بكل حرف اربعة آلاف حسنة ومحا عنه اربعة آلاف سيئة ورفع له اربعة الآف درجة ۔ جوشخص بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہتا ہے اسے ہر حرف کے عوض چار ہزار نیکیاں ملتی ہیں اور اس کے چار ہزار گناہ مٹائے جاتے ہیں اور چار ہزار درجے بلند کیے جاتے ہیں۔ (نزھۃ المجالس ص ۲۳ ج ۱)

(تنبیہ) بسم اللہ شریف کے انیس حروف ہیں ہر حرف کا یہ اجر ہے تو پھر پوری بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا کتنا اجر ہوگا وذلک فضل الله یؤتیه من یشآء والله ذوالفضل العظیم۔

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ من اراد ان ینجیه الله من الزبانية التسعة عشر فليقل بسم الله الرحمن الرحيم لان حروفها تسعة عشر ۔ جوشخص چاہے کہ اللہ اسے جہنم کے انیس داروغوں سے نجات بخشے اسے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہنا چاہیے کیونکہ بسم اللہ شریف کے انیس حروف ہیں۔ (نزھۃ المجالس ص ۳۵ ج ۱)

قبر میں بسم اللہ شریف کی برکت

شیخ عبدالرحمٰن صفوری فرماتے ہیں کہ میں نے ابن جوزی کی کتاب بستان الواعظین میں یہ لکھا ہوا دیکھا ہے کہ حضرت حسن بصری نے فرمایا مامن عبدیدفن الا دخل علیه ملک فی قبره معه دواة وقرطاس وقلم فیقول اکتب عملک فیکتب عمله وان کان غیر کاتب فان کان

من اهل السعادة فاول مایجری به القلم بسم الله الرحمن الرحیم باذن الله تعالٰی فیأمن من عذاب القبر ۔ جو شخص دفن کیا جاتا ہے اس کے پاس فرشتہ دوات کاغذ اور قلم لے کر آتا ہے اور اسے کہتا ہے اپنے اعمال لکھو تو وہ اپنے اعمال لکھتا ہے اگرچہ وہ لکھنے والا نہ تھا پھر اگر وہ اہل سعادت ہے تو اللہ کے اذن سے قلم جاری ہوتی ہے اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھتی ہے تو وہ قبر کے عذاب سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ (نزھۃ المجالس جلد اول ص ٢٧)

قیامت میں بسم اللہ شریف کی برکت

امام نسفی فرماتے ہیں جب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر قیامت کے دن تک کے لئے نازل کی گئی تو پھر جب قیامت کے دن مومن اپنا اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں لے گا اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہے گا تو اس کا سارا اعمال نامہ سفید ہوگا اور اس میں کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ فیقال له انه کان مملوءاً من السیئات ولکنه محته بسم الله الرحمن الرحیم ۔ سو اسے کہا جائے گا کہ تیرا نامۂ اعمال گناہوں سے بھرا ہوا تھا لیکن بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نے تیرے گناہ مٹا دیئے ہیں۔ (نزھۃ المجالس ص ٢٥ ج ١)

برے کام پر بسم اللہ شریف نہ پڑھی جائے

بسم اللہ شریف کے ادب کا یہ تقاضا ہے کہ اسے صرف جائز اور نیک کام کی ابتداء میں پڑھا جائے اور خلافِ شرع کاموں کی ابتداء میں نہ پڑھا جائے ۔ امام علی قاری لکھتے ہیں۔ واختلف السلف الابرار فی کتابة البسملة فی اول کتب الاشعار فمنعه الشعبی والزهری واجازه سعید بن المصیب واختاره الخطیب البغدادی والا حسن التفصیل بل هو الصحیح فان الشعر حسنه حسن وقبیحه قبیح فیصان ایراد البسملة فی الهجویات والهذیان ومدائح الظلمة ونحوها کما تصان فی حال اکل الحرام و شرب الخمر و مواضع القاذورات وحالة المجامعة وامثالها ۔ اس بارہ میں سلف صالحین کا اختلاف ہے کہ آیا اشعار کی کتب کی ابتداء میں بسم اللہ شریف لکھی جائے یا نہیں؟ امام شعبی اور امام زہری نے اس سے منع فرمایا ہے جبکہ سعید بن المسیب نے اس کی اجازت دی ہے اور اس قول کو خطیب بغدادی نے اختیار کیا ہے اور زیادہ عمدہ قول تفصیل ہے بلکہ یہی صحیح ہے کیونکہ اچھا شعر اچھا ہوتا ہے اور برا شعر برا سو برے اشعار سے پہلے

بسم اللہ شریف ذکر نہ کی جائے گی مثلاً ہجویات و ہذیانات، ظالم حکمرانوں کی جھوٹی تعریفوں والے اشعار جیسا کہ حرام کھانا کھانے اور شراب پینے اور گندی جگہوں میں اور عورت سے مجامعت کے وقت بسم اللہ پڑھنے سے اجتناب کیا جائے گا۔ (مرقاۃ جلد اول ص ۳)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ

روم کے بادشاہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ میرے سر میں ہر وقت درد رہتا ہے کوئی علاج بتائیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک ٹوپی بھیجی کہ وہ اسے سر پر پہن لے۔ بادشاہ جب ٹوپی سر پر رکھتا درد بند ہو جاتا اور جب اتارتا تو درد شروع ہو جاتا۔ اس نے از راہ تعجب دیکھا تو ٹوپی کے اندر بسم اللہ الرحمن الرحیم یعنی بسم اللہ شریف لکھی ہوئی تھی سو اس کو یقین ہو گیا کہ یہ شفاء بسم اللہ شریف کی برکت سے ہوئی ہے۔

(روزنامہ دن راولپنڈی بابت ۲ جولائی ۱۹۹۹ء۔ مجموعہ اخبارات متفرق ص ۲۶ ج ۱۳)

حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ادب

شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ''آپ کی توبہ کا ذکر یوں ہے کہ آپ ایک روز حالت نشہ و مستی میں کسی طرف جا رہے تھے۔ اسی حالت میں آپ کو کاغذ کا ایک پرزا نظر پڑا۔ جس پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھا ہوا تھا آپ نے اس کاغذ کو اٹھا کر صاف کیا اور عطر خرید کر معطر کیا اور ایسی جگہ میں رکھ دیا جہاں بے ادبی ہونے کا خوف نہ تھا۔ اسی رات آپ نے خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ آدمی کو اللہ تعالیٰ یہ حکم دے رہا ہے کہ تم جا کر بشر حافی کو کہہ دو کہ تم نے ہمارے نام کی عزت کی اور اس کو معطر کر کے بلند جگہ پر رکھ دیا۔ ہم بھی اسی طرح تم کو پاک کر کے تمہارا مرتبہ بلند کریں گے۔ یہ سن کر وہ بزرگ بہت حیران ہوئے اور دل میں کہا کہ بشر تو ایک فاسق آدمی ہے یقیناً میرا خواب غلط ہے۔ چنانچہ وہ وضو کر کے پھر سو گئے۔ اب کی مرتبہ بھی خواب میں وہی حکم ہوا۔ پھر تیسری مرتبہ بھی یہی ہوا تو وہ مجبوراً اٹھ کر بشر حافی کے گھر پہنچے اور ان کے بارہ میں پوچھا تو معلوم ہوا کہ وہ شراب خانے میں نشے میں مدہوش ہیں۔ ان بزرگوں نے لوگوں سے کہا تم اس کو کہہ دو کہ میں اس کو ایک پیغام دینا چاہتا ہوں چنانچہ انہوں نے بصد مشکل انہیں سمجھایا تو جواب دیا کہ پوچھو کس شخص کا پیغام لایا ہے کہا اللہ تعالیٰ کا پیغام۔ یہ سن کر وہ رو پڑے اور دل میں خیال کیا کہ خدا جانے کیسا پیغام ہوگا جب پیغام خداوندی سنا تو سب سے کہا کہ تم گواہ ہو جاؤ کہ میں نے توبہ کر لی ہے اور

آئندہ تم مجھے شراب خانے میں نہیں دیکھو گے۔ (تذکرۃ الاولیاء ص ۸۹)

(تنبیہ) بعض بزرگوں نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس ادب کی وجہ سے حیوانات کو حکم دے دیا کہ جس راستے سے بشر حافی کا گزر ہو۔ اس میں وہ پیشاب اور لید نہ کریں کیونکہ حضرت بشر حافی تواضع کے طور پر ننگے پاؤں چلا کرتے تھے۔ آپ کی وفات کے روز ان کے راستہ میں بعض لوگوں نے حیوانوں کا گوبر دیکھا تو کہا کہ آج حافی فوت ہو چکے ہیں اس لئے ان کے راستے میں آج یہ گوبر دیکھا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نام کا ادب کرنے کی توفیق بخشے آمین۔

وظائف واوراد

اگر مرگی والے پر بسم اللہ اکتالیس بار پڑھ کر دم کریں تو وہ جلد ہوش میں آجائے۔ اور رات کو اکتالیس بار پڑھ کر سوئیں تو چوری ڈاکہ اور اچانک موت اور آگ لگنے جنوں اور انسانوں کے شر اور سب آفتوں سے تمام رات امن رہے۔ اور اگر ہر صبح اس کو اکیس مرتبہ پڑھ کر پانی پر دم کر کے گیارہ روز تک مسحور کو پلائیں تو جادو کا اثر جاتا رہتا ہے۔ کوئی مشکل درپیش ہو تو ہر روز سات سو بار اکیس دن تک بڑے خلوص سے پڑھیں مشکل آسان ہو اور کشائشِ رزق کے لئے ایک ہزار بار بعد نماز فجر پڑھیں روزی فراخ ہو اور کسی بگڑے ہوئے کام کی اصلاح کے لئے بعد نماز عصر تین سو بار گیارہ روز تک پڑھیں سب کام درست ہو جائیں گے اور کاروبار کی فراخی اور ترقی کے لئے بعد نماز عشاء گیارہ سو بار چالیس روز تک پڑھیں کام میں بڑی ترقی ہوگی انشاء اللہ۔ یقین جانیں۔ بسم اللہ ایک عجیب ورد ہے۔ جس کام کے لئے خلوص اور توجہ سے پڑھیں گے وہ کام اللہ کے فضل سے پورا ہوگا۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اللہ تعالیٰ کے ناموں سے ایک نام ہے اور یہ نام اللہ تعالیٰ کے اسم اعظم سے اتنا قریب ہے جتنا آنکھ کی سفیدی و سیاہی قریب ہیں۔ (روزنامہ دن راولپنڈی بابت ۲ جولائی ۱۹۹۹ء)

الحمد للہ یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا ہے یہ بسم اللہ شریف کی برکتیں جاننے سمجھنے کے لئے کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر اچھے کام سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنے کی توفیق بخشے آمین۔ **وھذا آخر ما اردنا ایراده فی هذه المقالة المباركة تقبلها الله تعالیٰ بمنه العظيم ورسوله الكريم صلے الله عليه وسلم. آمين.**

(۲۱ رمضان ۱۴۲۸ھ بحالۃ الاعتکاف المسنون)

بسم الله الرحمن الرحيم

دوسرا مقالہ

اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی برکتیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد: اس مختصر مقالہ میں ہم نے اسمِ محمد علیٰ صاحبہ افضل الصلوٰت واکمل التحیات وازکی التسلیمات کے خصائص و برکات جمع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے اللہ تعالیٰ اسے ہمارے لئے زادِ آخرت بنائے آمین بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم۔

سیدنا محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کے اسمآء بکثرت ہیں

ناموں کی کثرت مسمّی کی صفات کی کثرت کے باعث ہوتی ہے۔ چونکہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی صفاتِ حسنہ حددرجہ کثیر ہیں اس لئے آپ کے نام بکثرت ہیں۔ شیخ احمد قسطلانی رقمطراز ہیں۔ کثرۃالاسمآء تدل علی شرف المسمی وقد سمی اللہ تعالی نبینا صلے اللہ علیہ وسلم باسمآء کثیرۃ فی القرآن العظیم وغیرہ من الکتب السماویۃ وعلی السنۃ الانبیآء علیھم الصلوٰۃ والسلام۔ ناموں کی کثرت مسمّی کے شرف پر دلالت کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بہت سے نام قرآنِ عظیم اور اس کے علاوہ سماوی کتب میں اور انبیآء علیھم السلام کی زبانوں پر رکھے ہیں۔ (المواھب اللدنیہ جلد اول ص ۳۶۴)

سیدنا محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کے اسمآء کی تعداد

عام مشہور و معروف بات تو یہ ہے کہ سیدنا محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کے ننانوے نام ہیں لیکن علماء محققین نے اس سے زائد ناموں کا قول کیا ہے۔ صاحب دلائل الخیرات لکھتے ہیں۔ ذلک اسمآء سیدنا ونبینا ومولانا محمد صلے اللہ علیہ وسلم مائتان و واحد وھی ھذہٖ الخ۔ ہمارے سردار اور نبی اور مولا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے یہ دو سو ایک نام ہیں اور وہ یہ ہیں الی آخرہ۔ (دلائل الخیرات ص ۶۴)

اور شیخ احمد قسطلانی رقمطراز ہیں۔ والذی رایتہٗ فی کلام شیخنا فی القول البدیع والقاضی عیاض فی الشفاء وابن العربی فی القبس والاحکام لہ وابن سیدالناس وغیرھم یزید علی الاربع مائۃ۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اسماء مبارکہ جو میں نے اپنے شیخ کی کتاب القول البدیع، قاضی عیاض کی کتاب الشفاء، ابن العربی کی کتاب القبس اور کتاب الاحکام اور بن

سید الناس وغیرہ علماء کی کتابوں سے حاصل کیے ہیں ان کی تعداد چار سو سے بھی متجاوز ہے۔
(المواھب اللدنیہ جلد اول ص ۳۶۶)

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں۔ وقاضی ابوبکر ابن العربی کہ از عظمائے علمائے مالکیہ است گفتہ کہ بعضے صوفیہ گفتہ اند مرحق تعالیٰ راہزار نام ست وحبیب اورا صلی اللہ علیہ وسلم نیز ہزار نام است و مراد اوصاف است وازہر صفت اسمے مشتق است۔ قاضی ابوبکر ابن العربی جو مالکی علماء میں بلند پایہ رکھتے ہیں فرماتے ہیں کہ بعض صوفیہ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہزار نام ہیں اور حبیب اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بھی ایک ہزار نام ہیں اور ناموں سے ان کی مراد اوصاف ہیں اور ہر وصف سے ایک ایک نام مشتق ہے۔ (اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص ۴۸۱)

سیدنا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا مشہور ومعروف نام

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کثیر ناموں میں سے سب سے زیادہ مشہور ومعروف نام محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔ شیخ احمد قسطلانی لکھتے ہیں۔ ثم ان اشھر اسماءہ صلی اللہ علیہ وسلم محمد۔ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اسماء میں سب سے زیادہ مشہور ومعروف نام محمد ہے۔
(المواھب اللدنیہ جلد اول ص ۳۶۴)

اور یہ نام آپ کا ذاتی نام ہے۔ شیخ قسطلانی لکھتے ہیں۔ واما محمد فمنقول من صفة ایضاً وھو فی معنی محمود ولکن فیہ معنی المبالغة والتکرار فالمحمد ھو الذی حمد مرة بعد مرة فھو محمود فی الدنیا بما ھدی الیہ ونفع بہ من العلم والحکمة وھو محمود فی الآخرة بالشفاعة فقد تکرر معنی الحمد کما یقتضیہ اللفظ. اور محمد بھی معنیٰ صفت سے معنیٰ علمیت کی طرف منقول ہے۔ اور یہ محمود کے معنی میں ہے ہاں اس میں مادہ کے مبالغہ وتکرار کا تقاضا پایا جاتا ہے پس محمد اس شخص کو کہا جائے گا جس کی بار بار تعریف کی جاتی ہو۔ آپ دنیا میں ہدایت اور علم وحکمت عطا کرنے کی وجہ سے مخلوق کی زبان پر محمود ہیں تو آخرت میں شفاعت کے باعث محمود ہوں گے سو اس نام میں جس تکرار و مبالغہ حمد کا تقاضا تھا وہ پورا پورا موجود ہے۔ (المواھب اللدنیہ جلد اول ص ۳۷۰)

سیدنا محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کا دوسرا ذاتی نام احمد ہے

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ذاتی نام جس طرح محمد ہے اسی طرح آپ کا دوسرا ذاتی نام احمد ہے۔ شیخ قسطلانی فرماتے ہیں۔ **واما احمد وھو اسمه علیه الصلوة والسلام الذی سمی به علی لسان عیسیٰ و موسیٰ فانه منقول ایضاً من الصفة التی معناها التفضیل فمعنی احمد احمد الحامدین لربه وکذلک هو فی المعنی لانه یفتح علیه المقام المحمود بمحامد لم تفتح علی احد قبله فیحمد ربه بها ولذلک یعقد له لوآء الحمد**۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نام احمد حضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کی زبانوں پر رکھا گیا اور یہ بھی صفت سے علیت کی طرف منقول ہے اور اس کا معنی ہے سب تعریف کرنے والوں سے زیادہ اپنے ربّ کی تعریف کرنے والی ہستی اور یہ نام بھی اپنے اندر اپنے معنی پر پوری طرح حاوی ہے کیونکہ قیامت کے روز جب آپ مقام محمود پر جلوہ افروز ہوں گے تو آپ پر ربّ کی وہ تعریفیں منکشف ہوں گی جو کسی دوسرے پر منکشف نہ ہوں گی اور آپ وہ تعریفیں بیان کریں گے اور اسی وجہ سے آپ کے جھنڈے کا نام لوآء الحمد ہوگا۔

(المواھب اللدنیہ جلد اول ص ۳۷۰)

اسم محمد کے خصائص

شیخ احمد قسطلانی فرماتے ہیں کہ اسم محمد کی تین خصوصیتیں ہیں۔

(۱) لفظِ محمد کے چار حروف ہیں جس طرح لفظ اللہ کے چار حروف ہیں۔

(۲) لفظِ محمد لکھنے میں آدمی کی شکل پر نظر آتا ہے۔ یعنی پہلا میم آدمی کے سر کے مثل ہے، حآء اس کے بازوؤں کے مثل ہے۔ اور دوسرا میم اس کی کمر کے مثل ہے اور دال اُس کے دونوں پاؤں کے مثل ہے۔ **قیل ولا یدخل النار من یستحق دخولها اعاذنا الله منها الاممسوخ الصورة اکراماً لصورة اللفظ**۔ کہا گیا ہے کہ دوزخ میں جانے کا جو انسان مستحق ہوگا اللہ ہمیں دوزخ سے بچائے لفظ محمد کے اکرام کی وجہ سے اس کی شکل بدل کر اسے دوزخ میں داخل کیا جائے گا۔ **(المواھب اللدنیہ جلد اول ص ۳۷۱)**

خود اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے نام محمد و احمد رکھے ہیں

اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی دنیا میں ولادت سے پہلے آپ کے نام محمد اور احمد خود رکھے ہیں۔ اس نے آپ کا نام پہلے احمد اور پھر محمد رکھا ہے۔ شیخ قسطلانی لکھتے ہیں۔ وقال القاضی عیاض کان علیه الصلوٰة والسلام احمد قبل ان یکون محمداً کما وقع فی الوجود لان تسمیة احمد وقعت فی الکتب السالفة و تسمیته محمداً وقعت فی القرآن و ذلک انه حمد ربهٗ قبل ان یحمده الناس ۔اور قاضی عیاض نے فرمایا ہے کہ آپ کا نام احمد آپ کے نام محمد سے پہلے رکھا گیا۔ کیونکہ آپ کتب سابقہ میں احمد کے نام سے ذکر کیے گئے ہیں اور قرآن میں محمد کے نام سے اور یہ اس وجہ سے ہے کہ آپ نے اپنے ربّ کی حمد احمد ہونے کی بناء پر پہلے کی پھر مخلوق نے آپ کی محمد ہونے کی بناء پر تعریف کی۔ (المواھب اللدنیہ جلد اول ص ۳۷۰)

اور یہی شیخ لکھتے ہیں وقد سماه الله تعالیٰ بهذا الاسم قبل الخلق بالفی الف عام کما ورد من حدیث انس بن مالک من طریق ابی نعیم فی مناجاة موسیٰ ۔اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی پیدائش سے بیس لاکھ سال پہلے آپ کا یہ نام رکھا جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہے۔

(المواھب اللدنیہ جلد اول ص ۳۷۲)

آپ کی پیدائش پر حضرت عبد المطلب نے بھی آپ کا نام محمد رکھا

شیخ قسطلانی لکھتے ہیں۔ عن ابن عباس رضی الله عنهما لما ولد النبی صلے الله علیه وسلم عق عنه عبدالمطلب وسماه محمداً فقیل له یا ابا الحارث ما حملک علیٰ ان سمیتهٗ محمداً ولم تسمه باسم آبآئه قال اردت ان یحمده الله فی السمآء و یحمده الناس فی الارض ۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی اور آپ کے دادا عبد المطلب نے آپ کا عقیقہ کیا اور آپ کا نام محمد رکھا تو آپ سے کہا گیا۔ اے ابوالحارث آپ نے کس وجہ سے ان کا نام محمد رکھا اور ان کا نام اپنے آباء کے ناموں پر نہیں رکھا؟ فرمایا میں نے چاہا کہ اللہ آسمان میں اس کی تعریف کرے اور لوگ زمین میں اس کی خوبیاں بیان کریں۔

(المواھب اللدنیہ جلد اول ص ۳۶۴)

حضرت آمنہ کو حکمِ غیبی

امام جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں۔ جب حضرت آمنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاملہ ہوئیں تو انہیں حکم دیا گیا کہ وہ ان کا نام احمد رکھیں۔ (الخصائص الکبریٰ جلد اول ص ۴۲)

اور شیخ قسطلانی لکھتے ہیں۔ عبدالمطلب نے خواب میں دیکھا کہ چاندی کی ایک تار ان کے پشت سے نکلی ہے۔ اس کا ایک سرا آسمان کی طرف، دوسرا سرا زمین کی طرف، تیسرا سرا مشرق کی طرف اور چوتھا سرا مغرب کی طرف ہے پھر وہ تار ایک درخت کی شکل میں ہوگئی تو اس کے ہر پتے میں نور ہے اور اہلِ مشرق اور اہل مغرب اس درخت کے ساتھ لٹکے ہوئے ہیں۔ آپ نے خواب بیان کی تو اس کی یہ تعبیر بتائی گئی کہ ان کی پشت سے ایک بچہ پیدا ہوگا جس کی اتباع اہل مشرق اور اہل مغرب کریں گی اور آسمان و زمین والے اس کی تعریفیں بیان کریں گے۔ اسی وجہ سے آپ نے آپ کا نام محمد رکھا۔ علاوہ ازیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی والدہ آمنہ کو بھی خواب میں کہا گیا کہ آپ اس امت کے سردار کے ساتھ حاملہ ہیں۔ فاذا وضعتہ فسمیہ محمداً سو جب آپ انہیں جنیں تو ان کا نام محمد رکھنا۔

(المواہب اللدنیہ جلد اول ص ۳۶۴)

جنت کی ہر شئے پر محمد لکھا گیا ہے

محدث ابن عساکر نے حضرت کعب الاحبار سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام پر انبیاء و مرسلین کی تعداد کے برابر سوٹیاں نازل فرمائیں۔ پھر آدم علیہ السلام اپنے بیٹے شیث علیہ السلام سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے۔ اے میرے پیارے بیٹے۔ تو میرے بعد میرا خلیفہ ہوگا پس تو میری خلافت تقویٰ اور مضبوط دستہ کے ساتھ پکڑ اور تو جب بھی اللہ کو یاد کرے تو اس کے ہمراہ محمد کا نام بھی ذکر کر کیونکہ میں نے محمد کا نام عرش کے پایہ میں لکھا ہوا دیکھا جس وقت میں پیدا ہوا تھا۔ پھر میں آسمانوں میں گھوما تو میں نے جنت میں کوئی محل نہ دیکھا اور نہ کوئی کمرہ مگر اس پر محمد کا نام لکھا ہوا تھا اور میں نے محمد کا نام خوبصورت آنکھوں والی حوروں کی گردنوں پر دیکھا اور جنت کے درختوں کے پتوں پر دیکھا اور شجرۂ طوبیٰ کے پتوں پر دیکھا اور سدرۃ المنتہیٰ کے پتوں پر دیکھا اور پردوں کے کناروں میں دیکھا اور فرشتوں کی آنکھوں کے مابین دیکھا فاکثر ذکرہ فان الملائکۃ تذکرہ فی کل ساعاتہا۔ سو تو محمد کا ذکر کثرت سے کر کیونکہ فرشتے ہر

گھڑی میں ان کا ذکر کرتے ہیں۔

شعر بدأ مجده من قبل نشاة آدم فاسماء ه فی العرش من قبل تکتب ۔آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی بزرگی کا اظہار ہوا اور آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے ان کے نام عرش پر لکھے گئے۔ اور امام حسن بن عرفہ نے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لما عرج بی الی السمآء مامررت بسمآء الا وجدت ای علمت اسمی فیها مکتوباً محمد رسول الله وابوبکر خلفی ۔ جب مجھے آسمانوں کی سیر کرائی گئی تو جس بھی آسمان سے میں گزرا وہاں میں نے اپنا نام ان لفظوں میں لکھا ہوا پایا محمد اللہ کے رسول ہیں اور ابوبکر میرے خلیفہ ہیں''۔ (المواھب اللدنیہ جلد اول ص ۳۷۲)

قلم قدرت کی لکھائی

علمائے ربانی اپنی تصانیف میں متعدد ایسے واقعات نقل کرتے چلے آئے ہیں جن میں قلم قدرت نے زمینی اشیاء پر اسم محمد یا اسم احمد لکھا ہے۔ اختصار کے پیش نظر صرف ایک واقعہ عرض کیا جاتا ہے۔

مولانا ابوالفیض محمد عبدالکریم چشتی مدرسہ چشتیہ رضویہ خانقاہ ڈوگراں ضلع شیخوپورہ لکھتے ہیں۔'' ۵ جمادی الاخری ۱۳۸۵ھ بروز جمعرات روزنامہ کوھستان ونوائے وقت میں آنکھوں کو روشن، دل کو مسرور اور ایمان کو تازہ کرنے والی یہ خبر میں نے پڑھی کہ منٹگمری (ساہیوال) سے چھ میل دور چک نمبر ۸۹/۹۔ ایل (رکانوالہ) میں کسی زمیندار کے خوش قسمت مزارع غلام محمد تارڑ کی بکری نے ایک میمنی سیاہ فام جنی ہے جس کے دائیں پہلو پر ایمان افروز نجدیت سوز سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا پیارا پیارا نام پاک حرفِ ندا کے ساتھ یا محمد سفید بالوں کے ذریعے قدرتی طور پر مرقوم ہے۔ فقیر نے اس کو سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا معجزہ آپ کی شان پاک کا قدرتی کرشمہ اور مذہب اہل سنت و جماعت کی صداقت وتائید ربانی کی بین دلیل قرار دیا اور اس کی تصدیق وقدرت کے شاندار کرشمہ اور سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزہ شریفہ کے دیدار سے برکتیں حاصل کرنے کے لئے اپنے رفقاء صوفی محمد یعقوب اور محمد یوسف صاحب کے ہمراہ اس چک میں پہنچا جہاں ایک خوش نصیب گھر میں رسول اکرم محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ مبارکہ ظہور پذیر ہوا۔ منٹگمری سے لے کر چک نمبر ۹۸/۹ ایل تک عشاق رسالت کا ایک تانتا بندھا ہوا تھا

جس میں ہر طبقہ کے لوگ کاروں تانگوں اور سائیکلوں پر سوار اور پیدل بے حساب تھے۔ جو صرف اپنے ایمان تازہ کرنے اور اپنے پیارے رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزۂ مبارکہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے شوق میں کھچے چلے جا رہے تھے۔ فقیر نے اس سیاہ میمنی پر سفید بالوں سے قدرتی طور پر منقوش اسم مبارک یا محمد کو بار بار دیکھا۔ خالی الذہن ہو کر تنقیدی نگاہوں سے دیکھا اور ہر لحاظ سے اس پر نظر کی۔ جس طرح آفتاب نصف النہار سے ہٹ دھرم کے سوا کسی شخص کو انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی اسی طرح اس میمنی کے پہلو پر یا محمد کے قدرتی نقش ہونے سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں دیکھی۔ نہایت خوبصورت طریقہ سے مرقوم ہے چنانچہ اسے بوسہ دیا اور دوسرے لوگوں کی طرح فقیر بھی قدرت کے اس کرشمے کو اپنی آنکھوں سے بمع رفقاء مشاہدہ کرنے کے بعد واپس لوٹا اور اللہ تعالیٰ کا لاریب ارشاد ورفعنالک ذکرک زبان پر آیا۔ فقیر نے گاؤں کے بعض باشندوں سے اس خوش قسمت غلام محمد کے متعلق سوال کیا جس کے گھر میں یہ معجزۂ مبارکہ ظہور پذیر ہوا تو اس کے متعلق انہوں نے بتایا کہ اس میمنی کی پیدائش سے چھ ماہ قبل اس غلام محمد کی زندگی کا نقشہ معجزانہ طور پر بدل گیا۔ چوری دنگا فساد میں اس کے دن رات گزرتے تھے لیکن چھ ماہ سے یہ پابندِ صلوٰۃ ہو گیا اور ہر قسم کے عیوب و جرائم سے جو اس کی عادت میں داخل تھے کلی طور پر مجتنب رہنے لگا۔ اس غلام محمد کی بکری کے بچے کے پہلو پر ادھر قدرت یا محمد نقش کرتی ہے اور ادھر اس کا مالک اتباعِ مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی لائن پر آ جاتا ہے۔ یہ بھی معجزہ سے کم نہیں ہے۔ **فالحمدللہ علیٰ ذلک**

یہ پیارا نام یا محمد کسی انسان کا لکھا ہوا نہیں کہ کوئی بے ادب اسے شرک قرار دے کر مٹا دے بلکہ یہ قلم قدرت سے لکھا گیا ہے اور قلم قدرت نے اہل سنت و جماعت کے حق میں فیصلہ فرما دیا ہے اور رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم کو لفظ یا کے ساتھ پکارنے کو شرک قرار دینے والوں کا منہ بند کر دیا ہے۔ جس شخص کا دل مردہ نہیں ہوا۔ اور جس شخص کا بخت ہمیشہ کی نیند سو نہیں گیا اور جس شخص کے دل پر مُہرِ جباریت ابھی نہیں لگی اور جس کے لئے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہمیشہ کے لئے محرومی نہیں لکھی گئی اس کے لئے یا محمد یا رسول اللہ کے اس خدائی چرچے اور مُہرِ خداوندی میں ہدایت کا کافی سامان موجود ہے۔ اب بھی وہ حق کو سینے سے لگا کر اور دل میں جگہ دے کر خدائی گروہ میں شامل ہو جائے **الاان حزب اللہ ھم المفلحون وان جندنا لھم الغالبون**''۔ (رسالہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ بابت ۵ رجب ۱۳۸۵ھ)

اسمِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی برکتیں

اسم محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی برکتوں کے بارہ میں تبرکاً چند احادیث مبارکہ پیش کی جاتی ہیں و باللہ التوفیق۔

(۱) صحیحین ومسند احمد و جامع ترمذی وسنن ابن ماجہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سموا باسمی ولا تکنوا بکنیتی۔ میرے نام پر نام رکھو اور میری کنیت پر کنیت نہ رکھو۔ صحۃ الجلال السیوطی۔ (جامع صغیر ص ۳۴ ج ۲)

(۲) صحیحین اور سنن ابن ماجہ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ سموا باسمی ولا تکنوا بکنیتی فانی انما بعثت قاسماً اقسم بینکم۔ میرے نام پہ نام رکھو اور میری کنیت پر کنیت نہ رکھو کیونکہ میں تمہارے درمیان تقسیم کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ صحۃ الجلال السیوطی۔ (جامع صغیر جلد دوم ص ۳۴)

(۳) ابن عساکر و حافظ حسین بن احمد بن عبداللہ بن بکر حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں من ولدلہ مولود فسماہ محمداً حباً لی وتبر کاً باسمی کان ہو و مولودہ فی الجنۃ۔ جس کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا اور وہ میری محبت اور میرے نام سے تبرک کے لئے اس کا نام محمد رکھے وہ اور اس کا لڑکا دونوں بہشت میں جائیں گے۔

(فتاوی رضویہ جلد دہم حصہ اول ص ۲۰۲)

(۴) حافظ ابو طاہر سلفی و حافظ ابن بکر حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں روزِ قیامت دو شخص حضرت عزت مجدہ کے حضور کھڑے کیے جائیں گے۔ حکم ہوگا انہیں جنت میں لے جاؤ وہ عرض کریں گے الٰہی ہم کس عمل پر جنت کے قابل ہوئے؟ ہم نے کوئی کام جنت کا نہ کیا۔ ربّ عزوجل فرمائے گا ادخلا الجنۃ فانی الیت علی نفسی ان لا یدخل النار من اسمہ احمد ولا محمد۔ تم دونوں جنت میں داخل ہو جاؤ کہ میں نے حلف فرمایا ہے اپنے اوپر یہ کہ جس کا نام احمد یا محمد ہوگا وہ دوزخ میں نہ جائے گا۔ (فتاوی رضویہ حوالہ مذکورہ بالا)

(۵) ابو نعیم حلیۃ الاولیاء میں نبیط بن شریط رضی اللہ عنہما سے راوی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ و عزتی وجلالی لا عذبت احداً تسمی باسمک فی النار۔ ربّ

عزوجل نے مجھ سے فرمایا مجھے اپنی عزت اور اپنے جلال کی قسم جس کا نام تمہارے نام پر ہوگا اسے دوزخ کا عذاب نہ دوں گا۔ (فتاویٰ رضویہ حوالہ مذکورہ بالا)

(۶) طبرانی اور ابن عدی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں **من ولدله ثلاثة اولاد فلم يسم احدهم محمداً فقد جهل**۔ جس شخص کے ہاں تین بچے پیدا ہوں اور وہ ان میں سے کسی ایک کا بھی نام محمد نہ رکھے تو اس نے جاہلانہ کام کیا **ضعفهٔ السيوطي**۔

(جامع صغیر ص ۱۸۳ ج ۲)

(۷) حافظ ابن بکر امیر المؤمنین مولا علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم سے راوی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں **مااطعم طعام على مائدة ولا جلس عليها وفيها اسمي الا وقدسوا كل يوم مرتين**۔ جس دسترخوان پر لوگ کھانا بیٹھ کر کھائیں اور ان میں کوئی محمد یا احمد نام والا ہو تو وہ لوگ ہر روز دوبار مقدس کیے جاتے ہیں۔ حاصل یہ کہ جس گھر میں ان پاک ناموں کا کوئی شخص ہو دن میں دوبار اس مکان میں رحمتِ الٰہی کا نزول ہوتا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ حوالہ مذکورہ بالا)

(۸) ابن سعد طبقات میں عثمان عمری سے مرسلاً راوی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ **ماضر احدكم لو كان في بيته محمد و محمدان وثلاثة**۔ تم میں سے کسی کا کیا نقصان ہے کہ اگر اس کے گھر میں ایک محمد یا دو محمد یا تین محمد ہوں۔ (جامع صغیر ص ۱۴۶ ج ۲)

(۹) طرانفی و ابن الجوزی امیر المؤمنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ الکریم سے راوی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں **مااجتمع قوم قطفي مشورة وفيهم رجل اسمه محمد لم يد خلوه في مشورتهم الا لم يبارك لهم فيه**۔ جب کوئی قوم کسی مشورہ کے لئے جمع ہو اور ان میں کوئی شخص محمد نام والا ہو اور وہ اسے مشورہ میں شریک نہ کریں تو ان کے لئے ان کی مشورت میں برکت نہ رکھی جائے گی۔

(فتاویٰ رضویہ حوالہ مذکورہ بالا)

(۱۰) حاکم و خطیب تاریخ میں اور دیلمی مسند میں امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ سے راوی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں **اذا سميتم الولد محمداً فاكرموه واوسعوا له في المجلس ولا تقبحوا له وجهاً**۔ جب تم لڑکے کا نام محمد رکھو تو اس کی عزت کرو اور مجلس میں اس کے لئے جگہ کشادہ کرو اور اسے برائی کی طرف نسبت نہ کرو یا اس پر برائی کی دعا نہ کرو۔ (جامع صغیر ص ۲۹ ج ۱)

(۱۱) بزاز مسند میں حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اذا سمیتم محمداً فلا تضربوہ ولا تحرموہ۔ جب تم لڑکے کا نام محمد رکھو تو اسے نہ مارو اور نہ اسے محروم رکھو۔ (جامع صغیر ص ۲۹ ج ۱)

(۱۲) فتاوٰی امام شمس الدین سخاوی میں ہے کہ ابوشعث حرانی نے امام عطاء سے روایت کی۔ من اراد ان یکون حمل زوجتہ ذکراً فلیضع یدہ علی بطنھا ولیقل ان کان ذکراً فقد سمیتہ محمداً فانہ یکون ذکراً۔ جو شخص چاہے کہ اپنی عورت کے حمل میں لڑکا ہو اسے چاہیے کہ اپنا ہاتھ عورت کے پیٹ پر رکھ کر کہے کہ اگر یہ لڑکا ہے تو میں نے اس کا نام محمد رکھ دیا ہے۔ ان شآء اللہ العزیز وہ لڑکا ہی ہوگا۔ (فتاوٰی رضویہ حوالہ مذکورہ بالا)

(۱۳) امام مالک فرماتے ہیں ما کان فی اھل بیت اسم محمد الا کثرت برکتہ۔ جس گھر والوں میں کوئی محمد نام کا ہوتا ہے اس گھر کی برکت زیادہ ہوتی ہے۔ ذکرہ المناوی فی شرح التیسیر تحت الحدیث العاشر والزرقانی فی شرح المواھب۔ (فتاوٰی رضویہ حوالہ مذکورہ بالا)

(۱۴) شریح بن یونس فرماتے ہیں ان للہ ملائکۃ سیاحین عبادتھم زیارۃ کل دار فیھا احمد اومحمد اکراماً منھم لمحمد صلے اللہ علیہ وسلم۔ بلاشبہ اللہ کے بعض فرشتے ہیں جو سیر و سیاحت کرتے رہتے ہیں۔ ان کی عبادت ہی یہی ہوتی ہے کہ وہ ہر اس گھر کی زیارت کریں جس میں احمد یا محمد نام کا کوئی شخص موجود ہو۔ یہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے اکرام کی خاطر کیا جاتا ہے۔

(نزھۃ الناظرین ص ۱۶)

(۱۵) جعفر بن محمد اپنے باپ کے بارہ میں روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا اذا کان یوم القیامۃ ینادی مناد ألا لیقم من اسمہ محمد فلیدخل الجنۃ لکرامۃ اسمہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ جب قیامت کا دن ہوگا ایک منادی آواز دے کر کہے گا خبردار جس کا نام محمد ہے وہ جنت میں چلا جائے اور یہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے نام کے اکرام کی خاطر ہوگا۔ (نزھۃ الناظرین ص ۱۶)

(۱۶) امام مالک فرماتے ہیں کہ میں نے اہل مکہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے ما من بیت فیہ اسم محمد الانما ورزقوا خیر کوئی گھر نہیں جس میں محمد نام والا ہوگا مگر یہ کہ اس میں اضافہ ہوگا اور اس گھر والوں کو اچھی روزی دی جائے گی۔ (نزھۃ المجالس ص ۱۶)

(۱۷) وھب بن منبہ فرماتے ہیں۔ کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس نے ایک سو سال تک اپنے رب کی نافرمانی کی۔ سو جب وہ مر گیا تو بنی اسرائیل نے اسے گندگی کے ڈھیر پر پھینک دیا۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ آپ اسے غسل دیں کفن پہنائیں اور بنی اسرائیل کے ساتھ اس پر نماز جنازہ پڑھیں لانہ نظر فی التوراۃ فوجد اسم محمد صلے اللہ علیہ وسلم فقبلہ ووضعہ علی عینیہ وصلے علیہ فغفرت لہ ذنوبہ وزوجتہ حوراء۔ کیونکہ اس شخص نے تورات کو دیکھا تو اس میں اس نے محمد نام پایا پھر اس نے اس نام کو بوسہ دیا اور اسے اپنی دونوں آنکھوں پر رکھا اور آپ پر درود بھیجا تو میں نے اس عمل پر اس کی مغفرت کر دی اور اس کا نکاح حوروں سے کر دیا۔

(نزھۃ المجالس جلد دوم ص ۸۹ و نزھۃ الناظرین ص ۱۷)

(تنبیہ) محمد اور احمد نام رکھنے کی یہ جو فضیلتیں نقل کی گئی ہیں ان کے حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ان ناموں والے اشخاص صحیح العقیدہ مومن ہوں۔ اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں۔ "یعنی جبکہ مومن ہو اور مومن عرف قرآن و حدیث و صحابہ میں اسی کو کہتے ہیں جو سنی صحیح العقیدہ ہو کما نص علیہ الائمۃ فی التوضیح وغیرہ ورنہ بدمذہبوں کے لئے حدیثیں یہ ارشاد فرماتی ہیں کہ وہ جہنم کے کتے ہیں، ان کا کوئی عمل قبول نہیں۔ بدمذہب اگر حجر اسود اور مقام ابراھیم کے درمیان مظلوم قتل کیا جائے اور اپنے اس مارے جانے پر صابر اور طالب ثواب بھی رہے جب بھی اللہ عزوجل اس کی کسی بات پر نظر نہ فرمائے گا اور اُسے جہنم میں ڈالے گا۔ یہ حدیثیں دارقطنی و ابن ماجہ و بیہقی و ابن الجوزی وغیرھم نے حضرات ابوامامہ و حذیفہ و انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیں اور فقیر نے اپنے فتاویٰ میں متعدد جگہ لکھیں"۔

(فتاویٰ رضویہ جلد دہم حصہ اول ص ۲۰۳)

(مسئلہ) آج کل مسلمان اپنے مکانوں، اپنی دکانوں اور موٹر کاروں پر دائیں جانب یا اللہ اور بائیں جانب یا محمد لکھتے ہیں یہ حصول برکت کا بہترین ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عمل بخشے آمین۔

(مسئلہ) آج کل مسلمان اپنے بچوں کے نام محمد یا احمد رکھنے کے بجائے نئی نئی طرز کے نام رکھتے ہیں۔ ایسا کرنے میں برکت سے محرومی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے آمین۔ وھذا آخر ما اردنا ایرادہ فی ھذہ المقالۃ المبارکۃ تقبلھا اللہ تعالیٰ بمنہ العظیم و رسولہ الکریم ﷺ۔ آمین۔

(۲۲ رمضان ۱۴۲۸ھ بمطابق ۵ اکتوبر ۲۰۰۷ء بروز جمعۃ المبارک)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تیسرا مقالہ

تحفظِ ناموسِ رسالت

(دورِ حاضر کا اہم ترین تقاضا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد :۔ مغربی ممالک ڈنمارک ، ناروے اور فرانس کے اخبارات نے ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی توہین پر مبنی شرانگیز مواد گذشتہ چند ماہ میں کارٹونز (جعلی مذاحیہ تصویروں) کی شکل میں شائع کیا ہے۔ مبین رشید نے ''نوائے وقت'' سنڈے میگزین بابت ۱۲ فروری ۲۰۰۶ء میں لکھا ہے کہ ''توہین رسالت پر مبنی شرانگیز مواد کی اشاعت کا آغاز ۳۰ ستمبر کو ڈنمارک کے اخبار یولاند یوسٹن سے ہوا۔ اخبار نے یہ کارٹونز شائع کرنے کا منصوبہ کرے بلوٹکن کی وجہ سے بنایا جو آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم سے متعلق بچوں کے لئے کتاب لکھنا چاہتا تھا مگر اس میں ان کی منفی تصویر کشی کرنا چاہتا تھا۔ اسے ڈر تھا کہ اگر اس کتاب کی اشاعت ہوتی ہے تو مسلمان اسے قتل کر دیں گے۔ اخبار کے مالک اور ایڈیٹر کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ ان کا یہ احتجاج بین الاقوامی تنازعہ بن جائے گا اور لوگ ڈنمارک کی مصنوعات کا بائیکات کرنا شروع کر دیں گے۔

۱۰ جنوری ناروے کے ایک رسالے میگزنیٹ نے انہیں (کارٹونز کو) دوبارہ پرنٹ کر دیا پھر ڈنمارک سے اٹھنے والی یہ آندھی یورپ کے دوسرے حصوں میں پھیلتی چلی گئی۔ ایک کے بعد ایک اخبار نے پیغمبر اسلام حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں توہین آمیز مواد کی اشاعت کو آزادی اظہار کا منبع قرار دیا۔ یورپی دنیا کے مسلمان سراپا احتجاج ہیں اور دنیا بری طرح منقسم ہوتی نظر آرہی ہے۔ مسلم ممالک میں مغربی اخبارات ومصنوعات کے خلاف شدید غم وغصہ پایا جاتا ہے مگر مغرب کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگ رہی''۔

دورِ رسالت میں توہین رسالت کا ارتکاب

مغربی علاقوں کے غیر مسلم لوگوں کا توہین رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ گھناؤنا عمل کوئی نئی بات نہیں ہے۔ دور رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم سے آج تک ہر دور میں باطنی خبث کے حاملین پیدا ہوتے رہے ہیں جنہوں نے اپنے لیے اللہ تعالیٰ کے غضب وعذاب کو لازم کیا ہے۔ محبوب پاک صلے اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں تھے تو کفار ومشرکین نے آپ کی ذات ستودہ صفات کے متعلق کیا کچھ نہیں کیا۔ آپ کے

قتل تک کے منصوبے بنائے گئے اور آپ کو اور آپ کے غلاموں کو ہر قسم کی اذیتیں پہنچائی گئیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ یریدون ان یطفئوا نور اللہ بافواھھم ویأبی اللہ الا ان یتم نورہ ولو کرہ الکافرون۔ (کفار) چاہتے ہیں کہ اللہ کی روشنی کو اپنے مونہوں سے بجھا دیں اور اللہ اپنی روشنی کو پورا کیے بغیر نہیں رہے گا۔ اور اگرچہ کافر ناپسند ہی کریں۔ (پ ۱۰۔ رکوع ۱۱)

یعنی ابتدائے اسلام سے لے کر آج تک اسلام کے اس روشن چراغ کو بجھانے کی کتنی کوششیں کی گئیں۔ یہودیت۔ عیسائیت اور شرک و کفر نے سر جوڑ جوڑ کر اعلانیہ مقابلے بھی کیے اور سازشوں کے خطرناک جال بھی بچھائے لیکن اسلام کا نور درخشاں ہی رہا اور رہے گا۔ اس کے ماننے والوں کی تعداد بڑھتی ہی رہی اور بڑھتی ہی رہے گی۔ خداوند عالم کا یہ وعدہ ہے کہ دنیا کی کوئی طاقت نبوت مصطفوی کے آفتاب جہانتاب کو گرہن نہیں لگا سکتی۔ (ضیاء القرآن جلد دوم ص ۱۹۸)

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

مٹ گئے، مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعداء ترے
نہ مٹا ہے، نہ مٹے گا کبھی چرچا ترا

سبحان اللہ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے تینوں صاحبزادے قاسم اور عبداللہ اور طاہر داغ مفارقت دے گئے تو کفار مکہ نے کہنا شروع کر دیا کہ اب ان کی نسل منقطع ہوگئی ہے اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ان شانئک ھو الابتر یقیناً آپ کا دشمن ابتر یعنی منقطع النسل ہے۔ یعنی جو شخص میرے محبوب کا دشمن ہوگا اور آپ کے دین کا بدخواہ ہوگا وہ مٹ جائے گا۔ اس کی قوم اسے بھول جائے گی۔ تاریخ اسے فراموش کر دے گی اس کا کوئی نام لینے والا نہیں ہوگا حتی کہ اس کی اپنی اولاد بھی اسے بھول جائے گی۔ دوسرے لوگوں کی نسل ان کے بیٹوں سے چلتی ہے لیکن میں اپنے حبیب کی نسل ان کی نور نظر لخت جگر فاطمہ بتول رضی اللہ عنہا کے بطن سے چلاؤں گا اور اس نسل میں اتنی برکت ہوگی کہ دنیائے اسلام کے گوشے گوشے میں یہ نسل پھیل جائے گی۔ اعلیٰ حضرت خوب فرماتے ہیں۔

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

اور مکہ مکرمہ میں ایک بد بخت کافر ولید بن مغیرہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مجنون کہا کرتا تھا۔ قرآن کریم نے اس کے دس عیب بیان فرمائے اور آخر میں فرمایا کہ وہ حرامی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ **ولا تطع کل حلاف مھین ھماز مشآء بنمیم مناع للخیر معتد اثیم عتل بعد ذلک زنیم**۔ اور ہر ایسے کی بات نہ سننا جو بڑا قسمیں کھانے والا، ذلیل، بہت طعنے دینے والا، بہت ادھر کی اُدھر کی لگاتا پھرنے والا، بھلائی سے بڑا روکنے والا، گناہگار، درشت خو ہے۔ اس سب پر طرہ یہ کہ اس کی اصل میں خطا ہے۔ (پ ۲۹۔ رکوع ۴)

اس آیت کے نزول پر ولید اپنی ماں کے پاس پہنچا اور بولا کہ محمد نے میرے دس عیوب بیان کیے ہیں۔ نو عیبوں کو تو میں اپنے اندر پاتا ہوں۔ دسویں عیب کی تجھے خبر ہے۔ سچ بتا کہ میں حرامی ہوں یا حلالی۔ سچ کہنا ورنہ تیری گردن اڑا دوں گا۔ تب اس کی ماں بولی کہ تیرا باپ نامرد تھا مجھے اندیشہ ہوا کہ اس کے بعد اس کا مال غیر لے جائیں گے تب میں نے فلاں چرواہا کو بلایا تو تو اس سے پیدا ہوا۔ (نور العرفان)۔
اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے ۔۔۔ یہ گھٹائیں اور اسے منظور بڑھانا تیرا

رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف فرما ہوئے تو یہاں بھی منافقین کی شکل میں آپ کے گستاخوں کا ایک ٹولہ معرض وجود میں آ گیا۔ یہ بد بخت لوگ پیغمبر اسلام صلے اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھنے اور مسلمان کہلانے کے باوجود آپ کی دلآزاری کے درپے رہتے تھے۔ اس گروہ کے سردار ابن ابی کے بارہ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ **یقولون لئن رجعنا الی المدینه لیخرجن الاعز منها الاذل ولله العزة ولرسوله وللمؤمنین و لکن المنافقین لایعلمون**۔ (منافق لوگ) کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینہ کی طرف لوٹ کر گئے تو اس سے عزت والا شخص ذلیل کو ضرور نکال دے گا۔ اور عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مومنین ہی کے لئے ہے لیکن منافقین نہیں جانتے۔ (پ ۲۸۔ رکوع ۱۳)

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ منافقین مدینہ کے سردار ابن ابی نے غزوۂ مریسیع میں اپنی جماعت سے کہا کہ جب ہم عزت والے لوگ یثرب پہنچیں گے تو ذلت والوں کو یہاں سے نکال دیں گے۔ اعاذنا اللہ تعالیٰ منہ۔ اس کے رد میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ عزت اللہ کے لیے ہے اور اس کے رسول کے لیے اور مومنین کے لیے ہے۔ لیکن اس بات کو منافقین نہیں سمجھتے۔ اس واقعہ کے چند روز بعد منافقوں کا یہ سردار خود ذلت کی

موت مرا۔ (نورالعرفان)

اعلیٰ حضرت خوب فرماتے ہیں

بخدا خدا کا یہی ہے در، نہیں اور کوئی مفر مقر

جو یہاں سے ہو وہ وہاں پہ ہو جو یہاں نہیں وہ وہاں نہیں

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے گستاخ کے قتل کا حکم دیا

مدینہ منورہ میں جب منافقین کی گستاخیاں بڑھنے لگیں تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تحفظ ناموس رسالت کے لئے قانون بنایا۔ اور ارشاد فرمایا۔ **من سب نبیاً فاقتلوہ ومن سب اصحابی فاضربوہ**۔ جو شخص اللہ کے کسی نبی کو گالی دے اسے قتل کرو اور جو میرے صحابہ کو برا کہے اسے مارو۔ (شفاء شریف۔ جلد دوم ص ۱۹۴)

اس قانون سازی کے بعد جس شخص نے رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کا ارتکاب کیا اسے قتل کیا گیا۔ چنانچہ قاضی عیاض لکھتے ہیں۔

وفی الحدیث الصحیح امر النبی صلے اللہ علیہ وسلم بقتل کعب بن الاشرف فانہٗ یوذی اللہ ورسولہ ووجہ الیہ من قتلہ غیلۃً دون دعوۃ بخلاف غیرہ من المشرکین وعلّل باذاہ لہٗ فدل ان قتلہ ایاہ لغیر الاشراک بل للاذی۔

اور صحیح حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کعب بن اشرف کو قتل کرنے کا حکم فرمایا اور اس کی نسبت آپ نے فرمایا۔ وہ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتا ہے۔ اور اس کی طرف آپ نے اس شخص کو بھیجا جس نے دھوکہ دے کر بغیر دعوت اسلام دیئے اسے قتل کر دیا بخلاف اس کے سوا دوسرے مشرکین کے کہ انہیں بغیر دعوت اسلام قتل کا حکم نہ فرمایا۔ پھر اس کی علت یہ بتائی کہ وہ آپ کو ایذا دیتا تھا تو یہ بات خصوصیت کے ساتھ اس پر دلالت کر رہی ہے کہ اس کا قتل شرک کی وجہ سے نہ تھا بلکہ اذیت رسانی کی بنا پر تھا۔

وکذالک قتل ابی رافع قال البراء وکان یوذی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ویعین علیہ وکذلک امرہ یوم الفتح بقتل ابن خطل وجاریتیہ اللتین کانتا تغنیان بسبہ صلے اللہ علیہ وسلم. اور یہی حال ابو رافع کے قتل کا ہے۔ براء فرماتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ایذا دیتا تھا اور دشمنوں کو آپ کے خلاف ابھارتا تھا۔ اسی طرح آپ نے فتح مکہ کے روز

ابن خطل اور اس کی ان دونوں لونڈیوں کو قتل کرنے کا حکم دیا جو آپ کو گانے میں گالیاں دیا کرتی تھیں۔

وفی حدیث آخر ان رجلاً کان یسبه صلی الله علیه وسلم فقال من یکفینی عدوی فقال خالد انا فبعثه النبی صلی الله علیه وسلم فقتلهٗ و کذلک امر بقتل جماعة ممن کان یؤذیه من الکفار ویسبه کالنضر بن الحارث وعقبة بن ابی معیط وعهد بقتل جماعة منهم قبل الفتح وبعده فقتلوا الامن بادر باسلامه قبل القدرة علیه۔

دوسری حدیث میں ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو گالی دیا کرتا تھا اس پر آپ نے فرمایا۔کون ہے جو میرے دشمن کو مجھ سے کفایت کرے۔تب خالد نے عرض کیا۔میں حاضر ہوں۔آپ نے اُنہیں بھیجا اور انہوں نے اسے قتل کر دیا۔اسی طرح آپ نے اس گروہ کفار کو قتل کرنے کا حکم دیا جو آپ کو ایذا اور گالی دیتا تھا جیسے نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط وغیرہ اور فتح مکہ سے پہلے اور بعد آپ نے کفار کے ایک گروہ کے قتل کرنے کا وعدہ صحابہ سے لیا۔چنانچہ وہ سب قتل کر دیئے گئے۔بجز اس کے جو اس پر گرفت پڑنے سے پہلے اسلام میں سبقت کر گیا۔

وذکر عبدالرزاق ان النبی صلی الله علیه وسلم سبه رجل فقال من یکفینی عدوی فقال الزبیر انا فبارزه فقتله الزبیر ۔عبدالرزاق بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص۔نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو گالی دی تو آپ نے فرمایا۔کون ہے جو میرے دشمن کو مجھ سے کفایت کرے گا۔حضرت زبیر نے عرض کیا میں حاضر ہوں۔چنانچہ وہ اس سے لڑے اور انہوں نے اسے قتل کر دیا۔

اور یہ بھی ایک روایت ہے کہ ایک عورت آپ کو گالی دیا کرتی تھی تو آپ نے فرمایا۔کون ہے جو میرے دشمن کو مجھ سے کفایت کرے تو اس کی طرف حضرت خالد نکلے اور اسے قتل کر دیا اور ابن قانع سے روایت ہے کہ ایک شخص آپ کے دربار میں حاضر ہوا۔اور کہا۔یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں نے اپنے باپ کو آپ کے بارہ میں نازیبا کلمات کہتے ہوئے سنا تو میں نے اسے قتل کر دیا تو یہ بات آپ پر گراں نہ گزری''۔

(شفائے قاضی عیاض جلد دوم ص ۱۹۴)

گستاخ رسول کے قتل پر اجماع قائم ہے

علامہ سید احمد سعید کاظمی لکھتے ہیں'' محمد بن سحنون نے فرمایا۔علمائے امت کا اجماع ہے کہ نبی کریم

صلے اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے والا کافر ہے اور اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے عذاب کی وعید جاری ہے اور امت کے نزدیک اس کا حکم قتل ہے۔ جو اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے کافر ہے۔
(گستاخ رسول کی سزا قتل ص ۱۷)

(نوٹ) یہ عبارت شفائے قاضی عیاض۔ نسیم الریاض، ردالمختار، الصارم المسلول کے حوالوں سے نقل کی گئی ہے۔

گستاخ رسول کی توبہ قبول نہ کی جائے گی

علامہ کاظمی صاحب لکھتے ہیں ''امام ابوبکر بن المنذر نے فرمایا۔ عامہ علمائے اسلام کا اجماع ہے کہ جو شخص نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو گالی دے قتل کیا جائے گا۔ اور اس کی توبہ بھی قبول نہ کی جائے گی۔ امام ابوحنیفہ اور ان کے شاگردوں اور امام ثوری اور کوفہ کے دوسرے علماء اور امام اوزاعی کا قول بھی اسی طرح ہے۔ ان کے نزدیک یہ ردّت ہے۔ (گستاخ رسول کی سزا قتل ص ۱۸)

ذمی گستاخی کرے تو اسے سزا دی جائے گی۔ قتل نہ کیا جائے گا

قاضی عیاض فرماتے ہیں۔ گذشتہ فصلوں میں حکم تو مسلمانوں کے لیے تھا اب رہے ذمی (غیر مسلم جو حکومت اسلامی میں بستے ہیں) تو جب وہ صراحت کے ساتھ بھی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو گالی دیں یا تعریض کریں یا مرتبہ عالی کا استخفاف کریں یا اس خاص وجہ کے علاوہ جس کی بنا پر وہ کافر ہیں کسی اور صفت کے ساتھ توصیف کریں تو اس صورت میں بھی اس کے قتل میں ہمارے نزدیک اختلاف نہیں ہے۔ بشرطیکہ وہ اسلام نہ لایا ہو اس لیے کہ ہم نے اس خصوص میں اس کا عہد و ذمہ قبول نہیں کیا ہے۔ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ اور امام ثوری اور ان کے شاگردوں کے سوا عام علماء کا یہی قول ہے۔ علمائے احناف فرماتے ہیں کہ ایسے ذمیوں کو قتل نہ کیا جائے اس لیے کہ وہ جس کفر و شرک پر قائم ہیں وہ اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ لیکن تادیب و تعزیر ضرور کی جائے۔ (ترجمہ شفاء شریف از مولانا غلام معین الدین نعیمی ص ۲۷۷ ج ۲)

دور رسالت کے بعد توہین رسالت کا ارتکاب

صرف یہی نہیں کہ دور رسالت میں توہین رسالت کا ارتکاب کیا گیا بلکہ رسالت مآب صلے اللہ

علیہ وسلم کے اس دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد بھی خبیث طبع لوگ آپ کی توہین کا ارتکاب کر کے اپنی ازلی بدبختی کا ثبوت دیتے رہے ہیں چنانچہ

حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ایک شخص توہین رسالت کی نیت سے ہر نماز میں سورہ عبس تلاوت کرتا تھا تو جب فاروق اعظم کو اس بات کا پتہ چلا تو آپ نے اس کو قتل کروا دیا۔ چنانچہ مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں۔ ''تفسیر روح البیان نے اسی عبس وتولی کی تفسیر میں لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں آپ نے ایک امام کو بلا کر قتل کرا دیا۔ کیونکہ ہر نماز میں یہ سورہ پڑھنے سے معلوم فرمایا کہ یہ منافق ہے اور اس کے دل میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے بغض ہے اس لیے اس سورہ ہی کو وہ ہر نماز میں پڑھتا ہے جو بظاہر عتاب معلوم ہوتی ہے''۔ (شان حبیب الرحمٰن ص ۲۱۱)

ناموس رسالت کے محافظین

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی توہین کا ارتکاب جس وقت بھی کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس وقت میں ناموس رسالت کے تحفظ کے لیے کسی نہ کسی خوش بخت مسلمان کو منتخب فرمایا۔ تاریخ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر دور کے شمع رسالت کے پروانے اپنے آقا صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت وحرمت کے دفاع میں ہر قسم کی قربانی دیتے رہے ہیں۔ اس رسالہ کی تنگ دامنی کی وجہ سے ہم سب کا ذکر نہیں کر سکتے صرف غازی علم دین شہید کی قربانی کا واقعہ اختصار سے بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ مولانا ارشاد احمد فریدی مدیر منتظم ماہنامہ انوار الفرید ساہیوال اپنے مضمون ''شمع رسالت کا پروانہ۔ غازی علم الدین شہید'' میں رقمطراز ہیں''۔

ہندو مہاشے راجپال نے ''رنگیلا رسول'' نامی ایک کتاب میں حضور سید دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدس پر کیچڑ اچھالنے کی ناپاک کوشش کی۔ تو غیرت مسلمانی متلاشی تھی اس شخص کی جو اس بد بخت کو صفحہ ہستی سے اس طرح مٹا دے کہ رہتی دنیا تک کوئی ایسی جسارت کرنے کی جرأت نہ کر سکے۔ قدرت کائنات نے اس عظیم مقصد کے لیے ایک خوبرو نوجوان علم الدین کو منتخب کر رکھا تھا۔

غازی علم الدین شہید کی جانثاری کا واقعہ

غازی علم الدین ۸ ذی قعدہ ۱۳۲۶ھ بمطابق ۴ دسمبر ۱۹۰۸ء بروز جمعرات سریانوالہ بازار پیتے آلہ کٹرہ میں زینت آرائے دنیا ہوئے۔ آپ کی پیدائش پر بے حد خوشیاں منائی گئیں۔ چھ سال کی عمر

میں آپ کو مسجد تکیہ سادھواں بھیجا جانے لگا۔ بعد میں بازار نو پریاں اکبری دروازہ بابا کالو کے مکتب میں داخل کر دیا گیا۔آپ نے مستری نظام الدین سے بڑھئی کا کام سیکھا۔آپ کی طبیعت فطرۃً شوخ و چنچل تھی لیکن اس کے ساتھ ساتھ مذہبی رجحان بھی عروج پر تھا۔صاف گوئی و بیباکی آپ کی نمایاں خوبی تھی۔کذب و فریب سے آپ قطعاً ناآشنا تھے۔آپ کے والد کا نام میاں طالع مند تھا جو ذات کے لحاظ سے شیخ اور پیشہ کے لحاظ سے بڑھئی تھے جن دنوں لاہور میں آریہ سماجیوں کی شرارتیں عروج کو پہنچ چکی تھیں۔میاں طالع مند نے کوہاٹ میں ریلوے اسٹیشن کا ٹھیکہ لیا اور اپنے نور نظر کو بھی ہمراہ لے گئے۔اس دوران غازی علم دین کی نشوونما زور افزوں تھی۔اور عمر سے کہیں زیادہ تنومند جوان معلوم ہوتے تھے۔خدوخال کے لحاظ سے آپ ایک نہایت ہی خوبرو اور شکیل نوجوان تھے۔سرخ وسفید رنگت اور سڈول جسم چوڑی پیشانی پر سیاہ اور گھنگریالے بال۔جھیل گہری آنکھیں اور ان میں سیاہ ڈورے فروزاں رہتے تھے۔گویا ایک پروقار شخصیت کے علاوہ آپ اور بہت سے اوصاف و کمال کا مرقع تھے۔

مارچ ۱۹۲۹ء میں علم الدین کے بڑے بھائی محمد دین کے ہاں بچی پیدا ہوئی تو آپ اسے دیکھنے کے لیے لاہور آئے۔ یہاں آپ کے بھائی محمد دین کمیٹی کے ایک فعال کارکن تھے۔غازی علم الدین نے ایک مولانا کی زور افزوں تقریر سنی تو آپ کے قلب وذہن پر جادو کا اثر محسوس ہونے لگا۔اسی رات علم دین نے دوران گفتگو اپنے بھائی سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص راجپال کو فی النار کر دے تو اسے کیا انعام ملے گا۔ بھائی نے کہا اسے سولی پر چڑھا دیا جائے گا۔علم الدین نے مسکرا کر کہا یہ تو بہت اچھا انعام ہے۔اس رات آپ پسینہ سے شرابور کروٹیں بدلتے رہے۔لیکن کسی صورت بھی چین نہیں آ رہا تھا۔

۶ اپریل ۱۹۲۹ء کے دن علم الدین کی لافانی زندگی کا آغاز ہوا۔آپ نے خلاف معمول اپنی والدہ سے دوگنا جیب خرچ حاصل کیا اور بازار چلے گئے۔ایک خنجر نما چھرا خریدا جس کی نوک سے عزت و حمیت کا ایک انوکھا باب لکھا جانا مقصود تھا۔

اس دن کا آغاز آپ نے حضرت علی ہجویری داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی آرام گاہ پر عقیدت کے پھول نچھاور کرنے سے کیا۔قبل از دوپہر اپنی بھاوجہ اقبال بی بی سے چاول کھانے کی فرمائش کی اور کہنے لگے کہ آج میں بہت خوش ہوں۔ بہت زیادہ خوش۔آج میری قسمت بدلنے والی ہے۔سرکار مدینہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی حرمت وناموس کی حفاظت کے لیے مجھے چن لیا ہے۔ مجھے ایک عظیم سعادت ملنے والی ہے اور

میں آج اُس بدبخت راجپال کا کام تمام کر دوں گا۔

سورج نصف النہار سے مغرب کی طرف سرک رہا تھا۔اس وقت غازی علم دین نے اپنا کوٹ ایک دوست کے ہاتھ گھر پہنچایا۔اور خود راجپال کی دکان پر جا پہنچے۔بجلی کی تیزی کی طرح جلد بازی سے چھرا راجپال کے پیٹ میں اس زور سے مارا کہ اس کی انتڑیاں باہر نکل آئیں۔

گرفتاری کے وقت غازی علم الدین نے صاف ستھرا لباس پہن رکھا تھا اور اس لباس پر راجپال کے ناپاک خون کے قطروں کے نشانات موجود تھے۔آپ کا چہرہ پرسکون اور گھبراہٹ کا شائبہ تک نہ تھا۔

راجپال کے قتل کی خبر آناً فاناً پورے شہر میں پھیل گئی اور دفعہ ۱۴۴ نافذ کر دیا گیا۔پولیس نے دو دن تک مرد غازی کو پولیس لائن حوالات میں بند رکھا اور مجسٹریٹ سے پوچھ گچھ کے لیے ۸ دن کا جسمانی ریمانڈ حاصل کر لیا۔چونکہ غازی علم الدین اپنے اس فعل کا اقرار مسلسل کر رہے تھے اس لیے مقدمہ کی تفتیش اور چالان مکمل کرنے میں کوئی رکاوٹ پیش نہ آئی۔

مہاشہ راجپال کے قتل کا مقدمہ ۱۰ اپریل کو سنٹرل جیل میں ایڈیشنل مجسٹریٹ مسٹر ای ایس لوئیس کے سامنے پیش ہوا۔مرد غازی کو ہتھکڑیوں کے ساتھ پیش کیا گیا۔آپ کے چہرہ پر اداسی یا پریشانی کے آثار نہ تھے۔

۲۲ مئی کو سیشن کورٹ کا آخری دن تھا۔ججوں نے اپنا فیصلہ عدالت کے گوش گزار کیا۔ہندو اور سکھ ججوں کی رائے کے مطابق علم الدین مجرم تھے۔مگر مسلمان ججوں کی رائے اس کے برعکس تھی۔آخر غازی علم الدین کو سزائے موت کا فیصلہ سنا دیا گیا اور مجموعی فوجداری دفعہ ۳۶۴ کی رو سے فیصلہ برائے توثیق ہائی کورٹ بھیج دیا گیا۔مرد غازی نے یہ فیصلہ نہایت جرأت سے سنا۔چہرہ پر ذرہ برابر ملال نہ تھا اور زیرِ لب ایک نعت شریف گنگنا رہے تھے۔عدالت سے باہر مسلمانوں کا جوش و خروش تھا اور فیصلہ سننے کے بعد تک نعرۂ تکبیر اور غازی علم دین زندہ باد کے نعرے سنائی دیتے رہے۔

غازی علم الدین نے ایک دن لاہور جیل میں اپنے لواحقین کو بتایا کہ انہیں ایک سفید پوش بزرگ کی زیارت ہوئی ہے۔انہوں نے میرے سر پر دستِ شفقت رکھ کر فرمایا ہے۔بیٹا۔مطمئن رہو۔تجھے جلد بلا لیا جائے گا۔اس دن سے مجھے کمال سکونِ قلب میسر ہے۔سید احمد شاہ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ اور خورشید احمد جوان دنوں میانوالی جیل میں اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ کا کام کر رہے تھے کا بیان ہے کہ وہ ایک دن سپرنٹنڈنٹ جیل کے ساتھ ساتھ گشت کر رہے تھے تو انہیں علم الدین کی کوٹھڑی سے ایک خاص قسم کی روشنی نظر آئی جس سے ہم

ہت متاثر ہوئے اور خدا کے حضور سر بسجود ہو گئے۔

۳۰ اکتوبر کو جب مرد غازی سے ملنے کے لیے ان کے عزیز و اقارب گئے تو انہیں جیل والوں نے بتایا کہ آج غازی صاحب بہت خوش ہیں۔ جب اس کا سبب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زیارت ہوئی ہے اور انہوں نے خوشخبری سنائی ہے کہ اے علم الدین تجھے مبارک ہو کہ اللہ کریم نے تیری قربانی قبول کر لی ہے۔ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے دربار گوہر بار میں تیرا اکثر ذکر ہوتا ہے۔ میں اس بات پر خوش ہوں کہ میں بہت جلد دربار رسالت میں پہنچنے والا ہوں۔ ۳۰۔۳۱ اکتوبر کی درمیانی رات غازی علم الدین کی ظاہری زندگی کی آخری رات تھی۔ جیل کے اندر اور باہر سخت پہرہ تھا۔ غازی علم الدین اس رات بھی اللہ تعالیٰ کے حضور سر بسجود رہے اور کئی بار درود وسلام کے گجرے بارگاہ رسالت میں پیش کیے۔ جیل کا وارڈن نواب دین چکر لگاتا ہوا چار بجے کے قریب آیا تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ غازی صاحب اپنی کوٹھڑی میں نہیں ہیں۔ یہ خیال کر کے وہ گھبرایا کہ صبح پھانسی ہونی تھی کوئی انہیں نکال کر لے گیا ہے۔ ساتھیوں کو بلایا۔ انہوں نے کہا غازی صاحب ابھی تو سجدوں میں مصروف تھے نہ جانے کہاں چلے گئے۔ ابھی وہ کوئی فیصلہ نہ کرنے پائے تھے کہ آپ کی کوٹھڑی میں روشنی ہوئی جیسے بیس ہزار واٹ کا بلب لگا دیا گیا ہو۔ سب کی نظریں کوٹھڑی کی طرف اٹھیں کیا دیکھتے ہیں کہ غازی صاحب اپنے مصلے پر بیٹھے ہیں اور کوئی نورانی چہرے والا بزرگ ان کے سر پر دست شفقت پھیر رہا ہے۔ جب وہ اندر جھانکے تو وہ بزرگ غائب ہو گئے۔ جب غازی صاحب کو قسم دے کر پوچھا گیا کہ وہ بزرگ کون تھے تو انہوں نے کہا کہ سرکار مدینہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تھے اور انھوں نے پیار سے فرمایا کہ خوش خوش آنا۔ بیٹا۔ ہم تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔

آپ ادائیگی نماز کے بعد قبلہ رو ہو کر درود و وظائف میں مصروف تھے کہ چھ بجے ڈاکٹر اور داروغہ نے آ کر کہا اے غازی آپ جس لحہ کا انتظار کر رہے تھے وہ آن پہنچا ہے۔ آپ نے کہا بسم اللہ۔ میں حاضر ہوں۔

جب مجسٹریٹ نے آخری خواہش پوچھی تو غازی علم الدین مسکرائے اور فرمایا۔ دو نفل شکرانہ۔ اس کی اجازت دی گئی اور آپ نے نفل ادا کیے پھر قدم منزل شوق کی جانب بڑھنے لگے۔ ایمان پرور نظارہ تھا کہ اسلام کا فرزند موت کا جشن مناتے ہوئے بڑھ رہا تھا۔ یہ ایسی موت تھی جس پر زندگیاں قربان ہیں۔

باہر اللہ اکبر کے فلک شگاف نعروں سے فضا گونج رہی تھی۔ فرش فلک کا ذرہ ذرہ مرحبا یا غازی مرحبا یا شہید پکار رہا تھا۔ تختہ دار پر کھڑے ہو کر آپ نے رسہ کا بوسہ لے کر حاضرین سے فرمایا۔ میں نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے اب تم سب میرے کلمہ کے گواہ ہو جاؤ۔ یہ کہہ کر آپ نے بلند آواز سے کلمہ پڑھا۔ اور جام شہادت نوش فرمایا۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

جب آپ کی میت کو گڑھے سے نکالا گیا تو یہ منظر بھی دیدنی تھا۔ آپ کا جسد مبارک صحیح، چہرہ پر رونق اور مسکراہٹ نمایاں تھی۔ اور آپ علامہ اقبال کے اس شعر کی ترجمانی کر رہے تھے۔

نشانِ مردِ مومن باتو گویم ــــ چوں مرگ آید تبسم برلبِ اوست

آپ کے جنازہ میں تین سو تیرہ صفیں بنائی گئیں اور ہر صف میں تقریباً بیس ہزار افراد تھے اور نہ جانے کتنے غوث قطب ابدال اور کون کون سی شخصیات نے نماز جنازہ میں شمولیت کی ہوگی۔ پہلی مرتبہ مولانا شمس الدین خطیب مسجد وزیر خان نے نماز جنازہ پڑھائی۔ دوسری مرتبہ سید دیدار علی شاہ صاحب نے اور تیسری مرتبہ سید احمد شاہ صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی۔ پھر آپ کی میت میانی صاحب کے قبرستان میں تدفین کے لیے لائی گئی۔ اسی دوران میں مولانا سید دیدار علی شاہ صاحب بار بار غش کھاتے اور سنبھلتے ہوئے دیکھے گئے۔ اور گلوگیر آواز میں بچشم نم عرض کرتے تھے سرکار میں قربان دیدار علی چالیس برس سے حدیث پڑھا رہا ہے اس کے گھر تو تشریف نہ لائے اور آج علم دین کے جنازہ میں تشریف لے آئے ہیں۔ علم دین تجھے مبارک ہو۔ غازی علم دین کا مزار آج بھی میانی صاحب کے قبرستان میں مرجع خلائق ہے''۔ (اھ ملخصاً۔ ماہنامہ انوار الفرید ساہیوال بابت فروری ۱۹۸۷ء)۔ یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا ہے۔ اس سے بخوبی واضح ہوگیا ہے کہ ''تحفظ ناموس رسالت'' تمام مسلمانوں پر شرعاً فرض ہے۔ جو بدبخت کافر غیر مسلم ممالک میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی جعلی مزاحیہ تصاویر شائع کر رہے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے تحت غضب کو دعوت دے رہے ہیں۔ ہر مسلمان پر فرض ہے کہ حتی المقدور کسی نہ کسی طریقہ سے اس برائی کی روک تھام کرے۔ ہماری اسلامی حکومتیں اس بارہ میں ایسا قدم اٹھائیں کہ گستاخان رسول کو آئندہ اس قسم کی خبث باطنی کے اظہار کی جرأت نہ ہو اللہ تعالیٰ ہمیں ناموس رسالت کی حفاظت کی توفیق بخشے۔ آمین۔

(۲۴ محرم الحرام ۱۴۲۷ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چوتھا مقالہ

عباداتِ الٰہی پر

ذکرِ الٰہی کی فضیلت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین امابعد؛ خاتمۃ المحدثین حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے مجموعۂ فتاوی مبارکہ ''الحاوی للفتاوی'' میں ''اعمال الفکر فی فضل الذکر'' نامی رسالہ مبارکہ فوائد عظیمہ پر مشتمل دیکھا تو افادۂ عامۃ المسلمین کے لئے ہم نے اس کا ترجمہ ''تجرید النظر باعمال الفکر فی فضل الذکر'' یعنی ''عبادات الٰہی پر ذکرالٰہی کی فضیلت'' کے نام سے لکھنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ اللہ تعالٰی اس دینی خدمت کو شرف مقبولیت بخشے۔آمین۔

سوال: کیا ذکرالٰہی، تسبیح اور دعا صدقہ کے برابر ہیں اور آفات کے دور کرنے میں اس کے قائم مقام ہوتے ہیں؟

جواب: الاحادیث والآثار صریحة فی ذلک و فی تفضیله علی الصدقة واما کونه سبباً لدفع البلاء فهو امر لامریة فیه فقد وردت احادیث لاتحصیٰ فی اذکار مخصوصة من قالها عصم من البلاء ومن الشیطان ومن الضرّ ومن السم ومن لدغة العقرب ومن ان یصیبهٔ شئی یکرهه و کتاب الاذکار للشیخ محی الدین النووی مشحون بذلک وکذا کتاب الدعاء للطبرانی وللبیهقی فلامعنی للاطالة بذلک۔

(ترجمہ) حدیثیں اور آثار بزرگان دین اس بارے میں بالتصریح موجود ہیں اور اس بارے میں بھی کہ یہ نیک کام صدقہ پر فضیلت رکھتے ہیں۔ ان نیک کاموں کے دفع بلاء کا سبب ہونے کا جہاں تک تعلق ہے تو اس بارے میں مخصوص اذکار کے متعلق بے شمار احادیث مروی ہیں کہ جس شخص نے ان مخصوص اذکار کو پڑھا ہے وہ آفت، شیطانی شر، نقصان، زہر کے اثر، بچھو کے کاٹنے اور ناپسندیدہ بات کے پیش آنے سے محفوظ رہا ہے۔ امام محی الدین نووی کی کتاب الاذکار اس قسم کی حدیثوں سے بھری ہوئی ہے۔ اور اسی طرح امام طبرانی کی کتاب الدعاء اور امام بیہقی کی کتاب الدعاء بھی اس قسم کی حدیثوں سے معمور ہیں۔ پس اس مسئلہ کو طول دینے کا کوئی فائدہ نہیں۔

۱۔ لاحول ولاقوۃ الاباللہ کے بارے میں صحیح حدیث میں آیا ہے کہ یہ نقصان کے ستر دروازے بند کرتا

ہے۔ان میں ادنیٰ دروازہ فقر ہے۔اور دوسری روایت میں ہے کہ ان میں ادنیٰ دروازہ پریشانی ہے۔
۲۔امام حاکم نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے اور اس کی تصحیح بھی ذکر کی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ **لایرد القدر الا الدعاء**۔قضاء کو دعا کے سوا کوئی شے نہیں پھیرتی۔
۳۔اور امام حاکم نے یہ حدیث بھی بیان کی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **الدعاء ینفع مما نزل ومما لم ینزل وان البلاء ینزل فیتلقاه الدعاء فیعتلجان الی یوم القیامة**۔دعا اتری ہوئی بلاء اور نہ اتری ہوئی بلاء دونوں میں نفع دیتی ہے۔اور بلاشبہ بلاء اترتی ہے تو دعا اس سے جاملتی ہے پھر وہ دونوں قیامت کے دن تک ایک دوسرے سے لڑتی رہتی ہیں۔اور انہوں نے اس کی مثل حدیث حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی بیان کی ہے۔
۴۔اور ابوداؤد وغیرہ محدثین نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **من لزم الاستغفار جعل الله له من کل هم فرجاً ومن کل ضیق مخرجا ورزقه من حیث لا یحتسب**۔جو شخص استغفار کو لازم پکڑے اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر پریشانی سے کشادگی اور ہر تنگی سے راہ نجات پیدا فرمادیتا ہے اور اسے اس جگہ سے روزی عطا فرماتا ہے جہاں سے اسے روزی ملنے کا کوئی گمان نہیں ہوتا۔
۵۔امام ابن ابی شیبہ نے حضرت سوید بن جمیل رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ **من قال بعد العصر لااله الاالله له الحمد وهو علی کل شئي قدیر قاتلن عن قائلهن الی مثلها من الغد**۔جو شخص عصر کے وقت **لااله الاالله له الحمد وهو علی کل شئي** قدیر کہے تو اس کی طرف سے یہ کلمات دوسرے دن کے وقت عصر تک (بلاؤں سے) لڑتے ہیں۔
۶۔اور اسحاق بن راھویہ نے اپنے مسند میں حضرت زہری کی سند سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر رضي اللہ عنہ بہت سے بالوں والا کوا پکڑ کر لائے اور فرمایا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔ **ماصید صید ولا عضدت عضاه ولاقطعت وشیحة الابقلة التسبیح**۔نہ کوئی جانور شکار کیا جاتا ہے اور نہ کوئی شاخ کاٹی جاتی ہے اور نہ کوئی چھلکا توڑا جاتا ہے۔مگر

تسبیح کے کم ہو جانے کی وجہ سے۔

اور ابوالشیخ نے کتاب العظمۃ میں ابن عون بن مہران کی سند سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت موقوفاً بیان کی ہے۔ اور ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں اسی کی مثل حدیث حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

۷۔ اور ابوالشیخ نے کتاب العظمۃ میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے اس کی مثل حدیث ان لفظوں کے ساتھ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **ما اخذ طائر ولا حوت الا بتضییع التسبیح** ۔کوئی پرندہ پکڑا نہیں جاتا اور نہ کوئی مچھلی پکڑی جاتی ہے مگر تسبیح ضائع کر دینے کی وجہ سے۔

۸۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **آجال البهائم كلها وخشاش الارض في التسبيح فاذا انقضى تسبيحها قبض الله ارواحها** ۔سب چوپایوں اور زمین کے کیڑے مکوڑوں کی زندگیاں تسبیح میں ہیں پھر جب ان کی تسبیح ختم ہوتی ہے تو اللہ ان کی روحیں قبض کرتا ہے۔

۹۔ حضرت زید بن مرثد رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **لا يصاد شئي من الطير و الحيتان الا بما يضيع من تسبيح الله** نہ کوئی پرندہ قید کیا جاتا ہے اور نہ کوئی مچھلی مگر تسبیح کے ضائع کرنے کے سبب سے۔

رہا صدقہ پر ذکر الٰہی کی فضیلت کا مسئلہ تو اس باب میں بہت سی مرفوع و موقوف حدیثیں موجود ہیں۔ مرفوع حدیثوں میں سے ایک وہ ہے جو امام حاکم اور ترمذی نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ **الا انبئكم بخير اعمالكم وازكاها عند مليككم وارفعها في درجاتكم وخير لكم من اعطاء الذهب والورق وان تلقوا عدوكم فتضربوا اعناقهم و يضربوا اعناقكم قالوا وماذا يا رسول الله قال ذكر الله** ۔کیا میں تمہیں تمہارے سب سے بہتر عمل کے بارے میں خبر نہ دوں جو تمہارے مالک کے نزدیک سب

سے زیادہ ستھرائی والا ہے اور وہ تمہارے درجات کو دوسرے اعمال کی نسبت سے زیادہ بلند کرنے والا ہے اور وہ تمہارے لئے سونا اور چاندی خرچ کرنے سے بہتر ہے اور اس عمل سے بھی کہ تم دشمنوں سے ملو تو تم ان کی گردنیں مارو اور وہ تمہاری گردنیں ماریں۔ صحابہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ وہ عمل کیا ہے؟ فرمایا۔ ذکر الٰہی''

۲۔ترمذی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ اللہ کے نزدیک قیامت کے دن کن بندوں کا درجہ بہتر ہوگا؟ فرمایا۔ **الذاکرون الله کثیراً** ۔اللہ کا بکثرت ذکر کرنے والوں کا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ کیا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے سے بھی۔فرمایا۔**لو ضرب بسیفه فی الکفار والمشرکین حتی ینکسر و یختضب دما لکان الذاکرون الله افضل منه درجةً** ۔اگر وہ اپنی تلوار کفار ومشرکین پر چلائے یہاں تک کہ وہ ٹوٹ جائے اور وہ خون میں لت پت ہو جائے تو البتہ اس کے درجہ سے بہتر درجہ ذکر الٰہی کرنے والوں کا ہے۔

۳۔حاکم نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **من قال لااله الاالله وحده لاشریک له له الملک وله الحمد وهو علی کل شئ قدیر عشر مرات فهو کعتق نسمة** ۔جو شخص **لااله الاالله وحده لاشریک له له الملک وله الحمد وهو علی کل شئ قدیر.** دس مرتبہ کہے تو اس کا یہ عمل ایک غلام آزاد کرنے جیسا ہے۔

۴۔امام بیہقی نے کتاب شعب الایمان میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی سند کے ساتھ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **لان اقعد مع قوم یذکرون الله منذ صلوة الغداة حتی تطلع الشمس احب الی من ان اعتق اربعة من ولد اسماعیل** ۔البتہ میرا نماز صبح سے لے کر طلوع آفتاب تک ذکر الٰہی کرنے والی قوم کے ساتھ بیٹھنا مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں اولاد اسماعیل سے چار غلام آزاد کروں۔پس اس روایت میں آپ نے ذکر الٰہی کا غلام آزاد کرنے سے موازنہ فرمایا اور اسے اس پر فضیلت بخشی۔

موقوف روایات میں سے ایک روایت وہ ہے جسے محدث ابن ابی شیبہ نے مصنف میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ لان اسبح تسبیحات احب الی من ان انفق بعدد هن دنانیر فی سبیل الله. البتہ میرا چند مرتبہ تسبیح پڑھنا مجھے اس بات سے زیادہ پسند ہے کہ میں ان کی تعداد جتنے دینار اللہ کی راہ میں خرچ کروں۔

۲۔ اور انہوں نے انہی سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ لان اقول سبحان الله والحمد لله و لااله الاالله والله اکبر احب الی من ان اتصدق بعدد ها دنانیر ۔ البتہ میرا سبحان الله والحمد لله و لااله الاالله والله اکبر کہنا مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں ان کی تعداد جتنے دینار صدقہ کروں۔

۳۔ اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا لان اقول سبحان الله والحمد لله و لااله الاالله والله اکبر احب الی من ان احمل علی عدتها من خیل بارسانها ۔ البتہ میرا سبحان الله والحمد لله و لااله الاالله والله اکبر کہنا مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں ان کی تعداد جتنے گھوڑوں پر ان کی رسیوں سمیت بٹھاؤں یعنی مجاہدین کو جہاد کے لئے دوں۔

۴۔ اور انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ ذکر الله بالغداة والعشی اعظم من حطم السیوف فی سبیل الله واعطاء المال سحاً ۔ اللہ کا ذکر صبح اور شام کرنا اس بات سے زیادہ عظمت والا ہے کہ اللہ کی راہ میں تلواریں توڑی جائیں اور بکثرت مال صدقہ کیا جائے۔

۵۔ اور انہوں نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ لان اسبح مائة تسبیحة احب الی من التصدق بمائة دینار علی المساکین ۔ البتہ میرا سو مرتبہ تسبیح پڑھنا مجھے اس بات سے زیادہ پسند ہے کہ میں مسکینوں پر سو دینار صدقہ کروں۔

۶۔ اور انہوں نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ لو ان

رجلین احدھما یحمل علی الجهاد فی سبیل الله والآخر یذکر الله لکان الذاکر اعظم وافضل اجرا ۔اگر دو آدمیوں میں سے ایک اللہ کی راہ میں جہاد کرے اور دوسرا اللہ کا ذکر کرے تو ذکر الٰہی کرنے والے کا اجر وثواب بڑا اور بہتر ہے۔

۷۔اور انہوں نے انہی سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ لان اذکر الله من غداۃ حتی تطلع الشمس احب الی من ان احمل علی الجیاد فی سبیل الله ۔البتہ میرا صبح سے طلوع آفتاب تک اللہ کا ذکر کرنا مجھے اللہ کی راہ میں عمدہ گھوڑے پر بٹھانے سے (یعنی جہاد کرانے سے) زیادہ پسند ہے۔

۸۔اور انہوں نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے بھی اس کی مثل حدیث روایت کی ہے۔

۹۔اور انہوں نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ لو بات رجل یعطی القیان البیض وبات آخر یقرا القرآن اویذکر الله لرایت ان ذاکر الله افضل ۔اگر ایک شخص نے سفید لونڈیاں راہ خدا میں دیتے ہوئے رات گزاری اور دوسرے نے قرآن مجید پڑھتے ہوئے اور ذکر الٰہی کرتے ہوئے تو البتہ میں سمجھتا ہوں کہ ذکر الٰہی کرنے والا بہتر ہے۔

۱۰۔اور انہوں نے حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ لو ان رجلین اقبل احدھما من المشرق والآخر من المغرب مع احدھما ذھب لا یضع منه شیئاً الا فی حق والآخر یذکر الله حتی یلتقیا فی طریق کان الذی یذکر الله افضلھما ۔اگر دو آدمیوں میں سے ایک مشرق سے چلے اور دوسرا مغرب سے ان میں سے ایک کے پاس سونا ہو جسے وہ حقداروں کو ادا کرتا جائے اور دوسرا ذکر الٰہی کرتا جائے۔ یہاں تک کہ وہ دونوں راستہ میں ایک دوسرے سے ملیں تو اللہ کو یاد کرنے والا ان دونوں میں سے بہتر ہے۔

امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں۔ فھؤلاء سبع صحابة صرحوا بتفضیل الذکر علی الصدقه۔پس یہ سات صحابہ ہیں جنہوں نے صدقہ پر ذکر الٰہی کی فضیلت بالتصریح بیان فرمائی ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کے علاوہ بزرگان دین کے اقوال کا جہاں تک تعلق ہے تو ابن ابی شیبہ نے حضرت ابوالاحوص سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ تسبیحة فی طلب حاجة خیر من لقوح

صفی فی عام ازبة اولزبة ۔حاجت طلب کرنے میں ایک تسبیح پڑھنا قحط والے سال میں ایک عمدہ اونٹنی صدقہ کرنے سے بہتر ہے۔

۲۔اور ابن ابی شیبہ نے حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ لو ان رجلین احدھما فی حجرہ دنانیر یعطیھا والآخر یذکر اللہ کان ذاکر اللہ افضل ۔دو آدمی ہوں جن میں سے ایک کی گود میں دینار ہوں جنہیں وہ صدقہ کرتا ہے اور دوسرا ذکر الٰہی کرتا ہو تو ذکر الٰہی کرنے والا افضل ہے۔امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں والآثار فی ھذا المعنی کثیرۃ وفی ماأوردناہ کفایۃ۔روایتیں اس معنی میں بہت ہیں اور جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے اس میں کفایت ہے۔

ومما یستدل بہ علی تفضیل الذکر علی سائر العبادات انہ لم یرخص فی ترکہ فی حال من الاحوال اور اس بات سے بھی تمام عبادتوں پر ذکر الٰہی کی فضیلت کی دلیل پکڑی جاتی ہے کہ ذکر الٰہی کو کسی بھی حال میں چھوڑنے کی رخصت نہیں دی گئی ہے۔امام ابن جریر نے اپنی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ افترض اللہ ذکرہ عند اشغل ماتکونوا عند الضراب بالسیوف فقال یا ایھاالذین آمنو اذا لقیتم فئۃ فاثبتوا واذکروا اللہ کثیراً لعلکم تفلحون ۔اللہ تعالیٰ نے اپنا ذکر اس حالت میں بھی فرض فرمایا ہے کہ تم اس حالت میں بہت ہی زیادہ مشغول ہوتے ہو یعنی تلواروں کے چلنے کے وقت میں۔پس وہ فرماتا ہے اے ایمان والو! جب تم دشمن کی جماعت سے ملو تو ثابت قدمی اختیار کرو اور اللہ کو بہت یاد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ واللہ اعلم۔

(الحاوی للفتاوی جلد اول ص ۳۸۷)

وتمت الترجمۃ بالخیر والحمد للہ علی ذلک وانا الفقیر ابو الکرم احمد حسین قاسم الحیدری غفر اللہ لہٗ الناظم بالمکتبۃ الحیدریۃ وخادم التدریس والافتاء بالجامعۃ الحیدریۃ فضل المدارس ببلدۃ سہنسہ من مضافات آزاد کشمیر۔

(۲۸ رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ یوم جمعۃ الوداع بعد صلوٰۃ العصر بحالۃ الاعتکاف المسنون)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پانچواں مقالہ

مسجد میں ذکر اذکار کا بیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد :- اس مختصر رسالہ میں ہم نے مسجد میں بآواز بلند ذکر الٰہی کرنے کا ثبوت پیش کیا ہے۔ کیوں کہ دور حاضر میں بعض لوگ مسجد میں ذکر اذکار پر اعتراض کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسے ذریعۂ ہدایت بنائے آمین بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم۔

مسجد میں ذکر بالجہر مستحب ہے

مسجد میں ذکر بالجہر کا حلقہ قائم کرنا، باجماعت نماز پنجگانہ کے بعد بآواز بلند کلمۂ طیبہ، درود وسلام اور ذکر اذکار کرنا مستحب ہے اور اس میں کسی قسم کی کوئی کراہت نہیں ہے۔

آیت کریمہ

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ فاذا قضیتم الصلوٰۃ فاذکرو اللہ قیاماً وقعوداً علیٰ جنوبکم۔ پھر جب تم نماز پڑھ چکو تو اللہ کو یاد کرو کھڑے بیٹھے اور کروٹوں پر لیٹے۔

(سورۃ النساء رکوع ۱۵۔ پارہ نمبر ۵ رکوع ۱۲)

''اس آیت سے یہ مسئلہ ثابت ہوا کہ فرض نماز (باجماعت) کے بعد جو بلند آواز سے کلمۂ طیبہ پڑھتے ہیں یا درود شریف پڑھتے ہیں وہ جائز بلکہ بہتر ہے۔ یہ آیت اس کا ماخذ ہے۔ بعد نماز بلند آواز سے ذکر کی بہت سی احادیث ہیں''۔ (نور العرفان نمبر ۱۵۰)

اور اعلیٰ حضرت کے خلیفہ صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی اس آیت کے ماتحت لکھتے ہیں۔ ''یعنی ذکر الٰہی کی ہر حال میں مداومت کرو۔ اور کسی حال میں اللہ کے ذکر سے غافل نہ ہو۔ اور اس سے نمازوں کے بعد بغیر فصل کے کلمۂ توحید پڑھنے پر استدلال کیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ مشائخ کی عادت ہے اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ ذکر میں تسبیح تحمید تہلیل وتکبیر ثناء دعا سب داخل ہیں''۔ (خزائن العرفان)

اور مفسر علاء الدین خازن لکھتے ہیں۔ یعنی فاذا فرغتم من صلوٰۃ الخوف فاذکروا اللہ یعنی بالتسبیح والتحمید والتهليل والتكبير والثنو اعلى الله فى جميع احوالكم قياماً وقعوداً وعلى جنوبكم فان ماانتم عليه مَن الخوف جدير بالمواظبة على ذكر الله

عزوجل والتضرع الیه (تفسیر خازن ص۵۹۲ ج۱) یعنی پھر جب تم نماز خوف سے فارغ ہو جاؤ تو اللہ کو یاد کرو یعنی تسبیح اور تحمید اور تہلیل اور تکبیر اور ثناء کے ساتھ اپنے جمیع احوال میں کھڑے بیٹھے اور لیٹے ذکر الٰہی کرو۔ کیونکہ تم جس خوف پر ہو یہ اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ تم ذکر الٰہی پر مواظبت کرو۔ اور اس کی طرف زاری کرو۔

اور جلالین مع صاوی میں ہے۔ فاذا فرغتم منها فاذکروا الله بالتهليل والتسبيح والأمر للندب لانه فی الفضائل۔ پھر جب تم نماز خوف سے فارغ ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ کو تہلیل و تسبیح کے ذریعہ سے یاد کرو۔ یہ امر استحباب کے لئے ہے کیونکہ یہ امر فضائل میں وارد ہوا ہے۔

(جلالین مع صاوی ص نمبر ۲۱۱ ج۱)

ایک اشکال اور اس کا جواب

آیت مذکورہ بالا نماز خوف کے بارہ میں نازل ہوئی ہے۔ اور اس میں نماز خوف کے بعد ذکر الٰہی کھڑے بیٹھے لیٹے کرنے کا حکم دیا گیا ہے لیکن اس سے یہ سمجھنا کہ یہ حکم نماز خوف کے ساتھ خاص ہے درست نہیں ہے بلکہ نماز امن کے بعد ہر حال میں ذکر الٰہی کرنا بدرجہ اولیٰ مستحب ہوگا۔ کیونکہ جب لڑائی کے وقت نماز خوف کے بعد ذکر الٰہی کرنے کا حکم ہے تو نماز امن کے بعد مسجد میں ذکر الٰہی کرنا کیوں کر نہ مستحب ہوگا۔ سو مسجد میں بعد نماز ذکر الٰہی کرنے کا استحباب آیت کی دلالت سے ثابت ہوا واللہ تعالیٰ اعلم۔

باجماعت نماز کے بعد ذکر بالجہر کے متعلق ایک حدیث پاک

باجماعت نماز کے بعد بآواز بلند ذکر الٰہی کرنے کے بارہ میں ایک حدیث پاک سنیے۔ عن ابی الزبیر کان ابن الزبیر یقول فی دبر کل صلوٰۃ حین یسلم لا اله الا الله وحدهٗ لاشریک له له الملک وله الحمد وهو علیٰ کل شئی قدیر لاحول ولا قوۃ الا بالله لا اله الا الله ولا نعبد الا ایاه له النعمة وله الفضل وله الثناء الحسن لا اله الا الله مخلصین له الدین ولو کره الکافرون وقال کان رسول الله صلے الله علیه وسلم یهلل بهن فی دبر کل صلوٰۃ۔ ابوالزبیر سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما ہر نماز کے بعد جب سلام پھیرتے تھے تو یہ کلمات (بآواز بلند) پڑھتے تھے لا اله الا الله وحدهٗ لاشریک له

آخرتک اور فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کلمات کو ہر نماز کے بعد (بآواز) پڑھا کرتے تھے۔

(مسلم شریف جلد اول ص ۲۲۸)

امام ولی الدین تبریزی نے مشکوٰۃ المصابیح میں اس حدیث کو ان لفظوں میں نقل کیا ہے۔ عن عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما قال کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اذا سلم من صلاتہ یقول بصوتہ الا علیٰ لاالہ الااللہ الی آخرہ رواہ مسلم ۔حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب اپنی نماز سے سلام پھیرتے تھے تو اپنی انتہائی بلند آواز سے یہ کلمات پڑھتے تھے۔ لاالہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ آخرتک اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔ (مشکوٰۃ جلد اول ص ۸۱)

(تنبیہ) صاحب مشکوٰۃ نے بصوتہ الاعلیٰ کی زیادتی نقل کی ہے۔ اس میں دو احتمال ہیں ایک یہ ہے کہ یہ الفاظ مسلم شریف کے نسخہ سے بعد والوں نے حذف کر دیئے ہیں اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ خود صاحب مشکوٰۃ نے حدیث مسلم سے اس ذکر کا بصوتہ الاعلیٰ ہونا سمجھ کر اپنی طرف سے بڑھائے ہیں۔ بہرحال اگر دوسری صورت بھی ہو تو یہ زیادت شارحین حدیث نے قبول کی ہے۔ اس لئے یہ معتبر ہے چنانچہ امام علی قاری لکھتے ہیں۔ (قولہ بصوتہ الاعلیٰ) تعلیماً لمن حضر معہ من الملأ ۔یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یہ کلمات انتہائی بلند آواز سے کہتے تھے حاضرین کی تعلیم کے لئے (مرقاۃ ص ۳۵۸ ج ۲) اور شیخ محدث دہلوی اس کے ترجمہ میں لکھتے ہیں۔ بود آنحضرت چوں سلام می داداز نماز خود می گفت بآواز بلند ۔آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب اپنی نماز سے سلام پھیرتے تھے تو بلند آواز سے یہ کلمات کہتے تھے۔ لاالہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہ۔ آخرتک (اشعۃ اللمعات ص ۴۱۹ ج ۱)۔

پھر امام ولی الدین کی اس زیادت کی بناء پر نماز کے بعد بآواز بلند ذکر الٰہی کرنے پر استدلال میں فرمایا۔ ایں حدیث صریح است درجہر بذکر کہ آنحضرت بآواز بلند می خواند اما بعض علماء گفتہ اند کہ بلند خواندن آنحضرت برائے تعلیم اصحاب بود ۔یہ حدیث ذکر بالجہر میں صریح ہے کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بآوز بلند ان کلمات کو پڑھتے تھے بعض علماء نے کہا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ان الفاظ کو بلند آواز سے پڑھنا صحابہ کی تعلیم کے لئے تھا۔ (اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۴۱۹)

اور امام احمد طحطاوی حنفی نے بھی اس حدیث سے استدلال کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں اختلف هل الاسرار فی الذکر افضل فقیل نعم لاحادیث کثیرة تدل علیه منها خیر الذکر الخفی وقیل الجهر افضل لاحادیث کثیرة منها مارواه ابن الزبیر کان رسول الله صلے الله علیه وسلم اذا سلم من صلاته قال بصوته الاعلیٰ لااله الاالله وحده لاشریک له ۔ اس بارہ میں اختلاف ہے کہ آیا ذکر میں سر افضل ہے تو کہا گیا ہے کہ ہاں ۔ کیونکہ اس پر بہت سی حدیثیں دلالت کرتی ہیں اور ان میں سے ایک حدیث یہ ہے کہ بہترین ذکر خفی ہے اور کہا گیا ہے کہ ذکر میں جہر افضل ہے ۔ کیونکہ اس پر بھی بہت سی حدیثیں دلالت کرتی ہیں ان میں سے ایک وہ حدیث ہے جس کو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب بھی نماز سے سلام پھیرتے تھے تو اپنی انتہائی بلند آواز سے یہ کلمات پڑھتے تھے ۔ لاالــــه الاالــلــه وحده لاشریک له آخر تک ۔ (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۲۱۴)

امام ولی الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کی اس زیادت (بصوته الاعلیٰ) کا صحیح اور معتبر ہونا دوسری صحیح حدیثوں سے بھی ثابت ہوتا ہے چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کنت اعرف انقضاء صلوٰة رسول الله صلے الله علیه وسلم بالتکبیر ۔ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز کے مکمل ہونے کو اس وقت جانا کرتا تھا جب آپ سلام پھیرنے کے بعد باآواز بلند ذکر کرتے تھے ۔

(مشکوٰۃ جلد اول ص ۸۱ ۔ بخاری جلد اول ص ۱۱۶ ۔ مسلم ص ۲۳۷ ۔ ج ۱، ترمذی ص ۱۴۳ ۔ ج ۱)

امام محی الدین نووی لکھتے ہیں ۔ (قوله کنت اعلم اذا انصرفوا) ظاهره انهٗ لم یکن یحضر فی الجماعة فی بعض الاوقات لصغره ۔ اس قول سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بوجہ بچپنے کے بعض اوقات جماعت نماز میں حاضر نہیں ہوتے تھے ۔ (شرح مسلم شریف ص ۲۳۷ ۔ ج ۱) اس لئے گھر میں وہ مسجد میں بعد از نماز باآواز بلند ذکر سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز کے اختتام کو معلوم کرتے تھے ۔ اس حدیث میں تکبیر سے مراد خاص اللہ اکبر کا لفظ نہیں بلکہ لغوی معنی مطلق ذکر الٰہی مراد ہے ۔ اس لئے اس حدیث میں اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں تعارض نہیں ہے ۔ شیخ عبدالحق لکھتے ہیں ۔ واختلاف کرده اند شراح دربیان مراد بتکبیر

بعض گفته اند که مراد بتکبیر این جا ذکر است چنانکه در صحیحین از ابن عباس آمده است که رفع صوت بذکر وقت انصراف مردم از نماز فرض درزمان آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم معهود بودو گفت ابن عباس می شناختم من انقضائے صلوٰة بدآں پستر آورده است بخاری این حدیث راپس معلوم شدکه مراد بتکبیر مطلق ذکر ست وبعض گفته اند که در زمان آنحضرت صلے الله علیه وسلم بعد از نماز تکبیر می گفتند یکبار یاسه بار ۔اس حدیث میں تکبیر کے لفظ کی مراد کے بارہ میں اختلاف شارحین حدیث موجود ہے۔ بعض شارحین نے کہا ہے کہ یہاں تکبیر سے مراد مطلق ذکر ہے جیسا کہ صحیحین کی دوسری روایت میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے آیا ہے کہ نماز فرض سے فارغ ہونے کے بعد لوگوں کا بلند آواز سے ذکر کرنا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں رائج تھا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آواز والے ذکر سے نماز کے اختتام کو جانتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث کو بعد میں ذکر کیا ہے پس معلوم ہوا کہ یہاں تکبیر سے مراد مطلق ذکر ہے۔

(اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۴۱۸)

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث ان لفظوں میں بھی مروی ہے۔ عن ابی معبد مولا ابن عباس قال ان ابن عباس اخبره ان رفع الصوت بالذكر حين ينصرف الناس من المكتوبة كان علىٰ عهد النبى صلے الله عليه وسلم وانه قال ابن عباس كنت اعلم اذا انصرفوا بذالک اذا سمعته ۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام ابومعبد فرماتے ہیں کہ بلاشبہ انھیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ خبر دی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دور میں نماز باجماعت سے فارغ ہونے کے بعد بآواز بلند ذکر الٰہی کرنے کا رواج موجود تھا۔ اور انھوں نے یہ بھی فرمایا کہ لوگ جب نماز سے فارغ ہونے کے بعد بآواز بلند ذکر الٰہی کرتے تھے تو میں ان کی فراغت کو معلوم کرتا تھا۔

(مسلم شریف ص ۲۱۷ ۔ج ۱، بخاری ص ۱۱۶ ۔ج ۱، الحاوی للفتاوی ص ۳۹۲ ۔ج ۱)

اور ترمذی شریف کے الفاظ یہ ہیں۔ ان رفع الصوت للذكر حين ينصرف الناس من المكتوبة. كان ذالک على عهد رسول الله صلے الله عليه وسلم وان ابن عباس قال

كنت اعلم اذا انصرفوا بذالك واسمعه۔ (ترمذی ص ۱۴۴۔ ج ا)

امام نووی اس حدیث کے ماتحت لکھتے ہیں۔ هذا دليل لما قاله بعض السلف انهٗ يستحب رفع الصوت بالتكبير والذكر عقب المكتوبة وممن استحبه من المتاخرين ابن حزم الظاهري ۔ یہ حدیث ان بعض سلف صالحین کے اس قول کی دلیل ہے کہ نماز فرض کے بعد تکبیر اور ذکر بلند آواز سے کرنا مستحب ہے اور متاخرین میں سے جن لوگوں نے اس ذکر کو مستحب کہا ہے ان میں سے ایک امام ابن حزم ظاہری بھی ہیں۔ (شرح مسلم شریف جلد اول ص ۲۳۷)

اور امام جلال الدین سیوطی نے حاوی للفتاوٰی میں اس حدیث کے علاوہ دیگر چوبیس احادیث کو بھی ذکر کیا ہے جن سے ذکر بالجہر کے مستحب ہونے کا ثبوت صراحت یا التزام سے ملتا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔ اذا تاملت ماوردنا من الاحاديث عرفت من مجموعها انهٗ لا كراهة البتة فى الجهر بالذكر بل فيه مايدل على استحبابه اما صريحاً او التزاماً كما اشرنا اليه. وقد جمع النووى بينهما بان الاخفاء افضل حيث خاف الريآء اوتآذى به مصلون اونيام والجهر افضل فى غير ذلك لانّ العمل فيه اكثر ولان فائدته تتعدى الىٰ السامعين ولانهٗ يوقظ قلب القارى ويجمع همه الى الفكر و يصرف سمعه اليه ويطرد النوم ويزيد فى النشاط ۔ جب آپ ان (پچیس) حدیثوں میں غور کریں گے جن کو ہم نے ذکر کیا ہے تو ان کے مجموعہ سے آپ کو یہ علم ہو جائے گا کہ ذکر بالجہر میں کوئی کراہت نہیں ہے بلکہ ان میں سے بعض حدیثیں صراحۃً یا التزاماً ذکر بالجہر کے استحباب پر دلالت کرتی ہیں جیسا کہ ہم نے اس طرف اشارہ کر دیا ہے۔ اور احادیث ذکر خفی اور ذکر جہری میں امام نووی نے اس طرح تطبیق دی ہے کہ ذکر خفی افضل ہے جبکہ ریآء کا اندیشہ ہو یا نمازیوں یا سوئے ہوئے لوگوں کو اذیت پہنچے ورنہ جہری ذکر افضل ہے کیونکہ اس میں عمل کی زیادہ کثرت ہے اور اس کا فائدہ سامعین تک پہنچتا ہے اور یہ جہری ذکر ذاکر کے دل کو بیدار کرتا ہے اور اس کی سوچ کو جمع کرتا ہے اور اس کی شنوائی کو ذکر کی طرف موڑتا ہے اور نیند دور کرتا ہے اور ذوق وشوق بڑھاتا ہے۔

(الحاوی للفتاوٰی جلد اول ص ۳۹۴)

ذکر بالجہر کے بارہ میں دوسری احادیث مبارکہ

مسجد میں ذکر بالجہر کے بارہ میں چند اور احادیث پیش کی جاتی ہیں و باللہ التوفیق۔

(۱) محدث بزار حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ **من صلے منکم باللیل فلیجھر بقرأته فان الملائکة تصلی بصلاته وتسمع لقرأته وان مومنی الجن الذین یکونون فی الھوآء وجیرانه معه فی مسکنه یصلون بصلاته و یستمعون قرائته و انه ینطرد بجھره بقرائته عن داره وعن الدور التی حوله فساق الجن ومردة الشیاطین** ۔تم میں سے جو شخص رات کے وقت نماز پڑھے اسے قرآن خوانی میں آواز بلند کرنی چاہیے کیونکہ فرشتے اس کی نماز کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور اس کی قرآن خوانی کو سنتے ہیں اور جو مومن جنات ہوا میں یا اس کے گھر میں اس کے پڑوس میں رہتے ہیں وہ اس کی نماز کے ہمراہ نماز پڑھتے ہیں اور اس کی قرآن خوانی سنتے ہیں اور وہ قرآن خوانی میں بلند آوازی کے ذریعہ سے اپنے گھر سے اور اپنے اردگرد کے گھروں سے فاسق جنوں اور سرکش شیطانوں کو بھگاتا ہے۔ (الحاوی للفتاوی ص ۳۹۴ ج ۱)

(۲) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا **دخلت مع رسول اللہ صلے اللہ علیه وسلم المسجد عشاء فاذا رجل یقرآ ویرفع صوته فقلت یارسول اللہ اتقول ھذا مرآء قال بل مومن منیب** ۔ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مسجد میں عشاء کے وقت داخل ہوا تو وہاں ایک شخص قرآن پڑھتا تھا اور اپنی آواز بلند کرتا تھا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آپ فرمائیں کہ کیا یہ شخص ریاکار ہے؟ فرمایا نہیں بلکہ مومن انابت والا ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۱۸۱۔ج ۱)

(۳) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا **وابو موسیٰ الاشعری یقرآ ویرفع صوته فجعل رسول اللہ یستمع لقرائته** ۔اور حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ قرآن پڑھتے تھے اور اپنی آواز کو اٹھاتے تھے سو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کی قرآن خوانی کو سننا شروع فرمادیا تھا۔ (مشکوٰۃ ص ۱۸۱ ج ۱)

(۴) ابن الادرع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک رات چلا **فمر برجل فی المسجد یرفع صوته** ۔پس آپ مسجد میں ایک ایسے شخص کے پاس سے گذرے جو اپنی آواز ذکر الہی میں بلند کررہا تھا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہوسکتا ہے کہ یہ شخص ریاکار

ہو؟ فرمایا لا ولکنه اواہ۔ نہیں ولیکن یہ شخص اخلاص والا ہے۔

(رواہ البیہقی عن زید بن اسلم کذا فی الحاوی للفتاوی ص ۳۹۱ ج ۱)

(۵) امام بیہقی نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ذوالبجادین نامی شخص کے بارے میں فرمایا کہ وہ خلوص والا ہے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ بلند آواز سے ذکر الٰہی کرتا تھا۔ (الحاوی للفتاوی ص ۳۹۱ ج ۱)

(۶) امام بیہقی نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان رجلاً کان یرفع صوته بالذکر ۔ایک شخص بلند آواز سے ذکر الٰہی کرر ہا تھا۔ دوسرے شخص نے کہا اے کاش یہ شخص اپنی آواز پست کرے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دعه فانه اواہ ۔اسے چھوڑ دے کہ یہ خلوص دل سے ذکر کرنے والا ہے۔ (الحاوی للفتاوی ص ۳۹۱ ج ۱)

(۷) امام بیہقی نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یقول الرب تعالیٰ یوم القیامة سیعلم اهل الجمع الیوم من اهل الکرم۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز فرمائے گا کہ عنقریب قیامت والے آج یہ جان لیں گے کہ مہربانی والے لوگ کون ہیں۔ پھر آپ سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ مہربانی والے لوگ کون ہوں گے؟ فرمایا مجالس الذکر فی المساجد۔ مسجدوں میں ذکر الٰہی کی مجلس قائم کرنے والے لوگ۔ (الحاوی للفتاوی ص ۳۹۱ ج ۱)

(۸) امام احمد اور ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت سائب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بلاشبہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس جبرائیل آئے اور انھوں نے عرض کیا۔ مر اصحابک یرفعوا اصواتهم بالتکبیر ۔اپنے صحابہ کو یہ حکم دیں کہ وہ تکبیر میں اپنی آوازیں بلند کیا کریں۔ (الحاوی للفتاوی ص ۳۹۲ ج ۱)

(۹) امام نسائی حضرت سعید بن المسیب سے روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر کا گذر مسجد میں ہوا جبکہ حضرت حسان بن ثابت شعر پڑھ رہے تھے۔ سو حضرت عمر نے انہیں کنارۂ چشم سے دیکھا تو آپ نے فرمایا قد انشدت وفیه من هو خیر منک ۔میں نے شعر پڑھے ہیں اس حال میں کہ مسجد میں تجھ سے بہتر شخص موجود تھے۔ پھر حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اسمعت رسول اللہ صلے اللہ علیه وسلمَ یقول اجب عنی اللهم ایده بروح القدس کیا آپ نے رسول اللہ صلے اللہ

علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ (اے حسان) آپ میری طرف سے کفار کو جواب دیں۔ اے اللہ اس کی امداد روح القدس کے ذریعہ سے فرما۔ حضرت ابو ھریرہ نے فرمایا اللھم نعم. اے اللہ ہاں۔

(سنن النسائی جلد اول ص ۱۱۷)

(۱۰) امام ترمذی حدیث نھی عن تناشد الاشعار فی المسجد پر بحث کرنے کے بعد فرماتے ہیں وقدروی عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم فی غیر حدیث رخصة فی انشاد الشعر فی المسجد اور بہت سی حدیثوں میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی جانب سے مسجد میں شعر خوانی کی رخصت بھی مروی ہے۔ (ترمذی ص ۶۷ جلد اول)

(۱۱) صحیح بخاری شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یضع لحسان منبراً فی المسجد یقوم علیہ قائماً یفاخر عن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم او ینافخ ویقول رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالیٰ یؤید حسان بروح القدس مانا فخ اوفاخر عن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ۔یعنی حضور صلے اللہ علیہ وسلم مسجد میں حضرت حسان کے لئے ممبر رکھواتے تھے پھر حضرت حسان ممبر پر کھڑے ہو کر نعتیہ اشعار اور کفار کی مذمت میں نظمیں سنایا کرتے تھے اور حضور علیہ السلام فرماتے اللہ حسان کی مدد روح القدس کے ذریعہ سے فرماتا ہے جب تک وہ رسول اللہ کی حمایت میں کفار کی مذمت بیان کرتا رہتا ہے۔ (مشکوۃ جلد دوم ص ۴۱۲ باب البیان والشعر)

(۱۲) صحیح بخاری میں حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انا عند ظن عبدی بی وانا معه اذا ذکرنی فان ذکرنی فی نفسه ذکرته فی نفسی وان ذکرنی فی ملأ ذکرته فی ملأ خیر منه ۔ میں اپنے بندے کے گمان کے پاس ہوتا ہوں اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں پھر اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرے تو میں اسے اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ مجلس میں مجھے یاد کرے تو میں اس کی مجلس سے بہتر مجلس میں اسے یاد کرتا ہوں۔ امام سیوطی اس حدیث سے ذکر بالجہر کے جواز پر بدیں الفاظ استدلال کرتے ہیں۔ والذکر فی الملا لایکون الاعن جھر مجلس میں ذکر نہیں ہوتا مگر جہر کے ساتھ۔

(الحاوی للفتاوی جلد اول ص ۳۸۹)

(۱۳) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ایک حلقہ کے پاس سے گزرے تو آپ نے پوچھا تمہیں کس چیز نے بٹھایا؟ انہوں نے عرض کیا۔ جلسنا نذکر اللہ ونحمدہ۔ ہم اللہ کا ذکر اور اس کی حمد کرنے کے لئے یہاں بیٹھے ہیں فرمایا۔ اتانی جبریل فاخبرنی ان اللہ یباھی بکم الملائکۃ ۔ میرے پاس جبرائیل آئے اور انہوں نے عرض کیا بلاشبہ اللہ تمہاری وجہ سے فرشتوں پر مباہات فرماتا ہے۔

(الحاوی للفتاوی جلد اول ص ۳۹۰)

الحمدللہ۔ یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس سے روز روشن کی طرح روشن ہوا کہ مساجد میں ذکر الٰہی کے حلقے قائم کرنا۔ نماز باجماعت کے فوراً بعد بآواز بلند کلمہ طیبہ یا درود شریف پڑھنا۔ جمعہ کے روز نماز جمعہ سے پہلے ممبر پر بیٹھ کر وعظ وتقریر کرنا نماز جمعہ کے بعد بآواز بلند کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھنا۔ میلاد شریف گیارھویں شریف۔ معراج شریف یا تبلیغ کی غرض سے جلسے کا مسجد میں اہتمام کرنا اور ان میں بآواز بلند نعت خوانی کرنا اور وعظ وتقریر کرنا سب کار ثواب ہیں۔ اور ان کاموں سے روکنا ہرگز ہرگز جائز نہیں ہے۔

امام نابلسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ارشاد

آخر میں ہم حضرت سیدی عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ کن ارشاد نقل کرتے ہیں تاکہ حنفی احباب کے لئے قوی دلیل ہو وباللہ التوفیق امام نابلسی لکھتے ہیں۔ وفی کتب ائمتنا الحنفیۃ وان صرحوا بحرمۃ رفع الصوت بالذکر فان مرادھم اذا کان ذلک عن ریآء وسمعۃ لاعن صدق واخلاص والاعمال بالنیات وذکر والدی عن شرح المشارق انہٗ قال الذکر برفع الصوت جائز بل مستحب اذا لم یکن عن ریاء وبعض المشائخ اختار اخفاء لانہٗ ابعد عن الریاء وھذا یتعلق بالنیۃ فمن کانت نیتہٗ صادقۃ فرفع صوتہ بقرائۃ القرآن والذکر اولیٰ لمافیہ من اظہار الدین ووصول برکتہ الی السامعین فی الدور والبیوت والخانات ومن خاف علی نفسہ الریاء فالاولیٰ لہ خفاء الذکر لئلا یقع فیہ اہ بلفظہٖ ۔ (ترجمہ) ہمارے حنفی ائمہ کی کتب مبارکہ میں ذکر بالجہر کی جو حرمت لکھی ہوئی ہے اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ ریاکاری اور شہرت طلبی کی غرض سے جو ذکر بالجہر کیا جائے وہ حرام ہے اور جو ذکر

صدق وخلوص سے کیا جائے وہ حرام نہیں ہے اور اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہوتا ہے۔ اور میرے والد محترم نے کتاب المشارق کی شرح سے یہ مسئلہ نقل کیا ہے کہ ذکر بالجہر جائز بلکہ مستحب ہے جبکہ ریاکاری سے نہ ہو۔ اور بعض مشائخ نے خفی ذکر کو اختیار کیا ہے کیونکہ یہ ریاکاری سے بہت دور ہوتا ہے اور یہ بات نیت سے تعلق رکھتی ہے سو جس کی نیت سچی ہو اس کے لئے قرآت اور ذکر الٰہی میں آواز بلند کرنا بہتر ہے کیونکہ ذکر بالجہر میں دین کا اظہار ہوتا ہے اور گھروں اور دکانوں میں بیٹھے ہوئے سامعین تک ذکر الٰہی کی برکت پہنچتی ہے اور جو شخص ریاکاری کا اندیشہ رکھے اس کے لئے خفی ذکر بہتر ہے تاکہ وہ اس میں نہ پڑے۔

(الحدیقہ ندیہ جلد دوم ص ۹۰)

الحمدللہ اس ایک عبارت نے مسئلہ حل کر دیا ہے کہ ریاکاری کا اندیشہ نہ ہو تو ذکر بالجہر مسجدوں میں بھی مستحب ہے۔ اور اگر کوئی شخص بلند آوازی سے ذکر الٰہی کرتا ہو تو خواہ مخواہ اس کے بارہ میں یہ سمجھنا کہ وہ ریاکار ہے سخت حرام ہے۔ مانعین ذکر بالجہر کی ممانعت میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے ذکر بالجہر کرنے والوں کو بدعتی کہہ کر مسجد سے نکال دیا تھا۔ اس کا جواب دیتے ہوئے امام سیوطی لکھتے ہیں۔ **فان قلت فقد نقل عن ابن مسعود انه رای قوماً یهللون برفع الصوت فی المسجد فقال ماأراکم الامبتدعین حتی اخرجهم من المسجد قلت هذا الاثر عن ابن مسعود یحتاج الیٰ بیان سنده ومن اخرجه من الائمة الحفاظ فی کتبهم وعلیٰ تقدیر ثبوته فهو معارض بالاحادیث الکثیرة الثابته المتقدمة وهی مقدمة علیه عند التعارض ثم رأیت مایقتضی انکار ذلک عن ابن مسعود قال الامام احمد بن حنبل فی کتاب الزهد عن ابی وائل قال هؤلاء الذین یزعمون ان عبدالله کان ینهی عن الذکر ماجالست عبدالله مجلساً قط الاذکر الله فیه.**

(الحاوی للفتاوی جلد اول ۳۹۴)

یعنی یہ روایت مسجد میں بلند آواز سے ذکر الٰہی کو ثابت کرنے والی حدیثوں کے معارض ہے اس لئے ساقط الاعتبار ہے۔ ورنہ حضرت عبداللہ بن مسعود جہاں بھی بیٹھتے تھے بلند آواز سے ذکر الٰہی کرتے تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۱۲ ذوالقعدہ ۱۴۲۱ھ)

سم اللہ الرحمن الرحیم

چھٹا مقالہ

ایمان واعمال صالحہ

کی فضیلت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد :- آج کل اکثر مسلمان نیک اعمال سے غافل ہیں۔ مستحبات ونوافل کی پابندی تو کجا سنن مؤکدہ، واجبات اور فرائض کی ادائیگی تک سے آزاد ہیں۔ مشتبہات سے اجتناب تو درکنار مکروہ تحریمی اور حرام تک کے مرتکب ہیں۔ مسلمانوں کی اس بدعملی اور اسلامی احکامات سے روگردانی سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی نظر میں آخرت کی کامیابی اور جنت کے حصول کے لئے جدوجہد کوئی معنی نہیں رکھتی۔ یہ ایمان کی کمزوری کی دلیل ہے۔ دانشمند شخص کا کام ہے کہ وہ اللہ عزوجل اور اس کے پیارے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے سچے ارشادات وفرمودات پر کامل یقین رکھے اور اسلامی ہدایات کے مطابق آخرت کی کامیابی اور جنت کے حصول کے لئے ایمان کی موجودگی میں ہر قسم کے نیک عمل کمائے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عمل بخشے۔ آمین۔

ہم نے اس مختصر رسالہ میں چند آیات کریمہ اور ایک حدیث پاک کو ذکر کیا ہے تاکہ مسلمانوں کو نیک اعمال کی اہمیت معلوم ہو جائے اور وہ اپنی زندگی میں اپنے لئے نیک اعمال کما لیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں تاحیات ہر ساعت ہر لمحہ نیک کام کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری

اللہ تعالیٰ کے ارشادات

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ایمان اور نیک عمل کے ثمرات وفوائد کو جابجا ذکر فرمایا ہے۔ ہم تبرکاً چند آیات کریمہ پیش کرتے ہیں۔ وباللہ التوفیق.

۱۔ **ومن یعمل من الصالحات من ذکر او انثٰی وھو مؤمن فاؤلئک یدخلون الجنۃ ولا یظلمون نقیراً۔ (پ ۵ رکوع ۱۵)**

(ترجمہ) اور جو شخص کچھ بھلے کام کرے گا مرد ہو یا عورت اور ہو مسلمان تو وہ جنت میں داخل کیے جائیں گے اور انہیں تل بھر نقصان نہ دیا جائے گا۔

۲۔والذین امنوا وعملوا الصالحات لانکلف نفساً الاّ وسعها اولئک اصحاب الجنة هم فیها خالدون. (پ۸رکوع۱۲)

(ترجمہ) اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور طاقت بھر اچھے کام کئے ہم کسی پر طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں رکھتے جنت والے ہیں۔ انہیں اس میں ہمیشہ رہنا ہے۔

۳۔والذین امنوا وعملوا الصالحات سندخلهم جنات تجری من تحتها الانهار خالدین فیها ازواج مطهرة وندخلهم ظلاً ظلیلاً. (پ۵رکوع۵)

(ترجمہ) اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کیے عنقریب ہم انہیں ان باغوں میں لے جائیں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اس حال میں کہ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ ان کے لئے وہاں ستھری بیبیاں ہیں اور ہم انہیں وہاں داخل کریں گے جہاں سایہ ہی سایہ ہوگا۔

۴۔والذین امنوا وعملوا الصالحات وامنوا بما نزل علی محمد وهو الحق من ربهم کفر عنهم سیاتهم واصلح بالهم. (پ۲۶رکوع۵)

(ترجمہ) اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کیے اور اس پر ایمان لائے جو محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر اتارا گیا ہے اور وہی ان کے رب کے پاس سے حق ہے اللہ نے ان کی برائیاں اتار دیں اور ان کی حالتیں سنوار دیں۔

۵۔فاما الذین امنوا وعملوا الصالحات فیوفیهم اجورهم ویزیدهم من فضله. (پ۶رکوع۴)

(ترجمہ) تو وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے ان کی مزدوری انہیں بھرپور دے گا اور اپنے فضل سے انہیں اور زیادہ دے گا۔

۶۔ان الذین امنوا وعملوا الصالحات اولٓئک هم خیر البریة ٥ جزآء هم عند ربهم جنات عدن تجری من تحتها الانهار خالدین فیها ابداً ط رضی الله عنهم ورضوا عنه ط ذلک لمن خشی ربه۔ (پ۳۰رکوع۲۳)

(ترجمہ) بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے وہی تمام مخلوق میں بہتر ہیں۔ ان کا صلہ ان کے

ربّ کے پاس بسنے کے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے۔ یہ اس شخص کے لیے ہے جو اپنے ربّ سے ڈرے۔

۷۔ والذین امنوا وعملوا الصالحات لنکفرن عنهم سیاتهم ولنجزینهم احسن الذین کانوا یعملون۔ (پ۲۰ رکوع ۱۳)

(ترجمہ) اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کیے ہم ضرور ان کی برائیاں اتار دیں گے اور ضرور انہیں اس کام پر بدلہ دیں گے جو ان کے سب کاموں میں اچھا تھا۔

۸۔ والذین امنوا وعملوا الصالحات لندخلنهم فی الصالحین۔ (پ۲۰ رکوع ۱۳)

(ترجمہ) اور جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے ضرور ہم انہیں نیکوں میں شامل کریں گے۔

۹۔ فمن یعمل من الصالحات وهو مؤمن فلا کفر ان لسعیه وانا له کاتبون.

(پ۱۷ رکوع ۷)

(ترجمہ) سو جو شخص کچھ بھلے کام کرے اور ہو ایمان والا تو اس کی کوشش کی بے قدری نہیں ہے اور ہم اسے لکھ رہے ہیں۔

۱۰۔ ان الذین امنوا وعملوا الصالحات سیجعل لهم الرحمن ودا۔ (پ۱۶ رکوع ۹)

(ترجمہ) بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے عنقریب ان کے لیے رحمٰن محبت کر دے گا۔

۱۱۔ ومن یاته مؤمناً قد عمل الصالحات فاولئک لهم الدرجات العلیٰ o جنات عدن تجری من تحتها الانهار خالدین فیها ط وذلک جزاء من تزکی o (پ۱۶ رکوع ۱۲)

(ترجمہ) اور جو شخص اس کے حضور ایمان کے ساتھ آئے کہ اچھے کام کیے ہوں تو انہیں کے درجے اونچے ہیں۔ بسنے کے باغ جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ اور یہ صلہ ہے اس کا جو پاک ہوا۔

۱۲۔ والذین امنوا وعملوا الصالحات فی روضات الجنات لهم مایشآء ون عند ربهم ذلک هو الفضل الکبیر۔ (پ۲۵ رکوع ۴)

(ترجمہ) اور جو شخص ایمان لائے اور اچھے کام کیے وہ جنت کی پھلواریوں میں ہیں ان کے لیے ان کے ربّ

کے پاس ہے جو وہ چاہیں گے۔یہی بڑا فضل ہے۔

۱۳۔ان الذین امنوا والذین ھادوا والصابئون والنصاریٰ من امن باللہ والیوم الآخر وعمل صالحاً فلاخوف علیھم ولاھم یحزنون۔ (پ ۶ رکوع ۱۴)

(ترجمہ) بے شک وہ جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور اسی طرح یہودی اور ستارہ پرست اور نصرانی ان میں جو کوئی سچے دل سے اللہ اور قیامت پر ایمان لائے اور اچھے کام کرے تو ان پر نہ کچھ اندیشہ ہے اور نہ کچھ غم ہے۔

۱۴۔والعصرo ان الانسان لفی خسرo الا الذین امنوا وعملوا الصالحات وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر۔ (پ ۳۰ رکوع ۲۸)

(ترجمہ) اس زمانۂ محبوب کی قسم بے شک آدمی نقصان میں ہے مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے اور ایک دوسرے کو حق کی تاکید کی اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی۔

۱۵۔لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویمo ثم رددناہ اسفل سافلینo الا الذین امنوا وعملوا الصالحات فلھم اجر غیر ممنون۔ (پ ۳۰ رکوع ۲۰)

(ترجمہ) بے شک ہم نے آدمی کو اچھی صورت پر بنایا پھر اسے ہر نیچی سے نیچی حالت کی طرف پھیر دیا مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے کہ انہیں بے حد ثواب ہے۔

۱۶۔ان المسلمین والمسلمات والمؤمنین والمؤمنات والقانتین والقانتات والصادقین والصادقات والصابرین والصابرات والخاشعین والخاشعات والمتصدقین والمتصدقات والصآئمین والصآئمات والحافظین فروجھم والحافظات والذاکرین اللہ کثیراً والذاکرات اعد اللہ لھم مغفرۃ واجراً عظیماً۔

(پ ۲۲ رکوع ۲)

(ترجمہ) بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں اور فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں اور سچے مرد اور سچی عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں اور روزہ دار مرد اور روزہ دار عورتیں اور اپنی

پارسائی کی حفاظت کرنے والے مرد اور اپنی پارسائی کی حفاظت رکھنے والی عورتیں اور اللہ کو بکثرت یاد کرنے والے مرد اور بکثرت یاد کرنے والی عورتیں ان سب کے لیے اللہ نے بخشش اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔

۱۷۔ومن عمل صالحاً من ذکر او انثی وھو مؤمن فاولئک یدخلون الجنة یرزقون فیھا بغیر حساب۔ (پ۲۴ رکوع ۱۰)

(ترجمہ) اور جو اچھا کام کرے مرد خواہ عورت اور ہو مسلمان تو وہ جنت میں داخل ہوں گے وہاں بے گنتی رزق پائیں گے۔

۱۸۔ومن یؤمن باللہ ویعمل صالحاً یدخلہ جنات تجری من تحتھا الانھار خالدین فیھا ابداً قد احسن اللہ لہ رزقاً۔ (پ۲۸ رکوع ۱۸)

(ترجمہ) اور جو اللہ پر ایمان لائے اور اچھے کام کرے وہ اسے باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں جن میں ہمیشہ رہیں گے۔ بے شک اللہ نے اس کے لیے اچھی روزی رکھی ہے۔

۱۹۔ان الذین امنوا وعملوا الصالحات کانت لھم جنات الفردوس نزلا خالدین فیھا لایبغون عنھا حولاً۔ (پ۱۶ رکوع ۳)

(ترجمہ) بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے فردوس کے باغ ان کی مہمانی ہے۔ وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ان سے جگہ بدلنا نہ چاہیں گے۔

۲۰۔ وادخل الذین امنوا وعملوا الصالحات جنات تجری میں تحتھا الانھار خالدین فیھا باذن ربھم تحیتھم فیھا سلام۔ (پ۱۳ رکوع ۱۶)

(ترجمہ) اور وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے وہ باغوں میں داخل کیے جائیں گے جن کے نیچے نہریں رواں ہیں ہمیشہ ان میں رہیں گے اپنے ربّ کے حکم سے۔اس میں ان کے ملتے وقت کا اکرام سلام ہے۔

۲۱۔ وان ھذا القرآن یھدی للتی ھی اقوم ویبشر المؤمنین الذین یعملون الصالحات ان لھم اجراً کبیراً۔(پ۱۵۔رکوع ۱)

(ترجمہ) بے شک یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھا ہے اور خوشی سناتا ہے ایمان والوں کو جو اچھے عمل کریں کہ ان کے لئے بڑا اجر ہے۔

سبحان اللہ۔ مسلمان ان اکیس آیات مبارکہ کو پڑھیں، سمجھیں اور غور کریں کہ ایمان کی حالت میں کمائے ہوئے نیک اعمال کا آخرت میں کتنا بڑا انعام اور صلہ رکھا گیا ہے۔ کیا ان عظیم الشان رفیع المقام انعامات خداوندی کے حصول کے لیے غفلت درکار ہے یا مسلسل جدوجہد؟ اللہ تعالیٰ آخرت کی کامیابی حاصل کرنے کے لیے ایمان اور توفیق عمل عطا فرمائے آمین بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم۔

ایک حدیث شریف

آخرت میں نیک اعمال کے فوائد جاننے کے لیے مندرجہ بالا اکیس آیات مبارکہ کے علاوہ درج ذیل حدیث بھی قابل غور ہے امام خاتمۃ المحدثین جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کتاب منتطاب الجامع الصغیر ص ۱۰۵ ج ۱ میں حدیث نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

انی رآیت البارحة عجباً رأیت رجلاً من امتی قد احتوشته ملآئکة العذاب فجآء وضوءہ فاستنقذہ من ذلک.

(ترجمہ) گزشتہ رات میں نے عجب باتیں دیکھیں۔ ایک بات یہ کہ میں نے اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ عذاب کے فرشتوں نے اسے گھیرے میں لے رکھا ہے پھر اس کا وضو آیا تو اس نے اسے اس حالت سے چھڑا دیا۔

ورأیت رجلاً من امتی قدبسط علیه عذاب القبر فجآءته صلاته فاستنقذته من ذلک.

(ترجمہ) اور دوسری بات یہ کہ میں نے اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ اس پر قبر کا عذاب پھیل چکا ہے۔ پھر اس کی نماز آئی اور اس نے اسے اس حالت سے چھڑا دیا۔

ورأیت رجلاً من امتی قد احتوشته الشیاطین فجآءہ ذکر الله فخلصه منهم

(ترجمہ) اور تیسری بات یہ کہ میں نے اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ شیاطین اس کو گھیرے میں لیے ہوئے ہیں۔ پھر اس کے پاس اللہ کا ذکر آیا تو اس نے اسے ان سے چھڑا دیا۔

ورأیت رجلاً من امتی یلهث عطشاً فجآءہ صیام رمضان فسقاہ

(ترجمہ) اور چوتھی بات یہ کہ میں نے اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ وہ پیاس کی وجہ سے ہانپ رہا ہے پھر رمضان کا روزہ آیا تو اس نے اسے پانی پلایا۔

ورأيت رجلاً من امتي من بين يديه ظلمة ومن خلفه ظلمة وعن يمينه ظلمة وعن شماله ظلمة ومن فوقه ظلمة ومن تحته ظلمة فجآء ته حجته وعمرته فاستخرجاه من الظلمة

(ترجمہ) اور پانچویں بات یہ کہ میں نے اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ اس کے سامنے اندھیرا ہے اور اس کے پیچھے اندھیرا ہے اور اس کی دائیں طرف اندھیرا ہے اور اس کی بائیں طرف اندھیرا ہے اور اس کے اوپر اندھیرا ہے اور اس کے نیچے اندھیرا ہے پھر اس کا حج اور اس کا عمرہ آئے تو انہوں نے اسے اندھیرے سے نکال دیا۔

ورأيت رجلاً من امتي جآءه ملك الموت ليقبض روحه فجآءه بره بوالديه فرده عنه

(ترجمہ) اور چھٹی بات یہ کہ میں نے اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ اس کے پاس ملک الموت چلا آیا ہے کہ وہ اس کی جان قبض کرے پھر اپنے والدین کے ساتھ اس کا حسن سلوک آیا تو اس نے اسے اس سے پھیر دیا۔

ورأيت رجلاً من امتي يكلم المؤمنين ولا يكلمونه فجآءته صلة الرحم فقالت ان هذا كان واصلاً لرحمه فكلمهم وكلموه وصار معهم.

(ترجمہ) اور ساتویں بات یہ کہ میں نے اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ وہ مومنوں سے گفتگو کرتا ہے اور وہ اس سے گفتگو نہیں کرتے پھر صلہ رحمی آئی تو اس نے کہا یہ شخص اپنے رشتہ داروں سے ملاپ رکھتا ہے سو اس نے ان سے گفتگو کی اور انہوں نے اس سے گفتگو کی اور وہ ان کے ہمراہ ہو گیا۔

ورأيت رجلاً من امتي يأتي النبيين وهم حلق حلق كلما مر على حلقة طرد فجآء اغتساله من الجنابة فاخذ بيده فاجلسه الى جنبي.

(ترجمہ) اور آٹھویں بات یہ ہے کہ میں نے اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ وہ انبیاء کے پاس آتا ہے دریں حالیکہ وہ حلقوں حلقوں میں ہیں۔ جب بھی وہ کسی حلقہ کے پاس سے گزرتا ہے تو اسے دھتکار دیا جاتا ہے۔ پھر اس کے پاس اس کا جنابت کا غسل آیا تو اس نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اسے میرے پاس بٹھا دیا۔

ورأيت رجلاً من امتي يتقي وهج النار بيديه عن وجهه فجآءته صدقة فصارت ظلاً على راسه وستراً عن وجهه

(ترجمہ) اور نویں بات یہ کہ میں نے اپنے ایک امتی کو دیکھا دریں حالیکہ وہ آگ کے شعلے سے اپنے دونوں

ہاتھوں کے ساتھ اپنا بچاؤ کر رہا ہے۔ پھر اس کا صدقہ آیا تو وہ اس کے سر پر سایہ اور اس کے چہرہ سے پردہ بن گیا۔

ورأیت رجلاً من امتی جآءته زبانیة العذاب فجآءہ امرہ بالمعروف ونھیه عن المنکر فاستنقذہ من ذلک

(ترجمہ) اور دسویں بات یہ کہ میں نے اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ اس کے پاس عذاب کے فرشتے آ پہنچے ہیں تو اس کا نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے منع کرنا آیا تو اس نے اسے اس حالت سے چھڑا دیا۔

ورأیت رجلاً من امتی ھوی فی النار فجآءته دموعه اللاتی بکی بھا فی الدنیا من خشیة اللہ فاخرجته من النار۔

(ترجمہ) اور گیارہویں بات یہ کہ میں نے اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ وہ آگ میں جا گرا ہے پھر اس کے پاس اس کے وہ آنسو آئے جو دنیا میں اس نے خوف خدا سے بہائے تھے تو انہوں نے اسے آگ سے نکال دیا۔

ورأیت رجلاً من امتی قدھوت صحیفته الی شماله فجآءہ خوفه من اللہ تعالیٰ فاخذ صحیفته فجعلھا فی یمینه۔

(ترجمہ) اور بارہویں بات یہ کہ میں نے اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ اس کا اعمال نامہ اس کے بائیں ہاتھ میں جا پڑا ہے پھر اس کا اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اس کے پاس آیا تو اس نے اس کا اعمال نامہ لے کر اس کے دائیں ہاتھ میں دے دیا۔

ورأیت رجلاً من امتی قد خف میزانه فجآءہ افراطه فثقلوا میزانه

(ترجمہ) اور تیرہویں بات یہ کہ میں نے اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ اس کی نیکیوں کا پلڑا ہلکا ہو گیا ہے پھر اس کی وفات یافتہ اولاد اس کے پاس آئی تو اس نے اس کے پلڑے کو بھاری کر دیا۔

ورأیت رجلاً من امتی علی شفیر جھنم فجآءہ وجله من اللہ تعالی فاستنقذہ من ذلک۔

(ترجمہ) اور چودھویں بات یہ کہ میں نے اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ وہ جہنم کے کنارے پر پہنچ گیا ہے پھر اس کا اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اس کے پاس آیا تو اس نے اسے اس حالت سے چھڑا دیا۔

ورأيت رجلاً من امتي يرعد كما ترعد السعفة فجآء ه حسن ظنه بالله تعالىٰ وفسكّن رعدته

(ترجمہ) پندرہویں بات یہ کہ میں نے اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ وہ شاخ کی طرح تھرتھرا رہا ہے پھر اس کا اللہ تعالیٰ سے حسن ظن اس کے پاس آیا تو اس کی تھرتھراہٹ کو ختم کر دیا۔

ورأيت رجلاً من امتي يزحف على الصراط مرة ويحبو مرة فجآء ته صلاته علي فاخذت بيده فاقامه على الصراط

(ترجمہ) اور سولہویں بات یہ کہ میں نے اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ وہ کبھی پل صراط پر ڈگمگاتا ہے اور کبھی سرین کے بل چلتا ہے پھر اس کے پاس اس کا مجھ پر پڑھا ہوا درود آیا تو اس نے اس کے ہاتھ کو پکڑا اور اسے پل صراط پر سیدھا کھڑا کر دیا۔

ورأيت رجلاً من امتي انتهى الي ابو اب الجنة ففلقت الابواب دونه فجآء ته شهادة ان لااله الا الله فاخذت بيده فادخلته الجنة

(ترجمہ) اور سترہویں بات یہ کہ میں نے اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ وہ جنت کے دروازوں پر پہنچ گیا ہے اور اس پر دروازے بند کر دیے گئے ہیں پھر اس کا کلمہ طیبہ اس کے پاس آیا تو اس کے ہاتھ کو پکڑا اور اسے جنت میں داخل کر دیا۔

اس حدیث کو محدث حکیم اور طبرانی نے حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور امام جلال الدین سیوطی نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ (جامع صغیر ص ۱۰۵ ج ۱)

لمحہ فکریہ

مسلمان اس حدیث پاک پر بھی غور فرمائیں اور سمجھیں کہ آخرت کے ہر مقام میں نیک اعمال کس قدر نافع ہوتے ہیں۔ وقت موت سے دخول جنت تک ہر جگہ میں نیکیاں ہی کام آتی ہیں اور مسلمان کی کامیابی کا ذریعہ بنتی ہیں ولہذا اپنی زندگی کے اوقات کو نیکیاں کمانے میں خرچ کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عمل بخشے آمین۔

(۲۲ ذیقعدہ ۱۴۱۹ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سا تواں مقالہ

محبتِ صحابہ واہلِ بیت

رضی اللہ تعالیٰ عنہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد:- نبیٔ پاک صاحب لولاک صلے اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت اطہار سے محبت وعقیدت رکھنا اوران کا ادب و احترام کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ رب کائنات ارشاد فرماتا ہے۔ (اے محبوب) آپ فرمادیں کہ میں اس (تبلیغ رسالت) پرتم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبت کا مطالبہ کرتا ہوں۔'' (پ ۲۵ رکوع ۴)
اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی عقیدت ومحبت اور حضور کے سب قرابت داروں، ازواج واولاد کی محبت فرائض دینیہ میں اہم ترین فریضہ ہے۔ (نورالعرفان)

اہل بیت کون ہیں؟

عرف شرع میں اہل بیت کا اطلاق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج مطہرات واولاد اطہار پر ہوتا ہے۔ غالی لوگ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کو اہل بیت سے خارج قرار دیتے ہیں حالانکہ کتاب اللہ سے ان کا اہل بیت ہونا ثابت ہے۔ رب کائنات ارشاد فرماتا ہے۔'' اے نبی کی بیبیو! تم اور کی طرح نہیں ہو۔ اگر اللہ سے ڈرو تو بات میں ایسی نرمی نہ کرو کہ دل کا روگی شخص کچھ لالچ کرے۔ ہاں اچھی بات کہو اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور اگلی جاہلیت کی بے پردگی میں بے پردہ نہ رہو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو۔ اللہ تو یہی چاہتا ہے اے (نبی کے) گھر والو کہ وہ تم سے ہر ناپاکی دور کر دے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے۔ اور یاد کرو وہ آیتیں اور حکمت کی باتیں جو تمہارے گھروں میں پڑھی جاتی ہیں''۔ (پارہ ۲۲ رکوع ۲)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیویاں یقیناً حضور کے اہل بیت ہیں۔ کیونکہ ان تمام آیات میں ازواج مطہرات ہی سے خطاب ہے۔ جو ان کے اہل بیت ہونے کا انکار کرے وہ ان آیات کا منکر ہے۔ حدیث کساء میں یہ کہیں نہیں فرمایا گیا کہ خدایا یہ لوگ تو میرے اہل بیت ہیں اور ان کے سوا اور کوئی اہل بیت نہیں۔ (نورالعرفان علیٰ کنزالایمان)

حافظ عمادالدین ابن کثیر اس آیت تطہیر کے ماتحت فرماتے ہیں کہ'' یہ آیت تطہیر اس بات پر نص ہے کہ اس جگہ اہل بیت کے لفظ میں حضور کی بیویاں داخل ہیں۔ کیونکہ اس آیت کا شان نزول خود حضور علیہ

الصلوٰۃ والسلام کی بیویاں ہیں۔ اور بالاتفاق نزول کا سبب نزول کے حکم میں داخل ہوا کرتا ہے۔''
پھر آگے چل کر لکھتے ہیں۔'' پھر قرآن میں غور کرنے والا اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں رکھتا کہ آیت تطہیر میں حضور کی بیویاں داخل ہیں۔ کیونکہ اس آیت کا سیاق وسباق اسی پر دلالت کرتا ہے۔

(تفسیر ابن کثیر عربی ص ۴۸۶ جلد ۲)

اور میر واعظ کاشفی فرماتے ہیں۔'' صاحب کشاف نے فرمایا کہ '' یہ آیت تطہیر اس بات پر دلیل ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیویاں اہل بیت ہیں اور وسیط نامی کتاب میں حضرت عکرمہ سے منقول ہے کہ اس آیت میں اہل بیت سے مراد حضور کی بیویاں ہیں۔ اور اس پر دلیل یہ ہے کہ اس آیت کے سیاق وسباق میں انہی سے خطاب ہے اور احقاف نامی کتاب میں امام ابو منصور ماتریدی سے بھی منقول ہے اور صاحب عین معانی نے فرمایا تفسیر کا ظاہر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حضور کی بیویاں اہل بیت ہیں۔ (تفسیر حسینی فارسی ص ۲۰۰)

اور ملا علی قاری حنفی فرماتے ہیں۔'' اس آیت تطہیر میں اہل بیت سے مراد حضور کی بیویاں ہیں۔ کیونکہ وہی اس آیت کے نزول کے وقت نبی علیہ السلام کے گھر میں موجود تھیں اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہی منقول ہے کہ اہل بیت سے مراد حضرت فاطمہ وعلی وحسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں اور میں کہتا ہوں کہ ازواج مطہرات اور ان چاروں کا اس آیت میں مراد ماننے سے کوئی شئے مانع نہیں ہے۔ اور شیعوں کا صرف ان چاروں کو اہل بیت قرار دینا مردود ہے۔ کیونکہ اس آیت تطہیر کا سیاق وسباق ان کی اس تخصیص کی تکذیب کرتا ہے۔ اور حدیث کساء (جس سے وہ اپنا مدعائے باطلہ ثابت کرتے ہیں) سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ یہ چاروں اہل بیت میں داخل ہیں۔ اور اس سے یہ کب ثابت ہوتا ہے کہ ان چاروں کا کوئی غیر اہل بیت ہی نہیں''۔ (شرح شفاء شریف ص ۴۰۹ ج ۳)

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں۔'' آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کو اہل بیت سے خارج کرنا ہٹ دھرمی اور آیت تطہیر کے سیاق وسباق کی خلاف ورزی ہے۔ کیونکہ ان کو اہل بیت سے خارج قرار دینے میں کلام الٰہی کو اتساق وانتظام سے باہر نکالنا ہے۔ کیونکہ اس آیت کے اوّل وآخر میں خطاب ازواج مطہرات ہی سے ہے۔'' (اشعۃ اللمعات ص ۶۸۰ ج ۴)

اور امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں کہ آیت تطہیر ازواج مطہرات کو شامل ہے کیونکہ اس معنی پر اس کا سیاق صراحۃً دلالت کرتا ہے۔ سو انہیں اس آیت سے نکالنا اور ان کے غیر کو یہاں مراد لینا صحیح نہیں ہو

گا''۔ (اشعۃ اللمعات ص ۶۸۰ ج ۴۰)

اور مولانا سید صدر الافاضل مراد آبادی اس پوری بحث کا خلاصہ ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں۔
''خلاصہ یہ کہ دولت سرائے قدس کے سکونت رکھنے والے اس آیت میں داخل ہیں کیونکہ وہی اس خطاب کے مخاطب ہیں۔ چونکہ اہل بیت نسب کا مراد ہونا مخفی تھا اس لئے آں سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس فعل مبارک (جو حدیث کساء میں مذکور ہے) سے بیان فرما دیا۔ کہ یہاں آیت تطہیر میں مراد اہل بیت عام ہیں خواہ بیت مسکن کے اہل ہوں جیسے کہ ازواج مطہرات یا بیت نسب کے اہل جیسے بنو ہاشم و بنو مطلب۔

(سوانح کربلا ص ۴۹)

الحمد للہ علمائے محققین کی ان واضح تصریحات سے روز روشن سے زیادہ روشن ہوا کہ اہل بیت کے اطلاق میں ازواج مطہرات بھی داخل ہیں۔ لہذا ازواج مطہرات کے لئے وہ تمام فضائل ثابت ہوں گے۔ جو آیات و احادیث میں اہل بیت کے بارہ میں مذکور ہوئے ہیں۔ والحمد للہ علیٰ ذلک۔

محبت اہل بیت اطہار کی حدیثیں

محبت اہل بیت کے بارہ میں متعدد احادیث مبارکہ منقول ہیں۔ ہم یہاں چند روایات متبرکہ تبرکاً نقل کرتے ہیں۔ و باللہ التوفیق۔

۱۔ نبی اکرم نور مجسم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ''**احبوا اللہ لمایغذوکم بہ من نعمہ واحبونی لحب اللہ واحبوا اھل بیتی لحبی** ۔ اللہ سے محبت رکھو بدیں وجہ کہ وہ تمہیں اپنی نعمتیں کھلاتا ہے اور اللہ کی محبت کی وجہ سے تم مجھ سے محبت رکھو۔ اور میری محبت کی وجہ سے میرے اہل بیت سے محبت رکھو''۔ (صواعق محرقہ ص ۱۸۷)

۲۔ اور نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔ ''**لایؤمن عبد حتی اکون احب الیہ من نفسہ وتکون عترتی احب الیہ من نفسہ وتکون اھلی احب الیہ من اھلہ وتکون ذاتی احب الیہ من ذاتہ** ۔ کوئی بندہ مومن نہیں ہوسکتا تا آں وقتیکہ میں اسے اس کی جان سے زیادہ پیارا ہو جاؤں۔ اور میری اولاد اسے اپنی جان سے زیادہ پیاری ہو جائے اور میرے گھر والے اسے اپنے گھر والوں سے زیادہ پیارے ہو جائیں اور میری ذات اسے اپنی ذات سے زیادہ پیاری ہو جائے''۔ (صواعق محرقہ ص ۱۷۲)

۳۔اور آپ نے ارشاد فرمایا۔ پل صراط پر تم میں سب سے زیادہ ثابت قدم وہ شخص ہوگا جو میرے اہل بیت کی محبت میں سب سے زیادہ سخت ہوگا''۔

۴۔اور آپ کا ارشاد گرامی ہے شفاعتی لامتی من احب اھل بیتی ۔میری شفاعت میری امت کے اس شخص کے لئے ہے جو میرے اہل بیت سے محبت رکھے گا۔ (جامع صغیر ص ۴۰ جلد دوم)

۵۔اور ایک دن حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ۔ جب اہل قریش ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو وہ خوشروئی سے ملتے ہیں اور جب وہ ہم بنی ہاشم سے ملتے ہیں تو بیگانوں کی طرح ملتے ہیں۔آپ یہ سن کر سخت غضبناک ہوئے اور فرمایا۔''اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔کسی شخص کے دل میں ایمان داخل نہیں ہوگا جب تک کہ وہ تم سے اللہ اور اس کے رسول کی خاطر محبت نہ رکھے گا'' (صواعق محرقہ ص ۱۷۲)

۶۔اور نبی پاک صاحب لولاک صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں'' آل محمد کی پہچان دوزخ سے آزادی ہے اور آل محمد پل صراط پر سے گزر ہے۔(یعنی ذریعۂ گزر ہے) اور آل محمد کی سرداری عذاب الٰہی سے امان ہے''۔ (شفا شریف ص ۳۷ جلد دوم)

اس حدیث کے ماتحت قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔'' آل محمد کی پہچان سے مراد ان کے اس مرتبہ کی پہچان ہے جو انہیں نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وجہ سے ملا اور جب کوئی شخص ان کے اس مرتبہ کو پہچان جائے گا تو وہ اس بات کو تسلیم کرلے گا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے سبب سے آل محمد کا حق اور ان کا ادب واحترام مجھ پر فرض ہے۔

۷۔اور ایک دن نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حسنین کریمین کی طرف اشارہ کرکے فرمایا۔''جو شخص میری محبت رکھے اور ان دونوں (الحسن وحسین) کی محبت رکھے اور ان کے باپ (علی) کی محبت رکھے اور ان کی ماں (فاطمہ) کی محبت رکھے وہ قیامت کے روز میرے درجہ میں میرے ساتھ ہوگا''۔(صواعق محرقہ ص ۱۸۷)

سبحان اللہ۔پنج تن پاک کی شان کا اس حدیث پاک سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔اعلیٰ حضرت امام اہل سنت بریلوی قدس سرہ العزیز کیا خوب فرماتے ہیں۔

کیا بات رضاؔ اس چمنستانِ کرم کی
زہرا ہے کلی جس میں حسین اور حسن پھول

۸۔اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ ''جس کو پانچ نعمتیں عطا کی گئیں اسے آخرت کا عمل چھوڑنے پر معذور قرار نہیں دیا جائے گا۔ نیکوکار بیوی۔ نیکوکار بیٹے۔ لوگوں سے اچھا میل اور اپنے شہر میں ذریعۂ معاش اور آل محمد سے محبت''۔ (جامع صغیر ص ۷ ج ۲)

۹۔اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ''میرے اہل بیت کی مثال نوح علیہ السلام کی کشتی کی مثال ہے۔ جو شخص اس (سفینۂ اہل بیت) میں سوار ہوا (یعنی ان کی محبت رکھی اور ان کا ادب و احترام کیا) وہ نجات پائے گا اور جو اس سے پیچھے رہا (یعنی ان سے عداوت و مخالفت رکھی) وہ غرق ہوگا''۔

(صواعق محرقہ ص ۱۸۶)

اہل سنت کا ہے بیڑا پار اصحاب رسول
نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی

الحاصل ان سب ارشادات عالیہ کا یہی مفاد کہ حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت اطہار سے محبت رکھنا شرعاً واجب ہے اور ان کا ادب و احترام کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے اور ان کی مخالفت، عداوت اور بے ادبی میں دین و ایمان کا ضیاع ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اہل بیت اطہار کا ادب و احترام اور ان کی محبت و عقیدت نصیب رکھے۔

مولانا حسن رضا خان فرماتے ہیں۔ شعر

اہل بیتِ پاک سے گستاخیاں بے باکیاں
لَعْنَةُ اللهِ عَلَيْكُم دشمنانِ اہلِ بیت
بے ادب گستاخ فرقے کو سنا دے اے حسنؔ
یوں کہا کرتے ہیں سنی داستانِ اہل بیت

محبینِ اہل بیت اطہار کے فضائل

رب کائنات ارشاد فرماتا ہے۔ ''اور بے شک میں بخشنے والا ہوں۔ اسے جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھا کام کیا پھر ہدایت پر رہا''۔ (پ ۱۶۔ رکوع ۱۲)

حضرت ثابت بنانی ثم اھتدی (پھر ہدایت پر رہا) کی تفسیر میں فرماتے ہیں ثم اھتدیٰ الی

ولایة اھل بیتہ۔ پھر وہ نبی پاک صلے اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کی محبت پر قائم رہا۔ اور یہی تفسیر امام جعفر صادق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بھی منقول ہے۔ (الصواعق المحرقۃ ص ۱۵۳)

اور حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم سے مروی ہے کہ نبی پاک صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا۔ ''بلا شبہ جنت میں سب سے پہلے میں اور فاطمہ اور حسن وحسین داخل ہوں گے''۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ہماری محبت رکھنے والے لوگوں کے بارہ میں کیا حکم ہے؟ فرمایا وہ تمہارے پیچھے ہوں گے''۔ (صواعق محرقہ ص ۱۵۳)

اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ ''وہ چار شخص جو سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے وہ میں اور تو اور حسن وحسین ہیں اور ہماری اولاد ہمارے پیچھے ہوگی اور ہماری بیویاں ہماری اولاد کے پیچھے ہوں گی اور ہمارے محبین ہمارے دائیں بائیں ہوں گے''۔ (صواعق محرقہ ص ۱۶۱)

اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ ''تو اور تیری جماعت قیامت کے دن اس حال میں آئے گی کہ تم اللہ سے راضی ہو گے اور اللہ تم سے راضی ہوگا۔ اور تمہارے دشمن اس حال میں آئیں گے کہ رب تعالیٰ ان سے ناراض ہوگا''۔ (صواعق محرقہ ص ۱۶۱)

اور نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔ ''اے علی۔ تو اور تیرے ساتھی جنت میں ہیں۔ تو اور تیری جماعت جنت میں ہے''۔ (صواعق محرقہ ص ۱۶۱)

اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ''میں نے اپنی بیٹی کا نام فاطمہ رکھا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے اور اس کے محبین کو دوزخ سے چھڑا دیا ہے''۔ (صواعق محرقہ ص ۱۵۳)

اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ''جس نے اللہ سے محبت رکھی اس نے مجھ سے محبت رکھی اور جس نے مجھ سے محبت رکھی اس نے میرے صحابہ اور رشتہ داروں سے محبت رکھی۔ (صواعق محرقہ)

اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ''ہمارے اہل بیت کی محبت لازم پکڑو کیونکہ جو اللہ عزوجل سے اس حال میں ملے گا کہ وہ ہم سے محبت رکھتا ہے وہ ہماری شفاعت کی وجہ سے جنت میں داخل ہوگا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ کسی بندے کو اس کا کوئی عمل فائدہ نہ دے گا تا آں وقتیکہ وہ ہمارا حق پہچانے''۔ (صواعق محرقہ ص ۱۷۳)

اور سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''ہمارے اہل بیت سے محبت نہیں رکھے گا مگر وہی جو پرہیزگار ایمان والا ہے اور ہم سے دشمنی نہیں رکھے گا مگر وہی جو بے نصیب منافق ہے''۔ (صواعق محرقہ ص ۱۷۳)

اور امام ابو بکر خوارزمی نے یہ حدیث نقل کی ہے کہ ایک دن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس حال میں صحابۂ کرام کے پاس تشریف لائے کہ آپ کا چہرۂ انور چاند کے دائرہ کی طرح دمک رہا تھا۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اس خوشی کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا۔ ''میرے ربّ کی طرف سے میرے بھائی (حضرت علی) اور میری بیٹی (فاطمہ) کے متعلق ایک بشارت آئی ہے اور وہ یہ کہ اللہ نے حضرت علی کا نکاح حضرت فاطمہ سے کر دیا ہے اور داروغۂ جنت خازن کو حکم دیا تو اس نے طوبیٰ کے درخت کو حرکت دی اس درخت میں میرے اہل بیت کے محبین کی تعداد جتنی سندیں پیدا ہو گئی ہیں اور اس درخت کے نیچے اللہ نے نوری فرشتے پیدا فرما دیئے ہیں اور ہر فرشتے کو ایک ایک سند دے دی ہے۔ پس جب قیامت قائم ہو گی تو فرشتے مخلوق خدا میں آواز دیں گے اور اہل بیت کا کوئی محب ایسا نہ ہو گا جسے پروانہ بخشش عطا نہ کیا جائے گا۔ سو میرا چچازاد بھائی اور میری بیٹی میری امت کے مردوں اور عورتوں کے لئے دوزخ سے آزادی کا ذریعہ بنیں گے۔ (صواعق محرقہ ص ۱۷۳)

اور حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''اپنی اولاد کو تین چیزوں یعنی اپنے نبی کی محبت، اپنے نبی کی اہل بیت کی محبت اور قرآن وحدیث کی تلاوت کی تعلیم دو۔ (صواعق محرقہ ص ۱۷۲)

الغرض نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات عالیہ وفرمودات مبارکہ سے ثابت ہوا کہ آپ کی جملہ اہل بیت (ازواج مطہرات، بنات رسول اور جملہ اولاد پاک) کی محبت وعقیدت اہم دینی فریضہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نصیب رکھے آمین۔

محبت اصحاب رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم

پھر جس طرح اہل بیت اطہار کی عداوت ودشمنی شرعاً ناجائز ہے اور سخت حرام اسی طرح محبت اہل بیت میں غلو اور بے جا زیادتی بھی شرعاً ناجائز اور سخت حرام ہے۔ محبت اہل بیت میں غلو اور بے جا زیادتی سے ہماری مراد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ان صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے دشمنی اختیار کرنا ہے جن کا بعض امور میں اہل بیت اطہار کے بعض افراد سے اختلاف رونما ہوا تھا مثلاً اصحاب ثلاثہ، عائشہ صدیقہ، طلحہ، زبیر، معاویہ، مغیرہ بن شعبہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ کیونکہ جس طرح اہل بیت کی محبت ہم پر اس وجہ سے فرض ہوئی کہ ان کا تعلق ذات مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے اور ان کی محبت وعقیدت اور ادب واحترام کا حکم اللہ اور اس

کے رسول نے دیا ہے۔ اسی طرح جملہ صحابہ کرام کی محبت وعقیدت اور ادب واحترام بھی ہم پر اس لئے فرض ہے کہ ان کا تعلق بھی ذات مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے اور ان کی محبت وعقیدت اور ادب کا حکم بھی اللہ اور اس کے رسول نے دیا ہے۔ چنانچہ اس بارہ میں چند احادیث مبارکہ پیش کی جاتی ہیں وباللہ التوفیق۔

محبت صحابہ کرام کی حدیثیں

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ''پل صراط پر تم میں سے سب سے زیادہ ثابت قدمی والے وہ ہوں گے جو میرے اہل بیت اور میرے صحابہ کی محبت میں زیادہ سخت ہوں گے۔ (جامع صغیر ص ۱۸۷)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''میرے صحابہ کے بارہ میں اللہ سے ڈرو۔ اللہ سے ڈرو۔ میرے صحابہ کو طعن وتشنیع کا نشانہ نہ بناؤ۔ سو جو کوئی میرے صحابہ سے محبت رکھے گا وہ ان سے میری محبت کی وجہ سے محبت رکھے گا۔ اور جو کوئی ان سے دشمنی رکھے گا وہ میری دشمنی کی وجہ سے ان سے دشمنی رکھے گا۔ اور جو کوئی میرے صحابہ کو اذیت پہنچائے گا وہ مجھے اذیت پہنچائے گا۔ اور جو کوئی مجھے اذیت پہنچائے گا وہ اللہ کو اذیت پہنچائے گا۔ اور جو کوئی اللہ کو اذیت پہنچائے گا۔ اللہ عنقریب اسے اپنی گرفت میں لے گا''۔ (ترمذی ص ۲۴۹ جلد ۲)

اور حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''ان چار شخصوں کی محبت صرف ایمان والے شخص کے دل میں جمع ہوگی۔ ابوبکر، عمر، عثمان اور علی''۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ (نزھۃ الناظرین ص ۳۷)

اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء ومرسلین کے ماسوا سب جہان والوں پر میرے صحابہ کو فضیلت بخشی ہے۔ اور اس نے میرے صحابہ میں سے چار کو چن کر انہیں سب صحابہ پر فضیلت دی ہے حالانکہ میرے ہر صحابی میں خیر موجود ہے۔ اور وہ چار یہ ہیں۔ ابوبکر، عمر، عثمان اور علی''۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ (نزھۃ الناظرین ص ۳۷)

اور حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تم پر ابوبکر، عمر، عثمان وعلی کی محبت فرض کی ہے۔ جس طرح اس نے تم پر نماز، روزہ اور حج فرض کیا ہے۔ پس جو کوئی ان چاروں میں سے کسی ایک سے دشمنی رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے دوزخ میں داخل کرے گا''۔ (نزھۃ الناظرین ص ۲۷)

اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ''ابو بکر کی محبت اور ان کا شکر میری ساری امت پر واجب ہے''۔ (کنوز الحقائق ص ۱۱۷ ج ۱)

اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ ''ابو بکر و عمر کی محبت ایمان سے ہے اور ان دونوں کی عداوت کفر ہے اور انصار کی محبت ایمان سے ہے اور ان کی عداوت کفر ہے۔ اور عربوں کی محبت ایمان سے ہے اور ان کی عداوت کفر ہے۔ اور جو میرے صحابہ کو گالی گلوچ کرے گا۔ اس پر اللہ کی لعنت ہے۔ اور جو ان کی محافظت کرے گا۔ میں قیامت کے دن اس کی محافظت کروں گا۔ (جامع صغیر ص ۱۴۶ ج ۱)

اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ ''ابو بکر و عمر کی محبت ایمان ہے اور ان دونوں کی دشمنی منافقت ہے۔'' (جامع صغیر ص ۱۴۶ ج ۱)

الحمد للہ ان احادیث متبرکہ سے روزِ روشن سے زیادہ روشن ہوا کہ امت مسلمہ پر جہاں محبت اہل بیت فرض ہے وہاں ان پر صحابۂ کرام کی محبت وعقیدت بھی فرض ہے ولہذا جو شخص اہل بیت کی محبت کا دعویدار تو ہے مگر وہ صحابہ کرام اور ازواج مطہرات اور حضور کی بیٹیوں کا گستاخ اور دشمن ہے وہ ہرگز ہرگز محبِ اہل بیت نہیں بلکہ وہ بے دین گمراہ ہے۔ امام ابن حجر مکی فرماتے ہیں۔ روافض اللہ انہیں ذلیل کرے ان (محبت اہل بیت) کی حدیثوں سے یہ گمان نہ کریں کہ وہ اہل بیت کے محبین ہیں۔ کیونکہ انہوں نے محبت اہل بیت میں غلو اور افراط سے کام لیا ہے۔ یہاں تک کہ انہوں نے صحابہ کی تکفیر اور امت محمدیہ کی تذلیل کی ہے۔ (صواعق محرقہ ص ۱۵۳)

خدایا بحق بنی فاطمہ — کہ برقولِ ایماں کنی خاتمہ
اگر دعوتم رد کنی ور قبول — من و دست و دامانِ آلِ رسول (شیخ سعدیؒ)

اور امام حسن رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

حسن سنی ہے پھر افراط و تفریط اس سے کیونکر ہو
ادب کے ساتھ رہتی ہے روش اربابِ سنت کی

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اہل بیت اور صحابہ کی سچی حقیقی محبت عنایت فرمائے۔ اور دونوں جہاں میں آل بیت اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی برکتیں نصیب رکھے۔ آمین۔

(محرم ۱۴۰۲ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آٹھواں مقالہ

علمائے حق کا شرعی مقام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد:۔

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارہ میں کہ زید عام اجلاس میں ایک بزرگ عالم دین امام مسجد صاحب کی توہین کرتا، انہیں بے جا گالیاں دیتا اوران کی داڑھی سے مذاق اڑاتا ہے جبکہ یہ عالم دین اس زید کا جدی پشتی استاد بھی ہے اور وہ مسجد میں قرآن مجید کا درس بھی دیتا ہے اور فریضۂ امامت بھی ادا کرتا ہے۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید پر شرع کی طرف سے کیا حکم عائد ہوتا ہے؟ تحریر مفصل مدلل لکھ کر عنداللہ تعالیٰ ماجور ہوں۔ (السائل شیخ عبدالجبار عاصی ساکن نگدر ضلع مظفرآباد آزاد کشمیر)

الجواب وھوالموفق للصدق والصواب

شرع شریف نے علمائے دین کا ادب واحترام عوام المسلمین پر فرض فرمایا ہے۔ ان کی توہین کسی بھی انداز میں کی جائے اسے سخت حرام قرار دیا ہے۔ اور علمائے کرام کے حق کو ہلکا جاننے والے کو کھلم کھلا منافق قرار دیا ہے۔ ولہذا زید بے قید کا اپنے جدی پشتی استاذ، مدرس وامام بزرگ وعالم دین کی توہین کرنا انہیں بے جا گالیاں دینا اوران کی داڑھی کا مذاق اڑانا شرعاً حرام ہے۔ اِس پر لازم ہے کہ وہ جلد اس سے توبہ کرے۔ مذکور بزرگوں سے اپنی گستاخیوں کی سچی معافی حاصل کرے اور آئندہ اس حرکت سے باز آئے۔

چونکہ سائل نے اس مسئلہ کی مفصل مدلل وضاحت کا مطالبہ کیا ہے اوراس تفصیل میں عوام المسلمین کو ہدایت ملنے کی توقع بھی ہے اس لئے ہم تفصیلاً گفتگو کرتے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

علمائے دین کی فضیلت

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ یرفع اللہ الذین امنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات ط واللہ بما تعملون خبیر ۔ اللہ تمہارے ایمان والوں کے اوران کے جن کو علم دیا گیا

درجے بلند فرمائے گا۔ اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔ (پ ۲۸ رکوع ۲)

اس آیت کریمہ میں علم سے مراد علمِ دین ہے۔ معلوم ہوا کہ علماء دین بڑے درجہ والے ہیں۔ دنیا و آخرت میں ان کی عزت ہے۔ ربّ تعالیٰ نے ان کی بلندیٔ درجات کا وعدہ کیا تو انہیں دنیا و آخرت میں عزت ملے گی۔ (نور العرفان)

علماء کے درجات کے بارہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادناکم۔ ایک عالم دین کی ایک عابد پر اتنی فضیلت ہے جتنی میری فضیلت تمہارے ادنیٰ شخص پر ہے۔ رواہ الترمذی عن ابی امامہ رضی اللہ عنہ وصحہ الجلال السیوطی۔

(جامع صغیر جلد دوم ص ۷۵۔ مشکوٰۃ شریف جلد اول ص ۳۱)

اور دوسری روایت میں فرمایا۔ فضل العالم علی العابد کفضل القمر لیلۃ البدر علی سائر الکواکب۔ ایک عالم دین کی ایک عابد پر فضیلت اتنی ہے جتنی فضیلت چودھویں رات کے چاند کو سارے ستاروں پر ہے۔ رواہ ابو نعیم فی الحلیہ عن معاذ رضی اللہ عنہ۔ (جامع صغیر جلد دوم ص ۷۵)

اور تیسری روایت میں فرمایا فضل العالم علی العابد سبعین درجۃ مابین کل درجتین کما بین السمآء والارض ایک عالم دین ایک عابد پر ستر درجے فضیلت رکھتا ہے۔ ہر دو درجوں کے درمیان اتنی مسافت ہے جتنی آسمان اور زمین کے درمیان ہے رواہ ابو یعلی فی مسندہ عن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ۔ (جامع صغیر جلد دوم ص ۷۵)

اور چوتھی روایت میں فرمایا۔ فضل العالم علی غیرہ کفضل النبی علی امتہ۔ ایک عالم کو غیر عالم پر اتنی فضیلت ہے جتنی فضیلت ایک نبی کو اس کی امت پر ہوتی ہے رواہ الخطیب فی التاریخ عن انس رضی اللہ عنہ۔ (جامع صغیر جلد دوم ص ۷۵)

اور پانچویں روایت میں فرمایا۔ فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد۔ ایک علم فقہ رکھنے والا شخص ایک ہزار عابد کی نسبت سے شیطان پر زیادہ سخت ہے۔ رواہ الترمذی وابن ماجہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ (جامع صغیر ص ۷۷ ج ۲)

اور چھٹی روایت میں فرمایا۔ رکعتان من عالم افضل من سبعین رکعۃ من غیر عالم۔ عالم دین کی دو رکعتیں غیر عالم دین کی ستر رکعتوں سے بہتر ہیں۔ رواہ ابن النجار۔ (جامع صغیر ص ۲۵ ج ۲)

اور ساتویں روایت میں فرمایا۔ رکعة من عالم بالله خير من الف ركعة من متجاهل بالله معرفتِ خداوندی رکھنے والے کی ایک رکعت جاہل کی ایک ہزار رکعتوں سے بہتر ہے۔ رواہ الشیرازی عن علی رضی اللہ عنہ۔ (جامع صغیر ص ۲۴ ج ۲)

مسلمان اللہ جل شانہ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات عالیہ کو پڑھیں اور غور کریں کہ دین کا علم رکھنے والوں کو کتنی بڑی فضیلت دی گئی ہے۔ بدیں وجہ عامۃ المسلمین پر علماء دین کا ادب واحترام شرعاً فرض ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

اہل علم کی محبت

علمائے دین سے محبت رکھنا آسمانی فرشتوں کی سنت ہے۔ چنانچہ امام محدث ابن النجار حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "العلماء ورثة الانبيآء تحبهم اهل السمآء وتستغفر لهم الحيتان فی البحر اذا ماتوا الی يوم القيامة. علماء انبیاء کے وارث ہیں ان سے آسمان والے (فرشتے) محبت کرتے ہیں اور جب وہ مر جائیں تو قیامت تک سمندر میں مچھلیاں ان کے گناہوں کی معافی مانگتی رہتی ہیں"۔ (جامع صغیر للسیوطی ص ۶۹ ج ۲)

اور امام غزالی لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "کن عالماً او متعلماً او مستمعاً او محبا ولا تكن الخامسة ای مبغضاً فتهلک۔ تو عالم دین بن یا متعلم دین بن یا دین کی باتیں سننے والا بن یا علم وعلماء سے محبت رکھنے والا بن اور پانچواں شخص (یعنی علم وعلماء سے دشمنی رکھنے والا) نہ بن ورنہ تو ہلاک ہو جائے گا"۔ (مکاشفۃ القلوب ص ۲۷۵)

اور محدث ابونعیم حلیۃ الاولیاء میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "العلم خزائن ومفتاحها السئوال فاسئلوا يرحمكم الله فانه يؤجر فيه اربعة السائل والمعلم والمستمع والمحب لهم۔ علم خزانے ہیں اور ان کی چابیاں (علمائے دین سے مسائل) پوچھنا ہے سو تم (علمائے دین سے مسائل) پوچھا کرو۔ اللہ تم پر رحم فرمائے گا۔ کیونکہ (علمائے دین سے مسائل پوچھنے) میں مسئلہ پوچھنے والے، مسئلہ کا جواب سکھانے والے، سوال و جواب کے سننے والے اور علمائے دین سے محبت رکھنے والے چاروں شخصوں کو اجر دیا جاتا ہے"۔ (جامع صغیر ص ۶۹ ج ۲)

مسلمان ان ارشادات نبویہ پر غور فرمائیں کہ اہل علم کی محبت شرع شریف میں کس قدر مرغوب اوران کی دشمنی کس درجہ مبغوض ہے۔

عالم دین کی زیارت

علمائے دین سے محبت رکھنے کے علاوہ ان کی زیارت کرنے کو بھی شرع شریف نے موجب بخشش قرار دیا ہے چنانچہ

(۱) ''صحیح حدیث میں وارد ہوا۔ النظر الی وجه العالم عبادة النظر الی الكعبة عبادة النظر الی المصحف عبادة ۔ عالم دین کے چہرہ کو دیکھنا عبادت ہے۔ کعبہ معظمہ کو دیکھنا عبادت ہے قرآن عظیم کو دیکھنا عبادت ہے''۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت بریلوی ص ٦٦ ج ۳)

(۲) اورامام نجم الدین عمرالنسفی کے شاگرد محمد بن شیخ محمد ریحامی حنفی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔'' عالم دین کے چہرہ کی ایک بار زیارت کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ساٹھ سال کے دنوں کے روزوں اور راتوں کے قیاموں کے ساتھ عبادت سے زیادہ محبوب ہے''۔ (ریاض الناصحین فارسی ص ۳۵٦)

(۳) اور یہی امام لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ'' ایک بستی میں ایک شخص نے ایک عالم دین سے دوستی پیدا کی۔ اور وہ چند بار اس کی زیارت کے لئے گیا۔ ایک مرتبہ وہ اس عالم کی زیارت کے لئے جارہا تھا تو اللہ تعالیٰ نے فرشتہ انسانی صورت میں اس کے راستے میں بھیج دیا تا کہ وہ اس سے پوچھے کہ وہ کہاں جارہا ہے۔ فرشتے نے اس سے پوچھا۔ آپ کہاں جارہے ہیں''۔ اس نے کہا۔ میں فلاں بستی کے عالم دین کی زیارت کے لئے جارہا ہوں۔ فرشتے نے پوچھا آیا اس عالم دین سے تمہاری کوئی رشتہ داری ہے۔ اس نے کہا نہیں پھر فرشتے نے پوچھا۔ پھر تم کس کام کے لئے اس کے پاس جا رہے ہو۔ اس نے کہا میں اس عالم دین سے محبت رکھتا ہوں اوراس کی زیارت کے لئے جارہا ہوں فرشتے نے کہا۔'' بدانکه من فرشته ام بشارت مرترا بادبدرستیکه خداوند تعالیٰ بواسطهٔ دوستی آن عالم ترابیا مرزید. تُو جان لے کہ میں فرشتہ ہوں۔ تجھے بشارت ہو کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے تجھے اس عالم دین کی دوستی کے سبب سے بخش دیا ہے''۔ (ریاض الناصحین ص ۳۵۷)

(۴) حضرت حسان بن عطیہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔
''من لم یحزن بموت عالم فهو منافق فانه لامصیبة اعظم من موت العالم واذا مات العالم بکت السموات وسکانها سبعین یوماً۔ جو شخص عالم دین کی وفات پر غمگین نہ ہو۔ وہ منافق ہے کیونکہ عالم دین کی وفات سے بڑھ کر کوئی مصیبت نہیں اور جب کوئی عالم دین وفات پاتا ہے تو سات دن تک آسمان اور آسمان کے رہنے والے روتے ہیں''۔ (ریاض الناصحین ص ۳۷۸)

عالم دین کی تعظیم

(۱) محدث جلیل ابن عساکر فرماتے ہیں۔ ''اے میرے بھائی تو جان لے۔ اللہ مجھے اور تجھے اپنی رضا حاصل کرنے کی توفیق بخشے اور ہمیں ان لوگوں میں شامل فرمائے جو اس سے پوری طرح ڈرتے ہیں کہ علمائے دین کا گوشت زہریلا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی یہ عادت جانی پہچانی ہے کہ جو شخص علمائے دین کی بے حرمتی کرے اللہ تعالیٰ اس کا پردہ چاک کر دیتا ہے۔ اور جو شخص علمائے دین کے عیب بیان کرنے میں اپنی زبان کھولے اللہ تعالیٰ مرنے سے پہلے اس کا دل مار دیتا ہے۔ رسول اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں کو اس بات سے ڈرنا چاہیے کہ انہیں کوئی فتنہ پہنچے یا انہیں دردناک عذاب ملے''۔ (نزہۃ الناظرین ص ۵)

(۲) اور محدث ابن النجار حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ وقروا من تعلمون منه العلم ووقروا من تعلمونه العلم۔ تم جن لوگوں سے علم سیکھتے ہو ان کی تعظیم کرو اور تم جن لوگوں کو علم سکھاتے ہو ان کا ادب واحترام کرو۔ (جامع صغیر ص ۱۹۶ ج ۲)

(۳) اور محدث دیلمی مسند الفردوس میں اس حدیث کو ان الفاظ میں نقل فرماتے ہیں۔ وقروا من تتعلمون منه العلم ومن تعلمونه۔ تم جن لوگوں سے علم سیکھتے ہو ان کی تعظیم کرو اور تم جن لوگوں کو علم سکھاتے ہو ان کا ادب واحترام کرو۔ (کنوز الحقائق ص ۱۴۷ ج ۲)

(۴) اور مفسر احمد صاوی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ انما یَخشی اللّٰهُ من عَبادِهِ العُلَمَاءَ شاذہ قرأت میں لفظ جلالت کے رفع اور العلماء کے نصب کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔ اس قراۃ پر اس آیت کا معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے صرف علماء کی تعظیم کرتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ علمائے دین سب لوگوں سے زیادہ اپنے رب کی پہچان رکھتے ہیں اور اس سے سب سے زیادہ ڈرنے والے ہوتے ہیں۔ فالواجب علی الناس تعظیمهم واحترامهم اقتداءً بالله فان الله اخبر انه یعظمهم

ویجلهم ۔سولوگوں پر اللہ تعالیٰ کی اقتداء میں علمائے دین کی تعظیم اوران کا احترام واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ وہ ان کی تعظیم کرتا ہے اوران کا احترام فرماتا ہے۔ (تفسیر صاوی ص۲۵۹ ج ۳)

(۵)اور محدث ابوداؤد حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا۔ ان من اجلال الله اکرام ذی الشیبة المسلم وحامل القرآن غیر الغالی فیه والجافی عنه واکرام ذی السلطان المقسط ۔''بے شک اللہ تعالیٰ کی تعظیم سے یہ تین باتیں ہیں ۔(۱) سفید بالوں والے مسلمان کا احترام کرنا۔(۲) اس حامل قرآن (یعنی عالم دین) کی عزت کرنا جو قرآن میں غلو کرنے والا نہ ہواور نہ قرآن سے دوری اختیار کرنے والا ہو۔(۳) انصاف کرنے والا بادشاہ''۔حسنۂ الجلال السیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ۔ (جامع صغیر ص ۹۸ ج ۱)

(۶)اور شیخ محمد بن ریحانی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ من اکرم عالماً فقد اکرمنی جس شخص نے عالم دین کی تعظیم کی اس نے میری تعظیم کی ۔(ریاض الناصحین ص ۳۵۷)

(۷)اور یہی بزرگ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا۔''جو شخص عالم دین کی آواز سے اپنی آواز بلند کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے دنیا وآخرت میں سزا دے گا مگر یہ کہ وہ توبہ کرے اوراپنی اس حرکت سے باز آجائے''۔ (ریاض الناصحین ص ۳۵۷)

(۸)اور فقہ حنفی کی معتبر کتاب فتاوی عالمگیری میں ہے۔''عالم دین اگر چہ جوان ہو بوڑھے جاہل پر فضیلت رکھتا ہے ولہذا چلنے اور بیٹھنے میں گفتگو کرنے میں بوڑھے جاہل کو عالم دین پر پیش قدمی نہیں کرنی چاہیے۔نہ عالم سے آگے آگے چلے۔نہ ممتاز جگہ پر بیٹھے اور غیر قریشی عالم قریشی غیر عالم پر فضیلت رکھتا ہے عالم کا حق غیر عالم پر ویسا ہی ہے جیسا کہ استاذ کا حق شاگرد پر ہے۔عالم اگر کہیں چلا بھی جائے تو اس کی جگہ پر بیٹھنا نہیں چاہیے''۔ (بہار شریعت ص ۲۳۰ ج ۱۶)

(۹) کنزالدقائق کے حاشیہ کے مقدمہ میں ہے۔''جاننا چاہیے کہ طالب علم علم دین حاصل نہیں کرے گا اور نہ اس سے نفع اٹھائے گا مگر علم وعلمائے دین کی تعظیم اوراپنے اساتذہ کا ادب واحترام بجالانے سے اور کہا گیا ہے کہ جو کوئی شخص علم دین میں کمال کو پہنچا وہ علم وعلماء کی تعظیم کے سبب سے پہنچا اور جو علمی کمال حاصل نہ کرسکا وہ اہل علم کی تعظیم بجانہ لانے کی وجہ سے حاصل نہ کرسکا۔اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا ارشاد ہے کہ جس شخص نے مجھے ایک حرف تعلیم کیا وہ چاہے تو مجھے بیچ دے اور چاہے تو مجھے آزاد کردے''۔(مقدمہ حاشیہ کنزالدقائق ص ۱۲)

عالم دین کی قدم بوسی

اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں۔''عالم دین اور سلطان اسلام اور علم دین میں اپنا استاذ ان تینوں کی تعظیم مسجد میں بھی کی جائے گی اور مجالس خیر میں بھی اور تلاوت قرآن عظیم میں بھی۔عالم دین کے قدموں کو بوسہ دینا سنت ہے اور اس کے قدموں پر سر رکھنا جہالت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔'' (احکام شریعت ص ۱۸۳)

عالم دین کے لئے قیام تعظیمی

امام علاء الدین حصکفی فرماتے ہیں۔''وھبانیہ میں ہے۔آنے والے کے لئے تعظیماً کھڑا ہونا جائز بلکہ مستحب ہے جیسا کہ عالم دین تشریف لائیں تو ان کے لئے تعظیماً کھڑا ہونا مستحب ہے اگرچہ وہ مسجد میں قرآن کی تلاوت کررہا ہو''۔ (درمختار ص ۲۷۲ ج ۵)

عالم دین کی دست بوسی

اور یہی امام فرماتے ہیں۔کتاب درر البحار میں ہے کہ عالم دین اور پرہیزگار شخص کے ہاتھوں کو تبرکاً بوسہ دینے میں کوئی حرج نہیں۔ (درمختار ص ۲۷۱ ج ۵)

''ایک مرتبہ صحابی رسول حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھوڑے پر سوار تھے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کی رکاب تھام لی۔حضرت زید نے فرمایا اے رسول اللہ کے چچازاد بھائی یہ کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا ہمیں یہی تعلیم دی گئی ہے کہ ہم علماء کے ساتھ ادب کریں۔اس پر حضرت زید رضی اللہ عنہ گھوڑے سے اترے اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ہاتھوں پر بوسہ دیا اور فرمایا ہمیں یہی حکم ہے کہ ہم اہل بیت کے ساتھ ایسا ہی کریں''۔ (شفائے قاضی عیاض ص ۳۹ ج ۲)

عالم دین کے لئے زمین بوسی

اور یہی امام فرماتے ہیں اور اسی طرح علمائے دین کے سامنے زمین کا بوسہ دینا حرام ہے اور بوسہ دینے والا اور اس کی اس حرکت پر راضی ہونے والا دونوں گناہگار ہیں کیونکہ یہ بوسہ بت کی عبادت

سے مشابہت رکھتا ہے''۔ (درمختار ص ۱۷۲ ج ۵)

عالم دین کو امر بالمعروف کرنا

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے کسی عامی شخص کے لئے جائز نہیں کہ وہ کسی قاضی یا مفتی یا مشہور عالم دین کو نیکی کا امر کرے کیونکہ اس میں بے ادبی پائی جاتی ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری ص ۳۵۳ ج ۵)

عالم دین کی بدنی خدمت کرنا

(۱) اعلیٰ حضرت بریلوی فرماتے ہیں۔ ''ہارون الرشید جیسے جبار بادشاہ نے مامون الرشید کی تعلیم کے لئے حضرت امام کسائی سے عرض کیا۔ فرمایا میں یہاں پڑھانے نہ آؤں گا۔ شہزادہ میرے ہی مکان پر آجایا کرے۔ ہارون الرشید نے عرض کیا وہ وہیں آجایا کرے گا مگر اس کا سبق پہلے ہو۔ فرمایا یہ بھی نہ ہوگا بلکہ جو پہلے آئے گا اس کا سبق پہلے ہوگا غرض مامون الرشید نے پڑھنا شروع کیا۔ اتفاقاً ایک روز ہارون الرشید کا گزر ہوا دیکھا کہ امام کسائی اپنے پاؤں دھو رہے ہیں اور مامون الرشید پانی ڈالتا ہے۔ بادشاہ غضبناک ہو کر اترا اور مامون الرشید کو کوڑا مارا اور کہا او بے ادب خدا نے تجھے دو ہاتھ کس لئے دیئے ہیں۔ ایک ہاتھ سے پانی ڈال اور دوسرے ہاتھ سے ان کا پاؤں دھو''۔ (حیات اعلیٰ حضرت)

(۲) اور یہی امام فرماتے ہیں۔ ''ایک مرتبہ ہارون الرشید نے ابو معاویہ عزیز کی دعوت کی وہ آنکھوں سے معذور تھے جب آفتابہ اور چلمچی ہاتھ دھونے کے لئے لائی گئی تو چلمچی خدمت گار کو دی اور آفتابہ خود لے کر ان کے ہاتھ دھلائے اور کہا آپ نے جانا کہ کون آپ کے ہاتھوں پر پانی ڈال رہا ہے۔ کہا نہیں۔ کہا ہارون۔ فرمایا جیسی آپ نے علم کی عزت کی ایسی ہی اللہ آپ کی عزت کرے۔ ہارون الرشید نے کہا۔ اسی دعا کے حاصل کرنے کے لئے یہ کیا تھا''۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت ص ۹۶ ج ۱)

عالم دین کی مالی خدمت کرنا

عوام المسلمین پر شرعاً لازم ہے کہ وہ علمائے دین کی وقتاً فوقتاً مالی خدمت کرنے کا ثواب حاصل کرتے رہیں جو علمائے کرام سفید پوش ہوں ان کو صدقہ دینے میں زیادہ ثواب ہے۔ چنانچہ امام شلبی حنفی لکھتے ہیں۔ والتصدق علیٰ الفقیر العالم افضل من التصدق علیٰ الجاھل۔ عالم دین فقیر ہو تو

اس پر صدقہ کرنا جاہل پر صدقہ کرنے سے بہتر ہے۔ (حاشیہ تبیین الحقائق للشلبی)

اور شیخ عبید الضریر لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مبارک اپنے صدقات ہمیشہ علمائے دین پر خرچ کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ کسی نے عرض کیا آپ اپنے صدقات عام فقراء پر تقسیم کریں تو کیا قباحت ہے؟ فرمایا میں مقام نبوت کے بعد کوئی مقام منصب علماء سے بہتر نہیں جانتا سو جب کوئی ان میں سے مالی پریشانی میں مبتلاء ہو جاتا ہے تو وہ اپنے آپ کو دینی خدمات کے لئے فارغ نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہی تعلیم دین کا کام کرنے پر آمادہ ہوتا ہے۔ لہذا یہ بہتر ہوگا کہ انہیں مالی پریشانی سے بچایا جائے۔ (نزھۃ الناظرین)

اور امام نسفی کے فتاویٰ میں ہے۔ ''جب لوگوں کے پاس کوئی عالم دین آئے اور وہ اس کی تعظیم کے لئے پوری طرح کھڑے نہ ہوں تو وہ قیامت کے روز اس عالم دین کی شفاعت سے محروم رہیں گے۔ اور جو شخص کسی عالم دین کی مدد کرے خواہ ایک درہم سے یا پیٹ بھر روٹی سے یا پانی کی صورت میں تو اللہ تعالیٰ اس کو نیک اولاد عطا فرمائے گا اور اسے بے حساب جنت میں داخل کرے گا۔ اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ تیرا علمائے دین کے حلقہ میں اس حال میں بیٹھنا کہ نہ تو قلم کو ہاتھ لگائے اور نہ کوئی حرف لکھے ایک ہزار غلام راہ خدا میں صدقہ کرنے سے بہتر ہے اور عالم دین کا چہرہ محبت سے ایک بار دیکھنا ایک ہزار گھوڑے راہ خدا میں دے دینے سے افضل ہے۔ اور عالم دین کو سلام دینا ایک ہزار سال کی عبادت سے بہتر ہے کیونکہ ایک عالم دین ایک ہزار شہیدوں اور ایک ہزار حافظوں سے افضل ہے۔ پھر جو کوئی چیتھڑا کپڑے یا ایک گھونٹ پانی یا ایک ٹوٹی پھوٹی قلم یا ایک معمولی کاغذ کی صورت میں عالم دین کی مالی امداد کرے تو اللہ تعالیٰ اسے ستر مرتبہ تعمیر بیت اللہ کے ثواب جتنا ثواب عنایت کرتا ہے۔ اور احد پہاڑ جتنا ثواب دیتا ہے اور ستر مقبول حجوں کا ثواب اس کے نامہ اعمال میں لکھتا ہے اور ستر نبیوں کی ضیافت کا ثواب عطا کرتا ہے اور اس کی باقی زندگی سے قلم اٹھا لیتا ہے اور اس کے نامۂ اعمال میں ایک ہزار رکعت کا ثواب درج کر دیتا ہے''۔ (تذکرۃ الواعظین عربی)

ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشآء واللہ ذوالفضل العظیم اللھم اجعلنا ممن ینصر اھل العلم باموالھم الطیبۃ الطاھرۃ آمین۔

عالم دین کے حق کو ہلکا جاننا

(۱) محدث طبرانی حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **ثلاثۃ لا یستخف بحقھم الا منافق ذوالشیبۃ فی السلام وذوالعلم وامام**

مقسط۔صرف منافق ہی ان تین شخصوں کے حق کو ہلکا جانے گا۔ ۱۔اسلام میں بوڑھا ہو جانے والا۔
۲۔علم دین والا۔ ۳۔انصاف کرنے والا بادشاہ۔ (جامع صغیر ص ۱۴۱ ج ۲)

(۲) اور محدث ابوالشیخ کتاب التوبیخ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ثلاثة لا یستخف بحقهم الامنافق بین النفاق ذوالشیبة فی الاسلام والامام المقسط ومعلم الخیر ۔کھلے نفاق والا منافق ہی ان تین شخصوں کے حق کو ہلکا جانے گا۔ ۱۔اسلام میں بوڑھا ہو جانے والا۔ ۲۔علم دین والا۔ ۳۔انصاف کرنے والا بادشاہ۔ (جامع صغیر ص ۱۴۱ ج ۲)

(۳) اور صحیحین میں حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بلاشبہ اللہ عزوجل نے فرمایا جو کوئی میرے ولی کو اذیت دیتا ہے میں اسے اعلان جنگ کرتا ہوں امام ابوحنیفہ اور امام شافعی دونوں اماموں نے فرمایا اگر علمائے دین اولیاء اللہ میں داخل نہیں تو پھر کوئی شخص اللہ کا ولی نہیں''۔ (نزھۃ الناظرین ص ۵)

مسلمان ان ارشادات بزرگان دین پر غور کریں اور اندازہ لگائیں کہ شرع شریف میں علم دین اور علمائے دین کا مقام کتنا محترم و مقدس ہے تو جو شخص اس مقدس طبقہ کی اذیت کے درپے ہو اور ان کی بے ادبی و گستاخی کرے تو بے شک وہ راندۂ درگاہ خداوندی ہے، شیطان لعین کی راہ پر ہے، مستحق محرومی رحمت خداوندی اور مستوجب عذاب دارین اور قابل تعزیر ہے۔اللہ تعالیٰ آج کل کے بے باکوں کو ہدایت عطا فرمائے آمین۔

توہین علمائے دین کے متعلق فقہ حنفی کا فیصلہ

اب ہم علمائے دین کی توہین کے متعلق فقہ حنفی کا فیصلہ درج کرتے ہیں تا کہ اس مسئلہ کے ہمہ پہلو پر روشنی پڑ جائے وباللہ التوفیق۔

فتاوی عالمگیری میں ہے۔''علم دین اور علماء کی توہین بے سبب یعنی محض اس وجہ سے کہ علم دین رکھتے ہیں کفر ہے۔یونہی عالم دین کی نقل کرنا مثلاً کسی میز وغیرہ اونچی جگہ پر ایک شخص کو بٹھائیں اور اس سے مسائل بطور استہزاء دریافت کریں۔پھر اسے تکیہ وغیرہ سے ماریں اور مذاق بنائیں یہ کفر ہے یونہی شرع کی

توہین کرنا مثلاً کہے میں شرع درع نہیں جانتا یا عالم دین محتاط کا فتویٰ پیش کیا گیا اس نے کہا میں فتویٰ نہیں مانتا اس نے وہ فتویٰ زمین پر پٹک دیا۔ (بہار شریعت ص۱۷۲ ج۹)

اور اعلیٰ حضرت بریلوی فرماتے ہیں۔ ''بربنائے مذکور عالم دین کی شان میں ناشائستہ الفاظ استعمال کرنے والوں کو یہی بس ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسوں کو کھلا منافق بتایا۔ ارشاد فرماتے ہیں۔ ثلاثة لايستخف بحقهم الامنافق بين النفاق ذوالشيبة في الاسلام وذوالعلم وامام مقسط۔ تین شخصوں کے حق کو ہلکا نہ جانے گا مگر منافق جس کا نفاق کھلم کھلا ہو۔ ایک وہ جسے اسلام میں بڑھاپا آیا۔ اور عالم دین اور بادشاہ عادل رواہ الطبرانی فی الکبیر عن ابی امامة الباهلی رضی الله تعالیٰ عنه بسند حسنه الترمذی لمتن غیره ورواه ابوالشیخ فی کتاب التوبیخ عن جابر رضی الله تعالیٰ عنه وعنده زيادة لفظ بين النفاق۔

مجمع الانہر میں ہے۔ من قال لعالم عويلم علىٰ وجه الاستخفاف كفر۔ جو کسی عالم دین کو تحقیر کے طور پر مولویا کہے کافر ہو جائے۔ والعیاذ بالله تعالیٰ''۔ (فتاویٰ رضویہ ص۱۲ جلد ششم)

اور یہی بزرگ فرماتے ہیں۔ ''عالم کی توہین اگر بوجہ عالم دین ہے تو بلا شبہ کفر ہے۔ کمافی مجمع الانهر ورنہ اگر بے سبب ظاہر کے ہے تو اس پر خوف کفر ہے کمافی الخلاصة ومنح الرياض ورنہ اشد کبیرہ ہونے میں شک نہیں۔ حدیث میں ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ثلاثة لايستخف بحقهم الامنافق بين النفاق ذوالشيبة في الاسلام وذوالعلم وامام مقسط۔

جس سے صدور کفر ہو وہ توبہ کرے از سرِ نو اسلام لائے اور اس کے بعد اگر عورت راضی ہو اس سے نکاح جدید بمہر جدید کرے۔

اور بلا شبہ داڑھی ایک قبضہ تک رکھنا ہے اور منڈانا حرام اور لبیں اتنی ترشوانا کہ لب بالا سے آگے نہ بڑھیں یہ بھی خصال فطرت وسنن مؤکدہ سے ہے اور داڑھی پر ہنسنا ضرور کفر ہے کہ تو ہین سنت متوارثہ جمیع انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہے۔ بلا شبہ استہزاء کرنے والے پر تجدید اسلام لازم ہے اور اس کے بعد اگر عورت کو رکھنا چاہے تو تجدید نکاح ضرور۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ ص۱۸۲ جلد ششم)

(۲۸ رمضان المبارک ۱۴۰۷ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نواں مقالہ
دورِ حاضر میں قلمی جہاد
کی ضرورت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد:۔ یہ مختصر مقالہ ''دور حاضر میں قلمی جہاد کی ضرورت'' دینی کتب تصنیف کرنے کی فضیلت و اہمیت میں لکھا گیا ہے۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔

دور حاضر فتنوں کا دور ہے

ہر مسلمان جانتا ہے کہ موجودہ دور امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے اختلاف و افتراق کا دور ہے۔ نبی آخر الزمان صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشن گوئی کے مطابق آج ہم امت میں اختلاف کثیر دیکھ رہے ہیں۔ بدمذہب فرقے اپنے باطل عقائد و نظریات سنی عوام المسلمین میں پھیلانے کی کوششیں پورے زور سے کر رہے ہیں۔ سنی مسلمان ان حق کے لٹیروں کے جال میں پھنستے چلے جا رہے ہیں۔ اور دن بدن اہل باطل میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔

ہدایات نبوی

افتراق امت کے اس خطرناک دور کے بارہ میں بارگاہ رسالتماب صلے اللہ علیہ وسلم سے جو ہدایات جاری ہوئی تھیں مثلاً آپ نے اہل حق مسلمانوں کو فرمایا یکون فی آخر الزمان دجالون کذابون یاتونکم من الاحادیث مالم تسمعوا انتم ولا اباءکم فایاکم وایاھم لایضلونکم ولا یفتنونکم۔ آخر زمانے میں بہت فریب کرنے والے بہت جھوٹ بولنے والے لوگ ہوں گے۔ وہ تمہارے پاس آ کر ایسی باتیں بیان کریں گے جو نہ تم نے سنی ہوں گی اور نہ تمہارے باپ دادوں نے۔ سو تم ان بدمذہبوں سے دور رہو اور انہیں دور رکھو۔ وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں اور وہ تمہیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔ رواہ مسلم۔ (مشکوٰۃ ص ۲۶ ج ۱)

اور فرمایا فمن جاھد ھم بیدہ فھو مؤمن ومن جاھد ھم بلسانہ فھو مؤمن ومن جاھدھم بقلبہ فھو مؤمن ولیس وراء ذلک من الایمان حبۃ خردل۔ سو جو شخص ان (بدمذہب لوگوں) سے اپنے ہاتھ کے ساتھ جہاد کرے گا وہ مومن ہے اور جو اپنی زبان کے ذریعہ سے جہاد کرے گا وہ مومن ہے اور جو اپنے دل کے ذریعہ سے جہاد کرے گا وہ مومن ہے اور اس کے پیچھے رائی کے

دانہ برابر ایمان نہیں۔ (مشکوٰۃ ص ۲۶ ج ۱)

اور فرمایا فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین تمسکوا بھا عضوا علیھا بالنواجذ۔ پس تم پر میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت لازم ہے۔ تم سنت کو تھامو اور اس کو اپنے دانتوں سے مضبوط پکڑو۔ (مشکوٰۃ ص ۲۷ ج ۱)

اور فرمایا۔ من فارق الجماعۃ شبراً فقد خلع ربقۃ الاسلام من عنقہ۔ جو شخص جماعت سے ایک بالشت جدا ہوگا وہ اپنی گردن سے اسلام کی ڈوری اتار دے گا۔ رواہ احمد۔ (مشکوٰۃ ص ۲۸ ج ۱)

اور فرمایا ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بھما کتاب اللہ وسنۃ رسولہ۔ میں نے تمہارے اندر دو چیزیں چھوڑی ہیں۔ تم جب تک ان کو پکڑے رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۲۸ ج ۱)

اور فرمایا ایاکم ومحدثات الامور فان کل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ۔ نئے برے کاموں سے بچو کیونکہ ہر نئی بری بات بری بدعت ہے اور ہر بری بدعت گمراہی ہے۔ رواہ احمد وابوداؤد۔ (مشکوٰۃ ص ۲۷ ج ۱)

اور فرمایا اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذ شذفی النار۔ تم مسلمانوں کی سب سے بڑی جماعت کی پیروی کرو کیونکہ جو اس سے الگ ہوگا وہ دوزخ میں الگ ہوگا۔ (مشکوٰۃ ص ۲۸ ج ۱)

اور فرمایا۔ من تمسک بسنتی عند فساد امتی فلہ اجر مائۃ شھید۔ جو شخص امت کے فساد کے وقت میری سنت پر عمل کرے گا اس کے لئے ایک سو شہید کا ثواب ہے۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۲۱ ج ۱)

اور فرمایا علیکم بالجماعۃ والعامۃ تم پر جماعت اور عوام کا مذہب لازم ہے۔
(مشکوٰۃ شریف ص ۲۸ ج ۱)

اور فرمایا فعلیکم بدین اھل البادیۃ والنسآء۔ تم پر صحرائی مسلمانوں اور عورتوں کا دین لازم ہے۔ (جامع صغیر ص ۳۳ ج ۱)

اور فرمایا فعلیکم بدین العجائز۔ سو تم پر بوڑھی عورتوں کا دین لازم ہے۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت)

اور فرمایا ان مرضوا فلا تعودوھم وان ماتوا فلا تشھدوھم۔ اگر بدمذہب بیمار ہو جائیں تو ان کی عیادت نہ کرو اور اگر مر جائیں تو ان کے جنازہ پر حاضری نہ دو۔ (مشکوٰۃ ص ۲۰ ج ۱)

اورفرمایالاتجالسوا اھل القدرولا تفاتحوھم ۔تقدیر کے منکروں کی مجلس نہ کرواورنہ سلام وکلام میں پہل کرو۔ (مشکوٰۃ ص۲۰ ج۱)

اورفرمایا ید اللہ علی الجماعۃ ومن شذ شذ فی النار۔ اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے اور جو جماعت سے الگ ہوگا وہ دوزخ میں الگ ہوگا۔ (مشکوٰۃ ص۲۸ ج۱)

اُن ہدایات میں علمائے حق کے لئے یہ ہدایت بھی جاری ہوئی تھی اذا ظھرت البدع ولعن آخر ھذہ الامۃ اولھا فمن کان عندہ علم فلینشرہ فان کاتم العلم یومئذٍ ککاتم ما انزل اللہ علی محمد۔ جب بدمذہبیاں ظاہر ہوں اور امت کے آخری لوگ اس کے پہلے لوگوں پر لعنت بھیجیں تو اس وقت میں جس شخص کے پاس علم ہو اُسے علم پھیلانا چاہیے کیونکہ ان دنوں میں علم چھپانے والا ایسا ہوگا جیسا محمد پر اللہ نے جو کچھ اتارا اُسے چھپانے والا شخص ہے۔ (جامع صغیر ص۳۱ ج۱)

اوردوسری روایت میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اذا ظھرت الفتن او قال البدع وسبّ اصحابی فلیظھر العالم علمہ فمن لم یفعل ذٰلک فعلیہ لعنۃ اللہ والملآئکۃ والناس اجمعین لایقبل اللہ منہ صرفاً ولا عدلاً۔ جب فتنے یا بدعتیں ظاہر ہوں اور میرے صحابہ کو گالیاں دی جائیں تو عالم دین کو اپنا علم ظاہر کرنا چاہیے سو جو (عالم دین) یہ کام نہیں کرے گا اس پر اللہ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ اللہ اس کے کسی فرض کام کو قبول نہیں کرے گا اور نہ نفلی کام کو۔ اخرجہ الخطیب فی الجامع بین آداب الراوی والسامع وغیرہ واخرج نحوہ ابن عساکر عن معاذ رضی اللہ عنہ کمافی زیادات الجامع الصغیر۔ (صواعق محرقہ ص۳)

دورِحاضر میں علمائے حق کا فرض

ان دو حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آج کل کے دور میں علمائے حق پر حق بیان کرنا، اپنا علم پھیلانا، ملاحدہ اور بے دینوں کے دلائل کی تردید اور حق کی حمایت وحفاظت فرض ہے۔ ہر عالم دین کو حتی المقدور دینی خدمت کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے۔ آمین۔

تحریری کام کی اہمیت

بدمذہب لوگوں کے عقائد باطلہ ونظریات فاسدہ کی تردید جس طرح مجالس ومحافل کی تقریروں اور وعظوں

سے کی جاسکتی ہے۔اسی طرح ان کی تردید میں کتابیں لکھ کر بھی کی جاسکتی ہے بلکہ آج کل کے دور میں تقریر کی بہ نسبت تحریر سے تبلیغی مشن زیادہ مؤثر ہوتا ہے کیونکہ محفل وعظ میں آنے والوں یالاؤڈ سپیکر کی آواز پر توجہ دینے والوں کے سوا کوئی شخص تقریر سے مستفیض نہیں ہوتا اور وقتی آواز فضا کی وسعتوں میں گم ہو کر ضائع ہو جاتی ہے۔لیکن تحریر جب تک باقی رہتی ہے آئندہ نسلیں اسے پڑھ کر ہدایت حاصل کرتی ہیں بلکہ تحریر در تحریر کی صورت میں یہ فیض صدقۂ جاریہ بن جاتا ہے قارئین اپنے گھر بیٹھ کر ٹھنڈے دماغ سے کتاب پڑھتے ہیں تو وہ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے۔یہی وجہ ہے کہ شرع شریف نے ابتداء ہی سے قلم کے ذریعے تعلیم و تعلم پر توجہ مبذول کروائی ہے۔چنانچہ پہلی وحی ہی میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ **وربک الاکرام الذی علم بالقلم**. اور تمہارا رب ہی سب سے بڑا کریم ہے جس نے قلم سے لکھنا سکھایا۔(پ ۳۰۔رکوع ۳۱)

حاشیہ نور العرفان میں فرمایا۔معلوم ہوا کہ علم و تعلم اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے کتابت اس کا خاص کرم ہے۔قلم اشرف شئے ہے خصوصاً علماء کا قلم جس سے دینی خدمات کی جائیں ایسے قلم نجس جگہ میں پھینکنا منع ہے۔ (نور العرفان ص ۹۸۰)

اور تفسیر صاوی میں فرمایا۔اور اس آیت میں کتابت کی فضیلت پر تنبیہ موجود ہے کیونکہ اس میں عظیم منافع موجود ہیں کہ اس کے ذریعے سے علوم مدون ہوئے اور حکمت کی باتیں محفوظ کی گئیں اور گذرے ہوئے لوگوں کی خبریں، حالات، عادات اور گفتگوئیں جانی گئیں **ولو الکتابة ما استقام الدین ولا الدنیا ولو لم یکن علی دقیق حکمة الله تعالیٰ ولطیف تدبیره دلیل الا القلم والخط لکفی فیه** ۔اور اگر کتابت کا وجود نہ ہوتا تو نہ ہی دین کی استقامت معرض وجود میں آتی اور نہ ہی دنیا کی درستی ہوتی اور اگر اللہ تعالیٰ کی دقتِ حکمت اور لطافت تدبیر پر قلم اور خط کے سوا اور کوئی دلیل موجود نہ ہوتی تو یہ ہی دو دلیلیں کفایت کرتیں۔ (تفسیر صاوی ص ۲۸۴ ج ۴)

اور تحریر کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قلم اور تحریر دونوں کی قسم کھائی ہے۔چنانچہ وہ فرماتا ہے۔ نٓ وَالقَلَمِ وَمَایَسطُرُونَ قلم اور ان کے لکھے کی قسم۔(پ ۲۹ رکوع ۲)

تفسیر نور العرفان میں فرمایا ''قلم سے مراد یا علماء دین کے قلم ہیں جن سے وہ حضور کی نعت، رب کی حمد اور دینی مسائل و فتاویٰ لکھتے ہیں یا علماء دین کی تحریر کی قسم جس سے وہ دین کی خدمت کرتے ہیں۔

(نور العرفان ص ۹۰۰)

اور تفسیر صاوی میں ہے۔ یہ قسم ہر اس قلم پر واقع ہے جس سے آسمان میں یا زمین میں کچھ لکھا جاتا ہے۔
(تفسیر صاوی ص۱۹۴ ج۴)

اور تحریر کی عنداللہ اہمیت کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تخلیق کے بعد سب سے پہلے قلم کو پیدا فرمایا اور ابد تک کی تمام چیزیں لوح محفوظ پر اس سے لکھوائیں چنانچہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **ان اول ماخلق اللہ القلم فقال لہ اکتب قال ما اکتب قال اکتب القدر فکتب ما کان وما ھو کائن الی الابد** ۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے سب سے اول قلم کو پیدا کیا پھر اسے فرمایا لکھ۔ اس نے کہا میں کیا لکھوں؟ فرمایا تقدیر لکھ۔ تو اس نے جو کچھ ہو چکا تھا اور جو کچھ ہمیشہ تک ہونے والا تھا اسے لکھا۔ رواہ الترمذی۔ (مشکوٰۃ ص۱۹ ج۱)

اور شرع شریف کے نزدیک تحریر کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ قیامت کے دن علماء کی سیاہی شہداء کے خون سے تولی جائے گی تو اللہ تعالیٰ کی نظر میں ان کی سیاہی کی عزت زیادہ ہوگی چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں **وزن حبر العلماء بدم الشہداء فرجح علیہم** ۔ علماء کی سیاہی شہداء کے خون سے تولی گئی تو وہ ان پر فوقیت لے گئی۔ رواہ الخطیب فی التاریخ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما وضعفہ السیوطی۔ (کنوز الحقائق ص۱۴۸ ج۲، جامع صغیر ص۱۹۶ ج۲)

اور تحریر کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ جب قرآن اترنا شروع ہوا تو اس کی تحریر کا اہتمام خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کاتبین وحی مقرر فرمائے اور باقاعدگی سے ہر آیت کو ان کے پاس تحریر کروایا۔

تحریر کے ذریعہ سے علم محفوظ کرنے کا حکم

چونکہ تحریر علوم وفنون کو محفوظ کرنے کا بہترین ذریعہ ہے اس لئے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ارشاد فرمایا **قیدوا العلم بالکتاب** ۔ تحریر کے ذریعہ سے علم کو محفوظ کرو۔ **رواہ الحکیم وسمویہ عن انس رضی اللہ عنہ والطبرانی والحاکم عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما وھذا حدیث صحیح۔** (جامع صغیر ص۸۸ ج۲، کنوز الحقائق ص۳۵ ج۲)

اور آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ واجودھم بعدی رجل علم علماً فنشرہ اور میرے بعد سب سے بڑا سخی وہ شخص ہے جس نے علم سکھایا پھر اسے پھیلایا۔ (شرح اربعین نووی ص ۹۹)

صدر اول میں کتابت حدیث کا آغاز

کتابت کی اہمیت کے بارے میں قرآن و حدیث کے انہی فرمودات کی وجہ سے عہد صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں حدیث نبوی کی کتابت کا کام شروع ہو گیا تھا۔ ہاں عام مسلمانوں کو اس وقت کتابت حدیث سے روک دیا گیا تھا کیونکہ اس دور میں قرآن مجید نازل ہوتا تھا اور اندیشہ تھا کہ قرآن کے ساتھ حدیث کا التباس پیدا نہ ہو جائے۔ پھر جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد یہ اندیشہ جاتا رہا تو محدثین صحابہ نے زبانی یاد کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے پاس حدیثیں لکھ لینے کا کام بھی کیا۔ چنانچہ امام شہاب الدین خفاجی لکھتے ہیں انما منع بعضھم منه فی العصر الاول لخوف التباسه بالقرآن اذلم یکن حینئذ یدون غیرہ مع عدم الاحتیاج لهٗ۔ پہلے دور میں بعض صحابہ کو حدیثیں لکھنے سے اس وجہ سے منع کیا گیا تھا کہ حدیثوں کا قرآن سے التباس پیدا نہ ہو کیونکہ اس دور میں صرف قرآن کو جمع کرنے ہی کی ضرورت تھی۔ (نسیم الریاض ص ۴۴ ج ۱)

عہد صحابہ کے بعد تصنیف کی کثرت

چونکہ عہد صحابہ میں اہل صلاح زیادہ اور حق کا غلبہ تھا۔ اس لئے فرق باطلہ کے نظریات کی تردید کی نوبت کم پیش آئی۔ اس لئے اس دور میں ملاحدہ کی تردید میں مستقل کتب تصنیف نہ ہوئیں۔ پھر جب ان کے عہد کے بعد ملاحدہ وزنادقہ کا زور ہوا اور انہوں نے شکوک وشبہات پیدا کرنے شروع کیے تو اس وقت کے علماء نے ضرورت سمجھی کہ ان کی تردید کے لئے مستقل کتابیں لکھی جائیں الحمدللہ یہ سلسلہ کار اس وقت سے آج تک بدستور جاری ہے اور آئندہ ہر دور میں علماء حق اس سلسلہ کو جاری رکھیں گے۔

تصنیف کتب کے استحباب پر علمائے حق کی تصریح

چونکہ علم کی اشاعت وترقی اور ملاحدہ ومبتدعین کے شکوک وشبہات کے ازالہ کے لئے تصنیف کی

ضرورت پیش آئی اور علماۓ حق نے اس کی اہمیت کا اندازہ فرمایا اس لئے انہوں نے اپنی کتابوں میں بالتصریح لکھا کہ محض ترقی علم کے لئے جو تصنیف ہو وہ مستحب ہے اور بد مذہبوں کی تردید کے لئے جو تصنیف ہو وہ واجب ہے ان دونوں قسم کی تصنیفوں میں ثواب ہے۔ ہاں یہ الگ بات ہے کہ مستحب تصنیف کا ثواب واجب تصنیف کے ثواب کو نہیں پہنچتا۔ کما لا یخفیٰ۔

چنانچہ امام عبدالغنی نابلسی لکھتے ہیں۔ قال فی شرح الشرعة وذکر فی شرح المشارق ان العلماء قالوا البدعة خمسة واجبة کنظم الدلائل لردشبه الملاحدة وغیرهم ومندوبة کتصنیف الکتب الخ۔ کتاب شرعۃ الاسلام کی شرح میں ہے کہ شرح المشارق میں ذکر کیا گیا ہے کہ بلاشبہ علماء نے فرمایا۔ بدعت پانچ قسم کی ہے۔ بدعت واجبہ مثلاً ملاحدہ وغیرہ کے شبہات کی تردید کے لئے دلائل جمع کرنا اور بدعت مستحبہ مثلاً کتابیں تصنیف کرنا۔ (الحدیقۃ الندیہ ص ۱۴۵ ج ۱)

اور آگے لکھتے ہیں وکذا تصنیف الکتب الشرعیة فی علم التوحید والعقائد والاحکام الفقهیة والتفسیر والحدیث وآلة ذلک کالنحو والصرف واللغة ونحوهذا عون للتعلیم والتبلیغ ورد المبتدعة بنظم الدلائل نهی عن المنکر وذب عن الدین المهدی۔ یعنی شرعی کتب کی تصنیف اس لئے مستحب ہے کہ اس سے تعلیم وتبلیغ میں مدد ملتی ہے اور بدعتیوں اور بد مذہبوں کی تردید کے لئے دلائل جمع کر کے کتابیں لکھنا اس لئے واجب ہے کہ اس سے بد مذہبی کا قلع قمع ہوتا ہے اور دین محمدی سے باطل کو ہٹانا پایا جاتا ہے۔ (الحدیقۃ الندیہ ص ۱۴۵ ج ۱)

اور آگے لکھتے ہیں ولم یبق للمتاخرین حظ من ذلک فجعل الله تعالیٰ لهم مسلکاً بافتراق الامة وتشتت الکلمة وظهور الزائغین وکثرة المخالفین فی العقائد والمعاندین فانفتحت لهم ابواب جهاد آخر فی النفوس الجاهلیة فلم یفتهم حظهم من سعادة الجهاد فی اهل الضلال فحاربوهم بعزائم البواطن وقارعوهم بسیوف الحجج والبراهین فی جمیع المواطن وبنوا حصون الکتب المصنفات الکثیرة المنوعة اتقنوها جهدهم ونصبوا فیها مجانیق الادلة لهدم حصون الضلال وهلاک وساوس اهل العناد والجدال۔ یعنی صحابہ کرام کو اللہ تعالیٰ نے کفار ومشرکین کے ساتھ جسمانی جہاد کی

سعادت بخشی تھی۔ بعد کے مسلمانوں کو اس ظاہری جہاد کی حاجت نہ رہی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے دوسری قسم کے جہاد (منافقین کے ساتھ جہاد) کی راہ پیدا فرمادی اور وہ اس طرح سے کہ اللہ تعالیٰ نے دین میں کجی پیدا کرنے والوں کی کثرت کو ظاہر کیا تو اہل حق علماء نے ان ملاحدہ کی تردید کے لئے دلائل جمع کرنے شروع کر دیئے اور مختلف انواع کی کتابیں تصنیف کرنی شروع کر دیں۔ (الحدیقۃ الندیہ ص ۱۴۵ ج ۱)

اور آگے لکھتے ہیں۔ **فکل مأذون فیہ بل مأموربہ من قبل الشارع ولوعلی طریق العموم کما قال تعالیٰ ولا تقولوا علی اللہ الاالحق فتصنیف الکتب ونظم الدلائل من جملۃ قول الحق علی اللہ وعدم قول الباطل**۔ پس کتابیں تصنیف کرنا اور ملاحدہ کے شبہات کی تردید کے لئے دلائل جمع کرنے کی اجازت شرع شریف نے دی ہے بلکہ شرع شریف نے ان کاموں کا حکم دیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ اللہ پر نہ کہو مگر حق۔ سو ملاحدہ کی تردید میں کتابیں تصنیف کرنا اللہ پر حق کہنے اور اس پر باطل نہ کہنے کی قسم سے ہے۔ (الحدیقۃ الندیہ ص ۱۴۶ ج ۱)

الحمدللہ عارف باللہ امام عبدالغنی نابلسی کی ان عبارات سے روز روشن کی طرح روشن ہوا کہ بے دینوں اور بدمذہبوں کے نظریات باطلہ کی تردید میں دلائل جمع کرنا علمائے حق پر واجب ہے۔ اور یہ جہاد کی ایک بہت ہی مبارک صورت ہے۔ ان کے رد میں کتابیں تصنیف کرنے کا اتنا ہی ثواب ہے جتنا ثواب غازی مجاہد کفار و مشرکین پر تیر و تفنگ چلانے سے حاصل کرتے ہیں۔ **والحمدللہ علیٰ ذلک**۔

تصنیف کتب کا ثواب

چونکہ ملحدوں اور بدمذہبوں کے نظریات و عقائد کی تردید شرعاً واجب ہے۔ اس لئے اس تردید میں ثواب عظیم کا پایا جانا ضروری ہے۔ چنانچہ امام علی قاری تصنیف کتب کی فضیلت و ثواب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ **وکذا نقول ان طلب العلم وتحصیلہ وتدریسہ وتصنیفہ اذا کان خالصاً فی طریقہ افضل من کثرۃ الطواف والزیارۃ بل اکمل من حج النافلۃ وقصد العمرۃ**۔

اور یونہی ہم کہتے ہیں کہ علم دین ڈھونڈنا اور اسے حاصل کرنا اور اسے پڑھانا اور اسے کتابوں کی صورت میں تصنیف کرنا جبکہ اس طریق میں کوئی شخص خلوص نیت رکھتا ہو۔ بیت اللہ کے طواف اور زیارت کی

کثرت سے افضل ہے بلکہ نفلی حج اور عمرہ سے زیادہ کمال والاعمل ہے۔ (شرح شفاء ص ۵۲۳ ج ۳)

سبحان اللہ امام علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے تردید ملاحدہ میں کتب تصنیف کرنے کی یہ کتنی بڑی فضیلت بیان فرمائی کہ خلوص نیت سے یہ کام کیا جائے تو اس کا ثواب نفل حج وعمرہ کے ثواب سے بھی زیادہ ہے اور ایسا کیوں نہ ہو جبکہ ملاحدہ کی تردید واجب ہے اور نفل حج وعمرہ نفل ہیں اور ظاہر ہے کہ واجب کا ثواب نفل کے ثواب سے زیادہ ہوتا ہے۔

اللھم ارزقنا توفیقاً کاملاً لتصنیف الکتب المفیدة لردشبهات الملاحدة آمین ثم آمین. بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم۔

کثرت تصانیف کرامت ہے

تصنیف کی عظمت کا اندازہ اس بات سے بھی کیا جا سکتا ہے کہ کثیر التصانیف علمائے حق کو ولی اللہ اور ان کی کثرت تصانیف کو ان کی کرامت مانا گیا ہے چنانچہ شیخ نبہانی انواع کرامات کے ضمن میں لکھتے ہیں۔ الرابع والعشرون ماسھل لکثیر من العلماء من التصانیف فی الزمن الیسیر بحیث لووزع زمان تصنیفھم علیٰ زمان اشتغالھم بالعلم الی ان ماتوا فوجد لایفی به نسخا فضلاً عن التصنیف وھذا قسم من نشر الزمان الذی قد مناہ۔ یعنی چوبیسویں قسم کی کرامت یہ ہے کہ بہت سے علمائے حق کو تھوڑے سے وقت میں بہت سی کتابیں تصنیف کرنے کی توفیق بخشی گئی کہ دوسرے لوگ اتنے وقت میں ان کی لکھی ہوئی کتابیں نقل کرنے کی قدرت نہیں رکھتے۔ سبحان اللہ العظیم۔

الحمدللہ۔ یہاں تک جو کچھ لکھا گیا ہے اس سے بخوبی معلوم ہوا کہ بدمذہبوں کے عقائد باطلہ اور نظریات فاسدہ کی تردید میں کتابیں تصنیف کرنا شرع شریف کی نظر میں اعلیٰ درجہ کا محبوب ومقبول عمل ہے اور یہ جہاد بالمنافقین کے حکم کی اعلیٰ درجہ کی تعمیل ہے۔ اس عمل سے جملہ علمائے حق پر واجب علی الکفایہ تردید ملاحدہ کی ادائیگی ہوتی ہے۔ اللہ کریم تازندگی ہمیں یہ سعادت نصیب رکھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲۷ رمضان المبارک ۱۴۰۹ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دسواں مقالہ

صداقتِ مسلکِ اعلیٰ حضرت

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد والہٖ واصحابہٖ اجمعین اما بعد۔ہم نے اس مختصر مقالہ ''صداقت مسلک اعلیٰ حضرت'' میں دیوبندی مولویوں کی خودنوشت کتابوں سے امام اہل سنّت مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت الشاہ الحافظ القاری المفتی العلامہ الامام احمد رضا خان صاحب قادری بریلوی نوراللہ مرقدہٗ وارفع مقامہٗ کے مسلک حق کی تائید وتوثیق میں شواہد وبراہین جمع کیے ہیں تاکہ ہر منصف مزاج غیر متعصب ذی علم وشعور شخص پر حق واضح ہوجائے۔ وباللہ التوفیق۔

نور محمدی اول الخلق باولیت حقیقیہ ہے

''عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ میں نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، مجھ کو خبر دیجئے کہ سب اشیاء سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کون سی چیز پیدا کی؟ آپ نے فرمایا اے جابر اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے (نہ بایں معنی کہ نور الٰہی اس کا مادہ تھا، بلکہ اپنے نور کے فیض سے) پیدا کیا۔ پھر وہ نور قدرت الٰہیہ سے جہاں اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا سیر کرتا رہا اور اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم اور نہ بہشت تھی نہ دوزخ تھا اور نہ فرشتہ تھا اور نہ آسمان تھا اور نہ زمین تھی اور نہ سورج تھا اور نہ چاند تھا اور نہ جن تھا اور نہ انسان تھا۔ پھر جب اللہ تعالےٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے کیے اور ایک حصے سے قلم کو پیدا کیا اور دوسرے سے لوح کو اور تیسرے سے عرش کو آگے طویل حدیث ہے۔''

(فائدہ) اس حدیث سے نور محمدی کا اول الخلق ہونا باولیت حقیقیہ ثابت ہوا۔ کیونکہ جن جن اشیاء کی نسبت روایات میں اولیت کا حکم آیا ہے ان اشیا، کا نور محمدی سے متاخر ہونا اس حدیث میں منصوص ہے۔

(نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ص ۴ مصنفہ دیوبندی مولوی اشرف علی تھانوی)

پروردگار کے حضور میں نور

''احکام ابن القطان میں من جملہ ان روایات کے جو ابن مرزوق نے ذکر کی ہیں حضرت علی ابن الحسین یعنی امام زین العابدین سے روایت ہے۔ وہ اپنے باپ حضرت امام حسین سے اور وہ ان کے جد امجد یعنی حضرت علی سے نقل کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے

سے چودہ ہزار برس پہلے اپنے پروردگار کے حضور میں ایک نور تھا۔

(فائدہ) اس عدد میں کم کی نفی ہے زیادتی کی نہیں۔ پس اگر زیادتی کی روایت نظر پڑے شبہ نہ کیا جاوے۔ رہ گئی تخصیص اس کے ذکر میں سو ممکن ہے کہ کوئی خصوصیت مقامیہ اس کی مقتضی ہو"۔ (نشر الطیب ص ۸)

رؤیت نور بوقت ولادت نبوی

"جب آپ غزوۂ تبوک سے مدینہ طیبہ میں واپس تشریف لائے تو حضرت عباس نے عرض کیا یارسول اللہ مجھ کو اجازت دیجئے کہ کچھ آپ کی مدح کروں۔ چونکہ حضور کی مدح خود طاعت ہے اس لئے آپ نے ارشاد فرمایا کہ کہو اللہ تعالیٰ تمہارے منہ کو سالم رکھے۔ انہوں نے جو اشعار آپ کے سامنے پڑھے ان میں سے ایک یہ ہے۔ ترجمہ۔ "اور آپ جب پیدا ہوئے تو زمین روشن ہو گئی۔ اور آپ کے نور سے آفاق منور ہو گئے۔ سو ہم اس ضیاء اور اس نور میں ہدایت کے راستوں کو قطع کر رہے ہیں"۔ (نشر الطیب ص ۹)

باعث خلق آدم علیہ السلام

"حاکم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک عرش پر لکھا دیکھا اور اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے فرمایا اگر محمد نہ ہوتے تو میں تم کو پیدا نہ کرتا۔

(نشر الطیب ص ۱۴)

وسیلۂ آدم علیہ السلام

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب آدم علیہ السلام سے خطا کا ارتکاب ہو گیا تو انہوں نے عرض کیا کہ اے پروردگار میں آپ سے بواسطہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے درخواست کرتا ہوں کہ میری مغفرت ہی کر دیجئے۔ سو حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے آدم تم نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو کیسے پہچانا۔ حالانکہ ہنوز میں نے ان کو پیدا بھی نہیں کیا۔ عرض کیا اے رب میں نے اس طرح سے پہچانا کہ جب آپ نے مجھ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور اپنی روح میرے اندر پھونکی تو میں نے سر جو اٹھایا تو عرش کے پایوں پر یہ لکھا ہوا دیکھا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ سو میں نے معلوم کر لیا کہ آپ نے اپنے پاک نام کے ساتھ ایسے ہی شخص کے نام کو ملایا ہوگا۔ جو آپ کے نزدیک

تمام مخلوق سے زیادہ پیارا ہوگا۔ حق تعالیٰ نے فرمایا اے آدم تم سچے ہو۔ واقع میں وہ میرے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ پیارے ہیں۔ اور جب تم نے ان کے واسطہ سے مجھ سے درخواست کی ہے تو میں نے تمہاری مغفرت کی۔ اور اگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں تم کو بھی پیدا نہ کرتا۔ (نشر الطیب ص ۱۳)

حیات مصطفےٰ

''ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ (دیوبندیہ) کے نزدیک حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے۔ بلا مکلف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص ہے آنحضرت اور تمام انبیاؑ علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ۔ برزخی نہیں ہے جو حاصل ہے تمام مسلمانوں بلکہ سب آدمیوں کو''۔ (المہند ص ۲۹)

روضۂ نبوی کی عظمت

جب قبۂ خضراء پر نظر پڑے تو عظمت و ہیبت اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی علوشان کا استحضار کرے اور یہ سوچے کہ اس پاک قبہ میں وہ ذاتِ اقدس ہے جو ساری مخلوقات سے افضل ہے۔ انبیاء کی سردار ہے۔ فرشتوں سے افضل ہے۔ قبر شریف کی جگہ ساری جگہوں سے افضل ہے اور جو حصہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک سے ملا ہوا ہے وہ کعبہ سے افضل ہے۔ عرش سے افضل ہے حتیٰ کہ آسمان و زمین کی ہر جگہ سے افضل ہے۔ (لباب) (فضائل حج ص ۱۱۳)

اور دوسرے مقام پر لکھا کہ ''مدینہ طیبہ کی وہ زمین جو حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک سے متصل ہے اس میں کوئی اختلاف علماء میں نہیں ہے۔ وہ بالاتفاق سب علماء کے نزدیک سب جگہوں سے افضل ہے۔ ابن عساکر اور قاضی عیاض وغیرہما نے اس پر ساری امت کا اتفاق اور اجماع نقل کیا ہے کہ یہ حصۂ زمین بیت اللہ شریف سے بھی افضل ہے بلکہ قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ یہ عرش معلّی سے بھی افضل ہے۔ (فضائل حج ص ۱۵۶)

زیارت روضۂ نبوی

''ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ (دیوبندیہ) کے نزدیک زیارت قبر سید المرسلین (ہماری جان آپ پر قربان) اعلیٰ درجہ کی قربت اور نہایت ثواب اور سبب حصول درجات ہے۔ بلکہ واجب کے قریب ہے۔ گو

شدرحال اور بذل جان و مال سے نصیب ہو اور سفر کے وقت آپ کی زیارت کی بھی نیت کرے اور ساتھ میں مسجد نبوی اور دیگر مقامات و زیارت گاہ ہائے متبرکہ کی بھی نیت کرے''۔ (المہند ص ۲۷)

اور مولوی زکریا دیوبندی نے لکھا ہے کہ ''شافعیہ کے مقتداء امام نووی اپنی مناسک میں لکھتے ہیں کہ جب حج سے فارغ ہو جائے تو چاہیے کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کی نیت سے مدینہ منورہ کا ارادہ کرے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت اہم ترین قربات سے ہے اور کامیاب مساعی ہے۔ (فضائل حج ص ۹۸)

فضیلت روضۂ نبوی

''وہ حصۂ زمین جو جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اعضاء مبارکہ کو مس کیے ہوئے ہے۔ علی الاطلاق افضل ہے۔ یہاں تک کہ کعبہ اور عرش و کرسی سے بھی افضل ہے۔ چنانچہ فقہاء نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔'' (المہند ص ۲۷)

درود شریف کی کثرت

''ہمارے نزدیک حضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر درود شریف کی کثرت مستحب ہے اور نہایت موجب اجر و ثواب طاعت ہے خواہ دلائل الخیرات پڑھ کر ہو یا درود شریف کے دیگر رسائل مؤلفہ کی تلاوت سے ہو۔ لیکن افضل ہمارے نزدیک وہ درود ہے جس کے لفظ بھی حضرت سے منقول ہیں۔ گو غیر منقول کا پڑھنا بھی فضیلت سے خالی نہیں۔ اور اس بشارت کا مستحق ہو ہی جائے گا کہ جس نے مجھ پر ایک بار درود پڑھا حق تعالیٰ اس پر دس مرتبہ درود بھیجے گا''۔ (المہند ص ۳۳)

دلائل الخیرات کا ورد

''خود ہمارے شیخ حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ اور دیگر مشائخ دلائل الخیرات پڑھا کرتے تھے۔ اور مولانا حاجی امداد اللہ شاہ مہاجر مکی قدس سرہ نے اپنے ارشادات میں تحریر فرما کر مریدین کو امر بھی کیا ہے کہ دلائل کا ورد بھی رکھیں اور ہمارے مشائخ ہمیشہ دلائل کو روایت کرتے رہے ہیں۔ اور مولانا گنگوہی بھی اپنے مریدین کو اجازت دیتے رہے''۔ (المہند ص ۳۳)

ذکر میلاد مصطفیٰ

''حاشا کہ ہم تو کیا کوئی بھی مسلمان ایسا نہیں ہے کہ آنحضرت کی ولادت شریفہ کے ذکر کو بلکہ آپ کی جوتیوں کے غبار کو اور آپ کی سواری کے گدھے کے پیشاب کے تذکرہ کو بھی قبیح و بدعت سیئہ یا حرام کہے۔ وہ جملہ حالات جن کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ذرا بھی علاقہ ہے ان کا ذکر ہمارے نزدیک نہایت پسندیدہ اور اعلیٰ درجہ کا مستحب ہے۔ خواہ ذکر ولادت شریفہ ہو یا آپ کے بول براز، نشست و برخاست اور بیداری وخواب کا تذکرہ ہو۔'' (المہند ص ۵٦)۔

اہل قبور سے اکتساب فیض

''اب رہا منشاء مشائخ کی روحانیت سے استفادہ اور ان کے سینوں اور قبروں سے باطنی فیض پہنچنے کا سو بے شک صحیح ہے۔'' (المہند ص ۴۷)

دیوار چومنا

''عشاق کے نزدیک محبوب کے گھر کے در و دیوار کو چومنا اس کی عتبہ بوسی، دست بوسی وغیرہ عشق کے ایسے لوازمات میں سے ہیں کہ شاید ہی کوئی دل کھویا ہوا شاعر ایسا ہوگا جس نے کسی نہ کسی عنوان سے اس کو اہم مقصد نہ بنایا ہو۔'' (فضائل حج ص ۴۵)

سیادت مصطفوی

''نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا سید ہونا ایک امر واقعی ہے لہٰذا اس کے (نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے نام نامی کے شروع میں سیدنا کا لفظ) بڑھانے میں کوئی اشکال کی بات نہیں، بلکہ ادب یہی ہے۔''
(تبلیغی نصاب ص ۷٦۱)

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ پڑھنا

''اس ناکارہ کے ناقص خیال میں جو شخص سلام کے الفاظ کا ترجمہ اور مطلب سمجھتا ہوا وران الفاظ

کے بڑھانے سے ذوق میں اضافہ ہوتا ہو اس کو تو تطویل مناسب ہے اور اگر یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو طوطے کی طرح سے مزورین کے الفاظ دہرانے کی ضرورت نہیں، انتہائی ذوق وشوق اور غایت سکون اور وقار سے آہستہ آہستہ ٹھہرا ٹھہرا کر الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ پڑھتا رہے۔ اور جب تک شوق میں اضافہ پاوے انہی الفاظ کو یا اور کسی سلام کو بار بار پڑھتا رہے۔'' (فضائل حج ص ۱۱۸)

قبر سے مشائدۂ حالات

''اور یہ سمجھے گویا میں زندگی میں آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہوں۔ اس لئے کہ امت کے حالات کے مشاہدہ میں اور ان کے ارادہ اور قصد کے ظہور میں اس وقت آپ کی حیات اور ممات میں کوئی فرق نہیں۔'' (فضائل حج ص ۱۱۷)

رسول اللہ سے فریاد

''اے رسول خدا نگاہ کرم فرمایئے۔ اے ختم المرسلین رحم فرمایئے'' (تبلیغی نصاب ص ۸۰۶)

نگاہ کرم شافع روز محشر خرابم خرابم پریشاں پریشاں (دیوبندی رسالہ خدام الدین لاہور ۲۹ دسمبر ۱۹۶۷ء)

دست بوسی

''سید احمد رفاعی مشہور اکابر بزرگ صوفیاء میں سے ہیں۔ ان کا قصہ مشہور ہے کہ جب ۵۵۵ھ میں وہ زیارت کے لئے حاضر ہوئے اور قبر اطہر کے قریب کھڑے ہو کر دو شعر پڑھے تو دست مبارک نکلا اور انہوں نے اس کو چوما''۔ (تبلیغی نصاب ص ۸۰۶)

بے سایہ ہستی

''کیونکہ مشہور ہے کہ قامتِ اطہر وجسم انور کا سایہ نہ تھا''۔ (تبلیغی نصاب ص ۸۰۶)

بیعت مشائخ

''ہمارے نزدیک مستحب ہے کہ انسان جب عقائد کی درستی اور شرع کے مسائل ضروریہ کی تحصیل

سے فارغ ہو جاوے تو ایسے شیخ سے بیعت ہو جو شریعت میں راسخ القدم ہو۔ دنیا سے بے رغبت ہو۔ آخرت کا طالب ہو۔ نفس کی گھاٹیوں کو طے کر چکا ہو۔ نجات دہندہ اعمال کا خوگر ہو۔ تباہ کن افعال سے علیحدہ ہو۔ خود بھی کامل ہو دوسروں کو بھی کامل بنا سکتا ہو۔ ایسے مرشد کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر اپنی نظر اس کی نظر میں مقصور رکھے اور صوفیاء کے اشغال یعنی ذکر و فکر اور اس میں فنائے تام کے ساتھ مشغول ہو۔'' (المہند ص ۳۶)

عرض اعمال

''ابن المبارک نے حضرت سعید بن المسیب سے روایت کیا ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر آپ کی امت کے اعمال صبح و شام پیش نہ کیے جاتے ہوں۔'' (نشر الطیب ص ۲۴۷)

بزرگوں کا سلسلہ

اور جس کو یہ نعمت (نسبت کا اکتساب میسر نہ ہو اور یہاں تک نہ پہنچ سکے اس کو بزرگوں کے سلسلہ میں شامل ہو جانا ہی کافی ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آدمی اس کے ساتھ ہے جس کے ساتھ اسے محبت ہو۔ وہ ایسے لوگ ہیں جن کے پاس بیٹھنے والا محروم نہیں رہ سکتا۔'' (المہند ص ۳۶)

پاکیزہ فضلات

''اور مروی ہے کہ آپ جب بیت الخلاء میں جاتے تھے تو زمین پھٹ جاتی اور آپ کے بول و براز کو نگل جاتی۔ اور اس جگہ سے نہایت پاکیزہ خوشبو آتی۔ حضرت عائشہ نے اسی طرح روایت کیا ہے۔ اور اسی لئے علماء آپ کے بول و براز کے طاہر ہونے کے قائل ہوئے ہیں''۔ (نشر الطیب ص ۱۶۲)

تیزئ نگاہ مصطفٰے

''اور آپ صلے اللہ علیہ وسلم ظلمت میں بھی اس طرح دیکھتے تھے جس طرح آپ روشنی میں دیکھتے تھے۔ جیسا کہ حضرت عائشہ نے روایت کیا ہے۔ اور آپ دور سے ایسا ہی دیکھتے تھے جیسا نزدیک سے دیکھتے تھے اور اپنے پیچھے سے بھی ایسا ہی دیکھتے تھے جس طرح سامنے سے دیکھتے تھے اور آپ نے نجاشی کا جنازہ حبشہ میں دیکھ لیا تھا۔ اور اس پر نماز پڑھی اور آپ نے بیت المقدس کو مکہ معظمہ سے دیکھ لیا تھا جب کہ

قریش کے سامنے اس کا نقشہ بیان فرمایا۔ یہ شب معراج کی صبح کو قصہ ہوا تھا۔ اور جب آپ نے مدینہ منورہ میں اپنی مسجد کی تعمیر شروع کی اس وقت خانۂ کعبہ کو دیکھ لیا تھا۔ اور آپ کو ثریا میں گیارہ ستارے نظر آیا کرتے تھے۔'' (نشر الطیب ص ۱۶۴)

نور مصطفےٰ حقیقی حسی تھا

''اور عبدالمطلب کے بدن سے مشک کی خوشبو آتی تھی۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نور ان کی پیشانی میں چمکتا تھا۔ (نشر الطیب ص ۲۰)

توسل

''اور جب قریش میں قحط ہوتا تھا تو عبدالمطلب کا ہاتھ پکڑ کر جبل ثبیر کی طرف جاتے تھے۔ اور ان کے ذریعہ سے حق تعالیٰ کے ساتھ تقرب ڈھونڈتے اور بارش کی دعاء کرتے تو اللہ تعالیٰ برکت نور محمدی صلے اللہ علیہ وسلم کے باران عظیم مرحمت فرماتے۔'' (نشر الطیب ص ۲۰)

توسّل بذاتِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم

نسائی اور ترمذی نے نقل کیا ہے کہ ایک نابینا شخص حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بینائی ملنے کے لئے دعا چاہی۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم کہو تو میں دعا کروں لیکن اگر تم صبر کرو تو یہ زیادہ بہتر ہے۔ انہوں نے دعا کی درخواست کی تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرمایا۔ پہلے بہت اچھی طرح سے وضو کرو اور اس کے بعد یہ دعا پڑھو۔ اللهم انی اسئلک واتوجه الیک بنبیک محمدٍ صلے الله علیه وسلم نبی الرحمة یا محمد انی اتوجه الی ربی فی حاجتی لتقضی لی اللهم شفعه فی ۔ (ترجمہ) اے اللہ میں آپ سے سوال کرتا ہوں اور آپ کے نبی جو رحمت کے نبی ہیں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے آپ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ اے محمد میں آپ کے طفیل اپنے ربّ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تاکہ میری حاجت پوری ہو جائے۔ اے اللہ حضور کی سفارش میرے حق میں قبول فرما۔ ترمذی نے اس حدیث کو صحیح بتایا ہے۔ اور بیہقی نے بھی اس کو صحیح بتایا ہے اور بیہقی کی روایت میں اس کے آگے یہ بھی ہے کہ اس دعا کے پڑھنے کے بعد وہ صاحب بینا ہو گئے۔ (فضائل حج ص ۱۲۱ مؤلفہ مولوی محمد

زکریا دیوبندی)

بے مثل ہستی

''اور حضرت علی نے فرمایا ہے کہ جو شخص آپ کو اول دہلہ میں دیکھتا تھا مرعوب ہو جاتا تھا۔ اور جو شخص شناسائی کے ساتھ ملتا جلتا تھا آپ سے محبت کرتا تھا۔ ہم نے آپ جیسا (صاحب جمال وصاحب کمال) نہ آپ سے پہلے کسی کو دیکھا اور نہ آپ کے بعد کسی کو دیکھا۔'' (نشر الطیب ص ۱۶۰)

روئے مصطفےٰ

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے کسی کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین نہیں دیکھا۔ گویا آپ کے چہرہ میں آفتاب چل رہا ہے۔ اور جب آپ ہنستے تھے تو دیواروں پر چمک پڑتی تھی''۔ (نشر الطیب ص ۱۵۶)

منہ سے ظہور نور

''جب آپ کلام فرماتے تو سامنے کے دانتوں کے بیچ میں سے ایک نور سا نکلتا معلوم ہوتا تھا۔''

(نشر الطیب ص ۱۵۶)

کلید بردار شخصیت

''آپ صلے اللہ علیہ وسلم کو تمام خزائن روئے زمین کے اور تمام شہروں کی کنجیاں (عالم کشف) میں عطا کی گئی تھیں۔'' (نشر الطیب ص ۱۶۶)

عالم ماکان ومایکون

''صحیحین میں حضرت حذیفہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک وعظ میں جتنے امور قیام قیامت تک ہونے والے تھے سب بیان فرمائے جس نے یاد رکھا اسے یاد رہے اور جو بھول گئے بھول گئے۔ اور میرے ان اصحاب کو اس بیان کی خبر ہے''۔ (نشر الطیب ص ۲۰۲)

دست مصطفےٰ کی شان

''آپ صلے اللہ علیہ وسلم کا ایسا ہاتھ ہے کہ اس میں نفع بھی ہے اور ضرر بھی معترف کے لئے نفع ہے اور منکر کے لئے ضرر ہے سو وہ بیماری کا بھی سبب ہے اور حاجت روائی کا بھی سبب ہے۔ اس ہاتھ نے بہت سے الموں کو اچھا کیا۔ اور بہت سے آسیب کو دور کیا۔ بہت سے موئے سر کو ظاہر کیا کہ اس کے سبب سر بے مو میں بال جم آئے اور بہت سے بیماروں کو شفا دی۔ اور بہت سی مدد کو ظاہر کیا۔ بہت سے رنجوں کو دور کیا ایسے لوگوں سے جن میں کوئی خلل تھا۔'' (نشر الطیب ص ۲۱۲)

پیدائشی بے عیب ہستی

''حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں جو اشعار کہے تھے ان میں کتنی صداقت اور کس قدر حقیقی تصویر موجود ہے۔ اور وہ یہ ہیں۔'' '' آپ سے زیادہ خوبصورت شخص میری آنکھوں نے کبھی اور کہیں نہیں دیکھا۔ اور آپ سے زیادہ حسین و جمیل اولاد عورتوں نے کبھی پیدا نہیں کی۔ آپ ہر عیب سے پاک و صاف پیدا ہوئے گویا آپ کی خلقت آپ کی خواہش کے مطابق ہوئی ہے۔''

(خدام الدین لاہور بابت ۲۶ مئی ۱۹۶۸ء)

بیداری میں زیارت مصطفےٰ

''حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے بھی اس قسم کے واقعات ہیں کہ بغیر نوم کے بھی اللہ والوں کو آپ کی ہم کلامی کا شرف حاصل ہوا۔'' (خدام الدین لاہور بابت ۱۷ مئی ۱۹۶۸ء)

نیکوں کا وسیلہ

''ایک روایت میں ہے کہ سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کو غریب مہاجرین کا وسیلہ پیش کر کے دعاء فرمایا کرتے تھے فرماتے کہ یا اللہ جو مہاجر غریب ہیں ان کی وجہ سے تو ہمیں کامیابی عطا فرما''۔

(خدام الدین لاہور بابت ۱۷ مئی ۶۸ء)

فیوضِ درِ مصطفٰے

''اسد فیوضِ درِ مصطفٰے کا کیا کہنا بشر کو جو بھی سعادت ملی یہیں سے ملی۔''

(خدام الدین لاہور بابت ۵ اپریل ۱۹۶۸ء)

مزار پر فاتحہ خوانی

''ہم تمام بزرگوں کا ادب کرتے ہیں۔ زندہ ہوں تو زیارت کے لئے جاتے ہیں۔ وفات یافتہ ہوں تو ان کے مزار پر جا کر فاتحہ پڑھتے ہیں''۔ (خدام الدین لاہور یکم مارچ ۱۹۶۸ء)

خاک شفاء

''حضرت اقدس نے روضۂ رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی خاک مقدس جوش عقیدت میں اپنے سرمہ میں شامل فرما کر زیب چشم فرمانا شروع کی خدا کا کرنا چند دنوں بعد دور و نزدیک کی نگاہ میں جو کمزوری تھی وہ قطعی طور پر دور ہوگئی۔ اور پھر وفات تک حضرت نے نزدیک، اور دور کے چشمے کو ہاتھ بھی نہیں لگایا۔''

(خدام الدین لاہور بابت ۲۸ جون ۱۹۶۸ء)

جواب سلام

''اور تو اور دنیا کے کتنے خطے ہیں جہاں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک محفوظ ہیں۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا جسم اطہر جسد مبارک منزہ اور مطہر اسی طرح موجود ہے جس کو گنبد خضراء کہتے ہیں۔ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جو روضۂ اطہر پر آ کر مجھے درود و سلام پیش کرتا ہے میں اسے خود بنفس نفیس سنتا ہوں اور جواب دیتا ہوں''۔ (خدام الدین لاہور بابت ۵ جولائی ۱۹۶۸ء)

شب معراج کی اعلیٰ گھڑی

''شب معراج میں وہ سب سے اعلیٰ گھڑی تھی۔ جب اللہ کی طرف سے کچھ مل رہا تھا۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کچھ لے رہے تھے۔'' (خدام الدین لاہور بابت ۱۹ اپریل ۱۹۲۸ء)

تلوا بوسی

''لیکن جبرائیل امین سید الملائکۃ نے نازل ہو کر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے مبارک قدم کے تلوؤں کو بوسہ دیا اور آپ بیدار ہوئے۔ (حوالہ مذکورہ بالا)

موت کے وقت کا علم

''حضرت خواجہ (نظام الدین اولیاؒ) صاحب فرماتے ہیں کہ ایک دن نیا چاند دیکھا کر (والدہ محترمہ کی خدمت) میں حاضر ہوا اور قدم بوسی کی اور نئے چاند کی مبارک باد معمول کے مطابق پیش کی۔ فرمایا کہ آئندہ مہینے کے چاند کے موقع پر کس کی قدمبوسی کرو گے؟ میں سمجھ گیا کہ انتقال کا وقت قریب ہے۔ میرا دل بھر آیا اور میں رونے لگا۔ (خدام الدین لاہور بابت ۲۰ اگست ۱۹۶۸ء)

محبت رسول اعلیٰ ترین فریضہ ہے

''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت فرائض میں سے ہم پر ایک فرض ہے۔ اور اسلام کے فرائض میں سے اعلیٰ ترین فریضہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت ہے۔ (خدام الدین بابت ۱۹ اپریل ۱۹۲۸ء)

زندہ ایمان کونسا ہے؟

''اگر ایمان کا جسم بن سکے تو اس جسم کے اندر اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عزت، عظمت، محبت ہے، تب تو وہ ایمان زندہ ہے درخشندہ ہے، تابندہ ہے۔ اور خدا کے ہاں مقبول ہے اور اگر ایمان کے اندر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت، عظمت نہیں ہے تو وہ ایمان مردار جسم کی طرح، بدبودار جسم کی طرح قابل نفرت ہے۔ کہ اس میں اصل روح ہی نہیں ہے۔ (خدام الدین لاہور بابت ۱۹ اپریل ۱۹۶۸ء)

ایصال ثواب

''سلطان المشائخ حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات میں میں نے دیکھا ہے کہ اگر کسی کو بہتر ہزار دفعہ کلمۂ طیبہ پڑھ کر ثواب پہنچایا جائے بشرطیکہ وہ مُردہ عقائد کے لحاظ سے مسلمان ہو تو اس کی نجات ہو جاتی ہے۔'' (خدام الدین لاہور ۱۹ اپریل ۱۹۶۸ء)

بزرگوں کے ذکر کی برکت

''شیخ المحدثین حضرت صفوان بن سلیم جلیل القدر فقیہ تھے۔ تیس برس مسلسل عشاء کے وضو سے صبح کی نماز ادا فرمائی ان کی یہ کرامت مشہور ہے کہ قحط کے دنوں میں جب ان کا تذکرہ کیا جاتا ہے تو باران رحمت نازل ہوتی ہے۔'' (خدام الدین ۲۹ دسمبر ۱۹۶۷ء)

بارگاہ شفیع محشر

''انھیں سے آفت ٹلے گی اپنی انھیں سے بگڑی بنے گی اپنی — یہ بارگاہ شفیع محشر صبا ہمارا اسلام پہونچا''

(خدام الدین لاہور ۷ امئی ۱۹۶۸ء)

جشن نزول قرآن

''جشن نزول قرآن کی تقریب میں شامل ہونے کے لئے ۲۲ فروری کو شیخ الاسلام حضرت مولانا شمس الحق افغانی مدظلہ بھی اسی طیارے میں تشریف لے گئے ہیں۔ جس میں حضرت جانشین شیخ التفسیر عازم ڈھاکہ ہوئے۔'' (خدام الدین لاہور یکم مارچ ۱۹۶۸ء)

روحانی طریقہ سے القاء

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک خاص روحانی طریقہ سے مجھ پر القاء فرمایا کہ شیعہ کا مذہب باطل ہے۔'' (خدام الدین لاہور ۵ جولائی ۱۹۶۸ء)

قیام تعظیمی

اسی طرح ہے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا حضرت سعد کے بارے میں ان کی قوم کو یہ کہنا قوموا الی سید کم۔ کہ کھڑے ہو جاؤ اپنے سردار کے لئے۔'' (فضائل درود شریف ص ۸۰)

دن مقرر کرنا

''آئندہ بعنوان ''یاد سلف'' اپنے دوسرے اکابر کے حالات کے لئے بھی دن مقرر کریں۔ مثلاً

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی، حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی، حضرت حاجی صاحب قدس سرہم وغیرہم کے حالات بیان کرنے کے لئے دن مقرر کریں۔"   (خدام الدین لاہور ۱۹ اپریل ۱۹۶۸ء)

شفاعت پر اعتماد

"مجھے یقین ہے کہ گناہگار مسلمان بھی جنت کا وارث ہے کیونکہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم خود فرماتے ہیں۔ من قال لاالٰہ الااللہ فدخل الجنة۔ جس نے صدق دل سے کلمہ پڑھ لیا اور اسی پر موت بھی نصیب ہوگئی تو بالآخر وہ جنت میں ضرور بالضرور چلا جائے گا۔ چاہے گناہوں کی پاداش میں جہنم میں چلا بھی جائے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم شفاعت فرما کر ضرور جہنم سے نکال لیں گے۔ اس لئے ہم گناہگار مسلمانوں کو بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے جس قدر محبت ہے آپ کی شفاعت پر اعتماد ہے میں کہتا ہوں وہ ہمارے لئے سب سے بڑا نجات کا سامان اور سب سے بڑا توشۂ آخرت ہے۔"   (خدام الدین لاہور ۲۲ نومبر ۱۹۶۸ء)

عبادت کا صحیح مفہوم

"عبادت کا مفہوم ہے انتہائی تذلل اور فروتنی اختیار کرنا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ کسی بھی درجہ کے تذلل اور فروتنی کو اختیار کرنے کو عبادت نہیں کہا جائے گا۔ بلکہ اس کا انتہائی درجہ ہونا چاہیے۔ مثلاً کسی کے لئے تعظیماً کھڑے ہو جانا بھی فروتنی کی ایک صورت ہے۔ مگر سجدے کے مقابلے میں کم تر صورت ہے۔ لہٰذا عبادت کا اطلاق دوسری صورت میں ہونا چاہیے نہ کہ پہلی پر لیکن اسی کے ساتھ آدمی کی نیت اور جذبے سے بھی فروتنی کا درجہ گھٹتا اور بڑھتا ہے۔ مثلاً ایک سجدہ خدا کی تعظیم کے لئے ہو تو اس میں فروتنی کا جذبہ کچھ اور ہی ہوگا۔ دوسرا بادشاہ کی تعظیم کے لئے ہو تو اس کی نوعیت دوسری ہوگی۔ تیسرا استاد کے لئے کیا جائے تو اس میں فروتنی کی اندرونی کیفیت اور بھی کم ہوگی۔ لہٰذا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ تذلل و فروتنی کی کسی صورت کے عبادت ہونے نہ ہونے کا مدار نیت پر ہے۔" (خدام الدین لاہور ۲ اگست ۱۹۶۸ء)

ذکر بالجہر

"ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ عموماً دن کو ذکر خفی کا حکم دیا کرتے تھے۔ اور رات کو ذکر جلی کا۔"

(خدام الدین لاہور ۲۲ نومبر ۱۹۶۸ء)

شرک کا صحیح مفہوم

''پس شرک کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی اوصاف کمال کا وہ درجہ خدا کے علاوہ کسی اور کے لئے مان بیٹھے جو ہستی ماوراء کے لئے خاص ہے اور اسی تصور کے ماتحت اس کے سامنے تذلل و فروتنی اختیار کرے۔

(حوالہ مذکورہ بالا)

درستگئ اعتقاد

''یاد رہے کہ جب تک عقائد صحیح نہ ہوں تب تک احکام شریعت کا علم فائدہ نہیں دیتا اور جب تک یہ دونوں (عقائد اور شرعی علم) صحیح اور درست نہ ہوں عمل فائدہ نہیں دیتا۔ جب تک یہ تینوں (صحیح عقائد شریعت کا صحیح علم اور شرعی احکام پر عمل) میسر نہ ہوں تب تک تزکیہ اور تصفیہ کا حصول محال ہے۔''

(خدام الدین لاہور ۵ جولائی ۱۹۶۸ء)

ادب رسول

''علامہ قسطلانی مواہب میں لکھتے ہیں کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ادب کا وہی معاملہ ہونا چاہیے جو زندگی میں تھا اس لئے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں۔'' (فضائل حج ص ۱۱۹)

تبرکات کو جسم پر ملنا

''حضرت عروہ بن مسعود فرماتے ہیں۔ میں بڑے بڑے بادشاہوں کے یہاں قاصد بن کر گیا ہوں۔ فارس، روم اور حبشہ کے بادشاہوں سے ملا ہوں۔ میں نے کسی بادشاہ کے ہاں یہ بات نہیں دیکھی کہ اس کے درباری اس کی اس قدر تعظیم کرتے ہوں جتنی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی جماعت ان کی تعظیم کرتی ہے۔ کبھی ان کا بلغم زمین پر گرنے نہیں دیتی۔ وہ کسی نہ کسی کے ہاتھ پر پڑتا ہے۔ اور وہ اس کو منہ اور بدن پر مل لیتا ہے جب وہ کوئی حکم کرتے ہیں تو ہر شخص دوڑتا ہے کہ تعمیل کرے۔ جب وہ وضو کرتے ہیں تو وہ وضو کا پانی بدن پر ملنے اور لینے کے واسطے ایسے دوڑتے ہیں گویا آپس میں جنگ و جدل ہو جاوے گا۔ اور جب وہ بات کرتے ہیں تو سب چپ ہو جاتے ہیں۔ کوئی شخص ان کی طرف عظمت کی وجہ سے نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا۔'' (تبلیغی نصاب ص ۱۱۶)

بخاری شریف کا ختم بدعت نہیں

''سوال: کسی مصیبت کے وقت بخاری شریف کا ختم کرانا قرون ثلاثہ سے ثابت ہے یا نہیں؟ اور بدعت ہے یا نہیں''؟

جواب: قرون ثلاثہ میں بخاری شریف تالیف نہیں ہوئی تھی۔ مگر اس کا ختم درست ہے کہ ذکر خیر کے بعد دعاء قبول ہوتی ہے۔ اس کی اصل شرع سے ثابت ہے بدعت نہیں۔ فقط رشید احمد عفی عنہ۔

(فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۰۳)

گیارہویں اور توشہ

''ایصال ثواب کی نیت سے گیارہویں اور توشہ کرنا درست ہے مگر تعین یوم و تعین طعام کی بدعت اس کے ساتھ ہوتی ہے۔ اگرچہ فاعل اس تعین کو ضروری نہیں جانتا مگر دیگر عوام کو موجب ضلالت ہوتا ہے لہٰذا تبدیل یوم و طعام کیا کرے تو پھر کوئی خدشہ نہیں۔ فقط۔'' (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۰۶)

ایصال ثواب

''ایصال ثواب ہر روز درست اور موجب ثواب ہے۔ کوئی تاریخ و وقت شرع سے موقت نہیں۔ روز ولادت اور روز وفات بھی درست ہے۔ پس اگر کسی دن کو ضروری نہ جانے بلکہ مثل دیگر ایام کے جانے ایصال ثواب میں ضرر نہ ہو تو کچھ حرج نہیں۔ سب کے نزدیک درست ہے''۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۸)

ندائے غیر اللہ

''یہ خود آپ کو معلوم ہے کہ ندائے غیر اللہ تعالیٰ کو دور سے شرک حقیقی جب ہوتا ہے کہ ان کو عالم سامع مستقل عقیدہ کرے ورنہ شرک نہیں۔ مثلاً یہ جانے کے حق تعالیٰ ان کو مطلع فرما دیوے گا یا باذنہ تعالیٰ انکشاف ان کو ہو جاوے گا۔ یا باذنہ تعالیٰ ملائکہ پہنچا دیویں گے۔ جیسا درود کی نسبت وارد ہے یا محض شوقیہ کہتا ہو محبت میں یا عرض حال محل تحسر و حرمان میں۔'' (فتاویٰ رشیدیہ ص ۶۸)

نتیجہ

''شریعت میں ثواب پہنچانا ہے۔ دوسرے دن ہو خواہ تیسرے دن باقی یہ تعین عرفی ہیں جب چاہیں کریں۔ انہیں دنوں کی گنتی ضروری جاننا جہالت و بدعت ہے''۔ (فتاوی رشدیہ ص ۲۲۲)

تسبیح بدعت نہیں

''اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اوراد و اشغال اور وظائف پورا کرنے کے لئے گنتی میں آسانی اور سہولت کے لئے تسبیح استعمال کرتے ہیں لیکن بعض بے علم اور جاہل تسبیح کے استعمال کو بدعت کہتے ہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک موٹا دھاگہ لے کر اس پر دو ہزار گرہیں دے رکھی تھیں۔ سونے سے پہلے دو ہزار دفعہ تسبیح پڑھ کر آرام فرمایا کرتے تھے۔'' (خدام الدین لاہور ۲۹ دسمبر ۱۹۶۷ء)

فرض عبادت کے ساتھ نفل ملانا

''فرض عبادات کے ساتھ ساتھ جس قدر ذوق و شوق سے انسان نفلی عبادات میں حصہ لے گا اسی قدر حق جل شانہ کے انعامات کا مستحق ہوگا۔'' (خدام الدین لاہور ۱۲ جولائی ۱۹۶۸ء)

الغرض

یہ چند عبارات دیوبندیہ بطور نمونہ مشتے از خروارے پیش کی گئی ہیں جس سے ہر منصف مزاج، حق شناس، غیر متعصب شخص پر اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان صاحب بریلوی علیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کے مسلک کی حقانیت و صداقت روز روشن کی طرح روشن ہو جاتی ہے۔ تعجب ہے کہ دیوبندی مولوی جن مسائل و عقائد کی بناء پر اعلیٰ حضرت بریلوی پر بدعتی اور گمراہ ہونے کا فتویٰ لگاتے ہیں ان کی حقانیت و صداقت خود ان کی اپنے ہاتھوں کی لکھی ہوئی کتابوں سے ثابت ہے۔ سچ ہے۔ **الحق ماشهدت به الاعداء**۔ حق وہی ہوتا ہے جس کے حق میں خود دشمن گواہی دیں۔ یہی وجہ ہے کہ اعلیٰ حضرت کے مخالفین نادانستہ طور پر آپ کے مسلکِ حقہ کی صداقت و حقانیت کی گواہی دیتے ہیں۔ **والحمد لله علی ذالک**. واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۱۷ شعبان المعظم ۱۴۰۵ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گیارھواں مقالہ

استاد کا ادب واحترام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد :- دورحاضر میں اکثر بنی نوع انسان علوم وفنون کی قدرومنزلت جانتے ہیں۔ ہر جگہ کے معاشرہ کی اکثریت علم وادب کی ترقی میں کوشاں ہے۔ علوم دینی ہوں یا دنیوی بہرحال ان کے حصول کے لئے تگ ودو جاری ہے۔ آج کل کی حکومتیں بھی قریہ قریہ تعلیمی ادارے قائم کررہی ہیں، ہر فرد رعیت کو زیور علم سے آراستہ کرنے کی تدابیر کو بروئے کار لایا جارہا ہے تعلیمی ترقی کے وسائل پر غوروفکر کی جارہی ہے اور سرکاری بیت المال کا وافر حصہ تعلیمی سرگرمیوں پر صرف ہورہا ہے۔ بعض ممالک میں تو ہر بچے کو قانونا تعلیم دلوائی جاتی ہے اور ہر بچے کی مفت تعلیم کے انتظامات کیے گئے ہیں جس سے ہر امیر وغریب بڑی سہولت سے اپنے بچوں کو تعلیم دلوا سکتا ہے۔

تعلیم بالغاں کی ترغیب بھی پورے زوروں پر ہے۔ اوران کے لئے بھی تعلیمی ادارے قائم کیے جا رہے ہیں صنف نازک یعنی عورتوں کی تعلیم پر بھی توجہ دی جارہی ہے۔ اوران کی تعلیم کے لئے بھی جگہ جگہ ادارے کھولے جارہے ہیں۔ الغرض آج کل کا انسانی معاشرہ علمی دوڑ دھوپ میں بہت آگے نکل رہا ہے۔ علم کی روشنی دنیا کے کونے کونے میں پہنچ رہی ہے اور باقی ماندہ ناخواندگی کے اندھیرا کو بھی کافور کرنے کے امکانات پیدا ہورہے ہیں۔

آمدم برسر مطلب اگرچہ آج کل پڑھے لکھے لوگوں کی تعداد میں خاصا اضافہ ہوچکا ہے۔ مگر آئے دن اخبارات میں یہ خبریں بھی پڑھنے میں آتی ہیں کہ ہمارا نصاب تعلیم ناقص ہے اس لئے ناقص العلم لوگ علم وفضل کی کرسیاں سنبھالتے جارہے ہیں اور آج کل کے اہل علم میں اس علمی گہرائی کا فقدان پایا جاتا ہے جو آج سے چند سال پہلے پائی جاتی تھی۔ اس علمی کمزوری کی کئی وجوہات کالم نویس حضرات اپنی اپنی رائے کے مطابق لکھتے رہتے ہیں۔ اور محکمہ تعلیم کو اپنی آراء سے بھی آگاہ کرتے رہتے ہیں مگر شاذونادر ہی کسی اہل رائے نے استاد کے ادب واحترام کی جانب توجہ دلائی ہو اور علمی کمزوری کی اس بنیادی وجہ کی مذمت اس طرح لکھی ہو کہ آج کل اساتذہ کو سرکاری ملازمین کی صف میں لاکھڑا کیا گیا ہے اس لئے ان کو ہمارا معاشرہ محسن کی حیثیت سے نہیں ملازم کی حیثیت سے جانتا پہچانتا ہے لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ اساتذہ کی عزت وحرمت ہر طالب علم کو ذہن نشین کرائی جائے۔ ان کے ادب واحترام کی خاطر قوانین کے استعمال

میں سختی سے کام لیا جائے۔ اور اساتذہ کی پگڑی اچھالنے والوں کو عبرت ناک سزائیں دی جائیں الغرض طلباء میں اپنے اساتذہ کے ادب واحترام کی کمی کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ وہ استاد کے ادب واحترام کے متعلق اسلامی تعلیمات اور دینی ہدایات سے بالکل کورے ہوتے ہیں۔ ہاں اکثر دینی طلباء میں اپنے اساتذہ کے ادب واحترام کا پورا پورا احساس دیکھنے میں آتا ہے کیونکہ وہ اساتذہ کے ادب واحترام کی اہمیت سے واقف ہوتے ہیں۔

چنانچہ علمی ترقی کی راہ میں حائل اس سب سے بڑی رکاوٹ کا احساس دلانے کے لئے ہم نے یہ مقالہ ''استاد کا ادب واحترام'' مرتب کیا ہے اللہ کریم اسے شرف مقبولیت بخشے آمین۔

سب سے پہلا رشتہ

کائنات میں قائم ہونے والے بہت سے رشتوں میں سب سے پہلا رشتہ استادی اور شاگردی کا رشتہ ہے۔ زوجیت کا رشتہ تو حضرت حواء کی پیدائش کے بعد قائم ہوا۔ اور ان کے ہاں اولاد ہونے پر قرابت کا رشتہ معرض وجود میں آیا۔ مگر عالم ارواح اور عالم اجسام دونوں میں سب سے پہلے وجود میں آنے والا رشتہ استادی اور شاگردی کا رشتہ ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے

ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم کانت روحہ نوراً بین یدی اللہ تعالیٰ قبل ان یخلق آدم بالفی عام یسبح ذلک النور و تسبح الملآئکۃ بتسبیحہ ۔بلاشبہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا روح حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے اللہ کے روبرو نور تھا وہ نور تسبیح بولتا تھا تو فرشتے تسبیح بولتے تھے۔ (شفاء شریف ص ۴۸ ج ۱)

اس کی شرح میں امام خفاجی لکھتے ہیں۔ ''وہ نور محمد تسبیح بولتا تھا تو اس کی اقتداء میں فرشتے بھی تسبیح یعنی تقدیس اور پاکی بولتے تھے''۔ (نسیم الریاض ص ۴۳۵ ج ۱)

پھر عالم اجسام میں استادی اور شاگردی کا رشتہ اس وقت قائم ہوا جب ابوالبشر آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیدا کیا گیا اور انہیں سارے نام سکھائے گئے پھر فرشتوں سے کہا گیا کہ ان اشیاء کے ناموں کی خبر دو تو وہ نام نہ بتا سکے۔ پھر آدم علیہ السلام کو ان کے ناموں کی خبر دینے کا حکم ہوا تو انہوں نے ان کے نام بتا دیئے اس پر فرشتوں کو حکم ہوا کہ وہ آدم علیہ السلام کے روبرو سجدہ کریں۔ سارے فرشتوں نے سجدہ کیا مگر

ابلیس نے انکار کیا تو وہ راندھا گیا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اس واقعہ کا ذکر آتا ہے۔

اس واقعہ سے تین باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ آدم علیہ السلام کو فرشتوں نے یہ سجدہ ان کی استادی ثابت ہونے کے بعد کیا۔ ورنہ فرشتوں پر چیزیں پیش کرنے، ان سے ان کے نام پوچھنے اور آدم علیہ السلام سے ان کے نام بتانے کا حکم دینے کی کیا ضرورت تھی اگر صرف عالم ہونے کی بناء پر یہ سجدہ مقصود ہوتا تو اللہ کریم فرشتوں کو فرما دیتے فرشتو یہ آدم اسماء کا علم رکھتے ہیں تم انہیں سجدہ کرو۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ استاد کا ادب خود خدا کروا رہا ہے حق استادی کی وجہ سے اس نے نوری فرشتوں سے خاکی انسان کو سجدہ کروایا۔ لہٰذا جو استاد کا حق نہ مانے یا اس کا ادب بجا نہ لائے وہ اللہ کریم کا نافرمان ہے اور تیسری بات یہ کہ جو اپنے استاد کی تعظیم بجالاتا ہے وہ اللہ کا مقرب بن جاتا ہے۔ اور جو اپنے استاد کو حقیر خیال کرتا ہے اس کی شان میں گستاخی کے کلمات بکتا ہے اور اس کی تعظیم کے افعال بجالانے سے اکڑتا ہے وہ اللہ کی بارگاہ سے دھتکار دیا جاتا ہے۔ اللہ کریم ہدایت نصیب فرمائے آمین۔

استاد کے ادب و احترام پر سجدۂ آدم علیہ السلام کا واقعہ جہاں دلالت کرتا ہے وہاں حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کا واقعہ بھی استاد کے ادب و احترام کا پورا پورا درس دیتا ہے چنانچہ امام بخاری اپنی صحیح کے باب التفاسیر میں روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو خطبہ دینے کھڑے ہوئے تو آپ سے پوچھا گیا۔ کونسا انسان زیادہ علم والا ہے؟ آپ نے فرمایا میں سو اللہ نے ان پر عتاب فرمایا کیونکہ انہوں نے علم اللہ کی طرف نہ لوٹایا پس اللہ نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ بلاشک میرا ایک بندہ دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ میں رہتا ہے وہ آپ سے زیادہ علم رکھتا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ میرے ربّ میں اس تیرے بندے تک کیسے پہنچ سکتا ہوں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ اپنے ساتھ مچھلی لیں پھر اسے ٹوکری میں رکھیں پھر آپ جس جگہ مچھلی گم پائیں۔ اس جگہ وہ ہوگا۔ پس موسیٰ علیہ السلام نے مچھلی لی اور اسے ٹوکری میں رکھا پھر وہ چلے اور ان کے شاگرد یوشع بن نون بھی ان کے ہمراہ چلے۔ یہاں تک کہ وہ ایک چٹان پر آئے اور لیٹ کر سو گئے۔ مچھلی ٹوکری میں تڑپی پھر اس سے نکلی پھر دریا میں گر گئی سو سمندر میں اس مچھلی نے سرنگ کی صورت میں راستہ بنایا اور اللہ نے مچھلی سے پانی کا چلنا روک دیا تو وہ اس پر طاق کی مثل ہو گیا پھر جب وہ جاگے تو ان کا ساتھی ان کو مچھلی کی خبر دینا بھول گیا پھر وہ باقی دن اور رات کا حصہ چلتے رہے یہاں تک کہ جب دوسرا دن ہوا تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے شاگرد سے فرمایا ہمارا صبح کا

کھانا لا ہمیں سفر سے بہت تھکاوٹ پہنچی ہے۔ شاگرد نے کہا ذرا دیکھیئے تو جب ہم نے چٹان کی پناہ لی تھی تو میں مچھلی بھول گیا تھا اور مجھے شیطان ہی نے آپ کو یہ بات بتلانا بھلوائی تھی اور اس نے سمندر میں عجیب راستہ بنایا تھا۔ فرمایا وہی جگہ تو تھی جس کی ہمیں تلاش تھی پھر وہ اپنے نقش قدم ڈھونڈتے ہوئے واپس لوٹے یہاں تک کہ وہ چٹان پر پہنچے تو وہاں ایک شخص کپڑا لپیٹے بیٹھا تھا موسیٰ نے ان پر سلام ڈالا تو خضر نے فرمایا تیری سرزمین میں اسلام کیسا ہے۔ فرمایا میں موسیٰ ہوں انہوں نے کہا بنی اسرائیل کا موسیٰ فرمایا ہاں میں تیرے پاس آیا ہوں تاکہ تو مجھے کچھ ایسی ہدایت کی باتیں سکھائے جن کا تجھے علم ہے حضرت خضر نے کہا آپ میرے ساتھ صبر نہیں کرسکیں گے۔ اے موسیٰ میرے پاس اللہ کا سکھایا ہوا وہ علم الٰہی ہے جسے آپ نہیں جانتے اور آپ کے پاس اللہ کا سکھایا ہوا وہ علم الٰہی ہے جسے میں نہیں جانتا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا عنقریب آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے اور میں آپ کے کسی امر کی نافرمانی نہیں کروں گا حضرت خضر نے فرمایا اگر آپ پیچھے پیچھے چلنا چاہیں تو آپ مجھ سے نہ پوچھیں یہاں تک کہ میں خود آپ کے لئے کچھ بیان کردوں پھر وہ دونوں چلے آخر قصہ تک۔ (بخاری شریف باب التفاسیر ص ۶۸۷)

حضرت مولانا مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی اس واقعہ کے ماتحت لکھتے ہیں۔ اس واقعہ سے بہت سے مسائل معلوم ہوئے طالب علم کے لئے سفر کرنا سنت پیغمبری ہے استاد کے پاس جانا اسے گھر نہ بلانا سنت ہے علم کی زیادتی چاہنا بہتر ہے سفر میں توشہ ساتھ رکھنا اچھا ہے سفر میں اچھا ساتھی بہتر ہے استاد کا ادب کرنا ضروری ہے استاد کی بات پر اعتراض نہ کرنا چاہیے طریقت والے کبھی کام خلاف شرع کریں تو اس کی کوئی خفیہ وجہ ضرور ہوتی ہے۔ دراصل وہ کام خلاف شریعت نہیں ہوتا۔ اس لئے جلد ان سے بدظن نہ ہونا چاہیے مگر یہ پیر کامل کے احکام ہیں۔ علم صرف کتاب سے نہیں آتا استاد کی صحبت سے بھی آتا ہے بزرگوں کی صحبت کیمیا کا اثر رکھتی ہے۔ ایک معمولی لوہا کاریگر کا ہاتھ لگنے سے قیمتی اوزار بن جاتا ہے تو معمولی انسان کامل کی صحبت سے شان والا بن جاتا ہے۔ استاد شاگرد سے پیر مرید سے اور نبی اپنی امتی سے خدمت لے سکتا ہے علم ظاہر کا نام شریعت ہے اور علم باطن کا نام طریقت ہے۔ اور طریقت اسرار ہے استاد حاکم ہوتا ہے اور شاگرد محکوم پیر کو چاہیے کہ لوگوں کو دھڑا دھڑ مرید بنانے پر حریص نہ ہو بلکہ مرید صادق کا امتحان کرے شیخ مرید کے اور استاد شاگردوں کے ایک دو قصوروں کی معافی دیا کرے۔ پہلے ہی قصور پر صحبت سے علیحدہ نہ کردیا کرے۔ (نور العرفان ص ۴۷۹)

احادیث مبارکہ

قرآن مجید سے استاد کے ادب واحترام کا ثبوت دینے کے بعد اب ہم وہ احادیث مبارکہ پیش کرتے ہیں جن سے استاد کے ادب واحترام کی اہمیت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ وباللہ التوفیق۔

(۱) محدث ابن النجار حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ **وقروامن تعلمون منه العلم ووقروا من تعلمونهٗ العلم** ۔جن لوگوں سے تم علم سیکھتے ہوان کا احترام کرو۔اور جن لوگوں کو تم علم پڑھاتے ہوان کا ادب کرو۔ (جامع صغیر ص ۱۹۶ ج ۲)

(۲) اور محدث دیلمی مسند الفردوس میں اس روایت کو ان لفظوں میں بیان کرتے ہیں۔ **وقروا من تتعلمون منهُ العلم ومن تعلمونهٗ** ۔تم جن لوگوں سے علم سیکھتے ہوان کا احترام کرواور تم جن لوگوں کو علم سکھاتے ہوان کا ادب کرو۔

(۳) اور تیسری روایت میں یہ حدیث ان لفظوں سے مروی ہے۔ **لینوا لمن تعلمون ولمن تتعلمون** ۔ان لوگوں سے نرمی برتو جن کو تم علم سکھاتے ہواور جن سے تم علم سیکھتے ہو۔

(نزھۃ الناظرین ص ۸)

(۴) اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم ارشادفرماتے ہیں۔ **تواضعو لمن تتعلمون منهٗ وتواضعوا لمن تعلمونهٗ ولاتکونوا جبابرة العلمآء** . تم جس سے علم سیکھتے ہواس کے لئے تواضع کرواور تم جسے علم سکھاتے ہواس کے لئے تواضع کرواور گردن کش علماء نہ بنو رواہ الخطیب عن ابی هریرۃ رضی اللہ عنہ۔

(حجب العوار لاعلیٰ حضرۃ بریلوی قدس سرہ ص ۱۳)

(۵) اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا۔ **تعلموا العلم وتعلموا للعلم السکینة والوقاروتوا ضعوا لمن تعلمون منه** ۔علم سیکھواور علم کے لئے سکون ووقار سیکھواور جن سے تم علم حاصل کرتے ہوان کے لئے تواضع کرو۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط وابن عدی فی الکامل وضعفه السیوطی فی جامعه الصغیر ص ۱۳۱ ج ۱۔

(۶) امیر المومنین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ الکریم فرماتے ہیں **من علمنی حرفاً فقد صیّرنی عبدًا ان شآء باع وان شآء اعتق** . جس شخص نے مجھے ایک حرف سکھایا اس نے مجھے اپنا بندہ

بنالیا اگر وہ چاہے تو مجھے بیچ دے اور اگر چاہے تو آزاد کر دے۔

(فتاوی رضویہ ص ۲۰ ج ۱۰ بحوالہ امام احمد رضا کا نظریۂ تعلیم ص ۸۰)

مولانا جلال الدین قادری اس کے ماتحت لکھتے ہیں۔ امام احمد رضا قدس سرہ کا موقف یہ ہے کہ استاد جس نے شاگرد کو ایک حرف بھی سکھایا آقا ہے اور شاگرد بمنزلۂ غلام۔ اس میں یہ ضروری نہیں کہ اعلی تعلیم دینے والا اعلیٰ اور ابتدائی تعلیم دینے والا کمتر ہو استاد بہرحال استاد ہے خواہ کسی درجے کا بھی ہو۔ اس کے احسانات کو فراموش کر دینا انسانیت کے منافی ہے اس سے صرف شاگرد کی اپنی قدر و قیمت گھٹ جائے گی بلکہ وہ فیضان علم سے محروم رہے گا۔ آج کے شاگرد کو یہ احساس ہی نہیں کہ وہ استاد کے احسانات (خواہ وہ کتنے ہی) معمولی کیوں نہ ہوں پس پشت ڈال کر کس خسارا میں داخل ہو جاتا ہے اس خسارے کی طرف امام احمد رضا قدس سرہ نے یوں ارشاد فرمایا۔ استاد کی ناشکری ہولناک بلاء قاتل بیماری اور علم کی برکتیں زائل اور باطل کر دینے والی ہے۔ العیاذ باللہ منہ۔ (امام احمد رضا کا نظریۂ تعلیم ص ۸۰)

(۷) اور ایک مرتبہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار ہوئے تو ان کے شاگرد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے رکاب تھامی۔ حضرت زید نے کہا۔ یہ کیا ہے اے ابن عم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم؟ عرض کیا ہمیں یہی تعلیم دی گئی ہے کہ علماء کے ساتھ ادب کریں۔ اس پر حضرت زید گھوڑے سے اترے اور حضرت ابن عباس کے ہاتھ پر بوسہ دیا اور فرمایا ہمیں یہی حکم ہے کہ ہم اہل بیت اطہار کے ساتھ ایسا ہی کریں''۔ (حیات اعلیٰ حضرت ص ۲۱۵)

(۸) اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے علم سیکھو اور اسے لوگوں کو سکھاؤ اور جس سے تم علم سیکھو اس کے ساتھ تواضع سے پیش آؤ۔ تم علماء کے سرکش نہ بنو تاکہ تمہاری جہالت تمہارے علم کے مقابل نہ آجائے۔

(ماہنامہ ضیائے حرم لاہور مئی ۱۹۸۴ء)

(۹) اور حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ''جس سے علم سیکھو اس کی ذلت کے طالب نہ بنو۔ اس کے بھید کو ظاہر نہ کرو۔ اس کے پاس کسی کی غیبت نہ کرو۔ سامنے اور پس پشت اس کی حفاظت کرو۔ ساری قوم کو اسلام کرو لیکن اپنے استاد کو خاص طور پر سلام کرو۔ اس کے سامنے ادب سے بیٹھو۔ اگر اسے کوئی حاجت پیش آئے تو سب سے پہلے اس کی حاجت روائی کرو۔ اس کی خدمت کے لئے تیار رہو۔ وہ کھجور کا پھل دار درخت ہے۔ اگر منتظر رہو گے تو تمہیں نفع حاصل ہوگا۔ (ماہنامہ ضیائے حرم لاہور بابت مئی ۱۹۸۴ء)

(۱۰) اور حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم کا ارشاد ہے۔ وانا عبدُ من علمنی حرفاً۔ اور میں بندہ ہوں اس شخص کا جس نے مجھے ایک حرف سکھایا۔ (ماہنامہ ضیائے حرم لاہور بابت فروری ۱۹۸۸ء)

(۱۱) اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں جب بغرض تحصیل علم حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے در دولت پر جاتا اور وہ باہر تشریف نہ رکھتے ہوتے تو میں ان کو براہ ادب آواز نہ دیتا اور ان کی چوکھٹ پر سر رکھ کر لیٹا رہتا۔ ہوا خاک اور ریت اوڑا کر مجھ پر ڈالتی پھر جب حضرت زید کاشانہ اقدس سے باہر تشریف لاتے تو فرماتے اے ابن عم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آپ نے مجھے اطلاع کیوں نہ کرا دی۔ میں عرض کرتا مجھے لائق نہ تھا کہ میں آپ کو اطلاع کراتا۔ (حیات اعلیٰ حضرت ص ۲۱۵)

(۱۲) اور حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم نے ایک مرتبہ اپنے بیٹے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ قم بین یدی مولاک عنی استاذہٗ۔ اپنے آقا یعنی استاد کے روبرو کھڑے ہو جاؤ۔

(فتاویٰ عالمگیری ص ۳۷۸ ج ۵)

اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کن عالماً او متعلماً او مستمعاً او محباً ولاتکن الخامسة ای مبغضاً فتھلک۔ عالم دین بن یا متعلم دین بن یا علمی باتیں سننے والا بن یا علماء سے محبت رکھنے والا بن اور پانچواں شخص یعنی علماء سے دشمنی رکھنے والا نہ بن ورنہ تو ہلاک ہو جائے گا۔

(مکاشفة القلوب ص ۲۷۵)

مسلمان ان ارشادات مبارکہ پر غور کریں اور اندازہ کریں کہ ایک حرف سکھانے والے استاد کے ادب واحترام کے بارہ میں ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور ان کے جلیل القدر صحابی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کیا فرما رہے ہیں۔ اگر ہم اپنے اساتذہ کا ادب بجا نہ لائیں گے تو اس سے اللہ جل شانہٗ اور اس کے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم ضرور ناراض ہوں گے ویدل علیہ قولہٗ صلے اللہ علیہ وسلم رضا الرب فی رضا الوالد واللہ تعالیٰ اعلم۔

بزرگان دین کے ارشادات ومعمولات

قرآن وحدیث سے استاد کے ادب واحترام کی فضیلت ثابت کرنے کے بعد ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ اس بارہ میں بزرگان دین کے چند ارشادات ومعمولات بھی نقل کر دیں تاکہ اس مسئلہ کی ضرورت

واہمیت پر مزید روشنی پڑ جائے۔ وباللہ التوفیق۔

(۱) حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ شاگرد پر لازم ہے کہ وہ علم پر تکبر نہ کرے۔ اور نہ اپنے استاد پر حکم چلائے بلکہ وہ اپنے اختیار کی لگام اپنے استاد کے ہاتھ میں اس طرح دے دے جس طرح بیمار شخص اپنے اختیار کی لگام طبیب کے ہاتھ میں دے دیتا ہے اور وہ طبیب پر حکم نہیں چلاتا کہ مجھے فلاں قسم کی دوائی دو اور فلاں قسم کی نہ دو اور شاگرد پر یہ بھی لازم ہے کہ وہ اپنے استاد کی خدمت پر پابندی کرے جیسا کہ روایت کیا گیا ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ جنازہ کی نماز پڑھائی پھر ان کی خدمت میں خچر پیش کی گئی تا کہ آپ سوار ہوں۔ فوراً ان کے شاگرد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے لگام تھام لی۔ فرمایا اے رسول اللہ کے چچازاد بھائی لگام چھوڑ دیں۔ انہوں نے عرض کیا ہمیں علماء اور بزرگان دین کے ساتھ ایسا ہی کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ فوراً حضرت زید نے ان کا ہاتھ چوما اور فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں اہل بیت سے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔

اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مومن کی خوبیوں میں سے ایک خوبی یہ ہے کہ وہ علم کی تلاش میں چاپلوسی سے کام لیتا ہے اور آپ کا ارشاد ہے جس طرح سیلاب بلند جگہ پر نہیں چڑھتا اسی طرح علم متکبر شخص کو حاصل نہیں ہوتا۔ (مختصر احیاء العلوم ص ۱۲)

(۲) مشہور ہے کہ ایک خاکروب جب امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس سے گذرتا تو آپ اسی وقت کھڑے ہو جاتے حاضرین نے سبب دریافت کیا تو فرمایا۔ یہ میرا استاد ہے اس امر کا کہ کتا جب لات اٹھا کر پیشاب کرتا ہے تو وہ اس وقت بالغ ہوتا ہے۔ (فتاوی قادریہ ص ۶۹)

(۳) شاہ عبدالقادر دہلوی نے تفسیر موضح القرآن کے فوائد میں بیان کیا ہے کہ اللہ جل شانہ نے استاد کا حق بیان نہ فرمایا۔ ماں باپ کا حق بیان کیا اس واسطے کہ استاد کا حق رسول کے حق میں آ گیا۔ کیونکہ وہ نائب رسول ہے۔ احادیث میں وارد ہے العلماء ورثۃ الانبیاء علماء انبیاء کے وارث ہیں لہذا ضرور حقوق استادی انبیاء کے حقوق میں شمار ہیں۔ ایذا دینے والا نبیوں کا ملعون ابدی ہوتا ہے چنانچہ آیات میں جابجا مذکور ہے بغیر موجب شرعی کے استادوں کو ایذا دینے والے کا حکم اس پر متفرع ہے وہ امامت واستفتاء ودیگر احسانات دینی ودنیاوی کے لائق شرعاً کب ہوگا۔ اگر حکومت اسلام ہو تو سخت سزا یاب ہو۔ اب مسلمانوں کو

لازم ہے کہ وہ ایسے شخص سے کنارہ کشی کریں۔ (فتاوٰی قادریہ ص ۷۰)

(۴) اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں۔ عالم دین اور سلطانِ اسلام اور علم دین میں اپنا استاد ان کی تعظیم مسجد میں بھی کی جائے گی۔ اور مجالس خیر میں بھی اور تلاوت قرآن عظیم میں بھی۔ عالمِ دین کے قدموں پر بوسہ دینا سنت ہے اور قدموں پر سر رکھنا جہالت۔ (احکام شریعت ص ۱۸۴)

(۵) اور فتاوٰی خیریہ میں ہے کہ اس بات پر اجماع ہو چکا ہے کہ استاد کے نافرمان کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے۔ (فتاوٰی نظامیہ بحوالہ انوار شریعت ص ۳۱۰ ج ۱)

(۶) اور جامع التفاسیر میں لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں اس کا غلام ہوں جس نے مجھے ایک حرف تعلیم کیا۔ اور استاد کے نافرمان کو جنت کی بو نہیں پہنچے گی۔ (فتاوٰی قادریہ ص ۶۹)

(۷) اور کتاب عین العلم میں لکھا ہے کہ استاد کا حق والدین کے حق سے زیادہ ہے اور اس کی شرح میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ بہتر باپوں کا وہ شخص ہے جو علم سکھاوے۔

(فتاوٰی قادریہ ص ۶۹)

(۸) اور مقدمہ حواشی کنز الدقائق میں ہے ''جاننا چاہیے کہ طالب علم علم نہیں حاصل کرے گا اور نہ وہ اس سے نفع حاصل کرے گا مگر علم اور اہل علم کی تعظیم بجالانے کے سبب سے اور ادب واحترام کی وجہ سے اور کہاوت ہے کہ جو شخص مقصود تک پہنچا وہ اپنے اساتذہ کا ادب بجالانے کی وجہ سے پہنچا اور جو رہ گیا وہ اساتذہ کا ادب ترک کرنے کی وجہ سے رہ گیا'' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''میں اس شخص کا بندہ ہوں جس نے مجھے ایک حرف تعلیم کیا وہ چاہے تو بیچے اور چاہے تو آزاد کرے۔ اور خلیفہ ہارون الرشید نے اپنے بیٹے کو امام اصمعی کی خدمت میں علم وادب حاصل کرنے کے لئے بھیجا پھر اس نے ایک دن دیکھا کہ امام صاحب وضو کر رہے ہیں اور اپنا پاؤں دھو رہے ہیں اور خلیفہ کا بیٹا ان کے لئے پانی ڈال رہا ہے۔ یہ دیکھ کر خلیفہ نے امام اصمعی پر عتاب کے طور پر کہا میں نے آپ کی خدمت میں اسے اس لئے بھیجا ہے کہ آپ اسے علم وادب سکھائیں آپ نے اسے یہ حکم کیوں نہیں دیا کہ وہ ایک ہاتھ سے پانی ڈالے اور دوسرے ہاتھ سے آپ کے پاؤں دھوئے۔ (مقدمہ حواشی کنز الدقائق ص ۱۲)

فقہائے حنفیہ کے ارشادات

استاد کے ادب واحترام کے بارہ میں مذکورہ بالا قرآن مجید کی آیات، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ اور بزرگان دین کے ارشادات کے پیش نظر ہمارے فقہائے حنفیہ نے اپنی کتب جلیلہ میں استاد کے ادب واحترام کے بارہ میں احکام شرعیہ ذکر فرمائے ہیں یہاں چند کتب کی عبارات مبارکہ تبرکاً نقل کی جاتی ہیں۔

(۱) فتاویٰ عالمگیری میں ہے انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے استاد کے حقوق اور اس کے ادب کا لحاظ رکھے۔ اپنے مال میں سے کسی شئے میں (اپنے استاد کے حق میں) کنجوسی نہ کرے اور اپنے استاد کی غلطیوں کا پیچھا نہ کرے یعنی اس پر نکتہ چینی نہ کرے یہ غرائب نامی کتاب میں ہے۔ اور وہ اپنے استاد کے حق کو اپنے ماں باپ اور سب مسلمانوں کے حق پر مقدم رکھے۔ اور اگر کوئی شاگرد اپنے استاد کو مولانا کہے تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا اپنے مولا یعنی استاد کے سامنے کھڑے ہو جاؤ اور اسی طرح کسی دوسرے شخص کو مولانا کہنے میں بھی حرج نہیں جبکہ وہ اس سے افضل ہو اور شاگرد اپنے استاد کے سامنے انکساری کرے اگرچہ اس سے اس نے ایک ہی حرف سیکھا ہو۔ اور یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے استاد کو ذلیل کرے اور نہ اس پر کسی دوسرے شخص کو اختیار کرے سو اگر وہ یہ بات کرے تو اس نے اسلام کے دستوں میں سے ایک دستہ کو توڑ ڈالا ہے اور استاد کے احترام میں یہ بات بھی داخل ہے کہ شاگرد اس کا دروازہ نہ کھٹکھٹائے بلکہ اس کے نکلنے کا انتظار کرے اور علم نہ سکھائے مگر اسی کو جو علم کا اہل ہو اور جو علم کا اہل ہے اس سے علم نہ چھپائے کیونکہ نااہل کو علم پڑھانا اسے ضائع کرنا ہے اور اہل سے علم چھپانا ظلم وزیادتی ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری ص ۳۷۸ ج ۵)

(۲) اور اسی کتاب میں دوسری جگہ لکھا ہے کہ نوجوان عالم بوڑھے جاہل پر اور غیر قریشی عالم قریشی غیر عالم پر فوقیت رکھتا ہے امام زندوستی نے فرمایا۔ عالم کا حق جاہل پر اور استاد کا حق شاگرد پر برابر ہیں اور وہ یہ کہ عالم اور استاد کے سامنے گفتگو میں پہل نہ کرے اور نہ وہ ان کی جگہ پر بیٹھے اگرچہ وہ موجود نہ ہوں اور نہ ان کی بات کو لوٹائے اور نہ چلنے میں ان سے آگے ہو۔ (فتاویٰ عالمگیری ص ۳۷۳ ج ۵)

(۳) امام عارف باللہ عبدالغنی نابلسی فرماتے ہیں۔ شرع کی رو سے جو باتیں ممنوع ہیں ان میں سے یہ بھی ہے کہ کوئی جاہل شخص عالم کی موجودگی میں اور کوئی شاگرد اپنے استاد کی موجودگی میں لوگوں سے بحث مباحثہ شروع کردے۔ خواہ وہ کسی شرعی مسئلہ میں ہو یا اور کسی بات میں خواہ وہ عالم دین اس کا اپنا استاد ہے یا کسی دوسرے کا یا وہ علم میں اس پر زیادتی رکھتا ہے یا دیانت وصلاح وغیرھما میں اس سے بہتر ہے کیونکہ یہ بات اپنے نفسانی تکبر کی وجہ سے بزرگوں کا ادب ترک کردینے کے قبیل سے ہے۔ (حدیقہ ندیہ ص ۲۰۲ ج ۲)

(۴) اور یہی بزرگ لکھتے ہیں اسکندر نے کہا ہے کہ استاد باپ کی نسبت زیادہ احسان والا ہے کیونکہ اس نے میری تعلیم میں طرح طرح کی مشقتیں برداشت کی ہیں اور مجھے علم کے نور سے آگاہی بخشی۔ اور میرے باپ نے لذت طلب کی تو اس نے مجھے عالم وجود کی آفات کے سپرد کیا۔ اور مشہور محاورات میں سے ایک محاورہ یہ بھی ہے کہ تیرا بہترین باپ وہ ہے جس نے تجھے علم سکھایا۔ (حدیقہ ندیہ ص ۳۰۲ ج ۲)

الغرض ان اسلامی ہدایات کو جاننے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی ضرورت ہے ہر عقل مند شخص یہ سمجھ سکتا ہے کہ اگر شاگرد اپنے استاد کا دلی احترام کرے گا، اس کی خدمت بجالانے میں کوئی کوتاہی نہیں کرے گا، اسے ہر طرح راضی رکھنے کی کوشش کرے گا تو ضرور استاد اپنی دعاؤں سے اسے نوزے گا۔ اور استاد کی دعا جس شاگرد کو مل جاتی ہے اس کے علم کو اللہ تعالیٰ ضرور چار چاند لگا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایسے شاگرد پیدا فرماتا ہے جو اس کے علم کو ساری دنیا میں پھیلا دیتے ہیں اور قیامت تک کے لئے اسے صدقہ جاریہ بنا دیتے ہیں اور یہ بھی ہر عقل مند شخص سمجھ سکتا ہے کہ استاد محنت اور دلی لگن سے اسی شاگرد کو تعلیم دیتا ہے جس سے وہ راضی ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ جن لوگوں نے زمانہ طالب علمی میں اپنے اساتذہ کی خدمت میں کوتاہی نہیں کی اور حصول علم میں پوری جانفشانی سے کام لیا وہ علم کے آفتاب ومہتاب بن کر چمکے اور ساری زندگی علم کی روشنی دنیا کے کونے کونے میں پہنچاتے رہے۔ آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اساتذہ کا مقام ومرتبہ پہچاننے کی توفیق بخشے اور ان کا ادب واحترام کرنے کی سعادت نصیب رکھے آمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۷ شعبان ۱۴۰۸ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بارھواں مقالہ

حقوق العباد کی شرعی اہمیت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد :- محبّ محترم حاجی لہراسب خان ساکن گل پور ضلع کوٹلی آزاد کشمیر نے بار بار راقم الحروف فقیر حیدری رضوی غفراللہ تعالیٰ لہ کو اس جانب توجہ دلائی کہ آج کل اکثر مسلمان حقوق العباد کی اہمیت نہیں جانتے۔ اوران کی ادائیگی میں غفلت کا شکار ہیں۔ بلکہ بعض ناعاقبت اندیشوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ دوسروں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالے ہوئے ہیں۔ اوراپنی اس بدکرداری کے برے انجام کا انہیں کوئی احساس تک نہیں اس لیے ضروری ہے کہ اس مہلک بیماری کا احساس دلانے کے لیے کوئی مختصر مقالہ لکھا جائے۔

ولہذا حاجی صاحب موصوف کی اِس فرمائش پر یہ مختصر مقالہ ''حقوق العباد کی شرعی اہمیت'' لکھنے کی سعادت حاصل کی گئی ہے۔ اللہ کریم جل شانہٗ اس دینی خدمت کوشرف مقبولیت بخشے اور ہم سب کی ہدایت کا ذریعہ بنائے آمین۔

جان و مال کی حرمت

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی جان و مال وعزت کی تکریم وتعظیم مسلمانوں پر فرض فرمائی ہے اور کسی کی جان و مال وعزت سے بلاوجہ تعرض کرنا حرام قرار دیا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خطبۃ الوداع میں ارشادفرمایا ''ان دمآء کم واموالکم حرام علیکم کحرمۃ یومکم ھذا فی شھرکم ھذا فی بلدکم ھذا۔ بلاشبہ تمہارے خون اورتمہارے مال تم پرحرام ہیں جس طرح تمہارا یہ دن تمہارے اس مہینے میں تمہارے اس شہر میں حرمت والا ہے''۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۲۰۳ ج ۱)

اوردوسری روایت میں فرمایا ''مجھے لوگوں سے لڑنے کا حکم کیا گیا ہے یہاں تک کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کریں اورزکوٰۃ دیں فاذا فعلوا ذلک عصموا منی دمآء ھم واموالھم الا بحق الاسلام وحسابھم علی اللہ۔ پھر جب وہ یہ (تینوں کام) کرلیں تو میری طرف سے وہ اپنے خون اوراپنے مال محفوظ کرلیں گے مگرحق اسلام کے سبب سے اوران کا حساب اللہ پر ہے''۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۱ ج ۱)

ان دونوں حدیثوں سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان کی جان اوراس کا مال دوسروں پر حرام

ہے۔ بے اذن شرع ان سے تعرض کا حق کسی کو نہیں لہذا اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں وہی سچا پکا مسلمان ہے جو دوسروں کے حقوق سے عہدہ برآ ہونے کی کوشش کرتا ہے اور اس کے ہاتھ اور اس کی زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہتے ہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں''۔ (مشکوٰۃ شریف ص۱۰ ج۱)

اور دوسری روایت میں ہے کہ ایک شخص نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا بہترین مسلمان کون ہے؟ فرمایا جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان سلامتی میں رہیں''۔ (مشکوٰۃ شریف ص۱۰ ج۱)

اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب فرمائے آمین۔

حقوق العباد کی شرعی اہمیت

حقوق العباد کی اہمیت اور ان کے غصب کی مذمت میں قرآن وسنت کی بہت سی نصوص موجود ہیں۔ ہم یہاں چند ضروری احادیث مبارکہ کے ذکر کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں وباللہ التوفیق۔

حدیث نمبر ا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ لتؤدن الحقوق الی اھلھا یوم القیامۃ حتی یقاد للشاۃ الجلحاء من الشاۃ القرناء۔ قیامت کے دن حقوق ضرور ان کے اہل کو ادا کیے جائیں گے یہاں تک کہ جس بکری کے سینگ نہیں اس کے لیے سینگ والی بکری سے بدلہ لیا جائے گا۔ (مشکوٰۃ ص۱۴۵ ج، جامع صغیر ص۱۲۲ ج۲، ریاض الصالحین ص۱۱۲)

تنبیہ مسلمان غور فرمائیں کہ جب قیامت میں ظالم حیوان سے مظلوم حیوان کو بدلہ دلایا جائے گا تو پھر ظالم انسان سے مظلوم انسان وحیوان کو بدلہ کیوں نہیں دلایا جائے گا؟ اللہ تعالیٰ اپنا خوف عطا کرے آمین۔

حدیث نمبر ۲

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ صحائف الاعمال تین ہیں ایک صحیفہ کو اللہ نہیں بخشے گا اور وہ اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانا ہے اللہ فرماتا ہے ان

اللہ لا یغفران یشرک بہ ۔ بلاشبہ اللہ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ کسی شئے کو اس کا شریک ٹھہرایا جائے
ودیوان لایترکہ اللہ ظلم العباد فی مابینھم حتی یقتص بعضھم من بعض اور
(دوسرے) صحیفہ کو اللہ نہیں چھوڑے گا وہ بندوں کا ایک دوسرے پر ظلم کرنا ہے یہاں تک کہ بعض کو بعض سے
بدلہ دلائے گا اور (تیسرے) صحیفہ کی پرواہ اللہ تعالیٰ کو نہیں ہے اور وہ بندوں کا اپنے اور اللہ کے مابین ظلم
کرنا ہے پس یہ اللہ کے حوالے ہے اگر چاہے گا تو عذاب دے گا اور اگر چاہے گا تو معاف فرما دے گا۔

(جامع صغیر ص ۱۸ ج ۲، مشکوٰۃ ص ۱۴۵ ج ۲)

تشریح

اس حدیث کا یہ مطلب ہے کہ گناہ تین قسم کے ہیں۔ (۱) شرک اللہ تعالیٰ اسے ہرگز نہیں بخشے گا۔ (۲) حقوق العباد کا غصب اللہ تعالیٰ یہ حقوق حقداروں کو ضرور دلائے گا۔ (۳) حقوق اللہ کا غصب اللہ تعالیٰ اپنے حقوق جسے چاہے گا معاف فرمائے گا اور جسے چاہے گا اسے ان کی وجہ سے عذاب دے گا۔ واللہ اعلم۔

حدیث نمبر ۳

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
اول من یختصم یوم القیامۃ الرجل وامراتہ واللہ مایتکلم لسانھا ولکن یداھا ورجلاھا لیشھدان علیھا بما کانت تعیب لزوجھا قیامت کے روز جو سب سے پہلے جھگڑا کریں گے وہ مرد اور اس کی بیوی ہوں گے خدا کی قسم بیوی کی زبان گفتگو نہیں کرے گی بلکہ اس کے دونوں ہاتھ اور اس کے دونوں پاؤں ان باتوں کی گواہی دیں گے جن کے ساتھ وہ اپنے خاوند کے عیب بیان کرتی تھی ویشھد یداہ ورجلاہ بما کان تولیھا. اور خاوند کے دونوں ہاتھ اور اس کے دونوں پیران باتوں کی گواہی دیں گے جو وہ اختیار کرتا تھا۔ ثم یدعی الرجل وخدمہ بمثل ذلک ثم یدعی اھل الاسواق ومایؤخذ ثم دوانیق ولاقراریط ولکن حسنات ھذا تدفع الی ھذا الذی ظلم و سیئات ھذا الذی ظلم توضع علیہ ثم یؤتیٰ بالجبارین فی مقامع من حدید فیقال اوردھم الی النار ۔ پھر مرد اور اس کے غلاموں کو بلایا جائے گا اور اسی طرح ان کے حقوق کے لین دین کا فیصلہ کیا جائے گا۔ پھر بازاروں والے لوگ بلائے جائیں گے اور وہاں جو چیز لی جائے گی وہ نہ پیسے

ہوں گے اور نہ روپے بلکہ اس کی نیکیاں مظلوم کو دی جائیں گی اور مظلوم کے گناہ اس پر ڈالے جائیں گے پھر جبار قسم کے لوگوں کو لوہے کی ہتھکڑیوں میں باندھ کر لایا جائے گا پھر کہا جائے گا کہ انہیں دوزخ کی طرف لے جاؤ۔ (البدور السافرہ ص ۱۶۶)

تشریح

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے روز سب سے پہلے میاں بیوی ایک دوسرے سے اپنے اپنے حقوق کا مطالبہ کریں گے اور حقوق کی ادائیگی میں جو کوتاہی واقع ہوتی رہی ہوگی اس کی گواہی ہاتھ پاؤں دیں گے اللہ کریم اپنا فضل شامل حال فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم۔

حدیث نمبر ۴

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن والدین کا قرض ان کے ولد (بچے بچی) پر ہوگا تو وہ دونوں اس سے چمٹ جائیں گے اور وہ چاہیں گے یا خواہش کریں گے کہ کاش اس پر ان کا قرض اور زیادہ ہوتا۔

(البدور السافرہ)

مقام غور

ہے کہ جب قیامت کے روز والدین اپنی اولاد سے اپنا قرض وصول کرنے سے باز نہیں آئیں گے تو پھر دوسروں کا کیا کہنا۔ اے اللہ ہمیں سمجھ عطا فرما۔

حدیث نمبر ۵

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''آیا جانتے ہو کہ مفلس کون ہے'' صحابہ نے عرض کیا۔ ہمارے اندر مفلس وہ شخص ہے جو نہ درہموں کا مالک ہو اور نہ سامان کا۔ فرمایا۔ بلاشبہ میری امت میں مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے روز نماز، روزہ اور زکوٰۃ لے کر آئے گا اور وہ اس حال میں آئے گا کہ اس نے کسی کو گالیاں دی ہیں اور کسی پر تہمت لگائی ہے اور کسی کا مال

کھایا ہے اور کسی کا خون بہایا ہے اور کسی کو مارا ہے **فیعطی هذا من حسناته فان فنيت حسناته قبل ان يقضى ماعليه اخذت من خطاياهم فطرحت عليه ثم طرح فى النار**۔ سو کسی کو اس کی بعض نیکیاں دی جائیں گی اور کسی کو اس کی بعض نیکیاں دی جائیں گی پھر اگر اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی اس سے پہلے کہ اس پر لازم شدہ جملہ حقوق ادا ہوں تو ان کی بعض برائیاں لے کر اس پر ڈالی جائیں گی پھر اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ (مشکوٰۃ ص ۴۳۵ ج ۲)

مقام عبرت ہے کہ نیکیاں کمانے کے ساتھ اگر برائیوں سے اجتناب نہیں کیا جائے گا تو وہ نیکیوں کو لے ڈوبیں گی اللہ کریم جل شانہٗ ہمیں عبرت نصیب فرمائے۔ آمین۔

حدیث نمبر ۶

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا **من ظلم قيد شبر من الارض طوقه من سبع ارضين**۔ جو شخص ایک بالشت کی مقدار زمین ظلماً لے وہ سات زمینوں تک اس کے گلے کا ہار بنائی جائے گی۔ (جامع صغیر ص ۱۷۶ ج ۲ وصحہ)

حدیث نمبر ۷

حضرت ابو یعلیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **ايما رجل ظلم شبراً من الارض كلفه الله ان يحفره حتى يبلغ اخر سبع ارضين ثم يطوقه يوم القيامة حتى يقضى بين الناس**۔ جو شخص ایک بالشت زمین ظلماً لے لے گا اللہ تعالیٰ اسے اس بالشت زمین کو ساتویں زمین کے سرے تک کھودنے کا مکلف بنائے گا پھر وہ اس بالشت زمین کو قیامت کے دن بندوں کے درمیان فیصلہ کیے جانے تک گلے میں اٹھائے رکھے گا۔ (البدور السافرہ ص ۳۶)

حدیث نمبر ۸

اور امام احمد روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ناحق کسی کی زمین لے لے اسے اس زمین کی مٹی اٹھا کر محشر تک آنے کی تکلیف دی جائے گی۔ (البدور السافرہ ص ۳۶)

حدیث نمبر۹

اور محدث طبرانی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''جو شخص ایک بالشت زمین ظلماً لے لے گا اسے پانی تک اس کے کھودنے کا پھر اسے محشر تک اٹھا کر لے جانے کا مکلّف بنایا جائے گا''۔ (البدور السافرہ ص ٣٦)

حدیث نمبر۱۰

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جو شخص ایک بالشت زمین ظلماً لے لے وہ قیامت کے دن اس کے گلے کا ہار ہوگی''۔ (البدور السافرہ ص ٣٦)

حدیث نمبر۱۱

اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **اعظم الغلول عندالله ذراع من الارض تجدون الرجلين جارين فى الارض او فى الدار فيقطع احدهما من حق صاحبه ذراعاً اذا اقتطعه طوقهٔ من سبع ارضين يوم القيامة** اللہ کے نزدیک سب سے بڑی بددیانتی وہ ایک گز جگہ ہے جو تم زمین یا گھر کے دو شریکوں میں پاؤ پھر ان میں سے ایک شریک اپنے ساتھی کے حق سے وہ ایک گز جگہ کاٹ لے (یعنی اسے اپنے قبضہ میں کرلے) جب وہ اسے کاٹے گا تو قیامت میں وہ اسے سات زمینوں تک اپنے گلے کا ہار بنائے گا۔ (البدور السافرہ ص ٣٦)

حدیث نمبر۱۲

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ **من اخذ من الارض شيئاً بغير حقه خسف به يوم القيامة الى سبع ارضين** جو شخص ناحق زمین سے کچھ لے لے وہ قیامت کے دن ساتویں زمین تک دھنسایا جائے گا۔ رواہ البخاری وصححہ الجلال السیوطی۔

(جامع صغیر ص ١٦١ ج ٢)

حدیث نمبر ۱۳

حضرت وائل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ من اقتطع ارضاً ظالماً لقی اللہ وھو علیہ غضبان جوشخص زمین سے کچھ ظلماً کاٹ لے گا وہ اس حال میں اللہ سے ملے گا کہ وہ اس پر ناراض ہوگا۔ (جامع صغیر ص ۱۶۶ ج ۲)

حدیث نمبر ۱۴

اور محدث طبرانی حضرت حکم بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ من اخذ من طریق المسلمین شبراً جآء بہ یحملہ من سبع ارضین جوشخص مسلمانوں کے راستہ سے ایک بالشت جگہ لے لے اسے (قیامت کے دن) ساتویں زمین تک اٹھائے ہوئے آئے گا۔ (البدور السافرہ ص ۳۶) (جامع صغیر جلد دوم ص ۱۶۱)

تنبیہ: آج کل راستہ کاٹ لینے کی بیماری عموماً پائی جاتی ہے مسلمان کو تو یہ چاہیے کہ وہ راستہ کشادہ کرنے کے لیے اپنی ذاتی جگہ چھوڑے نہ یہ کہ مسلمانوں کے راستہ سے کچھ جگہ اپنی املاک میں ملا کر راستہ تنگ کردے اور ہر گذرنے والے شخص کو تنگی میں ڈالے بہرحال یہ حدیث راستہ چوروں کے لیے قابل غور ہے اللہ تعالیٰ سوچنے کی مہلت دے۔ آمین۔

حدیث نمبر ۱۵

اور حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''خدا کی قسم تم میں سے کوئی شخص ناحق کوئی شئے نہیں لے لے گا مگر وہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ وہ اس شئے کو اٹھائے ہوئے ہوگا۔ فلااعرفن احدامنکم لقی اللہ یحمل بعیراً لہ رغاء وبقرۃ لہٗ خوار وشاۃ تیعر سو میں تم میں سے کسی ایک کو اس حال میں نہ جانوں کہ وہ اللہ سے اس حال میں ملے کہ وہ کوئی بولتا اونٹ یا بولتی گائے یا بولتی بکری اٹھائے ہوئے ہو''۔

(البدور السافرہ ص ۳۷)

حدیث نمبر ۱۶

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے اندر کھڑے ہوئے اور آپ نے مال غنیمت میں خیانت کی سختی بیان فرمائی پھر فرمایا میں ہرگز قیامت کے دن تم میں سے کسی کو اس حال میں نہ پاؤں کہ اس کی گردن پر بولتا ہوا اونٹ ہو اور وہ کہے۔ [۱] یا رسول اللہ میری فریاد کو پہنچیں تو میں کہوں گا کہ میں تیرے لیے کچھ اختیار نہیں رکھتا میں نے تجھے (خدا کا حکم) پہنچا دیا تھا اور نہ تم میں سے کسی کو میں قیامت کے دن اس حال میں پاؤں کہ وہ اپنی گردن پر بولتا ہوا گھوڑا اٹھائے ہوئے آئے تو کہے یا رسول اللہ مدد فرمائیں اور میں کہہ دوں کہ میں تیرے لیے کوئی اختیار نہیں رکھتا میں نے تجھے پہنچا دیا تھا الی آخر الحدیث۔ (مشکوۃ ص ۳۴۷ ج ۲)

تنبیہ: مال غنیمت میں کفار سے مسلمان جو چیزیں حاصل کرتے ہیں وہ مجاہدین میں تقسیم سے پہلے مشترکہ ہوتی ہیں۔ سو اگر کوئی شخص کوئی شئے تقسیم سے پہلے چوری لے لے تو اس کا یہ عذاب ان حدیثوں میں بیان ہوا ہے اور یہ صرف مال غنیمت ہی سے خاص نہیں بلکہ اگر کوئی شخص دوسرے کا کوئی جانور چوری کرے گا تو وہ بھی اسی حال میں آئے گا واللہ اعلم بالصواب واعاذنا اللہ تعالیٰ منہ

حدیث نمبر ۱۷

اور مسلم شریف میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنی قسم کے ذریعہ سے کسی مسلمان کا حق کاٹ لے اللہ تعالیٰ اس کے لیے دوزخ واجب کرے گا اور اس پر جنت حرام فرما دے گا اس وقت ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ اور اگر چہ وہ شئے معمولی ہو فرمایا "اگر چہ وہ پیلو کی ایک ڈنڈی ہو"۔ (ریاض الصالحین ص ۱۱۴)

---

[۱] اس سے معلوم ہوا کہ مصیبت میں مسلمان یا رسول اللہ کہیں تو اس میں کوئی ممانعت نہیں اور نہ ایسا کہنا شرک ہے ورنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قیامت میں ایسا کہنے والے کو ضرور مشرک قرار دیتے۔ واللہ یھدی من یشآء الی صراط مستقیم۔

حدیث نمبر ۱۸

اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''سوائے اس کے نہیں کہ میں بشر ہوں اور تم میرے پاس مقدمہ لے کر آتے ہو اور شاید تم میں سے کوئی دوسرے سے زیادہ اپنی دلیل پیش کرنے میں فصیح البیان ہو تو میں اس کی دلیل سننے کے بعد اس کے حق میں فیصلہ کر دوں سو جس کے حق میں اس کے بھائی کے کسی حق کے ساتھ میں فیصلہ کروں تو سوائے اس کے نہیں کہ میں اس کے لئے دوزخ کا ایک ٹکڑا کاٹتا ہوں''۔ (ریاض الصالحین ص ۱۱۷)

تنبیہ: اس حدیث سے وکلاء حضرات کو عبرت پکڑنی چاہیے جو اپنی چرب زبانی سے اپنے موکل کے حق میں غلط فیصلے کرا لیتے ہیں۔ اے اللہ ہدایت نصیب فرما۔

حدیث نمبر ۱۹

اور حضرت خولہ بنت عامر رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ان رجالاً یتخوضون فی مال اللہ بغیر حقٍ فلھم النار یوم القیامۃ۔ بلاشبہ لوگ اللہ کے مال میں ناحق تصرف کرتے ہیں سو ان کے لئے قیامت کے دن آگ ہے۔ (ریاض الصالحین ص ۱۱۸)

تنبیہ: اس حدیث میں وہ حضرات غور فرمائیں جن کے قبضہ میں سرکاری خزانہ ہوتا ہے اور وہ بے دھڑک اسے ناحق خرچ کرتے رہتے ہیں۔ واعاذنا اللہ تعالیٰ منہ۔

حدیث نمبر ۲۰

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ ''سات ہلاکت میں ڈالنے والے کاموں سے بچو'' عرض کیا گیا۔ ''یا رسول اللہ وہ کیا ہیں؟'' فرمایا ''اللہ کا شریک ٹھہرانا، جادو کرنا، اس جان کو ناحق قتل کرنا جس کو اللہ نے حرمت دے رکھی ہے۔ سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، لڑائی کے دن دشمن سے پیٹھ پھیرنا اور بے خبر بے عیب مومن عورتوں کو تہمت لگانا''۔ (ریاض الصالحین ص ۵۷۴)

تنبیہ: بعض لوگ جادو کے ذریعہ سے دوسروں کی جان و مال کو نقصان پہنچاتے ہیں اور بعض یتیموں کے مال کو ہڑپ کر جاتے ہیں۔ انہیں اس حدیث میں غور کرنا چاہیے اور غضب الٰہی سے بچنے کی فکر کرنی چاہیے۔ اللہ کریم توفیق فکر عنایت فرمائے۔ آمین۔

حدیث نمبر ۲۱

اور حضرت محمد بن عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

''**والذی نفسی بیده لو قتل رجل فی سبیل الله ثم عاش ثم قتل ثم عاش ثم قتل و علیه دین مایدخل الجنة حتّٰی یقضی دینهٗ** اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے اگر کوئی شخص راہِ خدا میں قتل کیا جائے پھر زندہ کیا جائے پھر قتل کیا جائے۔ پھر زندہ کیا جائے پھر قتل کیا جائے اس حال میں کہ اس پر قرض ہے تو وہ اپنے قرضہ کی ادائیگی تک جنت میں داخل نہ ہوگا۔ (البدور السافرہ ص ۱۶۹)

تنبیہ: بعض لوگ قرض لے کر ادائیگی کا خیال نہیں کرتے انہیں اس ارشاد نبوی پر غور کرنا چاہیے اور حتی الوسع قرض سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے اور واجب الذمہ قرض کو جلد ادا کرنا چاہیے **اللھم وفقنا توفیقا کاملاً لذلک** آمین۔

حدیث نمبر ۲۲

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جس شخص کے ذمہ میں اپنے کسی بھائی کا کوئی حق ہو اسے آج اس سے معاف کرا لینا چاہیے اس سے پہلے کہ نہ دینار ہوں گے اور نہ درہم۔ اگر اس کے پاس نیک اعمال ہوئے تو حق کی قدر ان سے نیکیاں لے کر حقدار کو دی جائیں گی اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہ ہوئیں تو حق کے قدر حقدار کے گناہوں سے لے کر اس پر لاد دیئے جائیں گے۔ (مشکوٰۃ ص ۴۳۵ ج ۲)

حدیث نمبر ۲۳

اور حضرت ابو یعلےٰ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ''پھر ایک منادی یہ نداء دے گا جس کو جن اور انسان سنیں گے کہ فلاں بن فلاں کہاں ہے فرشتے اسے لائیں گے اور مواقف سے اسے نکالیں گے سو اللہ لوگوں کو اس کی پہچان کروائے گا پھر کہا جائے گا اس کی نیکیوں کو نکالو پھر اللہ اس کی نیکیوں کی پہچان کروائے گا پھر جب وہ رب العالمین کے روبرو کھڑا ہوگا۔ تو کہا جائے گا کہ حقوق والے کہاں ہیں۔ سو (حقدار) باری باری آئیں گے۔ پھر کہا جائے گا کیا تو نے اس پر ظلم کیا تھا وہ کہے گا ہاں۔ اے میرے رب اور یہ وہ دن ہے جس دن میں ان کی زبانیں ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان کے عملوں کی گواہی دیں گے پھر اس کی نیکیاں لائی جائیں گی پھر ان میں سے اس کے مظلوموں کو دی جائیں گی۔ اس دن نہ دینار ہوں گے اور نہ درہم مگر نیکیوں میں سے لینا اور برائیوں میں سے لوٹانا ہوگا۔ پھر حقدار اس کی نیکیوں سے اپنے حقوق حاصل کرتے رہیں گے یہاں تک کہ اس کے لیے کوئی نیکی نہ رہے گی پھر اس کے وہ حقدار جن کو نیکیوں سے کچھ نہ ملا ہوگا اٹھ کر کہیں گے۔ کیا وجہ ہے کہ ہم باقی رہ گئے ہیں سو انہیں کہا جائے گا۔ تم جلد بازی نہ کرو۔ پھر ان کے گناہوں سے کچھ گناہ لیے جائیں گے اور اس پر ڈالے جائیں گے۔ حتیٰ کہ کوئی حقدار ایسا نہ ہوگا جسے اپنا حق نہ ملا ہوگا۔ **فاذا فرغ من حسابہ قیل ارجع الیٰ امک الھاویۃ فانہٗ لاظلم الیوم** ۔ پھر جب اس کے حساب سے فراغت ہوگی تو اسے کہا جائے گا تو اپنے ٹھکانہ ھاویہ کی طرف لوٹ جا۔ کیونکہ آج کے دن کوئی ظلم نہیں ہے **فلا یبقیٰ یومئذٍ ملک ولا نبی مرسل ولا صدیق ولا شھید ولا بشر الا ظن من شدۃ الحساب انہٗ لا ینجو الا من عصمہٗ اللہ تعالیٰ** ۔ سو اس دن نہ کوئی فرشتہ اور نہ کوئی مرسل نبی اور نہ کوئی صدیق اور نہ کوئی شہید اور نہ کوئی بشر ہوگا۔ مگر حساب کی جو شدت دیکھے گا اس کی وجہ سے یہ خیال کرے گا کہ صرف وہی شخص اللہ کے عذاب سے بچے گا جسے خود اللہ بچائے گا''۔ (البدور السافرہ ص ۵۰)

شعر :

فضل کریں تاں بخشے جاون میرے جے منہ کالے
عدل کریں تاں تھر تھر کمبن اُچیاں شاناں والے

مسلمان ان تیئس (۲۳) احادیث کو بغور ملاحظہ کریں، حقوق العباد کی شرعی اہمیت جانیں اور ان کی ادائیگی میں ہرگز ہرگز کوتاہی نہ کریں اللہ تعالیٰ توفیق عمل نصیب فرمائے آمین۔

بہادر شاہ ظفر نے کیا خوب کہا ہے۔

نہ جا اس کے تحمل پر کہ بے ڈھب ہے گرفت اس کی

ڈر اس کی دیر گیری سے کہ سخت ہے انتقام اس کا

پھر حقوق العباد کی شرعی اہمیت کا اندازہ اسی سے لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے حقوق تو بخشے گا مگر وہ حقوق العباد خود نہیں بخشے گا بلکہ ان کا بدلہ حقداروں کو ضرور دلائے گا اور حقوق العباد میں اللہ کے پیغمبر بھی شفاعت نہیں کریں گے۔ حالانکہ وہ باقی ہر قسم کے گناہوں میں شفاعت کریں گے۔

چنانچہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرمایا۔ **وقوله ثم طرح في النار، فيه اشعار بانه لا عفو لاشفاعة في حقوق العباد الا ان يشاء الله فير ضي خصمه بمااراد** ۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ پھر اسے آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ اس میں اس بات پر اشارہ موجود ہے کہ حقوق العباد میں نہ معافی ہے اور نہ شفاعت ہاں اگر اللہ چاہے گا تو حقداروں کو اپنے حقوق چھوڑنے پر راضی بنا دے گا۔

(حاشیہ مشکوٰۃ ص ۴۵ا ج ۲)

نجات کی راہیں

آخر میں ہم حقوق العباد سے نجات کی راہیں ذکر کرتے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ ہمارے لیے بخشش اور نجات کا کوئی راستہ پیدا فرمائے۔ وباللہ التوفیق۔

پہلی راہ

قیامت کے دن حقوق العباد کی گرفت سے بچنے کی چار راہیں ہیں۔ پہلی راہ یہ ہے کہ انسان دنیا میں ہر حقدار کا حق ادا کرتا رہے اور حتی الوسع کسی بھی حقدار کی حق تلفی نہ ہونے دے۔ یہی سلامتی کا راستہ ہے اور اسی میں دو جہانوں کی عافیت اور عزت ہے اللہ تعالیٰ راہ صواب پر چلنے کی ہم سب کو توفیق بخشے آمین۔

دوسری راہ

اور حقوق العباد سے چھٹکارا حاصل کرنے کی دوسری راہ یہ ہے کہ اعلان ہر وقت نیکی کمانے میں لگا رہے۔ تاکہ قیامت کے دن اگر حقداروں کے بعض حقوق ذمہ میں رہ گئے تو کچھ نیکیوں سے ان کی ادائیگی ہو جائے گی اور باقی نیکیاں جنت میں جانے اور بلندیٔ درجات ملنے کا ذریعہ بنیں گی۔ اللہ تعالیٰ توفیق نیکی نصیب فرمائے۔ آمین۔

تیسری راہ

اور حقوق العباد سے نجات پانے کی تیسری راہ یہ ہے کہ دنیا میں ہر حقدار سے اس کے حقوق بخشوانے کی کوشش جاری رکھی جائے ہر خویش وقریب سے بخشش کی دعائیں کرائی جائیں اور موت کے وقت حقوق کے بخشنے کی درخواست سب سے کی جائے۔ اگر جملہ حقدار اپنے جملہ حقوق مجملاً بخش دیں گے تو زہے نصیب۔ آخرت کی باز پرس سے حفاظت ہو جائے گی یہ سب سے آسان طریقہ ہے اللہ کریم اسی طریقہ سے ہمیں نجات نصیب کرے آمین ثم آمین۔

چوتھی راہ

قیامت کے دن حقوق العباد سے خلاصی حاصل کرنے کا چوتھا طریقہ یہ ہے کہ بندہ زندگی میں ہمیشہ ربّ تعالیٰ سے یہ دعا کرتا رہے کہ اے اللہ مجھے قیامت کے دن کی رسوائی سے بچا اور میرے حقداروں کو مجھ پر راضی بنا اور انہیں اپنی طرف سے انعام عطا فرما تاکہ وہ اپنے حقوق چھوڑ دینے پر رضامند ہو جائیں انشاء اللہ العزیز اللہ کریم جل شانہٗ ضرور انہیں جنت کے مراتب عالیہ دے کر حقوق چھوڑنے پر رضامند بنا دے گا آخر میں اللہ تعالیٰ سے ہماری دعا ہے کہ وہ اپنے فضل سے ہماری نجات کی کوئی آسان راہ پیدا فرمائے۔ آمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲۸ فروری ۱۹۸۹ء)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
تیرھواں مقالہ
صلہ رحمی کی برکتیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدلله ربّ العالمين والصلوٰة والسلام علىٰ رسوله محمد واله واصحابه اجمعين

اما بعد:۔اس مختصر رسالہ میں ''صلہ رحمی کی برکتیں'' لکھی گئی ہیں اللہ تعالیٰ اسے ذریعۂ ہدایت بنائے آمین۔

صلہ رحمی کا مفہوم

شیخ عبدالحق لکھتے ہیں۔وصله در لغت بمعنى پيوستن وپيوندكردن ومراداين جا انعام واحسان باقارب كه قرابت بجهت رحم داشته باشند۔لغت میں صلہ کا معنی ہے ملانا اور جوڑنا اور مراد اس جگہ میں ان قریبی رشتہ داروں سے انعام واحسان کرنا ہے جو ماں باپ کی طرف سے قریبی رشتہ دار ہوں۔ (اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص ۹۸)

اور صاحب بہار شریعت لکھتے ہیں۔''صلہ رحم کے معنی رشتہ کا جوڑنا ہے یعنی رشتہ والوں کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک کرنا۔ساری امت کا اس پر اتفاق ہے کہ صلہ رحمی واجب ہے اور قطع رحمی حرام جن رشتہ والوں کے ساتھ صلہ واجب ہے وہ کون ہیں بعض علماء نے فرمایا وذورحم محرم ہیں۔اور بعض نے فرمایا اس سے مراد ذورحم ہیں محرم ہوں یا نہ ہوں اور ظاہر یہی قول دوم ہے۔احادیث میں مطلقا رشتہ داروں کے ساتھ صلہ کرنے کا حکم آتا ہے۔قرآن مجید میں مطلقاً ذوالقربیٰ فرمایا گیا۔مگر یہ بات ضرور ہے کہ رشتہ میں چونکہ مختلف درجات ہیں اس لئے صلہ رحمی کے درجات میں بھی تفاوت ہوتا ہے۔والدین کا مرتبہ سب سے بڑھ کر ہے۔ان کے بعد ذورحم محرم کا۔ان کے بعد بقیہ رشتہ داروں کا علی قدر مراتبھم۔ (درمختار) (بہار شریعت حصہ شانز دہم ص ۱۷۳)

صلہ رحمی کی صورتیں

صلہ رحمی کی مختلف صورتیں ہیں۔ان کو ہدیہ وتحفہ دینا اور اگر ان کو کسی بات میں تمہاری اعانت درکار ہو تو اس کام میں ان کی مدد کرنا۔انہیں سلام کرنا۔ان کی ملاقات کو جانا۔ان کے پاس بیٹھنا اٹھنا۔ان سے بات چیت کرنا ان کے ساتھ لطف ومہربانی سے پیش آنا۔(درمختار)(بہار شریعت جلد شانزدہم ص ۱۷۴)

شجرہ نویسی صلۂ رحمی کی ایک بہترین صورت ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تعلموا من

انسابکم ماتصلون بہ ارحامکم فان صلۃ الرحم محبۃ فی الاھل مثراۃ فی المال منسأۃ فی الاثر ۔تم اپنے وہ انساب سیکھو جن کے سبب سے تم صلہ رحمی کرو گے۔ کیونکہ صلہ رحمی گھر والوں میں محبت کا سبب ہے مال میں کثرت کا ذریعہ ہے عمر میں زیادتی کا باعث ہے۔ رواہ الترمذی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ وقال ھذا حدیث غریب۔ (مشکوٰۃ ص۴۲۳ ج۲)

اس حدیث کے ماتحت شیخ عبدالحق لکھتے ہیں۔ بیاموزید از نسبہائے خود آن قدر کہ پیوند کنیدبداں رحمہائے خودرا یعنی آباء و اجداد و امہات واولاد ایشان را ازذکو روانات بشناسیدو نامہائے ایشاں را یاد داریدتا ذوی الارحام راکہ بایشان صلہ بایدنمود بدانیدکہ دانستن آن ضروری و نافع است ۔اپنے انساب میں سے اس قدر سیکھو کہ ان کی وجہ سے تم اپنے رشتوں کو ملاؤ گے۔ یعنی اپنے آباء واجداد اور امہات اور ان کی اولادیں خواہ مرد ہوں یا عورتیں ان کو پہچانو اور ان کے نام یاد رکھو تا کہ تم ان کے ذریعہ سے اپنے رشتہ داروں سے اچھا سلوک کر سکو کیونکہ ان ناموں کا جاننا ضروری اور نفع بخش ہے۔ (اشعۃ اللمعات ص۱۰۷ ج۴)

صلہ رحمی کی شرعی اہمیت

قریبی رشتہ داروں سے صلہ رحمی اور اچھا برتاؤ شرعاً بہت پسندیدہ عمل ہے۔ اس کی تاکید شدید میں متعدد آیات واحادیث موجود ہیں ہم یہاں چند آیات واحادیث تبرکاً نقل کرتے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

آیات کریمہ

پہلی آیت کریمہ

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتآء ذی القربیٰ وینھی عن الفحشآء والمنکر والبغی ج یعظکم لعلکم تذکرون ۔ بے شک اللہ حکم فرماتا ہے انصاف اور نیکی اور رشتہ داروں کے دینے کا اور منع فرماتا ہے بے حیائی اور بری بات اور سرکشی سے۔ تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ تم دھیان کرو۔ (پ۱۴۔ رکوع ۱۹) مفتی احمد یار خان نعیمی اس آیت کے ماتحت لکھتے ہیں۔ ''یہاں

رشتہ داروں میں سارے ۔ دور نزدیک کے رشتہ دار داخل ہیں اور دینے میں ہر قسم کا حق ادا کرنا شامل ہے۔ خواہ مالی ہو یا بدنی یا ایمانی۔ رشتہ داروں کی مال سے بدن سے خدمت کرو۔ انہیں ایمان اور نیک اعمال سے رغبت دو۔ اس سے معلوم ہوا کہ رشتہ داروں کا حق غیروں سے زیادہ ہے''۔ (نور العرفان ص ۴۴۱)

اور علامہ علاء الدین خازن اس آیت کے ماتحت فرماتے ہیں۔ ''یعنی وہ حکم کرتا ہے صلہ رحمی کا اور رحم سے مراد قریب اور دور کے سب رشتہ دار ہیں۔ پس مستحب ہے کہ وہ اپنے فالتو خداداد مال سے ان پر احسان کرے اور اگر ان کی مالی مدد نہ کر سکتا ہو تو ان کے لئے اچھی دعا کرے اور ان سے محبت رکھے۔ (خازن ص ۱۱۰ ج ۴)

اور مفسر صاوی فرماتے ہیں۔ اور بے شک اللہ حکم کرتا ہے قریبی رشتہ دار پر صدقہ کرنے کا کیونکہ دوسرے کی بہ نسبت قریبی رشتہ دار پر صدقہ کی زیادہ تاکید ہے کیونکہ اُس پر صدقہ صدقہ اور صلۂ رحمی ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ان اعجل الطاعة ثواباً صلة الرحم۔ بلاشبہ ثواب کی رو سے سب سے زیادہ جلدی قبول ہونے والی عبادت صلہ رحمی ہے۔ (تفسیر صاوی جلد دوم ص ۲۷۲)

دوسری آیت کریمہ

اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ واٰتِ ذا القربیٰ حقہٗ۔ اور رشتہ داروں کو ان کا حق دے۔ (پ ۱۵۔ رکوع ۳) یعنی ماں باپ کے ساتھ ان کی اولاد یعنی بھائی بہن اور ان کے قرابت داروں یعنی اپنے عزیزوں کی بھی خدمت کرو۔ (نور العرفان ص ۴۵۳)

اور یہاں مفسر خازن فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے والدین سے صلہ رحمی کا حکم دینے کے بعد رشتہ داروں سے صلہ رحمی کا حکم دیا۔ یعنی رشتہ داروں کا حق ادا کرنے کا حکم دیا۔ اور ان کے حق سے چند باتیں یہ ہیں ان سے نیکی کرنا محبت رکھنا۔ ان کی زیارت کرنا، اچھا برتاؤ کرنا، خوشی اور غمی کے موقع پر ان سے باہمی الفت کا مظاہرہ کرنا ایک دوسرے کی مدد کرنا وغیرہ اور کہا گیا ہے کہ اگر وہ محتاج ہوں اور یہ خوشحال ہے تو ان کا خرچہ اس پر لازم ہے یہ امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ اس پر ان کا خرچہ لازم نہیں ہوتا صرف والد کا خرچہ اولاد پر اور اولاد کا خرچہ والد پر لازم ہوتا ہے۔ (خازن ص ۱۵۷ ج ۴)

اور مفسر صاوی لکھتے ہیں۔ ورنہ ان سے صلہ رحمی بایں معنی کہ ان سے قطع تعلق نہ کی جائے اور نہ ان سے دشمنی رکھی جائے تو یہ واجب ہے جس طرح اصول و فروع کا خرچہ واجب ہے۔ (تفسیر صاوی ص ۲۹۴ ج ۲)

تیسری آیت کریمہ

اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ فات ذا القربیٰ حقهٗ والمسکین وابن السبیل ط ذلک خیر للذین یریدون وجه الله ز واولٓئک هم المفلحون ۔تو رشتہ دار کو اس کا حق دو۔اور مسکین اور مسافر کو۔یہ بہتر ہے ان کے لئے جو اللہ کی رضا چاہتے ہیں اور انہی کا کام بنا۔ (پ ۲۱۔رکوع ۷)

یہ آیت کریمہ تمام قرابت داروں کے حقوق ادا کرنے کا حکم دے رہی ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ ہر رشتہ دار کا حق ہے۔اس میں سسرال اور نسبی تمام قرابت دار شامل ہیں۔ (نور العرفان ص ۶۵۱)

مفسر صاوی فرماتے ہیں۔ هذا الآیة فی صدقة التطوع لافی الزکاة الواجبة لان السورة مکیة و الزکاة فرضت فی السنة الثانیة من الهجرة بالمدینة ۔یہ آیت نفلی صدقہ کے بارہ میں ہے نہ کہ واجب زکوٰۃ کے بارہ میں کیونکہ یہ سورت مکی ہے اور زکاۃ کا حکم مدینہ منورہ میں سن دو ہجری میں نازل ہوا تھا۔ (صاوی ص ۲۰۶ ج ۳)

چوتھی آیت کریمہ

اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔واذ اخذنا میثاق بنیٓ اسرآیل لاتعبدون الا الله قف وبالوالدین احسانا وَّ ذی القربیٰ۔اور یاد کرو جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ اللہ کے سوا کسی کو نہ پوجو اور ماں باپ اور رشتہ داروں کے ساتھ بھلائی کرو۔ (پ ارکوع ۱۰)

ماں باپ کے ساتھ ان کی زندگی میں احسان یہ ہے کہ ان کا ادب کرے۔ان کی جانی مالی خدمت کرے ان کے جائز حکموں کو مانے۔ان کی خدمت کے لئے نوافل ترک کرسکتا ہے فرائض و واجبات نہیں چھوڑ سکتا۔ اگر ماں باپ کسی گناہ یا کفر میں مبتلاء ہوں تو ان کو اچھی تدبیر سے روکے۔ والدین کے مرنے کے بعد ان سے بھلائی یہ ہے کہ ان کی وصیتیں پوری کرے۔ان کے دوستوں کا احترام کرے۔ فاتحہ تلاوت قرآن ودیگر صدقات کا ثواب بخشتا رہے اور ان کے اچھے مراسم کو جاری رکھے۔کم از کم ہفتہ میں ایک مرتبہ ان کی قبر کی زیارت کرے۔اس سے معلوم ہوا کہ ماں باپ اور رشتہ داروں کی خدمت بڑی ضروری ہے کہ رب نے اپنی عبادت کے ساتھ ان کی اطاعت کا ذکر فرمایا ہے۔ (نور العرفان ص ۱۹)

پانچویں آیت کریمہ

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ واتی المال. علیٰ حبہ ذوی القربیٰ۔ اور اللہ کی محبت میں اپنا عزیز مال رشتہ داروں کو دے۔ (پ۲ رکوع ۶) یعنی اپنے قرابت داروں کو اور انہیں باقی مصارف صدقہ پر مقدم فرمایا گیا کیونکہ وہ صدقہ کے زیادہ حق دار ہوتے ہیں۔ سلمان بن عامر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ الصدقة علی المسکین صدقة و علی ذوی الرحم ثنتان صدقة و صلة مسکین پر صدقہ ایک صدقہ ہے اور رشتہ دار پر صدقہ دو صدقے ہیں یعنی صدقہ اور صلہ رحمی اس حدیث کو امام نسائی نے روایت کیا اور شیخین نے روایت بیان کی ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے ایک لونڈی آزاد کی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی اجازت نہیں لی۔ پھر جب ان کی باری کا دن ہوا تو عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ نے سنا ہے کہ میں نے اپنی لونڈی آزاد کر دی ہے۔ فرمایا کیا تو نے یہ کام کر لیا ہے۔ عرض کیا ہاں فرمایا اما انک لو اعطیتها اخوالک کان اعظم لاجرک۔ اگر تو اپنے ننھیال والوں کو یہ لونڈی دے دیتی تو تیرے لئے زیادہ اجر تھا۔ (خازن ص۱۴۴ ج۱)

چھٹی آیت کریمہ

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ واتقوا اللہ الذی تسآء لون بہ والارحام ط ان اللہ کان علیکم رقیباً (پ۴ رکوع ۱۲) اور اللہ سے ڈرو جس کے نام پر تم مانگتے ہو اور رشتوں کا لحاظ رکھو۔ بے شک اللہ ہر وقت تمہیں دیکھ رہا ہے۔ یعنی رشتہ داروں سے اچھا برتاؤ کرو۔ رشتے قطع نہ کرو۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو رزق کی کشائش اور عمر میں برکت چاہے وہ رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرے۔ (نور العرفان ص۱۲۲)

تفسیر خازن میں ہے۔ ''اس آیت میں اس بات پر دلیل موجود ہے کہ رشتہ داری کا حق بہت بڑا ہوتا ہے اور رشتہ داری قطع کرنا ممنوع ہے۔ اور اس معنی پر وہ حدیثیں بھی دلالت کرتی ہیں جو اس بارہ میں آئی ہیں مثلاً حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ رشتہ داری عرش سے لٹکی ہوئی ہے وہ کہتی ہے کہ جو مجھے ملائے گا میں اسے ملاؤں گی اور جو مجھے کاٹے گا میں اسے کاٹوں گی۔ متفق علیہ۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس کو یہ بات اچھی لگے کہ اس کی روزی کشادہ کی جائے اور اس کی عمر لمبی کی جائے تو اسے رشتہ داروں سے نیک سلوک

کرنا چاہیے۔ متفق علیہ۔ اور جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جنت میں رشتہ داری کاٹنے والا داخل نہیں ہوگا۔ متفق علیہ۔ اور حضرت حسن بصری فرماتے ہیں۔ جو اللہ کی ذات کے وسیلہ سے مانگے اسے وہ عطا کرتا ہے اور جو رشتہ داروں سے حسن سلوک کے ذریعہ سے مانگے وہ اسے عطا کرتا ہے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رشتہ داری عرش سے لٹکی ہوئی ہے پھر جب اس کے پاس رشتہ داری پالنے والا آئے گا تو وہ اس کی وجہ سے خوش وخرم ہوگی اور اس سے کلام کرے گی اور رشتہ داری کاٹنے والا اس کے پاس آئے گا تو وہ اس سے پردہ کرلے گی۔ (تفسیر خازن ص ۴۷۳ ج ۱)

ساتویں آیت کریمہ

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ **واعبدو اللہ ولا تشرکوا بہ شیئاً وبالوالدین احساناً وبذی القربیٰ**۔ اور اللہ کی بندگی کرو اور اس کا شریک کسی کو نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ اور رشتہ داروں سے بھلائی کرو۔

(پ ۵ رکوع ۳)

تفسیر خازن میں ہے اور جاننا چاہیے کہ والدین سے اچھا سلوک کرنا اس طرح ہے کہ ان کی خدمت کی جائے۔ ان کے سامنے آواز بلند نہ کی جائے۔ ان کی مراد کے حصول میں کوشش کی جائے اور قدرت کے اندازہ پر ان پر مال خرچ کیا جائے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آیا۔ اور عرض کیا یارسول اللہ۔ میری نیکی واحسان کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟ فرمایا تیری ماں۔ پھر عرض کیا۔ پھر کون؟ فرمایا پھر تیری ماں۔ پھر عرض کیا۔ پھر کون؟ فرمایا پھر تیری ماں۔ پھر عرض کیا۔ پھر کون؟ فرمایا پھر تیرا باپ۔ اور دوسری روایت میں ہے فرمایا۔ تیری ماں پھر تیری ماں پھر تیرا باپ پھر تیرا زیادہ قریبی رشتہ دار پھر تیرا قریبی رشتہ دار متفق علیہ اور انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اس کی ناک خاک آلود ہو اس کی ناک خاک آلود ہو اس کی ناک خاک آلود ہو۔ عرض کیا گیا۔ یارسول اللہ۔ کون؟ فرمایا **من ادرک والدیہ عندالکبر او احدھما ثم لم یدخل الجنۃ**۔ جو اپنے والدین کو بڑھاپے میں پائے یا ان میں سے ایک کو پھر جنت میں داخل نہ ہو جائے۔ (مسلم شریف) اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔ **من سرہ ان یبسط لہ فی رزقہ و ینسأ لہ فی اثرہ فلیصل رحمہ**۔

جوشخص چاہے کہ اس کے رزق میں کشادگی کی جائے اور اس کی عمر میں زیادتی کی جائے اسے اپنے رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرنا چاہیے۔ (تفسیر خازن ص۵۲۲ ج ۱)

آٹھویں آیت کریمہ

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ ولا یاتل اولوا الفضل منکم والسعة ان یؤتوا اولی القربیٰ والمساکین والمهاجرین فی سبیل الله صلے ولیعفوا ولیصفحوا ط الا تحبون ان یغفر الله لکم ط والله غفور رحیم ۔اور قسم نہ کھائیں وہ جو تم میں فضیلت والے اور گنجائش والے ہیں قرابت داروں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو نہ دینے کی اور چاہیے کہ معاف کریں اور درگزر کریں۔ کیا تم اسے دوست نہیں رکھتے کہ اللہ تمہاری بخشش کرے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

(پ۱۸ رکوع ۹)

یہ آیت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی۔ جبکہ آپ نے قسم کھالی تھا کہ مسطح کے ساتھ سلوک نہ کریں گے۔ کیونکہ یہ حضرت ام المومنین عائشہ کے بہتان میں شریک ہو گئے تھے۔ حضرت مسطح فقیر مہاجر اور حضرت صدیق اکبر کے عزیز تھے اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے وظیفہ پر گزارہ کرتے تھے۔ مگر ام المومنین کو تہمت لگانے میں شریک ہو گئے اور انہیں سزا یعنی اسی کوڑے لگائے گئے۔ حضرت صدیق سے فرمایا گیا کہ اے ابوبکر تم تم ہی ہو اور وہ وہ ہی ہیں۔ تم مسطح کا وظیفہ بند نہ کرو تم تو انہیں اللہ کے لئے دیتے ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ بڑا گناہ بھی مسلمان کو اسلام سے خارج نہیں کرتا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اپنے خطا کار بھائی سے بھی بھلائی کرنی چاہیے۔ جب یہ آیت حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق کو سنائی تو آپ نے عرض کیا کہ ہاں ضرور ضرور میں بخشش چاہتا ہوں۔ یہ کہہ کر حضرت مسطح کا وظیفہ جاری کر دیا اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کیا۔ (نور العرفان ص ۵۶۱)

نویں آیت کریمہ

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ فهل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا ارحامکم اُولٓئک الذین لعنهم الله فا صمهم واعمیٰ ابصارهم ۔ تو کیا تمہارے یہ لچھن نظر آتے ہیں کہ اگر تمہیں حکومت ملے تو زمین میں فساد پھیلاؤ اور اپنے رشتے کاٹ دو۔ یہ ہیں وہ لوگ جن پر

اللہ نے لعنت کی اور انہیں حق سے بہرا کر دیا اور ان کی آنکھیں پھوڑ دیں۔ (پ ۲۶۔ رکوع ۷)

تفسیر خازن میں ہے۔ قتادہ نے فرمایا اس قوم کے بارہ میں تمہارا کیا خیال ہے۔ جو کتاب اللہ کی وارث بنی تو کیا وہ (نفاق کی وجہ سے) حرام خون نہ بہائے گی اور رشتہ داری قطع نہ کرے گی اور اللہ کی نافرمانی نہیں کرے گی۔ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ان الرحم شجنة من الرحمن فقال اللہ تعالیٰ من وصلک وصلتهٗ ومن قطعک قطعتهٗ۔ بلاشبہ رحم یعنی بندوں کی رشتہ داری اللہ کے نام رحمٰن سے مشتق ہے۔ سو اللہ تعالیٰ نے اسے فرما رکھا ہے کہ جو تجھے ملائے گا میں اسے ملاؤں گا اور جو تجھے کاٹے گا میں اسے کاٹوں گا۔ متفق علیہ۔ اور دوسری روایت میں فرمایا۔ ان اللہ خلق الخلق حتی اذا فرغ منھم قامت الرحم فاخذت بحقو الرحمن فقال مه فقالت ھذا مقام العائذبک من القطیعة قال نعم أما ترضین ان اصل من وصلک واقطع من قطعک قالت بلیٰ قال فذلک لک۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا یہاں تک کہ جب وہ ان سے فارغ ہوا تو رشتہ داری اٹھ کھڑی ہوئی اور اس نے اللہ تعالیٰ کا دامن پکڑ لیا۔ اللہ نے دریافت کیا۔ کیوں؟ اس نے عرض کیا یہ مقام اس کا ہے جو رشتہ داری کاٹنے سے پناہ پکڑنے والا ہے۔ فرمایا ہاں۔ کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ جو تجھے ملائے گا اسے میں ملاؤں گا۔ اور جو تجھے کاٹے گا اسے میں کاٹوں گا۔ کہا ہاں فرمایا۔ پس تیرے لئے یہ بات ہے۔ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر چاہو تو اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد پڑھو فھل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا ارحامکم۔ (تفسیر خازن جلد ششم ص ۱۸۱)

احادیث مبارکہ

صلہ رحمی کی فضیلت اور قطع رحمی کی مذمت میں بعض احادیث مبارکہ مندرجہ بالا آیات کریمہ کے ضمن میں گزر چکی ہیں۔ چند اور روایتیں تبرکاً نقل کی جاتی ہیں وباللہ التوفیق۔

پہلی حدیث پاک

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ۔ میرے رشتہ دار ہیں میں ان سے اچھا سلوک کرتا ہوں تو وہ مجھ سے قطع تعلق کرتے

ہیں۔ میں ان سے نیکی برتتا ہوں تو وہ برائی سے پیش آتے ہیں۔ میں ان سے نرمی اختیار کرتا ہوں تو وہ نادانی کی حرکتیں میرے ساتھ کرتے ہیں۔ فرمایا لئن کنت کماقلت فکانما تسفھم المل۔ اگر بات وہی ہے جو تو نے کہی ہے تو پھر تو ان کے منہ میں راکھ ڈالتا ہے۔ پھر فرمایا۔ ولا یزال معک من اللہ ظھیر علیھم مادمت علیٰ ذلک۔ جب تک تو اسی روش پر رہے گا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے خلاف تیری مدد کرنے والا موجود رہے گا۔ رواہ مسلم۔ (مشکوٰۃ فی البر والصلۃ جلد دوم ص ۱۳۳)

دوسری حدیث پاک

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لایرد القدر الا الدعاء ولا یزید فی العمر الا البر۔ تقدیر کو نہیں ٹالتی مگر دعا اور عمر کو نہیں بڑھاتا مگر والدین اور رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرنا۔ رواہ ابن ماجہ۔ (مشکوٰۃ شریف جلد دوم ص ۱۳۳)

تیسری حدیث پاک

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے لا تنزل الرحمۃ علی قوم فیھم قاطع رحم۔ جس قوم میں رشتہ داری کاٹنے والا شخص ہو اس پر رحمت الٰہی نازل نہیں ہوتی۔ رواہ البیہقی فی الشعب۔ (مشکوٰۃ شریف جلد دوم ص ۱۳۳)

چوتھی حدیث پاک

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مامن ذنب احری ان یعجل اللہ بصاحبہ مع مایدخرلہ فی الآخرۃ من البغی وقطعیۃ الرحم۔ کوئی گناہ نہیں جو اس بات کا زیادہ حق دار ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کے صاحب کو دنیا میں سزا دے اور آخرت کی سزا اس کے لئے باقی رکھے بغاوت اور رشتہ داری کاٹنے کی نسبت سے۔ رواہ الترمذی وابوداؤد۔ (مشکوٰۃ جلد دوم ص ۱۳۴)

پانچویں حدیث پاک

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

تعلموا من انسابکم ما تصلون به ارحامکم فان صلة الرحم محبة فی الاھل مثراة فی المال منسأة فی الاثر ۔تم اپنے وہ نسب سیکھو جن کی وجہ سے تم رشتہ داری پالو گے کیونکہ رشتہ داری پالنا خاندان میں محبت مال میں کثرت اور عمر میں زیادتی ہے۔رواہ الترمذی۔(مشکوۃ شریف جلد دوم ص ۱۳۳)

چھٹی حدیث پاک

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ کیا میرے لئے توبہ ہے؟ فرمایا۔ کیا تیری ماں ہے؟ عرض کیا نہیں فرمایا۔ کیا تیری کوئی خالہ ہے؟ عرض کیا ہاں۔ فرمایا اس سے نیکی کر۔ رواہ الترمذی۔ (مشکوۃ شریف جلد دوم ص ۱۳۳)

ساتویں حدیث پاک

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا **ان العبد لیموت والداہ او احدھما وانہ لھما عاق فلا یزال یدعو لھما ویستغفر لھما حتی یکتبہ اللہ باراً** ۔ بلاشبہ بندہ کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک مرتا ہے اس حال میں کہ وہ ان کا نافرمان ہوتا ہے۔ پھر وہ ان کے لئے دعائے مغفرت کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے فرمانبرداروں میں لکھ دیتا ہے۔
(مشکوۃ شریف جلد دوم ص ۱۳۴)

آٹھویں حدیث پاک

حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **حق کبیر الاخوۃ علیٰ صغیرھم حق الوالد علی ولدہ** ۔ چھوٹے بھائیوں پر بڑے بھائیوں کا حق وہ ہے جو والد کا حق اپنی اولاد پر ہوتا ہے۔ رواہ البیہقی فی شعب الایمان۔ (مشکوۃ جلد دوم ص ۱۳۴)

نویں حدیث پاک

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **لیس الواصل بالمکافی ولکن الواصل اذا قطعت رحمہٗ وصلھا** ۔صلہ رحمی کرنے والا وہ نہیں جو

بدلے کی برابری کا لحاظ رکھے بلکہ وہ ہے جس سے قطع رحمی کی جائے تو وہ صلہ رحمی کرے۔ رواہ البخاری۔
(مشکوٰۃ شریف ص ۴۱۹ ج ۲)

دسویں حدیث پاک

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا۔ لاتنزل الرحمة علی قوم فیھم قاطع رحم۔ جس قوم میں قطع تعلق کرنے والا شخص ہو اس پر رحمت نازل نہیں ہوتی رواہ البیہقی فی الشعب۔ (مشکوٰۃ ص ۴۲۰ ج ۲)

مسلمان مندرجہ بالا نو آیات کریمہ اور دس احادیث مبارکہ کو پڑھیں سمجھیں اور رشتہ داری پالنے کے اجر وثواب اور رشتہ داری کاٹنے کے وبال کو جانیں اللہ تعالیٰ توفیق عمل بخشے آمین بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم۔

منہ زور رشتہ داروں کے مقابلہ کی اجازت ہے

اگر کوئی رشتہ دار منہ زور ہو جائے۔ اور دوسروں کے حقوق پر ناجائز ڈاکے ڈالنا شروع کر دے۔ اور بار بار نرمی برتے جانے کی وجہ سے وہ منہ زوری پر اور دلیر ہوتا چلا جائے تو ایسے رشتہ دار سے بائیکاٹ کرنا بلکہ اسے ظلم سے باز رکھنے کے لئے عملی جدوجہد کرنا عین حکم شرع شریف ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔ والذین اذآ اصابھم البغی ھم ینتصرون ۔ اور وہ لوگ کہ جب انہیں بغاوت پہنچے تو بدلہ لیتے ہیں۔ (پ ۲۵۔ رکوع ۵) حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں ''پچھلی آیتوں میں معافی کا ذکر تھا۔ اس میں بدلہ لینے کا۔ معلوم ہوا کہ معافی اعلیٰ ہے۔ اور بدلہ لینا بھی اچھا کیونکہ کافر حربی اور ظالم سے بدلہ لینا امن کے قیام کا ذریعہ ہے''۔ (نور العرفان)

اور تفسیر عثمانی میں ہے۔ ''یعنی جہاں معاف کرنا مناسب ہو معاف کرے مثلاً ایک شخص کی حرکت پر غصہ آیا اور اس نے ندامت کے ساتھ عجز وقصور کا اعتراف کر لیا اور اس نے معاف کر دیا تو یہ محمود ہے۔ اور جہاں بدلہ لینے میں مصلحت ہو مثلاً کوئی شخص خواہ مخواہ چڑھتا ہی چلا جائے اور ظلم و زور سے دوسرے کو دبانے کی کوشش کرے یا جواب نہ دینے سے اس کا حوصلہ بڑھتا ہے تو ایسی حالت میں بدلہ لیتے ہیں''۔ (تفسیر عثمانی ص ۸۳۴) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۶ شعبان المعظم ۱۴۲۸ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چودھواں مقالہ

عظمتِ والدین

کا اجمالی بیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد:۔ اللہ کریم جل شانہ نے قیامت تک بقائے نسل انسانی کے لئے توالد وتناسل کا سلسلہ قائم کیا۔ انسان انتہائی کمزوری کی حالت میں اپنے والدین کے ہاں پیدا ہوتا ہے تو وہ بڑی شفقت ومحبت سے اس کی تربیت کرتے ہیں۔ اس پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔ بلوغت تک اس کے اخراجات اور تعلیم دلانے کی ذمہ داری پوری کرتے ہیں۔ اور بالغ ہونے کے بعد اس کی شادی کر کے اسے اپنے پاؤں پر خود کھڑا ہونے کے قابل بنا دیتے ہیں۔ انہی احسانات عظیمہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اولاد پر والدین کا ادب واحترام اور جانی مالی خدمات کو فرض فرمایا ہے۔ والدین کی خدمت میں اجر عظیم اور ان کی نافرمانی اور اذیت رسانی میں رسوا کن عذاب رکھا ہے۔ چونکہ آج کل والدین کے حقوق کی ادائیگی میں عامۃ المسلمین سخت غفلت کا شکار ہیں اس لئے ہم نے یہ مختصر مقالہ ''عظمت والدین کا اجمالی بیان'' لکھنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے ذریعۂ ہدایت بنائے۔ آمین۔

خدمت والدین کے بارہ میں اللہ تعالیٰ کے ارشادات

(۱) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وقضیٰ ربک الاتعبدوآ الاایاہ وبالوالدین احسانا اما یبلغن عندک الکبر احدھما او کلھما فلا تقل لھما اف ولا تنھر ھما وقل لھما قولاً کریما ٥واخفض لھما جناح الذل من الرحمۃ وقل ربّ ارحمھما کما ربیانی صغیرا ٥ربکم اعلم بما فی نفوسکم ان تکونوا صالحین فانہ کان للاوابین غفوراً٥

(ترجمہ) اور تمہارے ربّ نے حکم فرمایا کہ اس کے سوا کسی کو نہ پوجو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اگر تیرے پاس ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان سے ''ہوں'' نہ کہنا اور انہیں نہ جھڑکنا اور ان سے تعظیم کی بات کہنا اور ان کے لئے عاجزی کا بازو نرمی سے بچھانا اور عرض کرنا میرے ربّ تو ان دونوں پر رحم فرما جیسے کہ ان دونوں نے مجھے بچپن میں پالا۔ تمہارا ربّ خوب جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے اگر تم لائق ہوئے تو بے شک وہ توبہ کرنے والوں کو بخشنے والا ہے۔ (پ ۱۵ رکوع ۳)

ان آیات سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ ربّ کی عبادت مخلوق کی اطاعت پر مقدم ہے۔ خیال رہے کہ حضور کی اطاعت ربّ کی عبادت میں داخل ہے۔ دوسرا یہ کہ تمام رشتہ داروں میں ماں باپ کی فرمانبرداری مقدم ہے کہ ربّ نے اسے اپنی عبادت کے ساتھ بیان فرمایا۔ تیسرا یہ کہ ماں باپ کافر بھی ہوں جب بھی ان کے حقوق ادا کرے کیونکہ ربّ نے والدین کو بغیر قید کے ذکر فرمایا۔ چوتھا یہ کہ ماں باپ کی جسمانی خدمت بھی کرے اور مالی بھی کیونکہ احسان بغیر کسی قید کے ذکر ہوا۔ پانچواں یہ کہ عبادت ربّ کے سوا کسی کی جائز نہیں اطاعت اللہ کی بھی ہوگی رسول کی بھی چھٹا یہ کہ اولاد منہ سے ایسی بات نہ نکالے جس سے معلوم ہو کہ ان کی طرف سے طبیعت پر گرانی ہے۔ ساتواں یہ کہ ماں باپ کو ان کا نام لے کر نہ پکارے۔ ماں باپ سے نوکروں کا سا برتاؤ نہ کرے بلکہ اولاد کو چاہیے کہ اپنے ہاتھ سے ان کی خدمت کرے۔ صرف نوکروں سے نہ کرائے۔ آٹھواں یہ کہ ان کے حق میں دعائے خیر کرے۔ ان کے مرنے کے بعد ان کا تیجا چالیسواں فاتحہ وغیرہ کرے کہ ان میں بھی ان کے لئے دعائے خیر ہے۔ نواں یہ کہ کافر و بدمذہب والدین کی ہدایت کی دعا کرے۔ دسواں یہ کہ اگر دل میں ماں باپ کی خدمت کا شوق ہے لیکن اس کا موقعہ نہیں ملا تو اس پر ربّ تعالیٰ پکڑ نہ فرمائے گا کیونکہ وہ ارادوں اور نیتوں کو جانتا ہے۔ (نور العرفان تبصرف)

اور دیوبندی مولوی شبیر احمد عثمانی نے اس مقام پر لکھا۔ ''والدین کے ساتھ بھلائی کرنا یہ ہے کہ زندگی میں ان کی جان و مال سے خدمت اور دل سے تعظیم و محبت کرے۔ مرنے کے بعد ان کا جنازہ پڑھے اور ان کے لئے دعا و استغفار کرے۔ ان کے عہد تا مقدور پورے کرے۔ ان کے دوستوں کے ساتھ تعظیم و حسن سلوک سے اور ان کے اقارب کے ساتھ صلہ رحمی سے پیش آئے۔ وغیر ذلک اور قرآن نے تنبیہ کی کہ جھڑکنا اور ڈانٹنا تو کجا ان کے مقابلہ میں زبان سے ''ہوں'' بھی مت کہو بلکہ بات کرتے وقت پورے ادب و تعظیم کو ملحوظ رکھو۔ ابن المسیب نے فرمایا اس طرح بات کرو جیسے ایک خطاوار غلام سخت مزاج آقا سے کرتا ہے۔ (حاشیۃ القرآن)

(۲) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ ووصینا الانسان بوالدیه حملته امه وهنا علیٰ وهن و فصاله فی عامین ان اشکرلی ولوالدیک الی المصیر ○ اور ہم نے آدمی کو اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید فرمائی۔ اس کی ماں نے اسے کمزوری پر کمزوری جھیلتے ہوئے اسے پیٹ میں رکھا اور اس کا دودھ چھوٹنا دو برس میں ہے یہ کہ میرا حق مان اور اپنے والدین کا۔ آخر مجھی تک آنا ہے۔ (پ ۲۱۔ رکوع ۱۱)

اس سے معلوم ہوا کہ ماں کا حق باپ کے حق سے زیادہ ہوتا ہے کہ باپ نے مال سے بچے کو پالا۔ ماں نے

اپنے خون سے۔ علماء فرماتے ہیں کہ حق خدمت ماں کا زیادہ ہے اور حق اطاعت وفرمانبرداری یا حق مالی باپ کا زیادہ ہے۔ اسی لئے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت تمہاری ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے اور فرمایا کہ تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔ (نور العرفان ۶۵۷)

(۳) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ وان جاھداک علیٰ ان تشرک بی مالیس لک به علم فلا تطعهما وصاحبهمافي الدنيا معروفا ۔ اور اگر وہ دونوں تجھ سے کوشش کریں کہ تو میرا شریک ایسی چیز کو ٹھہرائے جس کا تجھے علم نہیں تو ان کا کہنا نہ مان اور دنیا میں اچھی طرح ان کا ساتھ دے۔ (پ۱۲۔ رکوع ۱۱)
اس سے معلوم ہوا کہ ربّ کی نافرمانی میں ماں باپ کی فرمانبرداری نہیں یعنی ان کے کہنے سے کفر نہ کرے اور فرائض عبادات نہ چھوڑے۔ (نور العرفان ۶۵۸)

۴۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ واعبدو الله ولاتشركوا به شيئا وبالوالدين احسانا ۔ اور اللہ کی بندگی کرو اور اس کا شریک کسی چیز کو نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ سے بھلائی کرو۔ (پ۵ رکوع ۳)
اس سے معلوم ہوا کہ ماں باپ کا حق تمام رشتہ داروں سے زیادہ ہے۔ اسی لئے ربّ نے اپنی عبادت کے ساتھ ان کی اطاعت کا حکم دیا اور تمام قرابت داروں سے پہلے ان کی اطاعت کا ذکر فرمایا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ماں باپ کی خدمت ہر طرح سے کی جائے مالی بھی اور بدنی بھی۔ (نور العرفان ۱۳۲)

۵۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ ربنا اغفرلی ولوالدی وللمؤمنین یوم یقوم الحساب ۵ اے ہمارے ربّ مجھے بخشش دے اور میرے ماں باپ کو اور سب مسلمانوں کو جس دن حساب قائم ہوگا۔ (پ۱۳۔ رکوع ۱۸)
اس سے معلوم ہوا کہ دعا اپنی ذات سے شروع کرے۔ ماں باپ کو دعا میں شامل رکھا کرے۔ ہر مسلمان کے حق میں دعائے خیر کرے۔ آخرت کی دعا ضرور مانگے صرف دنیا کی حاجات پر اکتفاء نہ کرے۔

(نور العرفان ۴۱۴)

۶۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ رب اغفرلی ولوالدی ولمن دخل بیتی مؤمنا وللمومنین والمومنات ۵ اے میرے ربّ مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور اسے جو ایمان کے ساتھ میرے گھر میں ہے اور سب مسلمان مردوں اور سب مسلمان عورتوں کو۔ (پ۲۹۔ رکوع ۱۰)
اس سے معلوم ہوا کہ جہاں اپنے لئے اور اپنے والدین کے لئے دعائے مغفرت مانگے وہاں اپنے گھر کے دوسرے مومن افراد بیوی بچوں بچیوں بلکہ جملہ مسلمان مردوں اور عورتوں کے لئے بھی دعائے مغفرت

مانگے۔ اللہ کریم ہمیں صالحین کی دعا میں شامل ہونے کا اہل بنائے۔ آمین۔

خدمت والدین کے بارہ میں احادیث مبارکہ

۱۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ نہیں ہے کوئی نیک بچہ بچی جو اپنے ماں باپ کی طرف شفقت کی نظر سے دیکھتا ہے مگر اللہ تعالیٰ اس کی ہر نظر کے عوض میں اس کے لئے مقبول حج لکھ دیتا ہے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ۔ اگر چہ وہ دن میں سو مرتبہ دیکھے۔ فرمایا۔ ہاں۔ اللہ سب سے بڑا اور سب سے زیادہ پاکیزہ ہے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۱۳۴ ج ۶)

یعنی اسے سب کچھ قدرت ہے اس سے پاک ہے کہ اس کو اس کے دینے سے عاجز کیا جائے۔

(بہار شریعت ص ۱۴۹ ج ۱۴)

۲۔ اور تفسیر روح البیان جلد پنجم میں مذکور ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ نہیں کوئی بچی بچہ جو اپنے والد کی طرف یا اپنی والدہ کی طرف شفقت کی نظر سے دیکھتا ہے مگر اس کے عوض میں اس کے لئے ایک حج اور ایک عمرہ ہے۔ عرض کیا گیا۔ اگر چہ وہ دن میں ایک ہزار مرتبہ دیکھے۔ فرمایا وان نظر فی الیوم مائة الف۔ اگر چہ وہ دن میں ایک لاکھ مرتبہ دیکھے۔ (سواد اعظم لاہور بابت ۲۲ ربیع الاوّل ۱۳۸۴ھ)

۳۔ اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ کی رضا باپ کی رضا میں ہے اور اللہ کی ناراضگی باپ کی ناراضگی میں ہے۔ صححہ فی الجامع الصغیر ۲۴ جلد ۲۔

(مشکوٰۃ ۱۳۳ جلد ۲)

تنبیہ

ایسے ہی ماں کا بھی حکم ہے بلکہ اس سے بھی اولیٰ ہے کیونکہ وہ باپ سے زیادہ تکلیفیں برداشت کرتی ہے جیسا کہ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ من رضی والداہ فانه عنه راض۔ جس سے اس کے ماں باپ راضی ہوئے اس سے میں راضی ہوں۔ (سواد اعظم لاہور مذکور بالا)

۴۔ تفسیر روح البیان میں ایک حدیث ان الفاظ کے ساتھ منقول ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ والدین سے حسن سلوک نماز، حج، عمرہ، اور فی سبیل اللہ جہاد سے افضل ہے۔ (سواد اعظم لاہور

مذکور بالا)

۵۔حضرت معاویہ بن جاہمہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ان کے والد حضرت جاہمہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میں جہاد کا ارادہ رکھتا ہوں اور آپ سے مشورہ لینے آیا ہوں۔آپ نے فرمایا کیا تیری والدہ موجود ہے۔عرض کیا ہاں، فرمایا: فالزمها فان الجنة عند رجلها۔ پھر تو اس کو لازم پکڑ کیوں کہ جنت اس کے پاؤں کے نزدیک ہے۔رواہ احمد والنسائی والبیھقی فی الشعب (مشکوٰۃ صفحہ ۱۳۴ جلد دوم)

۶۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔کونسا عمل اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند ہے؟ فرمایا اپنے وقت میں نماز، پھر عرض کیا پھر کونسا؟ فرمایا۔والدین سے اچھا سلوک کرنا۔پھر عرض کیا۔پھر کونسا؟ فرمایا۔اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔

(بخاری شریف)

۷۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے؟ فرمایا تیری ماں۔پھر عرض کیا پھر کون؟ فرمایا تیری ماں۔پھر عرض کیا پھر کون؟ فرمایا تیری ماں۔پھر عرض کیا پھر کون؟ فرمایا تیرا باپ۔ (مشکوٰۃ ص ۱۳۲ ج ۲)

۸۔اور یہی بزرگ روایت بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی ناک خاک آلود ہو اس کی ناک خاک آلود ہو۔عرض کیا گیا یا رسول اللہ کون؟ فرمایا جو اپنے والدین میں سے ایک کو یا دونوں کو بڑھاپے میں پائے پھر جنت میں داخل نہ ہو جائے۔رواہ مسلم۔ (مشکوٰۃ ص ۱۳۲ ج ۲)

یعنی ان کی خدمت نہ کی کہ جنت میں جاتا۔ (بہار شریعت ص ۱۶۷ ج ۱۶)

۹۔حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔کبیرہ گناہوں میں سے ایک یہ ہے کہ مرد اپنے والدین کو گالی دے۔عرض کیا گیا یا رسول اللہ کیا کوئی اپنے والدین کو گالی دیتا ہے؟ فرمایا۔ہاں وہ کسی شخص کے باپ کو گالی دیتا ہے تو وہ اس کے باپ کو گالی دیتا ہے۔اور وہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے تو وہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے۔رواہ البخاری ومسلم۔(مشکوٰۃ ص ۱۳۲ ج ۲) صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جنہوں نے عرب کا زمانہ جاہلیت دیکھا تھا ان کی سمجھ میں یہ نہ آیا کہ اپنے ماں باپ کو کوئی کیوں کر گالی دے گا۔یعنی یہ بات انسانی سمجھ سے باہر تھی حضور نے بتایا کہ مراد

دوسرے سے گالی دلواتا ہے اور اب وہ زمانہ آیا کہ بعض لوگ خود اپنے ماں باپ کو گالیاں دیتے ہیں اور کچھ لحاظ نہیں کرتے۔ (بہار شریعت ص ۱۶۸ ج ۱۶)

۱۰۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت بیان کرتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے قرآن کی تلاوت سنی اور کہا یہ کون ہے؟ فرشتوں نے کہا۔ یہ حارثہ بن نعمان ہیں۔ حضور نے فرمایا یہی حال ہے احسان کا یہی حال ہے احسان کا۔ حارثہ اپنی ماں کے ساتھ بھلائی کرتے تھے۔

(مشکوٰۃ ص ۱۳۳ ج ۲)

۱۱۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ والد جنت کا درمیانی دروازہ ہے اب تو چاہے تو اس دروازہ کی نگہداشت کرے یا اسے ضائع کردے۔

(مشکوٰۃ ص ۱۳۳ ج ۲) (بہار شریعت ۱۶۹ ج ۱۶)

۱۲۔ حضرت ابوسعید الساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے اچانک بنی سلمہ کا ایک شخص آیا اور اس نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا میرے والدین کا کوئی حق باقی ہے کہ میں ان دونوں کی وفات کے بعد اسے ادا کروں؟ فرمایا۔ ہاں۔ ان دونوں پر نماز جنازہ پڑھنا اور ان کے گناہوں کی معافی مانگنا اور ان کی وفات کے بعد ان کے عہد کو پورا کرنا اور اس رشتہ داری کو جوڑنا جو ان کے بغیر جوڑی نہیں جاتی تھی اور ان کے دوست کی عزت کرنا۔ رواہ ابوداؤد و ابن ماجہ۔ (مشکوٰۃ ص ۱۳۳ ج ۲)

۱۳ حضرت ابوامامہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ والدین کا ان کی اولاد پر کیا حق ہے؟ فرمایا وہ دونوں تیری جنت اور تیری دوزخ ہیں۔ رواہ (ابن ماجہ) (مشکوٰۃ ص ۱۳۳ ج ۲) یعنی ان کو راضی رکھنے سے جنت ملے گی اور ناراض رکھنے سے دوزخ کے مستحق ہوگے۔ (بہار شریعت ص ۱۶۹ ج ۱۶)

۱۴۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بلا شبہ بندہ کے والدین یا ان میں ایک اس حال میں مرجاتے ہیں کہ وہ ان کی نافرمانی کرنے والا ہوتا ہے پھر وہ ان کے لئے دعا کرتا رہتا ہے اور ان کے گناہوں کی معافی مانگتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے والدین کے فرمانبرداروں میں لکھ دیتا ہے۔ رواہ البیہقی فی الشعب۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۱۳۴ جلد ۲)

۱۵۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص اس حال میں صبح کرے کہ وہ والدین کا فرمانبردار ہے تو اس کے لئے جنت کے دو دروازے کھل

جاتے ہیں اور اگر ان میں سے ایک ہے تو ایک دروازہ کھل جاتا ہے اور جو شخص اس حال میں صبح کرے کہ وہ اپنے والدین کا نافرمان ہے تو اس کے لئے دوزخ کے دو دروازے کھل جاتے ہیں۔ اور اگر ان میں سے ایک ہے تو ایک دروازہ کھل جاتا ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا اگرچہ وہ دونوں ظلم کریں فرمایا اگرچہ وہ دونوں ظلم کریں اگرچہ وہ دونوں ظلم کریں۔ اگرچہ وہ دونوں ظلم کریں۔

(مشکوٰۃ ص۴۲۱ ج۲) (بہار شریعت ص۱۶۹ ج۱۶)

۱۶۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص میں تین باتیں ہوں اللہ تعالیٰ اس کی موت آسان کر دیتا ہے اور اسے جنت میں داخل کرتا ہے۔ کمزور پر نرمی کرنا، والدین پر شفقت کرنا، اور غلام سے اچھا سلوک کرنا۔ (مشکوٰۃ ص۲۲ ج۲)

۱۷۔ حضرت حسن بصری سے مرسلاً مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ بر الوالدین یجزی عن الجھاد۔ والدین سے اچھا سلوک کرنا جہاد سے بے پرواہ بنا دیتا ہے۔

(جامع صغیر ص۱۲۵ ج۱)

۱۸۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ بر الوالدین یزید فی العمر۔ والدین سے اچھا سلوک کرنا عمر میں زیادتی پیدا کرتا ہے۔

(جامع صغیر ص۱۲۵ ج۱)

۱۹۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ بروا آباء کم تبرکم ابناآء کم وعفوا تعف نسآء کم۔ تم اپنے باپ دادا سے اچھا سلوک کرو تمہارے بیٹے پوتے تمہارے ساتھ اچھا سلوک کریں گے اور تم عفت اختیار کرو تمہاری عورتیں عفت اختیار کریں گی۔ (جامع صغیر ص۱۲۵ ج۱)

۲۰۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ من احزن والدیہ فقد عقھما۔ جس نے اپنے ماں باپ کو غمگین کیا اس نے ان کی نافرمانی کی۔

(جامع صغیر ص۱۶۰ ج۲)

ہم نے یہ بیس (۲۰) احادیث کریمہ یہاں تبرکاً نقل کی ہیں ورنہ اس بارہ میں اور بہت سی روایات موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو توفیق دے کہ وہ ان ارشاد عالیہ کو پڑھیں سمجھیں اور ان پر عمل کریں۔ آمین۔

اصحاب غار کا واقعہ

والدین کی خدمت اللہ تعالیٰ کی نظر میں کتنی پسندیدہ اور مقبول ہے۔ اس کا اندازہ اصحاب غار کے اس واقعہ سے ہوتا ہے جسے خود نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان فیض ترجمان سے بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ''تین شخص پیدل سفر کرنے لگے۔ اچانک بارش آگئی تو وہ ایک پہاڑ کی غار میں داخل ہوئے۔ ایک پتھر ان پر گرا (اور غار کا منہ بند ہوگیا تو) ان میں سے ایک نے کہا۔ ادعوا اللہ بافضل عمل عملتموہ. جو بہترین کام تم نے کیا اس کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو۔ ایک نے کہا اے میرے اللہ بلاشبہ میرے والدین بوڑھے عمر رسیدہ تھے۔ میں بکریاں چرانے کے لئے نکلا کرتا تھا۔ واپس آکر بکریوں کو دوہتا تھا اور تازہ دودھ اپنے والدین کی خدمت میں پیش کرتا تھا۔ جب وہ اسے پی لیتے تھے تو بقایا دودھ میں اپنی بیوی اور بچوں کو پلایا کرتا تھا۔ ایک رات مجھے رکاوٹ پیش آئی تو میں جب دیر سے ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ سوگئے تھے۔

فکرھت ان اوقظھما والصبیۃ یتضاعون عند رجلی فلم یزل ذلک دابی ودابھما حتی طلع الفجر ۔ پھر میں نے ان کو جگانا پسند نہ کیا۔ درآن حالیکہ میرے بچے میرے قدموں سے رورو کر لپٹتے تھے۔ میری یہ حالت اور ان کی یہ حالت باقی رہی یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔

اللھم ان کنت تعلم انی فعلت ذلک ابتغآء وجھک فافرج عنا فرجۃ حتی نری منھا السمآء.

اے میرے اللہ اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ کام تیری رضا جوئی کے لئے کیا ہے تو تو ہم سے اس پتھر کو اتنا ہٹا دے کہ ایک کشادگی پیدا ہو جائے جس سے ہم آسمان کو دیکھیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ففرج عنھم ۔ اس دعا پر اللہ تعالیٰ نے ایک کشادگی پیدا کردی۔ (پھر باقی دو شخصوں نے اپنے اپنے اعمال کے وسیلہ سے دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے نکلنے کا راستہ پیدا کردیا۔ اور وہ نکل کر ہلاکت سے بچ گئے)۔ (صحیح البخاری جلد اول صفحہ ۲۹۴)

مقام غور ہے کہ والدین کی خدمت رضائے الٰہی کے لئے کی جائے تو اس کا عنداللہ تعالیٰ بہت بڑا مقام و

مرتبہ ہے۔ مصائب کے وقت اس قسم کے عمل کا وسیلہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیا جائے تو وہ ان کی دوری کا سبب بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اپنے والدین کی پر خلوص خدمت کی توفیق بخشے آمین۔

حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ

امام ابوالليث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں علقمہ نامی ایک نوجوان تھا۔ وہ بیمار ہوا اور اس کی بیماری بڑھ گئی تو لوگوں نے اسے کہا۔ لاالہ الا اللہ کہو۔ مگر اس کی زبان کلمہ طیبہ پر نہ چل سکی۔ (اعاذنا اللہ تعالیٰ منہ) اس بات کی خبر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو دی گئی تو آپ نے فرمایا کیا اس کے ماں باپ ہیں؟ عرض کیا گیا اس کا باپ فوت ہو گیا ہے اور اس کی بوڑھی ماں زندہ ہے۔ آپ نے اس کی طرف پیغام بھیجا تو وہ حاضر خدمت ہوئی۔ آپ نے اس سے علقمہ کا حال پوچھا تو اس نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ فلاں فلاں نماز پڑھتا تھا اور فلاں فلاں روزے رکھتا تھا اور اتنے اتنے درہموں کا صدقہ کرتا تھا۔ جن کے وزن اور گنتی کا ہمیں علم نہیں فرمایا تیرا اور اس کا معاملہ کیسا تھا؟ عرض کیا۔ یا رسول اللہ میں اس سے رنجیدہ ہوں۔ فرمایا۔ کیوں؟ عرض کیا۔ یہ مجھ پر اپنی بیوی کو ترجیح دیتا تھا اور کاموں میں اس کی اطاعت کرتا تھا۔ فرمایا سخط امہ حجب لسانہ عن شھادۃ ان لاالہ الا اللہ. اس کی ماں کی ناراضگی نے اس کی زبان کو لاالہ الا اللہ کی شہادت سے روک دیا ہے۔ پھر بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ جاؤ اور بہت سا ایندھن جمع کرو تاکہ اسے آگ میں جلاؤں۔ یہ سن کر وہ بولی یا رسول اللہ میرا بیٹا اور میرے دل کا میوہ میرے روبرو آگ میں جلایا جائے گا۔ تو میرا دل اس بات کو کیسے برداشت کرے گا۔ فرمایا یسرک ان یغفر اللہ لہ فارضی عنہ فوالذی نفسی بیدہ لاینتفع بصلاتہ ولا بصومہ ولا بصدقتہ مادمت علیہ ساخطۃ۔ اگر تجھے یہ بات اچھی لگتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے بخش دے تو تو اس سے راضی ہو جا کیونکہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اس کو اس کی نماز نفع نہ دے گی اور نہ روزہ اور نہ صدقہ جب تک تو اس سے ناراض ہے۔ یہ سن کر ماں نے ہاتھ اٹھائے اور کہا میں اللہ تعالیٰ کو آسمان میں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آپ کو اور جو لوگ حاضر ہیں ان سب کو اس بات پر گواہ بناتی ہوں کہ میں اس سے راضی ہو گئی ہوں۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا۔ اے بلال جاؤ دیکھو۔ کیا علقمہ لاالہ الا اللہ کہتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس کی والدہ نے

رسول اللہ سے حیا کرتے ہوئے وہ بات کہی ہو جو اس کے دل میں نہ ہو۔ حضرت بلال گئے تو دیکھا کہ علقمہ لا الہ الا اللہ کہہ رہا ہے۔ اور وہ اسی دن فوت ہو گیا۔ اس کو غسل دیا گیا۔ کفنایا گیا اور اس کی نماز جنازہ پڑھی گئی پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی قبر کے کنارے کھڑے ہو کر فرمایا۔ یا معشر المهاجرين من فضل زوجته على امه فعليه لعنة الله ولا يقبل منه صرف ولا عدل۔ اے مہاجرین کی جماعت جو شخص اپنی بیوی کو اپنی ماں پر ترجیح دے اس پر اللہ کی لعنت ہے اور اس کا کوئی فرض ونفل قبول نہیں کیا جائے گا۔ (نزہتہ الناظرین ص ۱۷۴)

والدہ کے ایک گستاخ کا واقعہ

حضرت عوام بن حوشب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں ایک مرتبہ ایک قبیلہ کے پاس رات کو ٹھہرا اور اس قبیلہ کی بستی میں ایک قبرستان تھا۔ جب عصر کا وقت ہوا تو اس قبرستان میں ایک قبر پھٹی اور اس سے ایک شخص نکلا جس کا سر گدھے کے سر جیسا تھا اور اس کا جسم انسان کے جسم جیسا تھا۔ پھر وہ تین بار ہینگا اور اپنی قبر میں چلا گیا اور قبر بند ہو گئی اور وہاں ایک بوڑھیا سوت کات رہی تھی۔ میں نے ایک عورت سے پوچھا۔ بتایئے اس بوڑھیا کیا کیا حال ہے؟ اس نے کہا یہ اس شخص کی والدہ ہے۔ میں نے کہا قصہ کیا ہے؟ اس نے کہا یہ شخص شراب پیا کرتا تھا تو اس کی والدہ اسے کہتی تھی میرے بیٹے اللہ سے ڈرو۔ اور کب تک تم شراب پیو گے اس کے جواب میں یہ شخص کہتا تھا تو گدھے کی طرح ہینگتی ہے۔ اس شخص کی وفات عصر کے وقت ہوئی تو اس دن سے آج تک یہ شخص عصر کے وقت قبر سے نکلتا ہے تین مرتبہ ہینگتا ہے۔ پھر قبر میں چلا جاتا ہے۔ رواہ الاصبہانی۔ (نزہتہ الناظرین ص ۲۷) (نزہتہ المجالس ص ۱۹۹ جلد اول)

حضرت ابو یزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت

حضرت ابو یزید بسطامی فرماتے ہیں۔ میری والدہ نے مجھ سے پانی مانگا تو میں پانی لے کر ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دیکھا کہ وہ سو گئی ہیں۔ پھر میں ان کی بیداری کے انتظار میں کھڑا رہا۔ پھر جب وہ جاگیں تو فرمایا پانی کہاں ہے؟ میں نے ان کو پانی کا کوزہ دیا۔ درآں حالیکہ شدت ٹھنڈک کی وجہ سے جو پانی میری انگلیوں پر پڑا تھا جم گیا تھا۔ پھر جب انہوں نے میرے ہاتھ سے کوزہ لیا تو میری انگلیوں کا چمڑہ اکھڑ گیا اور اس سے خون بہنے لگا۔ انہوں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ میں نے ان کو قصہ بتایا تو انہوں نے میرے حق میں یہ دعا

فرمائی اللھم انی راضیة عنہ فارض عنہ۔اے اللہ میں اپنے اس بچے سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی ہو جا۔ والدہ کے تقویٰ کا یہ حال تھا کہ جب ابو یزیدان کے پیٹ میں تھے تو وہ کوئی مشکوک شئے نہیں کھاتی تھیں۔ (نزھۃ المجالس ص ۱۹۶ ج ۱)

ایک اور ایمان افروز حکایت

امام عبدالرحمٰن صفوری لکھتے ہیں کہ ایک نیک شخص کی نیک والدہ تھی جب والدہ کی وفات کا وقت آ پہنچا تو اس نے کہا اے میرے لخت جگر مجھے موت کے وقت غمگین نہ کرنا اور قبر میں مغموم نہ رکھنا۔ پھر جب وہ فوت ہو گئیں تو اس کے لڑکے نے اس کی قبر کی زیارت ہر جمعہ کو کرنی شروع کر دی وہ ہر جمعہ وہاں جاتا اور والدہ کے لئے اور اس کے آس پاس مدفون لوگوں کے لئے دعا کرتا۔ایک رات اس نے اپنی والدہ کو خواب میں دیکھا اور اس سے اس کا حال پوچھا تو اس نے کہا موت کی سختی بہت سخت ہے اور میں اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے اچھی جگہ میں ہوں۔ میری قبر میں ریشمی بستر اور ریحان کے تکیے قیامت کے دن تک کے لئے ہیں۔ یا بنی لاتترک زیارتنا فی کل جمعة فانی افرح انا وجیرانی بزیارتک ودعآء ک۔ اے بچے تو ہر جمعہ کے دن میں ہماری زیارت کرنا نہ چھوڑ کیونکہ میں اور میرے پڑوسی تیری زیارت اور دعا سے خوش ہوتے ہیں۔ (نزھۃ المجالس جلد اول صفحہ ۲۰۵)

نماز برائے ادائیگی حقوق والدین

امام عبدالرحمٰن صفوری فرماتے ہیں۔کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا جو شخص شب جمعہ مغرب اور عشاء کے درمیان دو رکعت نماز اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں فاتحہ شریف کے بعد آیت الکرسی ایک بار سورہ اخلاص سورہ فلق اور سورہ والناس پانچ پانچ بار پڑھے۔ پھر جب فارغ ہو جائے تو پندرہ مرتبہ استغفار کا کلمہ پڑھے اور پندرہ مرتبہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھے اور اس کا ثواب اپنے والدین کی روحوں کو بخشے تو اس کی طرف سے ان کے حقوق کی ادائیگی ہو جاتی ہے اور ان دو رکعت کا ثواب اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ (نزھۃ المجالس ص ۲۰۶ ج ۱)

واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲۴ رمضان المبارک ۱۴۱۵ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پندرھواں مقالہ

اسلام میں خاوند کے فرائض

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد :اس مختصر مقالہ میں ہم نے ''اسلام میں خاوند کے فرائض'' پر بقدر کفایت روشنی ڈالی ہے تاکہ اسلامی معاشرہ میں پائی جانے والی خانگی منافرت کو دور کرنے کی ترغیب حاصل ہو۔ اللہ تعالیٰ اس سعیٔ کو شرفِ مقبولیت بخشے اور ذریعۂ عمل بنائے آمین۔

اسلام میں نکاح کی اہمیت

نسل انسانی کے بقاء کے لئے ہر مذہب وملت کے انسانوں میں مناکحت کے طریقے رائج ہیں۔ اسلام نے اپنا مخصوص طریقہ وضع کر کے مسلمانوں کو مناکحت کی نہ صرف ترغیب دی بلکہ اس کا اجر وثواب اور فضیلت بھی بیان کی۔

(۱) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ وان خفتم الا تقسطوا فی الیتمیٰ فانکحوا ماطاب لکم من النسآء مثنیٰ و ثلاث ورباع فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ اوماملکت ایمانکم ذلک ادنیٰ الا تعلوا ۔ اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں سے انصاف نہ کرو گے تو نکاح میں لاؤ جو عورتیں تمہیں خوش آئیں دو دو اور تین تین اور چار چار پھر اگر تم ڈرو کہ دو بیبیوں کو برابر نہ رکھ سکو گے تو ایک ہی کرو یا کنیزیں جن کے تم مالک ہو۔ یہ اس سے زیادہ قریب ہے کہ تم سے ظلم نہ ہو۔ (پ۴۔ رکوع ۱۲)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مرد کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ ایک عورت یا دو عورتوں یا تین عورتوں یا چار عورتوں سے بیک وقت نکاح کرے ہاں اگر متعدد بیویوں میں نفقہ اور باری میں انصاف نہ کر سکتا ہو تو پھر ایک ہی عورت سے نکاح کرے تاکہ آخرت کے وبال سے بچ جائے اور چار سے زائد عورتوں سے بیک وقت نکاح نہیں کر سکتا۔ امام علاء الدین خازن اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ واجمعت الامۃ علیٰ انہ لایجوز لاحد ان یزید علی اربع نسوۃ وان الزیادۃ علی اربع من خصائص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم التی لایشارکہ فیھا احد من الامۃ ۔ امتِ مسلمہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ ایک وقت میں چار عورتوں سے زیادہ سے نکاح کرے۔ یہ بات (یعنی ایک وقت میں چار عورتوں سے زائد سے نکاح کرنا) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خصائص سے ہے اور

اس خصوصیت میں ان کی امت کا کوئی شخص آپ کا شریک نہیں۔ (تفسیر خازن جلد اول ص ۴۷۵)
پھر آگے فرماتے ہیں اس بات پر دلیل کہ کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ ایک وقت میں چار سے زائد بیویاں رکھے قیس بن حارث رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جب وہ مسلمان ہوئے تو ان کے نکاح میں آٹھ بیویاں تھیں۔ انہوں نے یہ بات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کی تو آپ نے فرمایا۔ اختر منھن اربعاً۔ تو ان میں سے چار کو اختیار کرلے اخرجہ ابوداؤد اور اسی طرح غیلان بن سلمہ ثقفی رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو ان کے نکاح میں دس عورتیں تھیں انہیں بھی حکم ہوا کہ وہ ان میں سے چار بیویوں کو اختیار کرلیں اخرجہ الترمذی۔ (تفسیر خازن جلد اول ص ۴۷۵)

(۲) اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ **وانکحوا الایامی منکم والصالحین من عبادکم وامآئکم ان یکونوا فقرآء یغنهم الله من فضله والله واسع علیم** ۔ اور نکاح کردو اپنوں میں سے ان کا جو بے نکاح ہوں اور اپنے لائق بندوں اور کنیزوں کا۔ اگر وہ فقیر ہوں تو اللہ انہیں غنی کردے گا اپنے فضل کے سبب سے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔ (پ ۱۸ رکوع ۱۰)

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءة فلیتزوج فانه اغض للبصر و احصن للفرج ومن لم یستطع فعلیه بالصوم فانه له وجاء** ۔ اے جوانو! تم میں جو کوئی نکاح کی استطاعت رکھتا ہے وہ نکاح کرے کہ یہ اجنبی عورت کی طرف نظر کرنے سے نگاہ کو زیادہ روکنے والا ہے اور شرمگاہ کی زیادہ حفاظت کرنے والا ہے اور جس میں نکاح کی استطاعت نہیں وہ روزے رکھے کہ روزہ قاطعِ شہوت ہے۔ رواہ البخاری ومسلم وابوداؤد والترمذی والنسائی۔ (مشکوٰۃ شریف کتاب النکاح، بہار شریعت حصہ ہفتم ص ۲)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **من احب فطرتی فلیستن بسنتی وان من سنتی النکاح** ۔ جو شخص میری فطرت سے محبت رکھتا ہے اسے میری سنت اختیار کرنی چاہیے اور نکاح میری سنت سے ہے رواہ البیھقی۔ (جامع صغیر ص ۱۶ ج ۲)

نیک عورت کے اوصاف

نکاح میاں بیوی میں پوری زندگی کا باہمی ربط اور تعلق پیدا کرتا ہے۔ زندگی بھر کے باہمی ربط و تعلق کی بقاء

کے لئے عورت میں مخصوص اوصاف کا پایا جانا ضروری ہے اسی لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ **تنکح المرأة لمالها ولحسبها ولجمالها ولدینها فاظفر بذات الدین تربت یداک**۔ عورت سے نکاح کیا جاتا ہے اس کے مال کی خاطر اور اس کی خاندانی وجاہت کی خاطر اور اس کی خوبصورتی کی خاطر اور اس کی دینداری کی خاطر تو تُو دیندار عورت پر کامیابی حاصل کر تیرے دونوں ہاتھ خاک آلود ہوں۔ رواہ البخاری ومسلم عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ وصححہ السیوطی۔

(جامع صغیر ص ۱۳۳ ج ۱)

اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ **تزوجوا الولود الودود فانی مکاثر بکم**۔ تم بچے جننے والی محبت کرنے والی عورت سے نکاح کرو کیونکہ میں تمہاری کثرت پر فخر کروں گا۔ رواہ ابوداؤد والنسائی عن معقل بن یسار رضی اللہ عنہ۔ (جامع صغیر ص ۱۳۰ ج ۱)

اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **علیکم بالابکار فانهن اعذب افواهاً وانتق ارحاماً واغر غرة وارضی بالیسیر**۔ تم پر کنواری عورتوں سے نکاح کرنا لازم ہے کیونکہ وہ زیادہ میٹھی زبان والی زیادہ بچے جننے والی زیادہ اچھے اخلاق والی اور تھوڑے نان نفقہ پر زیادہ راضی رہنے والی ہیں۔

(نزهة الناظرین ص ۱۴۴)

اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ **لاتنکحوا القرابة القریبة فان الولد یخلق ضاویاً**۔ تم اپنی بہت نزدیکی قرابت والی عورت سے نکاح نہ کرو کیونکہ اولاد کمزور پیدا ہوگی۔

(نزهة الناظرین ص ۱۴۴)

خاوند کے فرائض

جب شرعی طریقہ سے نکاح صحیح ہو جائے تو مرد پر عورت کے حقوق لازم ہو جاتے ہیں اور انہیں ادا کرنا مرد کے فرائض میں شامل ہے۔ مرد پر سب سے پہلا فرض یہ عائد ہوتا ہے کہ وہ نکاح کے اندر مقرر کردہ مہر عورت کو ادا کردے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ **واتوا النساء صدقاتهن نحلة فان طبن لکم عن شیء منه نفساً فکلوه هنیئا مریئاً**. اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دو پھر اگر وہ اپنے دل کی خوشی

سے مہر میں سے تمہیں کچھ دے دیں تو اسے کھاؤ رچتا پچتا۔ (پ۴ رکوع ۱۲)

نان نفقہ

مرد پر دوسرا فرض یہ عائد ہوتا ہے کہ وہ بیوی کو نان نفقہ ادا کرے اور نفقہ سے مراد کھانا کپڑا رہنے کا مکان ہے۔ (بہارشریعت ص ۱۴۸ ج ۸)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ **لینفق ذو سعة من سعته ومن قدر علیه رزقه فلینفق مما اتاه الله لا یکلف الله نفساً الاما اتاها سیجعل الله بعد عسر یسراً** ۔ مالدار شخص اپنی وسعت کے لائق خرچ کرے اور جس کی روزی تنگ ہے وہ اس میں سے خرچ کرے جو اسے خدا نے دیا۔ اللہ کسی کو تکلیف نہیں دیتا مگر اتنی ہی جتنی اسے طاقت دی ہے۔ قریب ہے کہ اللہ تختی کے بعد آسانی پیدا کر دے۔

(پ ۲۸ رکوع ۱۷)

حضرت حکیم بن معاویہ قشیری اپنے باپ (معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے عرض کیا یا **رسول الله ماحق زوجة احدنا علیه** ۔ یارسول اللہ ہم میں سے کسی ایک شخص پر اس کی بیوی کا کیا حق لازم ہے؟ فرمایا **ان تطعمها اذا طعمت وتکسوها اذا اکتسیت ولا تضرب الوجه ولا تقبح ولا تهجر الا فی البیت** . یہ کہ جب تو خود کھائے تو اسے کھلائے اور جب تو خود پہنے تو اسے پہنائے اور اس کے چہرہ پر نہ مارے اور اسے برا بھلا نہ کہے اور اسے الگ نہ چھوڑے مگر گھر میں۔

رواہ احمد وابوداؤد وابن ماجہ۔ (مشکوۃ شریف جلد دوم ص ۱۴۳) (اشعۃ ص ۱۵۵ ج ۳)

کھانے کے اخراجات

مسئلہ۔ جس عورت سے نکاح صحیح ہوا اس کا نفقہ شوہر پر واجب ہے۔ عورت مسلمان ہو یا کافرہ آزاد ہو یا مکاتبہ محتاج ہو یا مالدار دخول ہوا ہو یا نہیں بالغہ ہو یا نابالغہ مگر نابالغہ میں شرط یہ ہے کہ جماع کی طاقت رکھتی ہو یا مشتہاۃ ہو اور شوہر کی جانب کوئی شرط نہیں بلکہ صغیرالسن ہو تو بھی اس پر نفقہ واجب ہے۔ اس کے مال سے دیا جائے گا۔ شوہر عنین ہے یا اس کا عضو تناسل کٹا ہوا ہے یا مریض ہے کہ جماع کی طاقت نہیں رکھتا یا حج کو گیا ہے جب بھی نفقہ واجب ہے۔ (بہارشریعت جلد ہشتم ص ۱۴۸)

جائے سکونت

مرد پر تیسرا فرض یہ ہے کہ وہ بیوی کو جائے سکونت دے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ اسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم۔ عورتوں کو وہاں رکھو جہاں تم خود رہتے ہو اپنی طاقت بھر۔
(پ ۲۸ رکوع ۱۷)

(مسئلہ) نفقہ کا تیسرا جز سکنی ہے یعنی رہنے کا مکان۔ شوہر جو مکان عورت کو رہنے کے لئے دے وہ خالی ہو یعنی شوہر کے متعلقین وہاں نہ رہیں ہاں اگر شوہر کا اتنا چھوٹا بچہ ہو کہ جماع سے آگاہ نہیں تو وہ مانع نہیں۔ اور اگر اس مکان میں شوہر کے متعلقین رہتے ہوں اور عورت نے اسی کو اختیار کیا کہ سب کے ساتھ رہے تو شوہر کے متعلقین سے خالی ہونے کی شرط نہیں ہے۔ (بہار شریعت حصہ ہشتم ص ۱۵۹)

پہننے کے کپڑے

مرد پر چوتھا فرض یہ عائد ہوتا ہے کہ وہ بیوی کو پہننے کے کپڑے دے۔ جیسا کہ حضرت حکیم بن معاویہ قشیری کی حدیث میں گزرا ہے۔ اور رسول اللہ فرماتے ہیں۔ وحقھن علیکم ان تحسنوا الیھن فی کسوتھن و طعامھن۔ تم پر عورتوں کا یہ حق ہے کہ تم انہیں اچھا پہناؤ اور اچھا کھلاؤ۔

(نزھۃ الناظرین ص ۱۴۷)

مسئلہ:۔ مرد پر واجب ہے کہ وہ عورت کو سال میں دو جوڑے کپڑے دے۔ ہر ششماہی پر ایک جوڑا۔ جب ایک جوڑا کپڑا دے دیا تو جب تک مدت پوری نہ ہو دوسرا جوڑا دینا اس پر واجب نہیں اور اگر مدت کے اندر پھاڑ ڈالا اور عادۃً جس طرح پہنا جاتا ہے اس طرح پہنتی تو نہ پھٹتا تو دوسرے کپڑے اس ششماہی میں واجب نہیں ورنہ واجب ہیں اور اگر مدت پوری ہوگئی اور جوڑا باقی ہے تو اگر پہنا ہی نہیں یا کبھی اس کو پہنتی ہے اور کبھی دوسرے کپڑے کو اس وجہ سے باقی ہے تو اب دوسرا جوڑا دینا واجب ہے اور اگر یہ وجہ نہیں بلکہ کپڑا مضبوط تھا اس وجہ سے نہیں پھٹا تو دوسرا جوڑا واجب نہیں۔ (جوہرہ)

(بہار شریعت حصہ ہشتم ص ۱۵۴)

گھر پر حاکمیت

خاوند پر پانچواں فرض یہ ہے کہ وہ گھر میں بحیثیت حکمران کے رہے اور اہل وعیال پر اس کا حکم چلے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ الرجال قوامون علی النسآء بما فضل اللہ بعضھم علی بعض وبما انفقوا من اموالھم۔ مرد افسر ہیں عورتوں پر اس لئے کہ اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی اور اس لئے کہ مردوں نے ان پر اپنے مال خرچ کیے۔ (پ۵ رکوع ۳)

اِس سے معلوم ہوا کہ بیوی اور شوہر کے حقوق برابر نہیں ہیں مرد کے حقوق زیادہ ہیں۔ اور یہ عین انصاف بھی ہے کیونکہ مرد پر عورت کا خرچہ اور مہر واجب ہیں۔ جبکہ عورت پر مرد کے لئے کوئی مال واجب نہیں ہے ولہذا مرد کا رتبہ زیادہ ہونا چاہیے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلام میں مرد عورت سے افضل ہے اسی لئے نبوت امامت قضاء آذان اور خطبہ وغیرہ مردوں کے لئے مخصوص ہیں عورتوں کے لئے نہیں کیونکہ عورت پر پردہ فرض ہے اور وہ یہ کام پردہ میں رہ کر نہیں کر سکتی۔ نیز نسائی عوارض مثلاً حیض نفاس وغیرہ بھی ان کاموں میں حارج ہیں۔ (نور العرفان ص ۱۳۱)

اور تفسیر ابن کثیر میں قواموں کی تفسیر میں فرمایا ای الرجل قیم علی المرأۃ ای ھو رئیسھا وکبیرھا والحاکم علیھا و مؤدبھا اذا اعوجت۔ یعنی عورتوں پر مردوں کے افسر ہونے کا یہ معنیٰ ہے کہ وہ عورتوں پر افسر اور بڑے اور حاکم ہوتے ہیں اور اگر عورتیں ٹیڑھی چلیں تو انہیں سیدھا کرتے ہیں۔

(ابن کثیر ص ۴۹۱ ج ۱)

اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ فالامام راع وھو مسئول عن رعیتہ والرجل راع فی اھلہ وھو مسئول عن رعیتہ والمرأۃ راعیۃ فی بیت زوجھا وھی مسئولۃ عن رعیتھا. تم میں سے ہر ایک شخص چرواہا ہے اور تم میں سے ہر ایک شخص سے اس کی رعیت کے بارہ میں پوچھا جائے گا سو امام چرواہا ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارہ میں پوچھا جائے گا اور مرد اپنے اہل پر چرواہا ہے اس سے اس کی رعیت کے بارہ میں پوچھا جائے گا اور عورت اپنے خاوند کے گھر میں چرواہا ہے اور وہ اپنی رعیت کے بارہ میں پوچھی جائے گی۔

رواہ احمد وصححہ السیوطی۔ (جامع صغیر ص ۹۵ ج ۲)

گھر والوں کی اصلاح

خاوند پر چھٹا فرض یہ ہے کہ وہ اپنے اہل وعیال کی اصلاح میں کوشاں رہے۔ انہیں اسلامی آداب سکھائے اوران کا پابند بنائے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ یایھا الذین امنوا قوا انفسکم واھلیکم ناراً وقودھا الناس والحجارۃ علیھا ملآئکۃ غلاظ شداد لایعصون اللہ مآ امرھم و یفعلون ما یؤمرون۔ اے ایمان والو اپنی جانوں اوراپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ اس پر سخت کرے فرشتے مقرر ہیں جو اللہ کا حکم نہیں ٹالتے اور جو انہیں حکم ہو وہی کرتے ہیں۔

(پ ۲۸ رکوع ۱۷)

اس کی تفسیر میں مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں یعنی اپنی جانوں اوراپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ اس طرح سے کہ خود بھی نیک رہو اور اپنے بیوی بچوں کو بھی نیک بننے کی ہدایت کرو۔ (نورالعرفان ص ۸۹۵)

اوراللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ والاتی تخافون نشوزھن فعظوھن واھجروھن فی المضاجع واضربوھن فان اطعنکم فلا تبغوا علیھن سبیلاً۔ اور جن عورتوں کی نافرمانی کا تمہیں اندیشہ ہو تو انہیں سمجھاؤ اوران سے الگ سوؤ اورانہیں مارو پھر اگر وہ تمہارے حکم میں آجائیں تو ان پر زیادتی کی کوئی راہ نہ چاہو۔ (پ ۵ رکوع ۳)

اوررسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ مانحل الوالد ولدہ من نحلۃ افضل من ادب حسن۔ والد نے اپنی اولاد کو اچھے ادب کا تحفہ دینے سے زیادہ کوئی بہتر تحفہ نہیں دیا۔

(نزھۃ الناظرین ص ۱۷۶)

اورآپ فرماتے ہیں مروا اولادکم بالصلوٰۃ وھم ابناء سبع سنین واضربوھم علی ترکھا وھم ابناء عشر سنین۔ اپنی اولاد کو نماز کا حکم کرو جب وہ سات برس کی ہو جائے اورانہیں نماز کے ترک پر مارو جب وہ دس برس کی ہو جائے۔ (نزھۃ الناظرین ص ۱۷۶)

حسن معاشرت

خاوند کا ستواں فرض یہ ہے کہ وہ اپنے گھر والوں سے اچھا رہن سہن رکھے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ وعاشروهن بالمعروف فان كرهتموهن فعسیٰ ان تكرهوا شيئاً ويجعل الله فيه خيراً كثيرا ۔ اور عورتوں سے اچھا برتاؤ کرو پھر اگر وہ تمہیں پسند نہ آئیں تو قریب ہے کہ کوئی چیز تمہیں ناپسند ہو۔ اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھے۔ (پ۴۔ رکوع ۱۴)

اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اکمل المؤمنين ايمانا احسنهم خلقاً وخياركم خياركم لنسآءهم۔ (نزھۃ الناظرین ص ۱۴۷)

کامل ترین ایمان والے وہ ہیں جو تم میں زیادہ اچھے اخلاق والے ہیں اور تم میں بہترین وہ ہیں جو اپنی عورتوں کے حق میں بہترین ہیں۔

مباشرت

خاوند پر آٹھواں فرض یہ ہے کہ وہ بیوی سے ہم بستری کرے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے نسآء كم حرث لكم فاتوا حرثكم انّٰى شئتم وقدموا لانفسكم واتقوا الله واعلموا انكم ملاقوه وبشر المؤمنين ۔ تمہاری عورتیں تمہارے لئے کھیتیاں ہیں تو آؤ اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو اور اپنے بھلے کا کام پہلے کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ تمہیں اس سے ملنا ہے۔ اور اے محبوب بشارت دے ایمان والوں کو۔ (پ۲۔ رکوع ۱۲)

باری مقرر کرنا

خاوند پر نواں فرض یہ ہے کہ اگر اس کی متعدد بیویاں ہوں تو وہ ان میں باری مقرر کر دے۔ صرف ایک ہی بیوی کے پاس رہنا اور دوسری کو بھول جانا شرعاً سخت مذموم ہے۔ وفی الحديث من لم يعدل بين نسآءه جآء يوم القيامة وشقه ساقط ۔ اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص اپنی بیویوں میں انصاف نہ کرے وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے جسم کا ایک حصہ گرا ہوا ہوگا۔

(صاوی ص ۱۷۸ ج ۱)

خانگی ناچاقی کے اسباب

حضرت مولانا امجد علی رحمۃ اللہ علیہ آج کل کی خانگی ناچاقی کے اسباب کے بارہ میں لکھتے ہیں۔ ''آج کل عام شکایت ہے کہ زن و شوہر میں نااتفاقی ہے۔ مرد کو عورت کی شکایت ہے تو عورت کو مرد کی۔ ہر ایک دوسرے کے لئے بلائے جان بنا ہوا ہے۔ اور جب اتفاق نہ ہو تو زندگی تلخ اور نتائج نہایت خراب ہوں گے۔ آپس کی ناچاقی علاوہ دنیا کی خرابی کے دین کو بھی برباد کرنے والی ہوتی ہے۔ اور اس نااتفاقی کا اثرِ بد انہیں تک محدود نہیں رہتا بلکہ ان کی اولاد پر بھی اثر پڑتا ہے اور اولاد کے دل میں نہ باپ کا ادب رہتا ہے اور نہ ماں کی عزت ہوتی ہے۔

اس نااتفاقی کا بڑا سبب یہ ہے کہ طرفین میں ہر ایک دوسرے کے حقوق کا لحاظ نہیں رکھتا اور باہم رواداری سے کام نہیں لیتا۔ مرد چاہتا ہے کہ عورت کو باندی سے بدتر کر کے رکھے اور عورت چاہتی ہے کہ مرد میرا غلام ہو کر رہے۔ جو میں چاہوں وہ ہو چاہے کچھ بھی ہو جائے مگر بات میں فرق نہ آئے۔ جب خیالات فاسدہ طرفین میں پیدا ہوں گے تو کیونکر نبھ سکے گی۔ دن رات کی لڑائی اور ہر ایک کے اخلاق و عادات میں برائی اور گھر کی بربادی اسی کا نتیجہ ہوگا۔ قرآن مجید میں جس طرح یہ حکم آیا کہ **الرجال قوامون علی النسآء** جس سے مردوں کی بڑائی ظاہر ہوتی ہے اسی طرح یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ **وعاشروھن بالمعروف** جس کا صاف مطلب یہی ہے کہ عورتوں کے ساتھ اچھا رہن سہن کرو۔

(بہار شریعت ص۸۹ ج ۷)

الحمد للہ یہاں تک ہم نے جو کچھ عرض کیا ہے اس سے خاوند کے فرائض پر بقدر کفایت روشنی پڑ گئی ہے اللہ تعالیٰ مسلمان مردوں کو اپنے ان فرائض کی ادائیگی کی توفیق بخشے تاکہ اسلامی معاشرہ میں سکون اور چین کی فضاء قائم ہو اور گھر اجڑنے اور برباد ہونے سے محفوظ رہیں۔ اپنے گھر کو مرد ہی آباد رکھنے کا خیال رکھے گا تو وہ آباد رہے گا اور اس میں اس کا دارین کا فائدہ بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے توفیقِ عمل کی دعا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲۳ رمضان المبارک ۱۴۲۸ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سولہواں مقالہ

اسلام میں بیوی کے فرائض

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد: اس مختصر مقالہ میں ہم نے ''اسلام میں بیوی کے فرائض'' پر بقدر کفایت روشنی ڈالی ہے اللہ تعالیٰ اسے ذریعۂ ہدایت بنائے آمین بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم۔

اسلام سے پہلے صنفِ نازک کی بدحالی

اسلام سے پہلے زمانۂ جاہلیت میں ملکِ عرب میں عموماً بچیوں کو قابلِ نفرت شئے سمجھا جاتا تھا اسی وجہ سے جب کسی شخص کے گھر میں بچی پیدا ہوتی تو وہ مارے شرم کے منہ چھپاتا پھرتا اور اس بلائے جان سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے وہ اسے زندہ درگور کردیتا تھا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ام اتخذ مما یخلق بنات واصفاکم بالبنین واذا بشر احدھم بما ضرب للرحمن مثلاً ظل وجھہٗ مسوداً وھو کظیم۔ کیا اس نے اپنے لئے اپنی مخلوق میں سے بیٹیاں لیں اور تمہیں بیٹوں کے ساتھ خاص کیا اور جب ان میں سے کسی کو خبر دی جائے اس چیز کی جس کا وصف رحمٰن کے لئے بتا چکا ہے تو دن بھر اس کا منہ کالا رہے اور غم کھایا کرے۔ (پ۲۵۔ ج۸)

اور دوسرے مقام پر فرمایا۔ ویجعلون للہ البنات سبحانہٗ ولھم مایشتھون واذابشّر احدھم بالانثیٰ ظل وجھہٗ مسوداً وھو کظیم یتواریٰ من القوم من سوٓ مابشربہ ایمسکہٗ علی ھون ام یدسہٗ فی التراب الاسآء مایحکمون۔ اور وہ اللہ کے لئے بیٹیاں ٹھہراتے ہیں پاکی ہے اس کو اور اپنے لئے جو اپنا جی چاہتا ہے اور جب ان میں کسی کو بیٹی پیدا ہونے کی خبر دی جاتی ہے تو دن بھر اس کا منہ کالا رہتا ہے اور وہ غصہ کھاتا ہے۔ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے اس خبر کی برائی کے سبب سے۔ کیا اسے ذلت کے ساتھ رکھے گا یا اسے مٹی میں دبا دے گا۔ ارے بہت ہی برا حکم لگاتے ہیں۔ (پ۱۴ رکوع ۱۳)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب والے اس کا مذاق اڑاتے تھے جس کے گھر لڑکی پیدا ہوتی تھی کیونکہ وہ لڑکی کو جانور سے بھی بدتر جانتے تھے۔ اونٹنی کے ہاں مادہ پیدا ہوتی تو کچھ طعن نہ کرتے لیکن عورت کے لڑکی پیدا ہوتی تو رنج و غم طعن و تشنیع کرتے تھے۔ مضر، خزاعہ اور تمیم کے قبائل لڑکیوں کو زندہ دفن کردیتے تھے۔ (نور العرفان)

اسلام نے لڑکی کو نعمت قرار دیا

ایسے حالات میں بانیٔ اسلام صلے اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے تو آپ کے دینِ اسلام نے لڑکی کو نعمت قرار دیا۔ لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا حرام ٹھہرایا اور اس قبیح فعل کو قیامت کے دن باز پرس کے قابل بتایا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ واذا الموؤدة سئلت بای ذنب قتلت۔ اور جب زندہ دبائی گئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس خطا پر ماری گئی؟۔ (پ۳۰۔ رکوع ۶)

یعنی کفار عرب کی وہ ننھی بچیاں جنہیں لوگ نقر و فاقہ یا عار کے لئے زندہ دفن کر دیتے تھے ان سے سوال ہوگا کہ تمہیں کس قصور میں تمہارے ماں باپ نے قتل کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب حمل میں جان آجائے تو اسے گرانا حرام ہے کہ یہ جان کا قتل ہے۔ (نور العرفان)

اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ لاتکرھوا البنات فانھن المؤنسات الغالیات۔ بچیوں سے نفرت نہ کرو کیونکہ وہ انس بخشنے والی متاع عزیز ہیں۔ رواہ احمد والطبرانی عن عقبۃ بن عامر وضعفہٗ السیوطی۔ (جامع صغیر ص۲۰۲ ج ۲)

اور ارشاد فرمایا۔ ان اللہ تعالیٰ حرم علیکم عقوق الامھات ووأد البنات ومنع وھات وکرہ لکم قیل وقال و کثرة السوال واضاعة المال۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تم پر یہ کام حرام کیے ہیں ماؤں کو رنج پہنچانا، بچیوں کو زندہ دفنانا، بخل کرنا، دست سوال دراز کرنا اور یہ کام مکروہ قرار دیئے ہیں بے فائدہ گفتگو کرنا، سوال میں کثرت کرنا اور مال کو ضائع کرنا۔ رواہ البخاری ومسلم عن المغیرۃ بن شعبۃ وصححہٗ السیوطی۔ (جامع صغیر ص۶۹ ج اول) (مشکوٰۃ جلد دوم ص۱۳۲)

صرف یہی نہیں کہ اسلام نے بچیوں کو نفرت سے دیکھنے اور انہیں زندہ درگور کرنے سے روکا بلکہ ان کی پرورش کو ثواب واجر کا کام بتا کر دختر پروری کا جذبہ دلوں میں پیدا کیا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الا ادلکم علی افضل الصدقة ابنتک مردودة الیک لیس لھا کاسب غیرک۔ کیا میں تمہیں بہترین صدقہ نہ بتاؤں؟ تیری وہ بیٹی ہے جو تجھ پر لوٹائی گئی اور تیرے سوا اس کا کمانے والا کوئی اور شخص نہیں۔ (مشکوٰۃ ص۱۳۷ ج ۲)

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک عورت اپنی دو بچیاں لے کر میرے پاس

آئی اور مجھ سے کچھ مانگا۔ اس وقت میرے پاس ایک کھجور کے سوا کچھ نہ تھا تو میں نے وہی کھجور اسے دے دی۔ اس نے اس کھجور کے دو حصے کیے اور وہ دونوں بچیوں میں تقسیم کر دیئے۔ اور چلی گئی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے ان سے یہ واقعہ بیان کیا فرمایا۔ من ابتلی من هذه البنات بشئی فاحسن الیهن کن له ستراً من النار. جس کو لڑکیوں میں سے کسی شئے کے ساتھ آزمائش میں ڈالا گیا اور اس نے ان سے احسان کیا تو وہ اس کے لئے دوزخ سے پردہ ہوں گی۔ رواہ احمد والبخاری ومسلم والنسائی وصححہ السیوطی۔ (جامع صغیر ص ۱۵۹ ج ۲) (مشکوٰۃ ص ۱۳۴ ج ۲)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی دوسری روایت میں ہے کہ ایک مسکین عورت اپنی دو بچیوں کو لے کر میرے پاس آئی۔ میں نے اسے تین کھجوریں دیں۔ اس نے ایک ایک کھجور بچیوں کو دے دی اور تیسری کھجور اپنے منہ تک کھانے کے لئے لے گئی تو بچیوں نے اس سے وہ کھجور بھی مانگی۔ اس نے اس کھجور کے دو حصے کیے اور ان دونوں کو دے دیئے اور خود کچھ نہ کھایا۔ میں نے جب یہ واقعہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سنایا تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے جنت واجب کر دی ہے اور اسے دوزخ سے آزاد کر دیا ہے۔ رواہ احمد

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔ ''علماء امت کا اس بارہ میں اختلاف ہے کہ بچیوں میں مبتلاء کیے جانے کا یہ جو ثواب بیان ہوا آیا یہ صرف بچیوں کے ہونے سے مل جاتا ہے یا ان کی پرورش میں جو محنت، ایذاء اور صبر پایا جاتا ہے اس پر ملتا ہے۔ ظاہر پہلا قول ہے۔ اور اس بارہ میں بھی اختلاف ہے کہ آیا یہ ثواب بچیوں کے نفقۂ واجبہ پر ملتا ہے یا اس نفقہ پر زیادتی کرنے پر ظاہر دوسرا قول ہے۔ اور بچیوں سے احسان میں شرط یہ ہے کہ موافق شرع ہو اور ان کے فوت ہو جانے یا شادی کے بعد جدا ہو جانے تک دائمی ہو۔ (اشعۃ اللمعات)

اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ''من عال جاریتین حتّٰی تبلغا جاء یوم القیامة انا وهو هکذا وضم اصابعهٗ جس کی پرورش میں دو بچیاں بلوغت تک رہیں وہ قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ میں اور وہ پاس پاس ہوں گے اور آپ نے اپنی دو انگلیاں ملا کر فرمایا اس طرح۔ رواہ مسلم۔ (مشکوٰۃ فی الشفقۃ علی الخلق ص ۱۳۴ ج ۲)

اور آپ فرماتے ہیں۔ ''من کانت لهٗ انثیٰ فلم یأدها ولم یهنها ولم یؤثر ولده علیها ادخله اللّٰه الجنة جس کی لڑکی ہو اور وہ اسے زندہ درگور نہ کرے اور نہ اس کی توہین کرے اور نہ اس پر بیٹوں کو ترجیح

دے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔ رواہ ابوداؤد۔ (مشکوٰۃ جلد دوم ص ۴۳۶)
اور آپ فرماتے ہیں۔ ''جس نے تین بچیوں کی پرورش کی پھر انہیں ادب سکھایا اور ان کو بیاہ دیا پھر ان سے اچھا سلوک کیا تو اس کے لئے جنت ہے۔ (مشکوٰۃ)
اور آپ فرماتے ہیں۔ ''کیا میں تمہیں یہ نہ بتاؤں کہ بہترین صدقہ کیا ہے۔ پھر فرمایا وہ اپنی اس بیٹی پر صدقہ کرنا ہے جو تمہاری طرف واپس ہوئی یعنی اس کا شوہر مر گیا یا اس نے طلاق دے دی اور وہ باپ کے ہاں چلی آئی تمہارے سوا اس کا کمانے والا کوئی نہیں۔ رواہ ابن ماجہ۔ (مشکوٰۃ جلد دوم ص ۴۳۷)
اور آپ فرماتے ہیں۔ ''اللہ تعالیٰ اس کو پسند کرتا ہے کہ تم اپنی اولاد کے درمیان عدل کرو یہاں تک کہ بوسہ لینے میں''۔ (بہار شریعت)

اور آپ ارشاد فرماتے ہیں۔ ''ومن عال ثلاث بنات او مثلهن من الاخوات فادبهن ورحمهن حتى يغنيهن الله اوجب الله له الجنة۔ جو شخص تین بچیاں یا بہنیں پالے اور انہیں ادب سکھائے اور ان پر مہربان رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انہیں بے پرواہ کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت واجب فرما دیتا ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ۔ دو بچیاں یا دو بہنیں پالنے کے بارہ میں کیا حکم ہے؟ فرمایا دو بچیاں پالنے کا بھی یہی اجر ہے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی شخص آپ سے ایک بچی کے بارہ میں دریافت کرتا تو آپ یہی جواب ارشاد فرما دیتے۔ (مشکوٰۃ جلد دوم ص ۴۳۶)
آج کل کی مغربی تہذیب کی دلدادہ پڑھی لکھی خواتین کے لئے غور و فکر کا مقام ہے کہ اسلام نے بچیوں کی تربیت پر کتنا زور دیا ہے اور اس کی ترغیب کس درجہ کی ہے۔ اسلام کا یہ احسان عظیم ماننے اور یاد رکھنے کے قابل ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عمل بخشے آمین۔

اسوہ حسنہ

صرف یہی نہیں کہ اسلام نے دختر پروری کو عبادت کا درجہ دیا اور اس پر عظیم اجر و ثواب ملنے کی بشارتیں سنائیں بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے چار بچیاں عنایت کیں تو آپ نے جس محبت و الفت کے ساتھ ان کی تربیت فرمائی اور جس حسن سلوک کے ساتھ ان کے ساتھ زندگی گزاری وہ امت مسلمہ ہی کے لئے نہیں بلکہ تمام نوع بنی آدم کے لئے اسوۂ حسنہ اور مینارۂ ہدایت کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ اپنی بیٹی

فاطمہ رضی اللہ عنہا سے اپنی سب اولاد سے زیادہ محبت رکھتے تھے۔ چنانچہ جب حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر دریافت کیا۔ یا رسول اللہ آپ کو اپنے گھر والوں میں سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا فاطمہ بنت محمد (رضی اللہ تعالیٰ عنہا و صلے اللہ علیہ وسلم)

(مشکوٰۃ ص ۲۵۷ ج ۲)

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہی بات پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سب سے زیادہ محبوب تھیں۔ پھر پوچھا گیا مردوں میں سے کون؟ فرمایا ان کے خاوند یعنی علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔ رواہ الترمذی۔ (مشکوٰۃ شریف مناقب اہل بیت جلد دوم ص ۲۵۵)

اور خود نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ فاطمة بضعة منی فمن اغضبها اغضبنی۔ فاطمہ میرے گوشت کا ٹکڑا ہے۔ جو اسے ناراض کرے گا وہ مجھے ناراض کرے گا اور دوسری روایت میں ہے یریبنی ما اَرابها و یؤذینی ما اذاها۔ جو چیز اسے ناراض کرتی ہے وہ مجھے ناراض کرتی ہے اور جو چیز اسے اذیت دیتی ہے وہ مجھے اذیت دیتی ہے۔ متفق علیہ۔ (مشکوٰۃ شریف جلد دوم ص ۲۵۴)

صرف یہی نہیں کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹیوں کی تربیت پیار اور محبت سے کی بلکہ آپ کو اپنی نواسیوں سے بھی اعلیٰ درجہ کی محبت تھی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب کی ایک بیٹی امامہ نام کی تھیں۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے کندھے پر بٹھا کر نماز ادا فرمائی۔ جب آپ سجدہ میں جاتے تو انہیں اتار دیتے اور جب کھڑے ہوتے تو انہیں کندھے پر اٹھا لیتے۔

(بخاری شریف)

حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم کی اسی زبانی و عملی تعلیم کے نتیجہ میں امت مسلمہ میں حضرت عائشہ، حضرت فاطمہ، حضرت حفصہ اور حضرت رابعہ بصری جیسی عظیم الشان خواتین پیدا ہوئیں اور ان شآء اللہ العزیز تا قیامت اعلیٰ اوصاف والی خواتین جنم لیتی رہیں گی۔

عورت کے چار مقام

عورت جب پیدا ہوتی ہے تو وہ والدین کی بیٹی اور بہن بھائیوں کی بہن ہوتی ہے۔ جب شادی شدہ ہو جاتی ہے تو وہ خاوند کی بیوی ہوتی ہے اور جب اولاد جنتی ہے تو وہ اولاد کی ماں کا مقام حاصل کرتی ہے۔ اسلام

نے ان چاروں مقامات میں عورت کو اکرام و اعزاز سے نوازا ہے۔ اور اس کے لئے بڑے لوگوں پر شفقت اور چھوٹوں پر ادب واحترام لازم کیا ہے۔ اہل فہم و دانش خواتین کو اسلام کا یہ احسانِ عظیم بھی ماننا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے۔ آمین۔

اسلام نے عورت پر مرد کو درجہ دیا ہے

اگرچہ اسلام نے عورت پر بے حد احسانات کیے ہیں اور اسے اسلامی معاشرہ میں معزز مقامات عطا کیے ہیں۔ لیکن اس نے مرد کو عورت پر درجہ دیا ہے مردوں کو عورتوں پر افسر مقرر کیا ہے۔ اور مردوں پر ان کا نان و نفقہ و سکنٰی لازم کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ **ولهن مثل الذی علیهن بالمعروف وللرجال علیهن درجة والله عزیز حکیم** ۔ اور عورتوں کا حق بھی ایسا ہی ہے جیسا ان پر ہے شرع کے موافق اور مردوں کو ان پر فضیلت ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔ (پ۲ رکوع ۱۲)

اور فرماتا ہے۔ **الرجال قوامون علی النسآء بما فضل الله بعضهم علی بعض وبما انفقوا من اموالهم** ۔ مرد افسر ہیں عورتوں پر اس لئے کہ اللہ نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی اور اس لئے کہ مردوں نے ان پر اپنے مال خرچ کیے۔ (پ۵ رکوع ۳)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ عورت پر مرد کا حقِ خدمت ہے اور مرد پر عورت کا حق پرورش جو شخص یہ کہتا ہے کہ شوہر اور بیوی کے حقوق برابر ہیں جھوٹا ہے۔ مرد عورت سے افضل ہے اور اس کے حقوق زیادہ ہیں کیونکہ عورت کا خرچہ اور مہر مرد پر واجب ہیں اور عورت پر مرد کا کوئی مال لازم نہیں۔ (نور العرفان ص ۵۶)

مرد کے حقوق کی عظمت

عورت پر مرد کے کتنے حقوق فرض ہیں۔ یہ بات سمجھنے کے لئے درج ذیل احادیث مبارکہ پڑھیں۔

(۱) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ **لو کنت امراً احداً ان یسجد لاحد لامرت المراة ان تسجد لزوجها** ۔ اگر میں کسی شخص کو حکم دیتا کہ وہ کسی شخص کو سجدہ کرے تو میں بیوی کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔ رواہ الترمذی عن ابی هریره رضی اللہ عنہ۔

(مشکوٰۃ باب النکاح فی عشرۃ النسآء جلد دوم ص ۱۳)

اور دوسری روایت میں فرمایا۔ **لو کنت امراً احداً ان یسجد لاحد لامرت النسآء ان**

یسجدن لازواجھن لما جعل اللہ لھم علیھن من حق ۔اگر میں کسی شخص کو حکم دیتا کہ وہ کسی شخص کو سجدہ کرے تو میں عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوندوں کو سجدہ کریں۔اس حق کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ نے عورتوں پر ان کے خاوندوں کا واجب کیا ہے۔رواہ ابوداؤ عن قیس بن سعد۔(مشکوٰۃ ص ۱۴ ج ۲)

خاوند کی اطاعت

بیوی کا سب سے اہم اور بنیادی فرض خاوند کے گھر میں رہنا اور اس کے ہر جائز حکم کی تعمیل کرنا ہے۔امام غزالی فرماتے ہیں۔ وعلی المرأۃ طاعتہ فی جمیع الاحوال والشفقۃ علی احوالہ وامو الہ والرفق باقاربہ۔عورت پر جملہ حالات میں خاوند کی اطاعت کرنا۔خاوند کے حالات اور اموال سے ہمدردی برتنا اور خاوند کے رشتہ داروں سے نرمی اختیار کرنا ہے۔ (مختصر احیاء العلوم ص ۱۰۲)

عورت خاوند کے گھر کی ملکہ ہوتی ہے

اسلام کی عورت پر نوازشات کی کیا حد کہ اس نے اسے اپنے خاوند کے گھر میں ملکہ کی حیثیت دے دی ہے۔ خاوند کے گھر کی ہر چیز اس کی حفاظت میں ہوتی ہے۔وہ ہر جائز تصرف کا حق رکھتی ہے۔رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ والمرأۃ راعیۃ علی بیت زوجھا وولدہ وھی مسئولۃ عنھم۔ اور عورت اپنے خاوند کے گھر پر اور اس کی اولاد پر ملکہ ہے اور وہ اس بارہ میں پوچھی جائے گی۔رواہ البخاری ومسلم عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ (مشکوٰۃ جلد دوم ص ۴۸)

خاوند کے مال میں خیانت

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اول من یختصم یوم القیامۃ الرجل وامرأتہ واللہ مایتکلم لسانھا ولکن یداھا ورجلاھا لیشھدان علیھا بما کانت تعیب لزوجھا ۔قیامت کے روز سب سے پہلے جو جھگڑا کریں گے وہ مرد اور اس کی بیوی ہوں گے۔خدا کی قسم۔بیوی کی زبان نہیں بولے گی بلکہ اس کے ہاتھ اور پاؤں ان باتوں کی گواہی دیں گے جن کے ساتھ وہ اپنے خاوند کے عیب بیان کرتی تھی۔ ویشھد یداہ ورجلاہ بما کان تسولھا ۔اور خاوند کے دونوں ہاتھ اور پیر ان باتوں کی گواہی دیں گے جو وہ اپنی بیوی کے متعلق اختیار

کرتا تھا۔ (البدور السافرہ ص ۱۶۶)

عورت کے اوصاف

نکاح میاں بیوی میں پوری زندگی کا باہمی ربط اور تعلق پیدا کرتا ہے۔ زندگی بھر کے باہمی ربط و تعلق کی بقاء کے لئے عورت میں مخصوص اوصاف کا پایا جانا ضروری ہے اسی لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ تنکح المرأة لمالها ولحسبها ولجمالها ولدينها فاظفر بذات الدين تربت يداك۔ عورت سے نکاح کیا جاتا ہے اس کے مال کی خاطر اور اس کی خاندانی وجاہت کی خاطر اور اس کی خوبصورتی کی خاطر اور اس کی دینداری کی خاطر تو تو دیندار عورت پر کامیابی حاصل کر تیرے دونوں ہاتھ خاک آلود ہوں۔ رواہ البخاری و مسلم عن ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ وصححہ السیوطی۔

(جامع صغیر ص ۱۳۳ ج ۱)

اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ تزوجوا الولود الودود فانی مکاثر بکم۔ تم بچے جننے والی محبت کرنے والی عورت سے نکاح کرو کیونکہ میں تمہاری کثرت پر فخر کروں گا۔ رواہ ابو داؤد والنسائی عن معقل بن یسار رضی اللہ عنہ۔ (جامع صغیر ص ۱۳۰ ج ۱)

اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ علیکم بالابکار فانھن اعذب افواھاً وانتق ارحاماً واغر غرة وارضی بالیسیر۔ تم پر کنواری عورتوں سے نکاح کرنا لازم ہے کیونکہ وہ زیادہ میٹھی زبان والی زیادہ بچے جننے والی زیادہ اچھے اخلاق والی اور تھوڑے نان نفقہ پر زیادہ راضی رہنے والی ہیں۔

(نزھۃ الناظرین ص ۱۴۴)

اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ لاتنکحوا القرابة القریبة فان الولد یخلق ضاویاً۔ تم اپنی بہت نزدیکی قرابت والی عورت سے نکاح نہ کرو کیونکہ اولاد کمزور پیدا ہوگی۔

(نزھۃ الناظرین ص ۱۴۴)

خاوند کے گھر میں باپردہ رکا رہنا

اسلام نے عورت پر واجب کیا ہے کہ وہ اپنے خاوند کے گھر میں رہے اور اگر کسی ضرورت پر باہر جانا پڑے تو خاوند کی اجازت سے جائے ورنہ گناہگار ہوگی۔ اللہ تعالیٰ امہات المؤمنین کو حکم دیتا ہے۔ وقرن فی

بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاهلیة الاولیٰ ۔اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور بے پردہ نہ رہو جیسے اگلی جاہلیت کی بے پردگی ۔ (پارہ ۲۲۔رکوع ۱)

اس سے معلوم ہوا کہ عورت پر پردہ فرض ہے اور بلا عذر گھر سے نکلنا حرام ہے کہ جب مسلمانوں کی ماؤں کو پردہ اور گھر میں رہنے کا حکم دیا تو دوسری عورتیں کس شمار میں ہیں ۔ (نورالعرفان)

اور وہ ارشاد فرماتا ہے ۔فالصالحات قانتات حافظات للغیب بما حفظ اللہ ۔تو نیک بخت عورتیں ادب والیاں ہیں خاوند کے پیچھے حفاظت رکھتی ہیں جس طرح اللہ نے حفاظت کا حکم دیا۔

(پ ۵۔رکوع ۳)

اس آیت سے چند مسائل معلوم ہوئے ۔ایک یہ کہ عورت کا خرچ مرد پر واجب ہے۔ دوسرا یہ کہ مرد کے گھر بار کی حفاظت عورت کے ذمہ میں ہے ۔تیسرا یہ کہ عورت پر خاوند کا ادب و احترام لازم ہے۔ چوتھا یہ کہ مال کمانا مرد کا کام اور مال خرچ کرنا عورت کا کام ہے ۔مرد چرخہ نہ کاتیں اور عورتیں بی ۔اے۔ بی ٹی ہو کر نوکری کرنے نہ نکلیں ۔اگر عورت پر بھی کمائی کرنا لازم ہوتا تو مرد پر عورت کا خرچہ لازم نہ ہوتا۔

(نورالعرفان)

اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ۔ماستفاد المؤمن بعد تقوی اللہ خیراً له من زوجة صالحة ان امرها اطاعته وان نظر الیها سرته وان اقسم علیها ابرته وان غاب عنها نصحته فی نفسها وماله ۔تقویٰ کے بعد مومن کے لئے نیک بی بی سے بہتر کوئی چیز نہیں کہ اگر وہ اسے حکم کرتا ہے تو اطاعت کرتی ہے۔ اور اسے دیکھے تو خوش کر دے اور اس پر قسم کھا بیٹھے تو وہ اس کی قسم سچی کر دے اور وہ کہیں چلا جائے تو وہ اپنے نفس اور شوہر کے مال میں بھلائی کرے ۔(خیانت اور ضائع نہ کرے) رواہ ابن ماجۃ ۔ (مشکوٰۃ جلد دوم ص ۲)

خاوند کو ایذاء نہ دینا

من الآفات ایذآء الزوجة زوجها قال لا تؤذی امرأة زوجها فی الدنیا الا قالت زوجة من الحور العین لاتؤذیه قاتلک اللہ فانما هو عندک دخیل یوشک ان یفارقک الینا ۔آفات میں سے ایک آفت عورت کا اپنے خاوند کو ایذاء دینا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے

ہیں کہ کوئی عورت اپنے خاوند کو ایذا نہیں دیتی مگر اس کی جنتی بیوی کہتی ہے خدا تجھے قتل کرے یہ تیرے پاس مہمان ہے ہوسکتا ہے کہ عنقریب ہمارے پاس آجائے۔ رواہ الترمذی۔ (الحدیقہ الندیہ جلد دوم ص ۵۵۰)

خاوند کو ہر حال راضی رکھنا

اسلام نے عورت پر یہ بات فرض کی ہے کہ وہ ہر حال میں اپنے خاوند کو راضی رکھے۔ جس بھی جائز کام کا مطالبہ خاوند کی طرف سے ہوا سے پورا کرے اس بارہ میں چند روایات ملاحظہ ہوں۔

(۱) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اذا دعا الرجل امرأته الی فراشه فابت فبات غضبان لعنتها الملائکة حتی تصبح۔ جب کوئی مرد اپنی بیوی کو اپنے بستر کی طرف بلائے اور وہ انکار کردے اور مرد ناراض ہوکر رات گزارے تو صبح ہونے تک فرشتے اس عورت پر لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔ متفق علیہ۔ (مشکوٰۃ فی عشرۃ النسآء جلد دوم ص ۱۲)

(۲) اور دوسری روایت میں ہے۔ والذی نفسی بیده مامن رجل یدعو امرأته الی فراشه فتأبی علیه الا کان الذی فی السمآء ساخطاً علیها حتی یرضی عنها۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کوئی مرد اپنی بیوی کو اپنے بستر کی طرف نہیں بلاتا پھر وہ اس کام سے انکار کرتی ہے مگر وہ جو آسمان میں ہے اس عورت پر ناراض رہتا ہے یہاں تک کہ وہ شخص اس عورت سے راضی ہوجائے۔ متفق علیہ۔ (حوالہ مذکورہ بالا) (مشکوٰۃ ص ۱۲ ج ۲)

(۳) اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ المرأة اذا صلت خمسها وصامت شهرها وحصنت فرجها واطاعت بعلها فلتدخل من ای ابواب الجنة شاءت۔ عورت جب پانچ نمازیں پڑھے، رمضان کے مہینے کے روزے رکھے، اپنی عصمت بچائے رکھے اور اپنے خاوند کی اطاعت کرے تو پھر وہ جنت کے دروازوں میں سے جس دروازہ سے چاہے داخل ہوجائے۔ رواہ ابونعیم فی الحلیۃ۔ (مشکوٰۃ ص ۱۳ ج ۲)

(۴) اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ایما امرأة ماتت وزوجها عنها راض دخلت الجنة۔ جو عورت اس حال میں مرے کہ اس کا خاوند اس

سے راضی ہو تو وہ جنت میں داخل ہو گی۔ رواہ الترمذی۔ (مشکوٰۃ ص ۲۸۱ ج ۲)

(۵) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سرکار مدینہ صلے اللہ علیہ وسلم مہاجرین وانصار کی ایک جماعت میں جلوہ افروز تھے۔ ایک اونٹ آیا اور اس نے آپ کے لئے سجدہ کیا۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو چوپائے اور درخت سجدہ کرتے ہیں تو ہم اس کا زیادہ حق رکھتے ہیں کہ آپ کو سجدہ کریں۔ فرمایا **اعبدوا ربکم واکرموا اخاکم ولو کنت امراً احداً ان یسجد لاحد لامرت المرأۃ ان تسجد لزوجھا** ۔ تم اپنے رب کو سجدہ کرو اور اپنے بھائی کی تعظیم کرو اور اگر میں کسی کو کسی کے لئے سجدہ کا حکم دینے والا ہوتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔ پھر فرمایا **ولو امرھا ان تنقل من جبل اصفر الی جبل اسود ومن جبل اسود الی جبل ابیض کان ینبغی لھا ان تفعلہ** ۔ اور اگر خاوند بیوی کو حکم دے کہ وہ زرد پہاڑ کے پتھر سیاہ پہاڑ پر لائے اور سیاہ پہاڑ کے پتھر سفید پہاڑ پر لائے تو اسے چاہیے کہ اس کے اس حکم کی تعمیل کرے۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۲۸۳ ج ۲)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔ ودر ذکر الوان مرجبال را مبالغہ است در بعد این جبال ازیک دیگر زیرا کہ یافتہ نمی شوند این جبال باین صفت نزدیک یک دیگر ۔ یعنی پہاڑوں کا یہ رنگ دوری میں مبالغہ کے لئے ذکر کیا گیا ہے کیونکہ ان رنگوں کے پہاڑ ایک دوسرے کے قریب پائے نہیں جاتے۔ (اشعۃ اللمعات ص ۱۵۹ ج ۳)

(۶) اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تین شخصوں کی نماز قبول نہیں ہوتی اور نہ ان کی نیکیاں آسمان کی طرف چڑھتی ہیں۔ وہ غلام جو آقا سے بھاگا ہو یہاں تک کہ وہ واپس آکر اپنا ہاتھ ان کے ہاتھوں میں دے دے۔ اور وہ عورت جس کا خاوند اس سے ناراض ہے اور نشہ والا یہاں تک کہ اس کا نشہ دور ہو جائے رواہ البیہقی فی الشعب ۔ (مشکوٰۃ ص ۲۸۳ ج ۲)

(۷) حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا۔ یا رسول اللہ کونسی عورت بہتر ہے؟ فرمایا۔ **التی تسرہ اذا نظر وتطعیہ اذا امر ولا تخالفہ فی نفسھا ولا مالھا بما یکرہ** ۔ جس عورت کو اس کا خاوند دیکھے تو وہ اسے اچھی لگے اور وہ اس کے حکم کی تعمیل کرے اور اپنے نفس ومال کے بارہ میں اس کی ناراضگی میں اس کی مخالفت نہ کرے۔ رواہ النسائی والبیہقی فی الشعب ۔

(مشکوٰۃ ص ۲۸۳ ج ۲)

(۸) اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اربع من اعطیھن فقد اعطی خیر الدنیا والآخرة قلب شاکر ولسان ذکر وبدن علی البلآء صابر و زوجة لا تبغیه خوناً فی نفسها و ماله ۔ جس شخص کو یہ چار چیزیں عطا کی گئیں اسے دنیا اور آخرت کی بھلائی عطا کی گئی ۔ شکر گزار دل، ذکر الٰہی کرنے والی زبان، مصیبت پر صبر کرنے والا بدن اور بیوی جو اپنے نفس اور خاوند کے مال میں خیانت نہ کرتی ہو ۔ رواہ البیھقی فی الشعب ۔ (مشکوٰۃ ص ۱۴۲ ج ۲)

(۹) اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ۔ اذا دعا الرجل زوجته لحاجته فلتأته وان کانت علی التنور ۔ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو اپنی کسی ضرورت کے لئے بلائے تو اسے اس کے پاس آ جانا چاہیے اگر چہ وہ تنور پر ہو ۔ رواہ النسائی والترمذی وقال حدیث حسن عن طلق بن علی وحسنہٗ السیوطی ۔ (جامع صغیر ص ۲۵ ج ۱)

(۱۰) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ۔ اطلعت فی النار فاذا اکثر اهلها النسآء ۔ میں نے دوزخ میں جھانک کر دیکھا تو دیکھا کہ دوزخ والوں کی اکثریت عورتیں ہیں ۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیوں؟ فرمایا یکثرن اللعن ویکفرن العشیر یعنی الزوج المعاشر ۔ عورتیں لعنت بکثرت بھیجتی ہیں اور اپنے ساتھ رہنے والے خاوند کی ناشکری کرتی ہیں ۔ (نزھۃ الناظرین ص ۱۴۸)

(۱۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اطلعت فی الجنة فرأیت اکثر اهلها الفقرآء واطلعت فی النار فرأیت اکثر اهلها النسآء ۔ میں نے جنت میں جھانک کر دیکھا تو دیکھا کے اس کے رہنے والوں کی اکثریت فقرآء ہیں اور دوزخ میں جھانک کر دیکھا تو دیکھا کہ اس کے رہنے والوں کی اکثریت عورتیں ہیں رواہ احمد ومسلم وترمذی وصححہٗ السیوطی ۔ (جامع صغیر ص ۴۵ ج ۱)

(۱۲) اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لاینظر اللہ الی امرأة لاتشکر لزوجها وھی لاتستغنی عنه ۔ اللہ تعالیٰ اس عورت کی طرف نہیں دیکھے گا جو اپنے خاوند کا شکریہ ادا نہیں کرتی اور نہ ہی وہ اُس سے غناء چاہتی ہے ۔ (نزھۃ الناظرین ص ۱۴۸)

(۱۳)اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من حقه ان لو سال منخراه دماً و قيحاً فلحسته بلسانها ماادت حقه. (حدیقہ ص ۵۵ ج ۲)

خاوند کا عورت پر اتنا حق ہے کہ اگر خاوند کے نتھنے سے خون اور پیپ ٹپکے اور بیوی اپنی زبان سے اسے چاٹے تو بھی اس نے خاوند کا حق ادا نہ کیا۔ (الحدیقہ ص ۵۵ ج ۲)

(۱۴)حق الزوج علىٰ زوجته ان لا تمنعه نفسها وان كانت على ظهر قتب وان لاتصوم يوماً واحداً الا باذنه. عورت پر مرد کا یہ حق ہے کہ وہ اپنے نفس سے اسے نہ روکے اگر چہ وہ عورت کجاوے پر ہو اور وہ کسی دن کا روزہ نہ رکھے مگر خاوند کی اجازت سے۔ (جامع صغیر ص ۱۴۹ ج ۱)

مسلمان عورتیں ان ارشاداتِ عالیہ کو پڑھیں سمجھیں اور غور کریں کہ خاوند کی اطاعت اور خوشنودی حاصل کرنے میں کس قدر فوائد ہیں۔ اللہ تعالیٰ توفیق عمل بخشے آمین۔

دورِ رسالت کا ایک عجیب واقعہ

امام غزالی لکھتے ہیں کہ روایت میں آیا ہے کہ ایک مرد سفر میں نکلا تو اس نے اپنی بیوی سے یہ عہد لیا کہ وہ اپنے مکان کے اوپر والے حصے سے اتر کر نیچے والے حصے میں نہیں آئے گی۔ چند دنوں بعد اس عورت کا باپ بیمار ہو گیا تو اس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی کہ وہ اپنے باپ کی بیمار پرسی کے لئے جائے۔ آپ نے فرمایا۔ اطيعي زوجك۔ تو اپنے خاوند کے حکم کو مان۔ پھر اس کا باپ مر گیا تو اس نے پھر اجازت طلب کی۔ آپ نے پھر فرمایا اپنے خاوند کا حکم مان۔ پھر اس کے باپ کو دفن کر دیا گیا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کی طرف یہ خوشخبری بھیجی ان الله قد غفر لابيها بطاعتها لزوجها. کہ بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے اس کے باپ کو اس وجہ سے بخش دیا ہے کہ اس نے اپنے خاوند کے حکم کو مانا ہے۔ (نزھۃ الناظرین ص ۱۴۸)

الحمدللہ ہم نے یہاں تک جو کچھ عرض کیا ہے اس سے عورت کے فرائض پر بقدر کفایت روشنی پڑ گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سعی کو ذریعۂ ہدایت اور باعثِ عمل بنائے آمین بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم۔

(۲۴ رمضان ۱۴۲۸ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سترھواں مقالہ

نکاح فی ما بین العیدین کے استحباب کا بیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدلله ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسوله محمد واله واصحابه اجمعین

اما بعد ۔ عامۃ المسلمین یوم عید الفطر سے یوم عید الاضحیٰ تک یعنی یکم محرم سے دس ذوالحجہ تک کے دنوں میں نکاح خوانی کو ناپسند کرتے ہیں ۔ اور اکثر پوچھا جاتا ہے کہ اس مدت میں نکاح کا شرعی حکم کیا ہے؟ اس لئے مسئلہ کی وضاحت میں یہ مختصر رسالہ ترتیب دینے کی سعادت حاصل کی گئی ہے اللہ تعالیٰ اسے شرف مقبولیت بخشے اور ذریعۂ ہدایت بنائے آمین ۔

حضرت عائشہ صدیقہ کا نکاح شوال میں ہوا تھا

امام مسلم اپنی صحیح میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا۔ تزوّجنی رسول الله صلے الله علیه وسلم فی شوال وبنی بی فی شوال فای نسآء رسول الله صلے الله علیه وسلم کان احظی عنده منی ۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ماہ شوال میں مجھ سے نکاح کیا اور ماہ شوال میں میری رخصتی ہوئی پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی کونسی بیوی مجھ سے زیادہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک پیاری تھی؟ (صحیح مسلم ص ۴۷۶ ج ۱)

اور امام ولی الدین خطیب اکمال فی اسماء الرجال میں لکھتے ہیں ۔ خطبها النبی صلے الله علیه وسلم و تزوجها بمکة فی شوال سنة عشرة من النبوة قبل الهجرة بثلاث سنین وقیل غیر ذلک واعرس بها بالمدینة فی شوال سنة اثنتین من الهجرة علی راس ثمانی عشر شهراً ولها تسع سنین ۔

یعنی نبی پاک صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کے نکاح کا پیغام دیا اور مکہ شریف میں نبوت کے دسویں سال ہجرت سے تین سال قبل ماہ شوال میں ان سے نکاح کیا اور اس بارہ میں اور اقوال بھی ہیں ۔ پھر ۲ھ میں اٹھارہ مہینے پورے ہونے پر مدینہ منورہ میں ماہ شوال ہی میں ان کی رخصتی بھی ہوئی اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر نو برس تھی ۔ (اکمال ص ۲۸)

اور امام یوسف نبہانی لکھتے ہیں ۔ وتزوجها بمکة فی شوال سنة عشرة من النبوة و قبل الهجرة بثلاث سنین ولها ست سنین و اعرس بها بالمدینة فی شوال سنة اثنین من

الھجرۃ ولھا تسع سنین ۔یعنی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مکہ مکرمہ میں ماہ شوال میں نبوت کے دسویں سال ہجرت سے تین سال پہلے نکاح کیا تھا اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر چھ سال تھی۔ پھر ۲ھ میں مدینہ منورہ میں ماہ شوال ہی میں بعمر نو برس ان کی رخصتی ہوئی۔

(الانوار المحمدیہ جلد اول ص ۱۵۱)

الحمد للہ۔ اس حدیث سے ہی مسئلہ حل ہو گیا کہ ماہ شوال میں نکاح کرنا شرعاً منع نہیں ہے اور نہ اس میں ناپسندیدگی کی کوئی وجہ موجود ہے بلکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے کہ ماہ شوال میں نکاح کیا جائے نکاح تو ماہ رمضان میں کر دیا جائے اور رخصتی ماہ شوال میں کی جائے۔ ثم الحمد للہ علیٰ ذلک۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے فوائد

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نکاح سے چند مسائل حل ہوئے۔ اولاً یہ کہ منہ بولے بھائی کی بیٹی سے نکاح جائز ہے۔ جبکہ اس سے پہلے اس نکاح کو ناجائز سمجھا جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کی خواہش کا اظہار کیا تو انہوں نے حیرت سے کہا کہ کیا یہ جائز ہے عائشہ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بھتیجی ہے۔ لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم میرے صرف اسلامی بھائی ہو۔

(ماہنامہ ضیائے حرم لاہور بابت جنوری ۲۰۰۳ء ص ۴۴)

ثانیاً صغیرہ کا نکاح اس کا باپ کر دے تو یہ نکاح شرعاً صحیح ہے۔ ثالثاً اگر باپ بچی کا نکاح کسی دینی مصلحت کے پیش نظر عمر رسیدہ شخص سے کر دے تو یہ شرعاً جائز ہے۔ رابعاً۔ یہ جائز ہے کہ بچی کا نکاح بلوغت سے پہلے کیا جائے اور بلوغت کے بعد اس کی رخصتی ہو۔ خامساً شوال کے مہینے میں نکاح اور رخصتی پائی جائے تو اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں حالانکہ ان کاموں کو دور جاہلیت میں منحوس سمجھا جاتا تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا پسندیدہ عمل

چونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نکاح اور رخصتی دونوں عمل ماہ شوال میں ہوئے اور یہ نکاح بہت ہی بابرکت ثابت ہوا اس لئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے قبیلے کی عورتوں کے نکاح اور رخصتی کو ماہ شوال ہی میں پسند فرماتی تھیں۔ مسلم شریف میں مذکور بالا حدیث کے بعد ان الفاظ کی زیادتی کی گئی

ہے۔ وکانت عائشۃ تستحب ان تدخل نسآء ھا فی شوال اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس بات کو پسند کرتی تھیں کہ ماہ شوال میں ان کے خاندان کی عورتوں کی رخصتی ہو۔

(مسلم شریف ص ۴۷۶ ج ۱)

اور امام یوسف نبہانی لکھتے ہیں۔ قال ابو عمرو کان نکاحہ علیہ السلام معھا فی شوال وابتنی بھا فی شوال وکانت تحب ان تدخل النسآء من اھلھا فی شوال ۔یعنی ابو عمر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ماہ شوال میں نکاح کیا تھا اور اسی ماہ میں رخصتی بھی ہوئی تھی اس لئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا یہ بات پسند کرتی تھیں کہ ان کے گھر کی بچیوں اور تعلق دار عورتوں کی رخصتی شوال میں ہو۔ (الانوار المحمدیہ ص ۱۵۱ ج ۱)

فقہاء نے شوال میں نکاح کو مستحب قرار دیا ہے

چونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ماہ شوال میں نکاح کیا تھا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس نکاح کو بہت پسند فرمایا تھا۔ اس لئے فقہآء نے ماہ شوال میں نکاح کو مستحب قرار دیا ہے۔ چنانچہ امام شرف الدین نووی شرح مسلم شریف میں لکھتے ہیں۔ فیہ استحباب التزوج والتزویج والدخول فی شوال وقدنص اصحابنا علی استحبابہ واستدلو ابھذا الحدیث ۔اس حدیث سے ماہ شوال میں نکاح کرنے کرانے اور رخصتی کرنے کا استحباب ثابت ہوا اور اس کے استحباب کو ہمارے اصحاب نے بیان بھی کیا ہے اور اس حدیث عائشہ سے اپنے مدعا پر استدلال کیا ہے۔ (شرح مسلم شریف جلد اول ص ۴۷۶)

اور ملا علی قاری مشکوۃ شریف باب اعلان النکاح میں اس حدیث کے ماتحت لکھتے ہیں قال النووی فیہ استحباب التزویج والتزوج والدخول فی شوال و قد نص اصحابنا علیہ واستدلوا بھذا الحدیث . امام نووی نے کہا ہے کہ اس حدیث سے ماہ شوال میں نکاح کرنے کرانے اور رخصتی کرنے کا استحباب ثابت ہوا اور اس کے استحباب کو ہمارے اصحاب نے بیان بھی کیا ہے اور اس حدیث سے اپنے مدعا پر استدلال بھی کیا ہے۔ (مرقاۃ جلد ششم ص ۲۱۱)

اور امام مسلم نے اس حدیث کے لئے جو باب وضع کیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں باب استحباب التزوج

والتزويج في شوال و استحباب الدخول فيه۔ یعنی یہ باب اس بارہ میں ہے کہ ماہِ شوال میں نکاح کرنا کرانا مستحب ہے اور اس میں رخصتی بھی مستحب ہے۔ (مسلم جلد اول ص ۴۵۶)

اور شیخ محقق دہلوی لکھتے ہیں۔ و دریں حدیث استحباب تزوج وبنا است در شهر شوال ۔اور اس حدیث میں ماہِ شوال میں نکاح کرنے اور رخصتی کرنے کا استحباب موجود ہے۔

(اشعۃ اللمعات جلد ۳ ص ۱۱۷)

اور امام ابن عابدین شامی لکھتے ہیں۔ قال في البزازية والنآء والنكاح بين العيدين جائز و كره الزفاف والمختار انه لايكره لانه صلے الله عليه وسلم تزوج بالصديقة في شوال و بنى بهافيه۔ امام بزازی کے فتاویٰ میں ہے کہ نکاح اور رخصتی دونوں دوعیدوں کے مابین جائز ہیں اور ایک قول میں رخصتی کو مکروہ کہا گیا ہے لیکن مختار قول میں رخصتی بھی مکروہ نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ماہِ شوال میں نکاح بھی کیا اور اس میں رخصتی بھی ہوئی تھی۔ (ردالمختار جلد دوم ص ۲۸۴)

اور فتاویٰ بزازیہ کے اپنے الفاظ یہ ہیں۔ مباشرة النكاح في المسجد مستحب والنكاح بين العيدين جائز و كره بعضهم الزفاف والمختار انه لايكره لانه عليه الصلوٰة والسلام تزوج بالصديقة رضى الله عنها في شوال وبنى بها فيه ۔مسجد میں عقد نکاح کرنا مستحب ہے اور دوعیدوں کے درمیان نکاح کرنا جائز ہے اور بعض نے رخصتی کو مکروہ کہا۔ ہے اور مختار قول یہ ہے کہ یہ بھی مکروہ نہیں کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ماہِ شوال میں نکاح کیا تھا اور اسی ماہ میں رخصتی بھی ہوئی تھی۔ (فتاویٰ بزازیہ جلد ۱ ص ۱۵۵)

بحمد اللہ ان عبارات متبرکہ سے اظہر من الشمس ہوا کہ ماہِ شوال میں نکاح کرنا اور رخصتی کرنا دونوں عمل بلا کراہت جائز بلکہ مستحب ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو حق ماننے کی توفیق بخشے آمین۔

زمانۂ جاہلیت میں شوال کا نکاح ناپسند تھا

زمانۂ جاہلیت میں شوال کے نکاح کو اس لئے ناپسند کیا جاتا تھا کہ شوال کا مادہ اشالہ ہے اور اشالہ کا معنی رفع (اٹھ جانا) ہے۔ تو بطور بدفالی اس نکاح کو ناپسند کیا جاتا تھا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جاہلیت کے

اس خیال کے رد کے لئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ماہ شوال میں نکاح بھی کیا اور اس ماہ میں رخصتی بھی فرمائی۔ شیخ عبدالحق لکھتے ہیں۔

برخلاف اھل جاھلیت کہ آنرا شوم داشتہ بجھت آنچہ درمعنی شوال است از رفع۔ اہل جاہلیت کی عادت تھی کہ وہ شوال کے نکاح کو اس لئے منحوس سمجھتے تھے کہ لفظ شوال میں رفع یعنی (اٹھ جانا) کا معنی پایا جاتا ہے۔ (اشعۃ اللمعات جلد سوم ص ۱۱۷)

اور امام شرف الدین نووی لکھتے ہیں۔ وقصدت عائشة بھذا الکلام رد ما کانت الجاھلیة وما یتخیله بعض العوام الیوم من کراھة التزوج و التزویج والدخول فی شوال وھذا باطل لااصل له وھو من آثار الجاھلیة کانو ایتطیرون بذلک لما فی الشوال من الاشالة والرفع۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جو یہ فرمایا کہ رسول اللہ کے نزدیک ان کی بیویوں میں سے کون سی بیوی مجھ سے زیادہ پیاری تھی اس میں انہوں نے اہل جاہلیت کے خیال باطل کا رد فرمایا ہے۔ اور عام لوگ جو شوال میں نکاح کرنے کرانے اور رخصتی کرنے کو مکروہ جانتے ہیں یہ بھی باطل ہے اور اس کی کوئی اصل نہیں اور یہ جاہلیت کے ان آثار سے ہے جن سے وہ لوگ بدشگونی لیتے تھے کیونکہ شوال میں اشالہ اور رفع کا معنی پایا جاتا ہے۔ (شرح مسلم شریف جلد اول ص ۴۷۶)

اور ملا علی قاری لکھتے ہیں۔ وفی شرح النقایة لابی المکارم کرہ بعض الروافض النکاح بین العیدین وقال السیوطی فی حاشیته علی مسلم روی ابن سعد فی طبقاته عن ابی حاتم قال انما کرہ الناس از یتزوجوا فی شوال لطاعون وقع فی الزمن الاول ا ه۔ ابوالمکارم کی شرح النقایہ میں لکھا ہے کہ بعض رافضیوں نے عیدین کے درمیان نکاح کو ناپسند کیا ہے۔ اور امام سیوطی نے حاشیہ مسلم شریف میں لکھا ہے کہ ابن سعد نے اپنی طبقات میں ابو حاتم سے یہ بات نقل کی ہے کہ لوگوں نے شوال میں نکاح کو اس لئے ناپسند کیا کہ پہلے زمانے میں ایک دفعہ ماہ شوال میں طاعون کی بیماری پڑی تھی۔ (مرقاۃ جلد ششم ص ۲۲۱)

بہرحال ان حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ شوال میں نکاح کو دو وجہ سے ناپسند کرتے تھے ایک اس لئے کہ اس کا مادہ اشالہ بمعنی رفع ہے۔ یہ بدشگونی تھی اور بدشگونی شرع شریف میں منع ہے۔ اور دوسری وجہ یہ کہ قدیم زمانہ میں شوال میں طاعون کی بیماری پڑی تھی یہ بھی کراہت کی وجہ کمزور ہے۔ اور

زمانہ اسلام کے بعد بعض رافضیوں نے اس نکاح کو اس لئے ناپسند کیا کہ اس ماہ میں حضرت عائشہ کا نکاح ہوا تھا اور یہ لوگ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دشمنی رکھتے تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حدیث لانکاح بین العیدین کا مفہوم

نکاح فی مابین العیدین کے بارہ میں ایک حدیث ان لفظوں میں منقول ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا نکاح بین العیدین دو عیدوں کے درمیان کوئی نکاح نہیں ہے۔ اس کا جواب امام بزازی نے بدیں الفاظ دیا ہے۔ وتأویل قوله علیه الصلوٰة والسلام لا نکاح بین العیدین ان صح انه علیه الصلوٰة والسلام کان رجع من العید فی اقصر ایام الشتآء الی الجمعة فعرض علیه الانکاح فقاله حتی لایفوته الرواح فی الوقت الافضل الی الجمعة۔ یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد دو عیدوں کے درمیان کوئی نکاح نہیں ہے کی تاویل اس حدیث کی صحت کی صورت میں یہ ہوگی کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سردیوں کے انتہائی چھوٹے دنوں میں جمعہ کے دن واقع ہونے والی نماز عید پڑھا کر واپس تشریف لا رہے تھے تو آپ سے نکاح پڑھانے کی درخواست کی گئی سو آپ نے فرمایا دو عیدوں یعنی نماز عید اور نماز جمعہ کے درمیان کوئی نکاح نہیں ہے۔ تاکہ افضل وقت میں نماز جمعہ کو جانا فوت نہ ہو جائے۔ (فتاویٰ بزازیہ ص ۱۵۵ ج ۱۔ ردالمختار ص ۲۸۴ ج ۲)

اعلیٰ حضرت کا ارشاد

عرض: شعبان میں نکاح کرنا کیسا ہے؟

ارشاد: کوئی حرج نہیں ہاں یہ آیا ہے لا نکاح بین العیدین دو عیدوں کے درمیان نکاح نہیں اس سے مراد یہ ہے کہ جمعہ کے دن اگر عید پڑے تو ظاہر ہے کہ جمعہ و عید کے درمیان فرصت کہاں ہو سکتی ہے؟''

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت جزءسوم ص ۵۲)

جمعہ والی عید کے دن نکاح منع نہیں ہے

امام بزازی اور اعلیٰ حضرت بریلوی کے ارشادات سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لا

نکاح بین العیدین اس لئے فرمایا تھا کہ نکاح کی وجہ سے نماز جمعہ کے لئے افضل وقت میں روانگی فوت ہونے کا اندیشہ تھا ورنہ اگر دن گرمیوں کے خوب لمبے ہوں کہ نماز عید کے بعد نکاح خوانی سے نماز جمعہ کی طرف افضل وقت میں روانگی فوت نہ ہوتی ہو تو اس دن نکاح خوانی میں بھی شرعاً کوئی قباحت نہیں ہوگی۔ نیز عوام جو عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے درمیان نکاح میں قباحت سمجھتے ہیں اس کا بھی اس حدیث سے کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ حضرت عائشہ کے نکاح والی حدیث اس کے معارض ہے اور مسلم شریف کی روایت کی صحت یقینی ہے جبکہ حدیث لا نکاح بین العیدین کی صحت میں امام بزازی نے ان صح لکھ کر کلام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق بخشے آمین بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم۔

ایک فتویٰ

سائل زبانی مظہر کہ ماہ ذی الحجہ میں عید کے دونوں سے آگے پیچھے شادی خانہ آبادی کے متعلق ہمارے بعض بزرگ کہتے ہیں جائز نہیں کیا یہ صحیح ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم الجواب اللھم اجعل لی النور والصواب بلاشک و شبہ جائز ھے قرآن کریم میں ھے وانکحوا الایامی منکم۔ (اور نکاح کر دو اپنوں میں ان کا جو بے نکاح ہوں۔ پ ۱۸ رکوع ۱۰) یہ مطلق ہے۔ اور اطلاق مطلق دلیل شرعی نہایت قوی ہے تو جواز ثابت ہو گیا واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ واصحابہ وسلم حررہ الفقیر ابو الخیر نور اللہ النعیمی غفرلہ۔

(فتاویٰ نوریہ جلد دوم ص ۲۰۸)

الحمد للہ یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا اس سے ثابت ہوا کہ ماہ شوال ذوالقعدہ اور ماہ ذوالحجہ میں نکاح کرنا یا رخصتی کرنا شرعاً جائز بلا کراہت ہے بلکہ بعض علماء کی تصریحات سے ماہ شوال میں نکاح و رخصتی کا استحباب بھی ثابت ہے۔ لہذا ان مہینوں میں نکاح و رخصتی کو ہرگز ہرگز مکروہ یا منحوس نہ سمجھا جائے۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق بخشے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(یکم ذوالقعدہ ۱۴۲۲ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اٹھارہواں مقالہ

ٹیلیفون پر نکاح کا مسئلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارہ میں کہ ٹیلیفون پر نکاح کرنا اس طرح سے کہ لڑکی انگلینڈ میں ہو اور لڑکا پاکستان میں۔ دونوں طرف گواہ اور مولوی صاحبان موجود ہوں۔ اور ٹیلیفون پر نکاح کے ایجاب وقبول کریں تو یہ شرعاً کیسا ہے؟ آیا اس سے نکاح درست ہوتا ہے یا نہیں؟ سنا ہے کہ ہمارے علاقہ میں سینکڑوں نکاح اس طرح کیے جا چکے ہیں۔ لہٰذا جواب مدلل دے کر اللہ تعالیٰ سے اجر عظیم حاصل کریں۔ (پیش کردہ صوبیدار گلزار خان آف موضع کلوڑ تحصیل سہنسہ آزاد کشمیر)

الجواب: استفتاء میں مذکورہ صورت میں نکاح منعقد۔۔۔۔۔۔نہیں ہوتا کہ نکاح کے انعقاد کے لئے ایجاب وقبول کا ایک مجلس میں پایا جانا شرط ہے۔ یہاں تک کہ اگر لڑکی لڑکا گواہ اور نکاح خواں مولوی صاحب سب ایک مجلس میں تھے اور ایجاب ہوا۔ پھر مجلس بدلنے کے بعد قبولیت ہوئی تو نکاح منعقد نہیں ہو گا۔ کہ مجلس ایجاب بدلنے سے پہلے قبولیت کا پایا جانا صحت نکاح کی شرط تھا۔ یہاں فقہ حنفی کی بعض معتبر کتب مبارکہ کی عبارات ہدیۂ ناظرین کی جاتی ہیں وباللہ التوفیق۔

(۱) امام ملک العلماء کاشانی لکھتے ہیں۔ واما الذی یرجع الیٰ مکان العقد فھو اتحاد المجلس اذا کان العاقدان حاضرین وھوان یکون الایجاب والقبول فی مجلس واحد حتی لو اختلف المجلس لاینعقد النکاح بان کان حاضرین فاوجب احدھما فقام الآخر من المجلس قبل القبول او اشتغل بعمل یوجب اختلاف المجلس لاینعقد۔ اور وہ شرط جو عقد نکاح کی جگہ کی طرف لوٹتی ہے۔ وہ عاقدین کی موجودگی کے وقت مجلس کا متحد ہونا ہے۔ اور وہ اس طرح سے کہ ایک ہی مجلس میں ایجاب وقبول پائے جائیں یہاں تک کہ اگر مجلس بدل جائے تو نکاح منعقد نہیں ہو گا۔ مثلاً عاقدین دونوں مجلس میں موجود تھے پھر ایک نے نکاح کا ایجاب پیش کیا تو دوسرا عاقد مجلس سے اٹھ کھڑا ہوا یا کسی ایسے کام میں مشغول ہو گیا جو مجلس کے اختلاف کو واجب کرتا ہے تو نکاح منعقد نہ ہوا۔

پھر ایجاب وقبول کی مجلس کے ایک ہونے کی وجہ ان الفاظ میں لکھتے ہیں۔ لان انعقاده عبارت عن ارتباط احد الشطرین بالآخر فکان القیاس وجود هما فی مکان واحد الاان اعتبار ذلک

يؤدی الی سدباب العقود فجعل المجلس جامعاً للشطرين حكماً مع تفرتهما حقيقةً للضرورة تندفع عند اتحاد المجلس فاذا اختلف تفرق الشطران حقيقةً وحكماً فلا ينتظم الــــركـــن۔ کیونکہ نکاح کے انعقاد کا معنی ہے عقد کے ایک نصف (ایجاب) کا اس کے دوسرے نصف (قبول) سے ملنا سو قیاس تو یہ تھا کہ دونوں شطر ایک ہی جگہ میں پائے جائیں۔ مگر اس کے اعتبار کرنے کی صورت میں عقد کا دروازہ بالکل مسدود ہو جاتا ہے لہذا مجلس کو ایجاب وقبول کے ارتباط کا سبب قرار دیا گیا سو جب مجلس بدل جائے تو ایجاب وقبول میں تفرق حقیقی وحکمی پایا جائے گا پس رکن نکاح ہی درست نہ ہوگا۔ پھر ایک عاقد موجود اور دوسرا غائب ہو تو اس صورت میں نکاح نہ درست ہونے کے بارہ میں لکھتے ہیں۔ فاما اذا كان احدهما غائباً لم ينعقد حتي لو قالت امرأة بحضرة شاهدين زوجت نفسي من فلان وهو غائب فيبلغه الخبر فقال قبلت اوقال رجل بحضرة شاهدين تزوجت فلانة وهي غائبة فبلغها الخبر فقالت زوجت نفسي منه لم يجزوان كان القبول بحضرة ذينك الشاهدين وهذا قول ابي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالىٰ ۔ پھر اگر ایک عاقد غائب تھا تو نکاح منعقد نہ ہوا۔ حتی کہ اگر ایک عورت نے دو گواہوں کی موجودگی میں کہا کہ میں نے فلاں شخص سے اپنا نکاح کر دیا حالانکہ وہ شخص غائب ہے پھر اس کو یہ خبر پہنچی تو اس نے یہ ایجاب قبول کیا۔ یا کسی مرد نے دو گواہوں کی موجودگی میں کہا کہ میں نے فلاں عورت سے نکاح کیا حالانکہ وہ موجود نہیں پھر اسے خبر پہنچی تو اس نے کہا میں نے قبول کیا۔ اگر چہ قبول انہی گواہوں کی موجودگی میں کرے نکاح طرفین کے نزدیک منعقد نہ ہوا۔ (بدائع الصنائع ص ۲۳۲ ج ۲)

(۲) اور در مختار میں فرمایا۔ ومن شرائط الايجاب والقبول اتحاد المجلس لوحاضرين وان طال كمخيرة. اور ایجاب وقبول کی شرائط میں سے مجلس کا ایک ہونا بھی ہے۔ جبکہ عاقدین حاضر ہوں اگر چہ مجلس لمبی ہو جائے جیسا کہ مخیّرہ کے مسئلہ سے معلوم ہوتا ہے۔ (در مختار ص ۲۸۹ ج ۲)

(۳) اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ ومنها ان يكون الايجاب والقبول فی مجلس واحد حتی لواختلف المجلس بان كانا حاضرين فاوجب احدهما فقام الآخر عن المجلس قبل القبول اواشتغل بعمل يوجب اختلاف المجلس لاينعقد هذا فی البدائع اور صحت نکاح کی شرطوں میں سے ایک شرط ایجاب وقبول کا ایک مجلس میں پایا جانا ہے یہاں تک کہ اگر مجلس بدل جائے جبکہ عاقدین حاضر ہوں اور ان میں سے ایک ایجاب پیش کرے اور دوسرا مجلس میں قبول سے پہلے کھڑا ہو

جائے یا کسی ایسے کام میں مشغول ہو جائے جو مجلس کے اختلاف کو واجب کرتا ہے تو نکاح منعقد نہیں ہوگا۔ اسی طرح کتاب بدائع میں لکھا ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری ص ۲۶۹ ج ۱)

(۴) اور بحر الرائق میں ہے۔ ولم یذکر المصنف شرائط الایجاب والقبول فمنها اتحاد المجلس اذا کان الشخصان حاضرین فلو اختلف المجلس لم ینعقد فلو اوجب احدهما فقام الآخر او اشتغل بعمل آخر بطل الایجاب لان شرط الارتباط اتحاد الزمان فجعل المجلس جامعاً تیسیراً واما الفور فلیس من شرطه۔ اور مصنف یعنی صاحب کنز الدقائق نے ایجاب وقبول کی شرطوں کو ذکر نہیں کیا۔ سو ان کی شرطوں میں سے ایک شرط مجلس کا ایک ہونا ہے جبکہ دونوں شخص (عاقدین) حاضر ہوں۔ سو اگر مجلس بدل گئی تو نکاح منعقد نہ ہوا۔ مثلاً ان میں سے ایک نے ایجاب پیش کیا۔ تو دوسرا اٹھ کھڑا ہوا یا کسی اور کام میں مشغول ہو گیا تو ایجاب باطل ہو گیا کیونکہ زمانے کا ایک ہونا ایجاب کے ساتھ قبول کے مرتبط ہونے کی شرط ہے اور آسانی پیدا کرنے کے لئے مجلس کو جامع قرار دیا گیا ہے اور یہ شرط نہیں کہ ایجاب کے فوراً بعد قبول پایا جائے۔ (بحر الرائق ص ۸۳ ج ۳)

(۵) اور امام صدر الشریعہ لکھتے ہیں۔ ''نکاح کی چند شرطیں ہیں۔ (۱) عاقل ہونا۔ (۲) بلوغ۔ (۳) گواہ ہونا۔ (۴) ایجاب وقبول دونوں کا ایک مجلس میں ہونا تو اگر دونوں ایک مجلس میں موجود تھے۔ ایک نے ایجاب کیا دوسرا قبول سے پہلے اٹھ کھڑا ہوا یا کوئی ایسا کام شروع کر دیا جس سے مجلس بدل جاتی ہے تو ایجاب باطل ہو گیا اب قبول کرنا بے کار ہے پھر سے ہونا چاہیے۔ (عالمگیری) (بہار شریعت ص ۱۶ ج ۷)

الغرض مندرجہ بالا پانچ عبارات سے روز روشن کی طرح روشن ہو گیا کہ انعقادِ نکاح کے لئے ایجاب وقبول کی مجلس کا ایک ہونا شرط ہے۔ دو مجلسوں میں پائے جانے والے ایجاب وقبول سے نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ پھر ظاہر کہ جب لڑکی انگلینڈ میں ہے اور لڑکا پاکستان میں تو وہ دونوں الگ الگ مجلسوں میں ہیں لہٰذا ان کے ایجاب وقبول سے نکاح منعقد نہ ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

بالفرض اگر ایسا کوئی نکاح کیا جائے کہ لڑکی انگلینڈ میں ہو اور لڑکا پاکستان میں اور ٹیلیفون پر براہ راست ایجاب وقبول کیے جائیں تو شرعاً فرض ہے کہ جب لڑکا انگلینڈ جائے یا لڑکی پاکستان آئے تو پھر نئے سرے سے ان کا نکاح کیا جائے ورنہ ان کا رہن سہن اور میاں بیوی جیسے تعلقات سب سخت سخت حرام ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو شرع شریف کے مطابق عمل کی توفیق بخشے۔ (آمین)

اور اگر مستفتی کے بقول فی الواقع کسی ملک میں سینکڑوں نکاح ٹیلیفون پر کیے جا چکے ہوں تو ان سب پر شرعاً فرض ہے کہ وہ تجدید نکاح کریں ورنہ ان کا عمر بھر کا رہن سہن سخت سخت حرام اور موجبِ غضبِ ربِّ ذوالجلال عزوجل ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

نکاح فضولی

اگر لڑکی انگلینڈ میں ہے اور لڑکا پاکستان میں اور فوری نکاح کی ضرورت درپیش ہو تو ٹیلیفون پر ایجاب وقبول کے ذریعہ سے نکاح کرنے کی بجائے یہ کریں کہ پاکستان میں ایک شخص مجلس نکاح میں غائب لڑکی کی طرف سے ایجاب پیش کرے اور لڑکا اسی مجلس میں اس کو قبول کرلے یا انگلینڈ میں ایک شخص مجلس نکاح میں غائب لڑکے کی طرف سے ایجاب پیش کرے اور لڑکی اسے قبول کرلے۔ یہ نکاح فضولی کہلاتا ہے۔ پھر اس نکاح کی خبر غائب عاقد کو دی جائے اور خبر ملنے پر وہ اس نکاح کو نافذ کردے۔ اس طریقہ سے ضرورت بھی دور ہو جائے گی اور شرعاً نکاح بھی درست ہوگا۔ واللہ یھدی من یشآء الی صراط مستقیم

نکاح بذریعہ کتابت

اگر لڑکا ایک ملک میں ہو اور لڑکی دوسرے ملک میں اور ان کے فوری نکاح کی ضرورت درپیش ہو تو نکاح فضولی کے علاوہ نکاح بالکتابت بھی ممکن ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ مجلس نکاح میں دو گواہوں کی موجودگی میں ایک عاقد ایجاب لکھے پھر یہ خط دوسرے عاقد کو بھیج دے۔ یہ خط جب دوسرے عاقد کو ملے تو وہ دو گواہوں کی موجودگی میں اس میں لکھا ہوا ایجاب پڑھ کر سنائے اور کہے میں نے یہ نکاح قبول کیا تو اس سے بھی نکاح منعقد ہو جائے گا۔ چنانچہ امام ملک العلماء کاشانی لکھتے ہیں۔ ولو ارسل الیھا رسولاً او کتب الیھا بذلک کتاباً فقبلت بحضرۃ شاھدین سمعا کلام الرسول وقرائۃ الکتاب جاز ذلک لاتحاد المجلس من حیث المعنی لان کلام الرسول کلام المرسل لانہٗ ینقل عبارۃ المرسل و کذا الکتاب بمنزلۃ الخطاب من الکاتب فکان سماع قول الرسول وقراءۃ الکتاب سماع قول المرسل و کلام الکاتب معنیً ۔اور اگر مرد نے عورت کی طرف قاصد بھیجا یا اس کی طرف خط لکھا پھر عورت نے اسے دو گواہوں کی موجودگی میں قبول کیا جنہوں نے قاصد کی کلام کو یا خط کی عبارت کو سنا تو جائز ہے کیونکہ اس صورت میں معنیً مجلس متحد ہے کیونکہ قاصد کی گفتگو مرسل کی گفتگو جیسی ہے

کیونکہ وہ مرسل کے الفاظ نقل کرتا ہے اور اسی طرح خط بمنزلہ خطاب کے ہے پس قاصد کا قول سننا اور خط کی عبارت پڑھنا معنی مرسل اور کاتب کا قول سننا ہے۔ (بدائع ص ۲۳۳ ج ۲)

اور درمختار میں ہے۔ **فلا ینعقد بقبول بالفعل کقبض مهر ولا بتعاط ولا بکتابة حاضر بل غائب بشرط اعلام الشهود بما فی الکتاب. مالم یکن بلفظ الامر فیتولی الطرفین فتح.** پس نکاح قبول بالفعل مثلاً مہر کے قبضہ یا ادائیگی سے منعقد نہیں ہوتا اور نہ ہی حاضر عاقدین کے لکھنے سے منعقد ہوتا ہے۔ بلکہ ایک عاقد غائب ہو دوسرا اسے ایجاب لکھے تو نکاح منعقد ہوگا اس شرط کے ساتھ کہ جو کچھ لکھا گیا ہے وہ گواہوں کو بتلا دیا جائے جبکہ امر کے لفظ سے ایجاب نہ کرے کہ اس صورت میں مکتوب الیہ ایجاب وقبول کی دونوں طرفوں کا مالک بن جاتا ہے۔ (درمختار ص ۲۸۸ ج ۲)

اور امام صدر الشریعہ لکھتے ہیں۔ ''دونوں موجود ہیں۔ ایک نے ایک پرچہ پر لکھا میں نے تجھ سے نکاح کیا دوسرے نے بھی لکھ کر دیا یا زبان سے کہا میں نے قبول کیا تو نکاح نہ ہوا اور اگر ایک موجود ہے دوسرا غائب۔ اس غائب نے لکھ بھیجا۔ اور اس موجود نے گواہوں کے سامنے پڑھا یا کہا فلاں نے ایسا لکھا ہے۔ میں نے اپنا نکاح اس سے کیا تو نکاح ہو گیا اور اگر اس کا لکھا ہوا نہ سنایا نہ بتایا یا فقط اتنا کہہ دیا کہ میں نے اس سے نکاح کر دیا تو نکاح نہ ہوا ہاں موجود نے اس کے جواب میں زبان سے کچھ نہ کہا بلکہ وہ الفاظ لکھ دیئے۔ جب بھی نکاح نہ ہوا۔ (ردالمحتار۔ بہار شریعت ص ۸ ج ۷)

الغرض یہاں تک جو کچھ لکھا گیا ہے اس کا ماحصل یہ کہ ٹیلیفون پر براہ راست ایجاب وقبول ہوں تو نکاح نہ ہوگا۔ اور اگر ایک ملک میں مجلس نکاح میں نکاح پڑھا گیا پھر اس کی خبر دوسرے ملک کے عاقد کو دی گئی اور اس نے خبر ملتے ہی اس نکاح کو نافذ کر دیا تو نکاح ہو گیا۔ اور اگر اسے رد کر دیا تو باطل ہو گیا اور اگر ایک عاقد نے غائب عاقد کو ایجاب لکھ کر بھیجا دوسرے کو خط ملا اور اس نے دو گواہوں کی موجودگی میں یہ خط پڑھا اور اسے قبول کیا تو نکاح ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ شرعی احکام و مسائل سمجھنے اور ان پر کما حقہ عمل پیرا ہونے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

واللہ اعلم بالصواب حررہٗ الفقیر ابوالکرم احمد حسین قاسم الحیدری غفر اللہ لہٗ خادم التدریس بالجامعة الحیدریة فضل المدارس بلدة سہنسہ من مضافات آزاد کشمیر۔

مفتیان کرام کے فتاویٰ مبارکہ

استفتاء مذکور بالا علمائے اہل سنت کی خدمت میں بھیجا گیا تو بعض بزرگوں نے اس کا مختصر جواب لکھا ہم افادۂ عامۃ المسلمین کے لئے وہ فتاویٰ مبارکہ یہاں تبرکاً نقل کرتے ہیں۔

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کا جواب

الجواب ھوالموفق للصواب: ایجاب وقبول کا ایک مجلس میں ہونا صحت نکاح کے لئے شرط ہے مذکورہ صورت میں ایجاب پاکستان میں اور قبول انگلینڈ میں ہو رہا ہے یہ ناجائز ہے اس سے نکاح نہیں ہوتا۔ اس کے لئے صحیح صورت یہ ہے کہ لڑکا یا لڑکی کسی کو اپنا وکیل بنا دے۔ وہ وکیل مجلس نکاح میں دو گواہوں کے سامنے ایجاب کرے اور دوسرا فریق اسی مجلس میں انہی دو گواہوں کے سامنے قبول کرے اس طرح نکاح جائز اور صحیح ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب المجیب عبداللطیف عفی عنہ مفتی جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور۔ ۹۔۷۔۲۱ (مہر جامعہ)

جامعہ شیخ الاسلام رضویہ جھنگ کا جواب

ٹیلیفون پر نکاح کے جواز کی صورت شریعت میں نہیں۔ نکاح میں دو گواہ مسلمان عاقل بالغ جن میں اہلیت شہادت ہو شرط ہے اس طرح ایجاب وقبول کا ایک مجلس میں ہونا لازمی ہے وہ گواہ وکیل یا خود ناکح اور منکوحہ کا کلام سنیں۔ ٹیلیفون پر نکاح کرنے کی صورت میں نہ اتحاد مجلس ہے اور نہ شواہد ان کا کلام سنتے ہیں پھر آواز میں ناکح اور منکوحہ کی پہچان مشکل ہے کیونکہ الصوت یشبہ الصوت۔ ایک آواز دوسری آواز کے مشابہ ہو سکتی ہے جب تک ناکح ومنکوحہ کی پہچان نہ ہوگی منعقد نہ ہوگا۔ فتاویٰ رضویہ جلد پنجم میں بحوالہ نہر و درمختار مرقوم ہے من شرائط الایجاب والقبول اتحاد المجلس وفی التنویر وشرحیہ لایتوقف الایجاب علیٰ قبول الغائب ولا تلحقہٗ الاجازۃ اتفاقاً یعنی ایجاب وقبول میں باقی شرائط کے علاوہ اتحاد مجلس بھی شرط ہے۔ تنویر اور اس کی دو شرحوں میں ہے کہ ایجاب غائب عن المجلس کے قبول پر موقوف نہیں ہوتا۔ یہ حکم ہر عقد کا ہے عقد نکاح یا بیع وغیرھما بلکہ سرے سے ایجاب ہی باطل ہو جائے گا۔ غائب نے آکر اجازت دی تو بالاتفاق وہ اجازت سابق ایجاب کو لاحق نہ ہوگی۔

ہندیہ میں ہے ومنھا ان یکون الایجاب والقبول فی مجلس واحد حتی لو اختلف المجلس

بان کان حاضرین فاوجب احدهما فقام الآخر عن المجلس قبل القبول او اشتغل بعمل یوجب اختلاف المجلس لاینعقد الخ ۔شرائط نکاح میں سے ایک ایجاب وقبول کا ایک مجلس میں ہونا ہے حتی کہ اگر مجلس مختلف ہوگئی۔ مثلاً ناکح منکوحہ دونوں حاضر تھے پھر ایک نے ایجاب کیا۔ دوسرا قبول کرنے سے پہلے مجلس سے اٹھ کھڑا ہوا یا ایسے کام میں مشغول ہوا جو اختلاف مجلس کا موجب ہوتا ہے تو نکاح منعقد نہ ہوگا۔ یونہی اگر دو میں سے ایک غائب تھا۔ پھر بھی نکاح منعقد نہ ہوگا حتی کہ عورت نے دو گواہوں کی موجودگی میں کہا میں نے اپنا نکاح فلاں سے کیا جو غائب ہے پھر فلاں کو خبر پہنچی تو اس نے قبول کیا یا مرد نے شاہدین کی موجودگی میں کہا میں نے فلاں عورت کے ساتھ نکاح کیا۔ اس عورت کو جب خبر ہوئی اس نے ان الفاظ میں قبول کیا۔ زوجت نفسی منه نکاح نہ ہوا چاہے مرد کے وہی گواہ قبول کے وقت موجود تھے۔
ان فقہی عبارات سے واضح ہوتا ہے کہ ٹیلیفون پر نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ واللہ ورسولہ اعلم بالصواب ابوالطاہر محمد عجیب قادری غفرلہ از دارالعلوم شیخ الاسلام رضویہ سٹلائٹ ٹاؤن جھنگ صدر المرقوم ۲۳ جولائی ۱۹۹۰ء۔ (مہر دارالافتاء)

دارالعلوم احسن البرکات حیدرآباد سندھ کا جواب

ٹیلیفون پر نکاح منعقد نہ ہوگا۔ اگرچہ دونوں طرف گواہان ہوں کہ یہاں ایجاب وقبول موہوم ہیں یقینی نہیں۔ ایسے تمام منعقدہ نکاح دوبارہ صحیح کرائے جائیں خواہ یوں کہ مرد وعورت باہم گواہوں کے سامنے ایجاب قبول کرلیں یا مروجہ طریقہ سے واللہ تعالیٰ اعلم ابوحماد مفتی احمد میاں برکاتی مہتمم وشیخ الحدیث دارالعلوم احسن البرکات حیدرآباد۔ (مہر دارالافتاء)

جامعہ قادریہ رضویہ فیصل آباد کا جواب

نکاح کے لئے چند شرطیں ہیں۔ گواہ ہونا یعنی ایجاب وقبول دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کے سامنے ہو۔ گواہ آزاد عاقل بالغ ہوں اور سب نے ایک ساتھ نکاح کے الفاظ سنے ہوں اس سے معلوم ہوا کہ ٹیلیفون پر شرعاً نکاح نہیں ہوسکتا۔ واللہ تعالیٰ ورسلہٗ الاعلیٰ اعلم محمد مختار احمد غفرلہ خادم دارالعلوم قادریہ رضویہ فیصل آباد. واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ (مہر)

(۵ جمادی الاول")

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انیسواں مقالہ

جہیز اسلام کی نظر میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد:- موجودہ دور میں اکثر اہل اسلام رشتہ تلاش کرتے وقت یہ کوشش کرتے ہیں کہ انہیں اس گھر سے رشتہ ملے جس گھر والے زیادہ سے زیادہ جہیز دے سکیں۔ بے محنت حاصل ہونے والی دولت کے یہ متلاشی عورتوں کی دینداری، حسن و جمال اور نسبی شرافت اور قرابت کو کچھ بھی اہمیت نہیں دیتے اس لئے ایسے رشتہ میں خیر و برکت کا فقدان ہوتا ہے کیونکہ میاں بیوی کو ساری زندگی ایک رشتہ میں منسلک رکھنے والے اوصاف دونوں میں موجود ہوں گے تو وہ خوشگوار زندگی بسر کر سکیں گے ورنہ ان کی زندگی وبال جان بن کر رہ جائے گی خواہ کتنا زیادہ جہیز ملا ہو۔ یہ مختصر رسالہ ''جہیز اسلام کی نظر میں'' اسی قسم کے ناعاقبت اندیش مسلمانوں کی ہدایت کے لئے لکھا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے شرف مقبولیت بخشے اور ذریعۂ ہدایت بنائے آمین۔

زیادہ برکت والا نکاح

جس نکاح میں اخراجات کی کمی ہوگی وہ زیادہ بابرکت ہوگا لڑکی والوں کو جہیز تیار کرنے کی مصیبت جھیلنی نہیں پڑے گی۔ لڑکے والوں کو زیادہ زیورات اور مہر کی رقوم مہیا کرنے کی زحمت اٹھانی نہیں پڑے گی اور زوجین بے جا شادی کے اخراجات کی وجہ سے قرضوں کے جال میں پھنسنے سے محفوظ رہیں گے۔ میکے سے جہیز نہ لانے والی عورت یہ سمجھے گی کہ مجھے جو کچھ ملا ہے خاوند کی طرف سے ملا ہے۔ اس لئے مجھے خاوند کی خدمت گار بن کر رہنا چاہیے۔ لڑکا سمجھے گا میرے گھر میں جو کچھ ہے میری اپنی کمائی کا ہے اس لئے وہ احساس کمتری میں مبتلاء ہونے سے بچا رہے گا۔ انہی وجوہات کی بناء پر دانائے غیوب نبی امی صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ان اعظم النکاح برکۃ ایسرہٗ مؤنۃ۔ بلاشبہ سب سے بڑی برکت والا وہ نکاح ہے جس میں اخراجات کی سب سے زیادہ کمی پائی جاتی ہے۔

شیخ محقق دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔ بدرستی کہ بزرگ ترین نکاح از روئے برکت آسان ترین آنست از روئے بار و گرانی و تعب و مشقت در تہیۂ اسباب آن۔ یعنی سب سے بڑی برکت والا نکاح وہ ہے۔ جس کا سامان تیار

کرنے میں سب سے زیادہ آسان بوجھ اور مشقت اٹھائی جائے۔ (اشعۃ اللمعات ص۱۰۴ ج۳)
کاش مسلمان اس حدیث نبوی کو پڑھیں اور اس پر عمل کریں تو کتنے پھندوں سے نجات مل سکتی ہے۔ واللہ یھدی من یشآء الیٰ صراط مستقیم۔

جہیز کی خاطر رشتہ کرنا شرعاً مذموم ہے

بھاری جہیز غریب لوگوں کی بچیوں کی شادی میں سخت رکاوٹ بن جاتا ہے سالہا سال وہ اپنے میکے میں جوانی کا عرصہ گزارنے پر مجبور ہوتی ہیں۔ اس لئے شرع شریف نے جہیز کی خاطر رشتہ کرنے کو مذموم قرار دیا ہے۔ رسول صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ **تنکح المرأة لمالها ولحسبها ولجمالها ولدينها فاظفر بذات الدين تربت يداك** عورت سے (چار وجہوں سے) نکاح کیا جاتا ہے اس کی مالداری کے سبب سے اور اس کی خاندانی شرافت کے سبب سے اور اس کے حسن و جمال کے سبب سے اور اس کی دینداری کے سبب سے۔ سو تو دین والی عورت پر کامیابی حاصل کر تیرے دونوں ہاتھ غبار آلود ہوں۔
رواہ الشیخان فی صحیحیهما عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (مشکوٰۃ ص۲ ج۲)

اور امام احمد غزالی لکھتے ہیں۔ **فی الحدیث من ینکح المرأة لمالها وجمالها حرم مالها وجمالها ومن نکحها لدینها رزقه الله مالها وجمالها**۔ حدیث شریف میں مروی ہے کہ جو شخص عورت کے مال و جمال کے سبب سے اس سے شادی کرے وہ اس کے مال و جمال سے محروم رہتا ہے اور جو شخص عورت کی دینداری کے سبب سے اس سے شادی کرے اللہ اسے اس عورت کا مال و جمال عطا کر دیتا ہے۔ (نزھۃ الناظرین ص۱۴۵)

اور بعض بزرگ فرماتے ہیں ”جو شخص غنی عورت سے شادی کرے وہ اس کی طرف سے پانچ آفتوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ مہر کی زیادتی رخصتی میں دیری خدمت سے محرومی۔ اخراجات کی زیادتی اور جب وہ اس کو طلاق دینے کا ارادہ کرے تو اس کا جہیز چلے جانے کے ڈر سے قدرت نہیں رکھتا اور غریب عورت سے شادی کرنے میں ان پانچوں آفتوں سے حفاظت رہتی ہے۔ (نزھۃ الناظرین ص۱۴۵)

مسلمان بزرگان دین کے ان ارشادات عالیہ میں غور فرمائیں اور یقین جانیں کہ اس دور میں ازدواجی زندگی کا بگاڑ زیادہ تر اسی وجہ سے پایا جاتا ہے کہ جہیز حاصل کرنے کی غرض سے امیروں کی لڑکیاں بیاہی

جاتی ہیں اور غریبوں کی بچیوں سے روگردانی کی جاتی ہے اگر مسلمان آج بھی سنبھل جائیں اور مالداری کی بجائے دینداری کو بنیاد بنالیں تو کسی قسم کی ناچاقی کے واقع ہونے کا اندیشہ نہیں ہوگا۔ واللہ یھدی من یشآء الیٰ صراط مستقیم۔

نیک بیوی سعادت مندی کی علامت ہے

نیک بیوی نیک بختی کا ذریعہ ہے چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ''دنیا متاع ہے اور دنیا کی بہترین متاع نیک عورت ہے'' اور فرمایا ''تقویٰ کے بعد مومن کے لئے نیک بی بی سے بہتر کوئی چیز نہیں۔ اگر وہ اسے حکم کرے تو وہ اس کی اطاعت کرتی ہے اور اگر وہ اسے دیکھے تو اسے خوش کرتی ہے اور اگر وہ اس پر قسم کھا بیٹھے تو وہ اس کی قسم کو سچا کر دیتی ہے اور اگر وہ کہیں چلا جائے تو وہ اپنے نفس اور شوہر کے مال میں خیر خواہی کرتی ہے۔ (مشکوٰۃ ص۲ ج۲)۔ اور فرمایا ''جس شخص کو چار چیزیں ملیں اسے دنیا و آخرت کی بھلائی مل جاتی ہے۔ شکر گزار دل، یاد الٰہی کرنے والی زبان بلاء پر صبر کرنے والا بدن اور ایسی بی بی جو اپنے نفس اور شوہر کے مال میں گناہ کی متلاشی نہ ہو۔ (مشکوٰۃ ص۱۴ ج۲)

اور فرمایا ''تین چیزیں آدمی کی نیک بختی سے ہیں اور تین چیزیں بدبختی سے نیک بختی کی چیزوں میں سے نیک عورت اور اچھا مکان اور اچھی سواری ہے اور بدبختی کی چیزوں میں سے بری عورت اور برا مکان اور بری سواری ہے۔

اور فرمایا۔ ''جسے اللہ نے نیک بی بی نصیب کی اس کے نصف دین پر اعانت فرمائی تو باقی نصف میں اسے ڈرنا چاہیے''۔

اور فرمایا ''جس شخص کو پانچ چیزیں دی گئیں اسے آخرت کے عمل کے ترک پر معذور قرار نہیں دیا جائے گا۔ نیک بی بی۔ نیک اولاد۔ لوگوں سے اچھا میل جول۔ اپنے شہر میں روزگار اور آل محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت۔ (جامع صغیر ص ۷ ج۲)

اور فرمایا ''کیا میں تجھے خبر نہ دوں اس بہترین چیز کے بارہ میں جو مرد جمع کرتا ہے وہ نیک عورت ہے کہ جب وہ اس کی طرف دیکھے وہ اسے خوش کرے اور جب اسے حکم کرے تو وہ اطاعت کرے اور جب وہ موجود نہ ہو تو حفاظت کرے۔ (جامع صغیر ص ۷۲ ج۱)

جہیز شرعاً واجب نہیں ہے

چونکہ بچی کے والدین اس کی پیدائش سے لے کر جوان ہونے تک اس کی تربیت وتعلیم پر مسلسل مال خرچ کرتے رہتے ہیں اس لئے شرع شریف نے شادی کے موقع پر بچی کو جہیز دینا ان پر واجب نہیں کیا ہے اور نہ اس حق پرورش کے بدلہ میں کچھ لڑکے والوں سے لینا جائز قرار دیا ہے۔ فی الواقع اگر شادی کے موقع پر شرع شریف لڑکی کے والدین پر جہیز دینا واجب کرتی تو لڑکی ان کے لئے وبال جان بن جاتی اور وہ اسے زندہ درگور کردینے کے درپے ہوجاتے۔ الحمدلله الذی یسر لنا امورنا بفضله العظیم۔

جہیز اپنی حیثیت کے مطابق دینا جائز ہے

اگرچہ شرع شریف نے لڑکی والوں پر جہیز دینا واجب نہیں کیا لیکن اگر وہ اپنی حیثیت کے مطابق کچھ جہیز دیں تو اس نے انہیں اس سے منع بھی نہیں کیا ہے۔

مولانا عبدالمصطفیٰ اعظمی مجددی کتاب جنتی زیور ص ۱۲۶ پر لکھتے ہیں "ماں باپ کچھ کپڑے کچھ زیورات کچھ سامان برتن پلنگ بستر میز کرسی تخت جائے نماز قرآن مجید دینی کتابیں وغیرہ لڑکی کو دے کر اس کو سسرال بھیجتے ہیں۔ یہ لڑکی کا جہیز کہلاتا ہے۔ بلاشبہ یہ جائز ہے۔ بلکہ سنت ہے کیونکہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی پیاری بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جہیز میں چند سامان دے کر رخصت فرمایا تھا لیکن یاد رکھو کہ جہیز میں سامونوں کا دینا ماں باپ کی محبت وشفقت کی نشانی ہے۔ ہاں لڑکی والوں کو اپنی حیثیت سے بڑھ کر جہیز تیار نہیں کرنا چاہیے۔

جہیز نقدی کی صورت میں دینا چاہیے

ہمارے علاقوں میں رواج ہے کہ جہیز میں سامان خانہ داری خریدا جاتا ہے حالانکہ یہ چیزیں پہلے سے دولہا کے گھر میں موجود ہوتی ہیں اس لئے سالہا سال تک یہ جہیز کا سامان یونہی رکھا رہتا ہے اور استعمال میں نہیں آتا۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ جہیز میں صرف وہ چیزیں دی جائیں جن کی ضرورت پڑے گی۔ یا نقدی کی صورت میں دیں۔ تاکہ وہ اپنی منشاء کے مطابق اس سے جو چیز چاہیں خرید لیں اور اس میں ریاکاری بھی پائی نہیں جائے گی۔

خاتون جنت کا جہیز

نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی لخت جگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے وقت جو چیزیں دی تھیں انہیں حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے اس نظم میں بیان کیا ہے۔

فاطمہ زہرا کا جس دن عقد تھا
سُن لو اُن کے ساتھ کیا کیا نقد تھا

ایک چادر سترہ پیوند کی
مصطفٰے نے اپنی دختر کو جو دی

ایک توشک جس کا چمڑے کا غلاف
ایک تکیہ ایک ایسا ہی لحاف

جس کے اندر اُون نہ ریشم روئی
بلکہ اس میں چھال خرمے کی بھری

ایک چکی پیسنے کے واسطے
ایک مشکیزہ تھا پانی کے لئے

ایک لکڑی کا پیالہ ساتھ میں
نقری کنگن کی جوڑی ہاتھ میں

اور گلے میں ہار ہاتھی دانت کا
ایک جوڑا بھی کھڑاوں کا دیا

شاہزادی سید الکونین کی
بے سواری ہی علی کے گھر گئی

واسطے جن کے بنے دونوں جہاں
اُن کے تھیں سیدھی سادی شادیاں

اس جہیز پاک پر لاکھوں سلام
صاحب لولاک پر لاکھوں سلام

(بیاہ شادی کی رسمیں ص ۲۶ مطبوعہ بزم کنزالایمان کراچی)

جہیز کی رقم دولہا سے لینا جائز نہیں

بعض لوگ جہیز کی رقم لڑکے والوں سے لیتے ہیں بلکہ برأت کا کل خرچ بھی ان سے مانگتے ہیں۔ حالانکہ دونوں باتیں شرعاً جائز نہیں۔ مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ کے فتاوٰی میں ہے۔

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی لڑکی کے نکاح میں لڑکے والے سے کہا کہ مہر کے علاوہ بغیر قرض اگر آپ اس شرط پر روپیہ دیں گے تو میں برأت کا کھانا کھلا سکتا ہوں ورنہ نہیں۔ یہ روپیہ جائز ہے یا حرام؟

الجواب بعون الملک العلام الوہاب:۔ یہ سوال ناجائز ہے اس لئے کہ اگر روپیہ کی شرط پر نکاح کرتا ہے کہ بغیراس کے ادا کیے نکاح نہ کرے تو یہ رشوت ہے اور رشوت لینا حرام ہے اور اگر یہ روپیہ شرط نکاح نہیں ہے بلکہ ویسے دعوت کے لئے مانگتا ہے تو سوال ہے اور مہمانوں کی دعوت اتنی ضروری نہیں کہ اس کے لئے سوال جائز ہو۔

(فتاویٰ نعیمیہ ص ۵ بتصرف)

جہیز کے لئے قرض اٹھانا مذموم ہے

بعض لوگ جہیز کی رسم پوری کرنے کے لئے بے جا قرضہ اٹھاتے ہیں یہ بھی شرعاً مذموم ہے کہ جس کام کو شرع نے لازم نہیں کیا اس کے لئے قرضہ میں زیر بار ہونا دانشمندی نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ لڑکی کے والدین چند سال تک تھوڑا تھوڑا جہیز تیار کرتے رہیں تاکہ بروقت پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

جہیز عورت کی ملکیت ہوتا ہے

بعض دفعہ دیکھا جاتا ہے کہ میاں بیوی کی ناچاقی کی صورت پیدا ہوتی ہے اور ان میں طلاق واقع ہو جاتی ہے تو خاوند مہر میں دیا ہوا زیور بھی لے لیتا ہے اور عورت کا جہیز بھی ہڑپ کر لیتا ہے یہ شرعاً سخت حرام اور ظلم عظیم ہے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کی کتاب مستطاب احکام شریعت صفحہ ۱۷۸ میں یہ فتویٰ درج ہے۔ ''کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ جہیز کس کا حق ہوتا ہے؟ لڑکی والوں کا یا لڑکے والوں کا۔ بعد وفات زوجہ کے اس کے جہیز میں تقسیم فرائض ہوگی یا نہیں۔ زید سلیمہ کا شوہر تھا۔ سلیمہ کے مرنے کے بعد کہتا ہے کہ میں نے اس کو کھلایا پلایا ہے۔ لہذا جہیز میرا حق ہے۔ یہ قول زید کا صحیح ہے یا باطل۔ اگر جہیز میں تقسیم فرائض نہ ہو تو آیا صرف والدین کو ملے گا یا اور کس کس کو۔ بینوا توجروا۔

الجواب: جہیز عورت کی ملک ہے اس کے مرنے پر حسب شرائط فرائض ورثہ پر تقسیم ہوگا۔ زید کا دعویٰ باطل محض ہے۔ نفقہ کے عوض میں کچھ نہیں لے سکتا کہ نفقہ اس پر شرعاً واجب تھا۔

جہیز کے متعلق ایک تحقیقی مقالہ

جہیز کے بارہ میں ضروری گزارشات عرض کرنے کی بعد ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ رسالہ رضائے مصطفٰے

گوجرانوالہ میں شائع شدہ ایک تحقیقی مقالہ کے ضروری حصے بھی یہاں پیش کر دیئے جائیں تا کہ اس مسئلہ پر مزید روشنی پڑ جائے وباللہ التوفیق۔

''ہندو دھرم (مذہب) میں دختر کے لئے وراثت میں حصہ نہیں اس لئے وہ اس کی تلافی یوں کر لیتے ہیں کہ جب بیٹی کی شادی کرتے ہیں تو جتنا کچھ اسے دے سکتے ہیں جہیز کے نام سے دے دیتے ہیں۔ مسلمان بھی یہی کچھ ان کی دیکھا دیکھی کرنے لگے ہیں۔ بہت سے خاندانوں میں بیٹی کو ترکہ نہیں ملتا لیکن دوسرے حصہ پر تقریباً سب عمل کرتے ہیں یعنی بیاہتے ہوئے اسے جہیز دینا اتنا ضروری سمجھتے ہیں کہ گویا اس کے بغیر شادی ہی مکمل نہیں ہوتی۔

اس پر غضب تو یہ ہوا کہ انہوں نے مروجہ جہیز کو سنت رسول صلے اللہ علیہ وسلم بھی قرار دے دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ سنت رسول کے بغیر دین مکمل نہ ہو تو ازدواج بھی بغیر سنت جہیز مکمل نہیں ہو سکتا۔ پھر سب سے زیادہ دلچسپ استدلال جہیز کے سنت ہونے پر یہ ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جہیز دیا تھا۔ جس میں بان کی چارپائی، چکی، مٹی کے گھڑے، ہاتھی دانت کے کنگن، چاندی کا ہار، مشکیزے اور اذخر سے بھری ہوئی توشک تھی۔ گویا مقدمات کی ترتیب یوں ہوئی کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کو فلاں فلاں چیزیں جہیز میں دیں لہذا جہیز دینا سنت ٹھہرا اور سنت کے بغیر دین مکمل نہیں ہو سکتا لہذا جہیز کے بغیر ازدواج مکمل نہیں ہوگا۔

اب ذرا ہماری معروضات کو بھی بغور سن لیجئے۔ آپ کے سامنے خدا کی کتاب کھلی ہے احادیث کے دفتر موجود ہیں۔ ہر مشرب کی کتب فقہ رکھی ہوئی ہیں۔ آپ کو ہر جگہ زر مہر کی تصریح ملے گی۔ قرآن نے اسے فریضہ، صدقات اور اجر کہا ہے۔ احادیث میں اسے صداق اور مہر بھی کہا گیا ہے۔ کتب فقہ میں اس کے مستقل ابواب ہیں اور ہر جگہ اسے ایک واجب الادا فرض بتایا گیا ہے۔ حتی کہ مسند احمد کی روایت ہے کہ جو شخص ایک عورت سے کسی مہر پر نکاح کرے اور نیت یہ ہو کہ وہ اسے ادا نہیں کرے گا تو اس کا شمار زانیوں میں ہے اور قرآن میں بار بار اس کی تاکید آئی ہے کہ عورتوں کو ان کا مہر خوش دلی کے ساتھ ادا کرو۔ سب کا ذکر یہاں مقصود نہیں۔ عرض یہ کرنا ہے کہ مہر کے سارے احکام قرآن میں حدیثوں میں اور فقہ میں وضاحت کے ساتھ موجود ہیں۔ لیکن جو چیز آپ کو کہیں نہ ملے گی وہ ہے جہیز کا ذکر قرآن اس ذکر سے قطعاً خالی ہے احادیث میں اس کا کہیں ذکر نہیں۔ حتی کہ فقہ میں کہیں کوئی باب الجہیز موجود نہیں۔ اب خود ہی سوچئے کہ یہ

جہیز سنت کیسے بن گیا۔

پھر اس پر بھی غور فرمائیے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی اور بھی تین صاحبزادیاں تھیں۔ زینب، رقیہ، ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔ کیا آپ نے کبھی یہ بھی سنا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے زینب، رقیہ وام کلثوم کو جہیز دیا۔ جس میں فلاں فلاں چیزیں تھیں؟ اسے بھی جانے دیجیے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے شرف زوجیت میں کتنی امہات المومنین آئیں۔ لیکن آپ نے کہیں یہ بھی پڑھا ہے کہ عائشہ کے جہیز میں یہ چیزیں تھیں یا حفصہ یا سودہ یا دوسری ازواج النبی صلے اللہ علیہ وسلم فلاں فلاں چیزیں جہیز میں لائی تھیں۔ چلیے جانے دیجیے۔ دوسرے بے شمار صحابہ نے بھی شادیاں فرمائیں۔ لیکن کتنوں کے متعلق آپ نے کبھی یہ ذکر پڑھا ہے کہ ان کی ازواج سنت رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے مطابق اپنے ساتھ جہیز لائی تھیں۔ پھر ذرا عقل پر زور دے کر سوچیے کہ آخر یہ سنت رسول کی کونسی قسم ہے جو ازدواج کے سوا اور کہیں بھی نظر نہیں آتی؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ حقیقت کچھ اور ہو اور ہم نے فرض کر لیا ہو کچھ اور؟ ہاں یقیناً یہی بات ہے۔ آیئے ذرہ اس پر غور کریں۔

اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے وہ چیزیں جن کا اوپر ذکر ہوا۔ جناب فاطمہ کو دیں۔ لیکن کیا وہی چیز تھی جسے ہم عرف عام میں جہیز کہتے ہیں۔ یقیناً نہیں مروجہ جہیز کی اصطلاح سے اسے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ پھر یہ کیا تھا؟ اسی لئے اس پر اس وقت غور کرنا ہے ذرا توجہ سے کام لے کر حقیقت حال پر غور فرمائیے۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم جناب فاطمہ اور حضرت علی دونوں کے کفیل و سرپرست تھے۔ اس لئے دونوں کے ازدواج کا اہتمام بھی حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہی کو کرنا تھا۔ جناب علی کا کوئی الگ گھر نہ تھا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو ہی ایک الگ گھر بسانا تھا اس لئے اس کا انتظام بھی حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہی فرما رہے تھے۔ خانہ داری کے انتظام کے لیے جو کچھ مختصر سا اہتمام حضور نے مناسب سمجھا کر دیا۔ سونے کو چارپائی اور اذخر گھاس سے بھری ہوئی توشک اور تکیہ مشکیزے گھڑے چکی۔ رہا چاندی کا ہار تو وہ یوں بھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہی کا تھا جو آپ کو سیدہ خدیجہ کے ترکے میں ملا تھا یہ سارا انتظام حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو اس لئے کرنا پڑا کہ آپ کو ایک الگ گھر بسانا تھا۔ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا پہلے سے کوئی الگ گھر ہوتا تو حضور صلے اللہ

علیہ وسلم شاید اتنا کچھ بھی نہ کرتے۔ حضرت ابوالعاص کا گھر پہلے سے موجود تھا۔ اس لئے سیدہ زینب کو بیاہنے کے لئے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسا کوئی انتظام نہ کیا۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا الگ گھر بھی پہلے سے موجود تھا۔ اس لئے سیدہ رقیہ اور ام کلثوم کو بیاہنے میں حضور کو ایسے کسی انتظام کی ضرورت نہ پڑی۔ اسی طرح حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں جو ام المومنین آئیں ان کے والدین کو بھی ایسے کسی انتظام کی حاجت نہ تھی۔ لیکن سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی حیثیت ان سے مختلف تھی اب تک وہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی رہتے تھے اور جب ازدواج فاطمہ ہوا تو سارا اہتمام از سرنو کرنا پڑا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی الگ گھر نہ تھا ایک انصاری حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ نے اپنا ایک گھر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اسی مقصد کے لئے بخوشی پیش کر دیا جس میں یہ پاکیزہ نیا جوڑا منتقل ہو گیا اور خانہ داری کے مختصر اسباب وہاں بھیج دیئے گئے۔ یہ جہیز نہ تھا۔ صرف ایک انتظام خانہ داری تھا۔ اس کے جہیز نہ ہونے کی ایک اور دلیل بھی سن لیجئے۔ جناب خدیجہ رضی اللہ عنہا کے متروکات کے سوا دوسری چیزیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے کہاں سے مہیا فرمائی تھیں۔ یہ بھی یاد رکھنے کے قابل چیز ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حق مہر پہلے ہی لے لیا تھا ایک حطیم زرہ تھی جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سوا سو روپے کی رقم (تقریباً پانچ سو درہم) میں فروخت کی تھی۔ یہی مہر کی رقم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لے کر آئے اور اسی رقم سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے خانہ داری کا سب سامان اور کچھ خوشبو وغیرہ منگوائی تھی۔ ذرا سوچیے! کیا جہیز کی یہی صورت ہوتی ہے۔ اگر لوگ فی الواقع جہیز کو سنت سمجھتے ہیں تو انہیں چاہیے کہ اسے زر مہر ہی سے مہیا بھی کریں۔

الغرض ضرورت ہے کہ اس غیر ضروری وتباہ کن رسم جہیز کو کسی نہ کسی طرح بے جان بنا دیا جائے۔ اور حکومت مروجہ جہیز کی تباہ کاری اور اپنے فرائض کا احساس کرتے ہوئے علمائے کرام کے مشورہ سے فوری طور پر جہیز کی اصلاح کے لئے قانون نافذ کر کے اپنے فرائض سے سبکدوش ہو اور اہل وطن کی دعائیں لے۔ (ماخوذ)

(رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ بابت ۱۵ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۴ھ)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲۱ رمضان المبارک ۱۴۱۰ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیسواں مقالہ

پردہ کے شرعی مسائل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدلله الذی زین النبیین بحبیبه المصطفیٰ ومن علی المؤمنین بنبیه المجتبیٰ والصلوٰة والسلام علیٰ خیر الانبیآء والمرسلین وعلیٰ جمیع عباد الله الصالحین اما بعد:۔ اس مختصر مقالہ میں قرآن وحدیث اور فقہائے حنفیہ کے اقوال کی روشنی میں مسلمان عورتوں کے لئے پردہ کے شرعی مسائل واحکام لکھے گئے ہیں اللہ تعالیٰ اسے شرف قبولیت بخشے۔ آمین۔

آیات کریمہ

پہلی آیت کریمہ

اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں ارشاد فرماتا ہے۔ یا بنی ادم قد انزلنا علیکم لباساً یواری سواتکم وریشاً ط ولباس التقویٰ ذٰلک خیر ط ذٰلک من ایات الله لعلهم یذکرون.

(پ ۸ رکوع ۱۰)

اے آدم کی اولاد بے شک ہم نے تمہاری طرف ایک لباس وہ اتارا کہ تمہاری شرم کی چیزیں چھپائے اور ایک وہ کہ تمہاری آرائش ہو اور پرہیزگاری کا لباس وہ سب سے بھلا ہے۔ یہ اللہ کی نشانیوں میں ہے تاکہ وہ نصیحت مانیں۔ (کنز الایمان)

تفسیر ابن کثیر میں ہے۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس لباس وزینت کا احسان جتلاتا ہے۔ جو اس نے ان کے لیے پیدا کیے۔ اور لباس وہ ہے جو شرمگائیں چھپائے۔ اور شرمگائیں وہ اعضا ہیں جن کا ستر فرض ہے۔ اور زینت وہ لباس ہے۔ جو جسم کے ظاہر کو آراستگی بخشے۔ سو اول ضروریات سے اور ثانی تکمیلات سے ہے۔

دوسری آیت کریمہ

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ وقل للمؤمنات یغضضن من ابصارهن ویحفظن فروجهن ولا یبدین زینتهن الا ما ظهر منها ولیضربن بخمرهن علیٰ جیوبهن ولا یبدین زینتهن الا لبعولتهن او اٰبآئهن او آباء بعولتهن او ابنآئهن او ابنآء بعولتهن او اخوانهن او بنی

اخوانهن اوبنی اخواتهن اونسآء هن اوماملکت ایما نهن اوالتابعین غیر اولی الاربة من الرجال اوالطفل الذین لم یظهروا علیٰ عورت النسآء ولا یضربن بارجلهن لیعلم مایخفین من زینتهن ط وتوبوا الی الله جمیعاً ایها المؤمنون لعلکم تفلحون۔

(سورۂ نور)

اور مسلمان عورتوں کو حکم دو کہ وہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی پارسائی کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ سنگار نہ دکھائیں مگر جتنا خود ہی ظاہر ہو۔ اور دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں اور اپنا سنگار ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں پر یا اپنے باپ پر یا شوہروں کے باپ پر یا اپنے بیٹے پر یا شوہروں کے بیٹے پر یا اپنے بھائی پر یا اپنے بھتیجے پر یا اپنے بھانجے پر یا اپنے دین کی عورتوں پر یا اپنی کنیزوں پر جو اپنے ہاتھ کی ملک ہوں۔ یا نوکر پر بشرطیکہ وہ شہوت والے نہ ہوں یا ان بچوں پر جنہیں شرم کی چیزوں کی خبر نہیں۔ اور زمین پر پاؤں زور سے نہ رکھیں کہ جانا جائے ان کا چھپا ہوا سنگار۔ اور اللہ کی طرف توبہ کرو۔ مسلمانو! سب کے سب اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ۔

تفسیر جلالین میں ہے۔ خود بخود ظاہر ہونے والے اعضاء چہرہ اور ہتھیلیاں ہیں۔ سو ایک روایت میں اجنبی مرد انہیں بے شہوت دیکھ سکتے ہیں۔ اور دوسری روایت میں یہ حرام ہے کیونکہ اس میں شہوت کا اندیشہ ہے۔ اور اسی کو فتنوں کے سد باب کے لیے ترجیح دی گئی ہے۔

مسئلہ: عورت کا چہرہ اگرچہ عورت نہیں مگر بوجہ فتنہ غیر محرم کے سامنے کھولنا منع ہے۔ یونہی غیر محرم کے لیے اس کی طرف نظر کرنا جائز نہیں اور چھونا تو اور سخت منع ہے۔ (بہار شریعت)

مسئلہ ثانیہ: آزاد عورت یا خنثیٰ مشکل کے لیے سارا بدن عورت ہے۔ سوا چہرہ کی ٹکلی، ہتھیلیوں اور پاؤں کے تلوؤں کے۔ اس کے سر کے تمام بال، گردن اور کلائیاں بھی عورت میں داخل ہیں لہذا ان کا چھپانا بھی فرض ہے۔ (بہار شریعت)

مسئلہ ثالثہ: اگر عورت اپنے گھر میں تنہا ہو اور نماز سے باہر تو اس وقت اس پر صرف ناف سے گھٹنوں تک کو چھپائے رکھنا واجب ہے۔ اور اگر کوئی محرم موجود ہو تو اس کے سامنے پیٹھ اور پیٹ کو بھی چھپائے اور اگر گھر میں کوئی غیر محرم بھی ہے تو سارے بدن کا ستر واجب ہے۔ (بہار شریعت)

مسئلہ رابعہ: مرد کے لیے ناف کے نیچے سے گھٹنوں کے نیچے تک عورت ہے۔ ناف اس میں داخل نہیں اور گھٹنے داخل ہیں۔ اس زمانے میں بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ وہ تہبند یا پاجامہ اس طرح پہنتے ہیں کہ ان کے پیڑو کا کچھ حصہ کھلا رہتا ہے۔ اگر کرتہ وغیرہ سے اس طرح چھپا ہو کہ چمڑے کی رنگت نظر نہ آئے تو خیر ورنہ حرام ہے اور بعض بیباک لوگوں کے سامنے گھٹنے بلکہ ران تک کھولے رہتے ہیں یہ بھی حرام ہے۔ اور اس کی عادت ہو تو فاسق ہیں۔ (بہار شریعت)

مسئلہ خامسہ: ستر عورت ہر حال میں واجب ہے۔ خواہ نماز میں ہو یا اس سے باہر۔ گھر میں تنہا ہو یا کسی کے روبرو بے ضرورت صحیح تنہائی میں ستر کھولنا ناجائز ہے اور لوگوں کے سامنے یا نماز میں تو ستر عورت بالاجماع فرض ہے۔ (بہار شریعت)

تیسری آیت کریمہ

یاایها النبی قل لازواجک وبناتک ونسآء المؤمنین یدنین علیهن من جلابیبهن ط ذالک ادنیٰ ان یعرفن فلایؤذین وکان الله غفوراً رحیماً ط (احزاب)

اے نبی اپنی بیویوں اور صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرمادو کہ وہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے منہ پر ڈالے رہیں۔ یہ اس سے نزدیک تر ہے کہ ان کی پہچان ہو تو ستائی نہ جائیں۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (کنزالایمان)

یہ آیت کریمہ ان منافقین کے حق میں نازل ہوئی جن کی عادت تھی کہ وہ باندیوں کو چھیڑا کرتے تھے۔ اس لیے آزاد عورتوں کو حکم دیا گیا کہ وہ چادر سے جسم ڈھک کر اپنے سر اور منہ چھپا کر لونڈیوں سے اپنی وضع ممتاز رکھیں۔ (نورالعرفان)

چوتھی آیت کریمہ

یاایها الذین امنوا لاتدخلوا بیوت النبی الا ان یؤذن لکم الیٰ طعام غیر ناظرین اناه ولکن اذا دعیتم فادخلوا فاذاطعمتم فانتشروا ولامستانسین لحدیث ط ان ذٰلکم کان یؤذی النبی فیستحی منکم والله لایستحی من الحق واذا سألتموهن متاعاً فاسئلوهن

من ور آء حجاب ط ذٰلکم اطہر لقلوبکم وقلوبھن وما کان لکم ان تؤذوا رسول اللہ ولا ان تنکحوا ازواجہ من بعدہٖ ابداً ط ان ذٰلکم کان عنداللہ عظیماً (احزاب) اے ایمان والو نبی کے گھروں میں نہ حاضر ہو جب تک اذن نہ پاؤ مثلاً کھانے کے لیے بلائے جاؤ نہ یوں کہ خود اس کے پکنے کی راہ تکو۔ ہاں جب بلائے جاؤ تو حاضر ہو جاؤ اور کھا چکو تو متفرق ہو جاؤ۔ نہ یہ کہ بیٹھے باتوں میں دل بہلاؤ بے شک اس میں نبی کو ایذا ہوتی ہے تو وہ تمہارا لحاظ فرماتے ہیں۔ اور اللہ حق فرمانے میں نہیں شرماتا۔ اور جب تم ان سے برتنے کی کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر مانگو۔ اس میں زیادہ ستھرائی ہے تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کی اور تمہیں نہیں پہنچتا کہ رسول اللہ کو ایذا دو اور نہ یہ کہ ان کے بعد ان کی بیبیوں سے نکاح کرو۔ بیشک یہ اللہ کے نزدیک بڑی سخت بات ہے۔ (کنزالایمان)

اس آیت کا شان نزول تفسیر صاوی میں یہ لکھا ہے کہ ایک دن حضور اپنے گھر میں بعض صحابہ کے ہمراہ کھانا کھا رہے تھے۔ اچانک ایک کا ہاتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ سے ٹکرایا۔ آپ کو یہ بات ناگوار گزری تو آیت پردہ نازل ہوئی۔ ونحوہ فی الجمل عن ابی السعود: حضرت ابن عباس فرماتے ہیں۔ جب تم ان سے سوال کرو یعنی کوئی ایسی کلام کرو جس سے تمہیں چارہ نہ ہو تو پردہ کے پیچھے سے گفتگو کرو۔ یہ بات تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کو فتنہ انگیزی سے ستھرا رکھنے والی ہے۔

پانچویں آیت کریمہ

یاایھا الذین اٰمنوا لاتدخلوا بیوتاً غیر بیوتکم حتی تستأنسوا وتسلموا علیٰ اھلھا ط ذٰلکم خیر لکم لعلکم تذکرون ٥ فان لم تجدوا فیھا احداً فلا تدخلوھا حتی یؤذن لکم وان قیل لکم ارجعوا فارجعوا ھو ازکیٰ لکم ط واللہ بما تعملون علیم ٥ لیس علیکم جناح ان تدخلوا بیوتاً غیر مسکونۃ فیھا متاع لکم ط واللہ یعلم ماتبدون وماتکتمون: (سورۂ نور) اے ایمان والو اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں نہ جاؤ جب تک اجازت نہ لے لو اور ان کے ساکنوں (رہنے والوں) پر سلام نہ کر لو۔ یہ تمہارے لیے بہتر ہے کہ تم دھیان کرو پھر اگر ان میں کسی کو نہ پاؤ جب بھی بے مالکوں کی اجازت کے ان میں نہ جاؤ۔ اور اگر تم سے کہا جائے واپس چلے جاؤ تو واپس ہو جاؤ۔ یہ تمہارے لیے بہت ستھرا ہے اللہ تمہارے کاموں کو جانتا ہے۔ اس میں تم پر کچھ گناہ

نہیں کہ تم ان گھروں میں جاؤ جو خاص کسی کی سکونت کے نہیں اور ان کے برتنے کا تمہیں اختیار ہے۔ اور اللہ جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو۔ (کنز الایمان)

تفسیر روح البیان میں ہے کہ ان آیات کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ ایک صحابیہ حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگیں کہ میں کبھی اپنے گھر میں ایسی حالت میں ہوتی ہوں کہ کسی کا دیکھنا پسند نہیں کرتی۔ بعض لوگ اس حال میں اندر آجاتے ہیں۔ تب یہ آیت کریمہ اُتری۔ (نور العرفان)

مسئلہ: مسلمان کے گھر میں بغیر اجازت گھس جانا کسی کو جائز نہیں۔ نہ عام لوگوں کو، نہ پولیس والوں کو، نہ بادشاہ کو، نہ پیر و فقیر کو، یہ حکم عام ہے اور حضور کے دولت خانہ میں بغیر اجازت حاضر ہونا فرشتوں کو بھی جائز نہیں ہے۔ (نور العرفان) اور اجازت لینے کا طریقہ یہ ہے کہ بلند آواز سے سبحان اللہ یا الحمد للہ یا اللہ اکبر کہے یا کھنگارے جس سے گھر والوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ کوئی اندر آنا چاہتا ہے یا یہ کہے کہ مجھے اندر آنے کی اجازت ہے؟ اگر غیر کے گھر جانے والے کی صاحب مکان سے پہلے ہی ملاقات ہو جائے تو اول سلام کرے پھر اجازت طلب کرے اور اگر وہ اندر ہو تو سلام کے ساتھ اجازت چاہے۔ اس طرح کہ کہے السلام علیکم کیا مجھے اندر آنے کی اجازت ہے؟ اگر دروازے کے سامنے کھڑے ہونے میں بے پردگی کا اندیشہ ہو تو دائیں بائیں کھڑے ہو کر اجازت طلب کرے۔ حدیث شریف میں ہے کہ اگر گھر میں ماں ہو تو بھی اجازت طلب کرے۔ (خزائن) کسی کے دروازے پر جا کر آواز دی اس نے کہا کون تو اس جواب میں یہ نہ کہے "میں" بلکہ وہ اپنا نام بتائے۔ اگر کسی نے اجازت مانگی اور صاحب خانہ نے اجازت نہ دی تو اس سے ناراض نہ ہونا چاہیے۔ بلکہ خوشی خوشی واپس آجائے ممکن ہے کہ عدم الفرصتی کے باعث اس نے اجازت نہ دی ہو۔ (بہار شریعت)

چھٹی آیت کریمہ

یٰنساء النبی لستن کاحد من النساء ان اتقیتن فلا تخضعن بالقول فیطمع الذی فی قلبہ مرض وقلنا قولاً معروفاً ٥ وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولیٰ واقمن الصلوٰۃ واٰتین الزکوٰۃ واطعن اللہ ورسولہ ط انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیراً ٥ واذکرن مایتلیٰ فی بیوتکن من ایات اللہ

والحکمۃ ط ان اللہ کان لطیفاً خبیراًo (احزاب) اے نبی کی بیبیو تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر اللہ سے ڈرو تو بات میں ایسی نرمی نہ کرو کہ دل کا روگی کچھ لالچ کرے۔ ہاں اچھی بات کہو اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور بے پردہ نہ رہو جیسے اگلی جاہلیت کی بے پردگی اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اُس کے رسول کا حکم مانو۔ اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرما دے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے۔ اور یاد کرو جو تمہارے گھروں میں پڑھی جاتی ہیں اللہ کی آیتیں اور حکمت۔ بے شک اللہ ہر باریکی جانتا خبردار ہے۔ (کنزالایمان)

تنبیہ: ان آیات کریمہ سے معلوم ہوا کہ مسلمان عورتوں پر پردہ ہر حال میں فرض ہے۔ وہ اپنی زینت سوائے اپنے خاوند اور محرم مردوں کے کسی کو دکھانے کی مجاز نہیں ہیں۔ اگر انہیں بامر مجبوری گھر سے باہر نکلنا ہو تو اپنے چہروں پر بھی پردہ ڈال لیں۔ اور نہایت سکون، وقار و شرم و حیا کے ساتھ راستے کے کنارے میں مردوں کے پیچھے پیچھے چلیں۔ موجودہ دور میں فیشنی عورتوں نے جو یہ روش اختیار کر لی ہے کہ جب انہیں باہر جانے کا اتفاق ہو تو خوبصورت اور دیدہ زیب کپڑے پہن کر نکلتی، سر سے اوڑھنی گرا کر اس طرح چلتی ہیں کہ ان کے سینے کا ابھار پوری طرح نمایاں ہوتا ہے یہ شرع محمدیہ کے سراسر خلاف ہے۔ نیز شرع شریف کا حکم یہ ہے کہ مسلمان عورتیں غیر محرموں سے بلاوجہ گفتگو نہ کریں۔ اور اگر انہیں کبھی مجبوراً بات کرنی پڑ جائے۔ تو بقدرِ ضرورت کریں اور ایسے لب ولہجہ سے کریں کہ جس میں نہ نرمی ہو اور نہ لچک اور نہ شہوانی جذبات کی بو۔ یعنی سخت اور کرخت انداز سے بولیں اور اچھی بات کہیں تمسخر یا ٹھٹھا، مذاق نہ کریں اور حتی الوسع اپنے گھروں میں ٹھہری رہیں اگر بامر مجبوری باہر جانا پڑے تو عامیانہ کپڑوں میں نکلیں۔ اور چہرے پر ایسا پردہ ڈالیں جس سے وہ نظر نہ آئے۔ باریک لباس یا باریک کپڑے کا نقاب پہن کر نکلنا یا بے پردہ ننگے سر ننگے منہ نکلنا حرام اور شیطانی فعل ہے۔ اور عورتیں گھروں میں بیکار نہ بیٹھی رہیں بلکہ نماز پڑھیں زکوٰۃ دیں۔ اور اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کریں، چرخہ کاتیں یا کوئی اور صنعتی کام کریں، بشرطیکہ ایسا کرنے میں اجنبیوں سے اختلاط نہ ہونے پائے۔ اور گھر کی چاردیواری میں رہ کر علم سیکھیں، یعنی سکولوں، کالجوں میں جا کر انگریزی تعلیم نہیں بلکہ اپنے گھروں میں بیٹھ کر اپنے ماں باپ یا خاوندوں سے دین کا علم پڑھیں۔

وماعلینا الا البلاغ. اللھم اھد قومی فانھم لایعلمون:

ساتویں آیت کریمہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

یاایھاالذین اٰمنوا لیستأذنکم الذین ملکت ایمانکم والذین لم یبلغوا الحلم منکم ثلاث مرات من قبل صلوٰۃ الفجر وحین تضعون ثیابکم من الظھیرۃ ومن بعد صلوٰۃ العشآء ثلاث عورات لکم ط لیس علیکم ولاعلیھم جناح بعد ھن ط طوافون علیکم بعضکم علیٰ بعض ط کذٰلک یبین اللہ لکم الاٰیات ط واللہ علیم حکیم ○ واذا بلغ الاطفال منکم الحلم فلیستأذنوا کما استأذن الذین من قبلھم ط کذٰلک یبین اللہ لکم اٰیاتہ ط واللہ علیم حکیم ○ (سورۂ نور) اے ایمان والو چاہیے کہ تم سے اذن لیں تمہارے ہاتھ کے مال غلام اور وہ جو تم میں ابھی جوانی کو نہ پہنچے تین وقت نماز صبح سے پہلے اور جب تم اپنے کپڑے اتار رکھتے ہو دوپہر کو اور نماز عشاء کے بعد یہ تین وقت تمہاری شرم کے ہیں۔ ان تین کے بعد کچھ گناہ نہیں تم پر نہ ان پر آمدورفت رکھتے ہیں تمہارے یہاں ایک دوسرے کے پاس۔ اللہ یونہی بیان کرتا ہے تمہارے لیے آیتیں اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔ اور جب تم میں لڑکے جوانی کو پہنچ جائیں تو وہ بھی اذن مانگیں جیسے ان کے اگلوں نے اذن مانگا۔ اللہ یوں ہی بیان فرماتا ہے تم سے اپنی آیتیں اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

(کنزالایمان)

تفسیر خازن میں ہے اللہ تعالیٰ نے نماز صبح سے پہلے۔ دوپہر کے وقت اور نماز عشاء کے بعد بچوں اور غلاموں کو یہ حکم دیا کہ وہ ان تین وقتوں میں گھر والوں سے اذن لے کر اندر آیا کریں۔ کیونکہ ان وقتوں میں کپڑے اتارے جاتے ہیں۔ اور ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص اچانک ان وقتوں میں گھر آجائے تو کسی کا ستر دیکھے اور بڑوں کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ ہر وقت گھر والوں سے اجازت لے کر داخل ہوا کریں۔ اور حضرت حذیفہ سے دریافت کیا گیا کہ کیا کوئی شخص اپنی ماں سے اذن لے کر اس کے پاس آیا کرے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ کیونکہ اگر وہ بے اذن اندر چلا آئے گا تو ممکن ہے کہ وہ اپنی ماں کی بے پردگی دیکھے۔

آٹھویں آیت کریمہ

والقواعد من النسآء اللاتی لایرجون نکاحاً فلیس علیھن جناح ان یضعن ثیابھن غیر متبرجات بزینۃ ط وان یستعففن خیر لھن ط واللہ سمیع علیم (نور) بوڑھی خانہ نشین عورتیں

جنہیں نکاح کی آرزو نہیں ان پر کچھ گناہ نہیں کہ اپنے بالائی کپڑے اتار رکھیں جبکہ سنگار ظاہر نہ کریں۔ اور اس سے بچنا ان کے لئے بہتر ہے اور اللہ سنتا جانتا ہے۔

چادریں اتار رکھیں۔ یعنی اگر بوڑھی عورتیں اجنبیوں کے سامنے اوڑھنی نہ اوڑھیں جبکہ ایسا کرنے میں شہوت کا اندیشہ نہ ہو تو ان پر کوئی گناہ نہیں مگر بہتر یہ ہے کہ وہ ہر حال میں پردہ کا لحاظ رکھیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

مسئلہ:۔ جوان عورتوں پر فرض ہے کہ وہ اپنے تمام جسم کی زینت اجنبیوں سے پوشیدہ رکھیں۔ سر پر اوڑھنی اور دوپٹے استعمال کریں۔ چہرہ کھول کر نہ نکلیں۔ ایسے کپڑے پہنیں جن سے جسم ظاہر نہ ہو۔ یہی حکم ان لڑکیوں کو بھی ہے جو قریب البلوغ ہوں۔ یا جن کی طرف شہوانی نظریں اٹھ سکتی ہوں۔

دسویں آیت کریمہ

فوسوس لهما الشيطٰن ليبدى لهما ماوورى عنهما من سواتهما وقال ما نهاكما ربكما عن هذه الشجرة الا ان تكونا ملكين او تكونا من الخالدين ط وقاسمهما انى لكما لمن الناصحين، فد لهما بغرور فلماذا قا الشجرة بدت لهما سوءآتهما وطفتا يخصفان عليهما من ورق الجنة: الآية (اعراف) پھر شیطان نے ان کے جی میں خطرہ ڈالا کہ ان پر کھول دے شرم کی چیزیں جو ان سے چھپی تھیں۔ اور بولا تمہیں تمہارے رب نے اس پیڑ سے اسی لیے منع فرمایا ہے کہ کہیں دو فرشتے ہو جاؤ۔ یا ہمیشہ جینے والے اور ان سے قسم کھائی کہ میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں۔ تو اتار لایا انہیں فریب سے پھر جب انہوں نے وہ پیڑ چکھا ان پر ان کی شرم کی چیزیں کھل گئیں۔ اور وہ اپنے اوپر جنت کے پتے چپنے لگے۔

(کنز الایمان)

اس سے معلوم ہوا کہ ستر کھولنا آدم علیہ السلام کے وقت سے ہی معیوب ہے۔ عقل انسانی اسے برا سمجھتی ہے۔ حالانکہ ان پر ستر کے شرعی احکام اس وقت تک نہ آئے تھے۔ اب جو ننگا ہونا پسند کرے وہ فطرت انسانی کا مقابلہ کرتا ہے۔ (نور العرفان)

دسویں آیت کریمہ

واذا فعلوا فاحشة قالوا وجدنا علیها آباء نا والله امرنا بها ط قل ان الله لا یأمر بالفحشاء ط اتقو لون علیٰ الله مالا تعلمون (اعراف) اور جب کوئی بے حیائی کریں تو کہتے ہیں ہم نے اس پر اپنے باپ دادا کو پایا اور اللہ نے ہمیں اس کا حکم دیا۔ تم فرماؤ بے شک اللہ بے حیائی کا حکم نہیں دیتا۔ کیا اللہ پر وہ بات لگاتے ہو جس کی تمہیں خبر نہیں (کنز الایمان) حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ مشرکین مکہ بیت اللہ شریف کا طواف ننگے کیا کرتے تھے۔ اور ساتھ یہ کہا کرتے تھے کہ ہم بیت اللہ شریف کا طواف اس حال میں کریں گے۔ جس حال میں ہماری ماؤں نے ہمیں جنا ہے۔ (یعنی ننگے بدن)

ان جملہ آیات سے معلوم ہوگیا ہے کہ عریانی فعل شیطانی ہے اور اللہ تعالیٰ اسے ناپسند کرتا ہے۔ لہٰذا مومن بندوں کو چاہیے کہ وہ ہر حال میں پردہ کا بہت لحاظ رکھیں۔ وما علینا الا البلاغ.

اب ہم چند احادیث پیش کرتے ہیں جن سے پردہ کی ضرورت و اہمیت بخوبی ظاہر ہوتی ہے۔

احادیث مبارکہ

حدیث اول: ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا الحیاء من الایمان والایمان فی الجنة: ۔ حیا ایمان کا حصہ ہے اور ایماندار جنت میں ہے۔
(احمد۔ ترمذی۔ مشکوٰۃ)

حدیث دوم: ۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک انصاری کے پاس سے گزرے جو اپنے بھائی کو حیا کی تلقین کر رہا تھا۔ آپ نے فرمایا اسے چھوڑ دے۔ فان الحیاء من الایمان۔ کیونکہ شرم ایمان سے ہے۔ (بخاری۔ مسلم۔ مشکوٰۃ)

حدیث سوم: ۔ حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا

ایاکم والدخول علی النساء. عورتوں کی مجلس سے بچو۔ ایک انصاری نے عرض کی یارسول اللہ دیور کے بارہ میں کیا حکم ہے؟ فرمایا دیور موت ہے یعنی دیور کے سامنے ہونا گویا موت کا سامنا ہے کہ یہاں فتنہ کا زیادہ احتمال ہے۔ (بہار شریعت)

حدیث چہارم:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تم میں سے کوئی کسی اجنبی عورت کے پاس تنہائی میں نہ بیٹھے اور جب اس کے پاس اس کا کوئی محرم رشتہ دار ہو تو بیٹھ سکتا ہے۔ (ریاض الصالحین)

حدیث پنجم:۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا دو قسم کے دوزخیوں کو میں نے نہیں دیکھا۔ ایک وہ قوم ہے جن کے پاس بیلوں کے دموں جیسے کوڑے ہوں گے اور وہ ان کے ساتھ لوگوں کو ظلماً ماریں گے۔ دوسری وہ عورتیں ہیں جو لباس پہننے والی ننگی، دوسرے مردوں کو اپنی طرف مائل کرنے والی اور خود دوسروں کی طرف مائل ہونے والی ہوں گی۔ ان کے سروں کے بال بختی اونٹوں کے ان کوہانوں جیسے ہوں گے جو موٹی ہونے کی وجہ سے جھکی ہوتی ہیں۔ وہ نہ ہی جنت میں داخل ہوں گی اور نہ جنت کی خوشبو سونگھیں گی۔ حالانکہ اس کی خوشبو اتنی اتنی مسافت سے سونگھی جائے گی۔ (مشکوٰۃ شریف)

مسئلہ:۔ اتنا باریک کپڑا جس سے بدن چمکتا ہو ستر کے لیے کافی نہیں اگر اس نے اس کپڑے میں نماز پڑھی تو نہ ہوئی۔ یونہی اگر چادر میں سے عورت کے بالوں کی سیاہی چمکے نماز نہ ہوگی۔ بعض لوگ باریک ساڑھیاں اور تہبند باندھ کر نماز پڑھتے ہیں کہ ران چمکتی ہے ان کی نمازیں نہیں ہوتیں۔ اور ایسا کپڑا پہننا جس سے ستر عورت نہ ہو سکے نماز کے علاوہ بھی حرام ہے۔ بعض عورتیں بہت باریک کپڑے پہنتی ہیں مثلاً آب رواں یا جالی یا باریک ململ کا دوپٹہ جس سے سر کے بال یا بالوں کی سیاہی یا گردن یا کان نظر آتے ہیں اور بعض باریک تنزیب یا جالی کے کرتے پہنتی ہیں کہ پیٹ اور پیٹھ بالکل نظر آتی ہے۔ اس حالت میں

اس کی طرف نظر کرنا مردوں پر حرام ہے اور ایسے موقع پر ان کو اس قسم کے کپڑے پہننا بھی ناجائز ہے۔
(عالمگیری)(بہار شریعت)

حدیث ششم: ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس اس حال میں آئیں کہ آپ کے جسم پر باریک لباس تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منہ موڑ کر فرمایا۔ اے اسماء جب کوئی عورت بالغہ ہو جائے تو اس کے جسم سے سوائے اس کے اور اس کے کچھ دکھائی نہ دینا چاہیے اور آپ نے اپنے چہرہ اور ہتھیلیوں کی طرف اشارہ فرمایا۔ (مشکوٰۃ) یعنی چہرہ اور ہتھیلیاں تو ستر نہیں باقی جسم پر موٹا کپڑا ہونا چاہیے جس سے بدن کی رنگت نظر نہ آئے۔ واللہ اعلم بالصواب:

حدیث ہفتم: ۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے حضرت حفصہ بنت عبدالرحمٰن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس اس حال میں آئیں کہ ان کے سر پر باریک اوڑھنی تھی **فشقته و کستها خمارًا کثیفاً** ۔ آپ نے وہ اوڑھنی پھاڑ ڈالی اور اس کے بدلے انہیں موٹے کپڑے کی اوڑھنی پہنائی۔ (موطا)

تنبیہہ :۔ آج کل کی فیشن زدہ مسلمان عورتوں اور انگریزی خوں نوجوان بچیوں کو ان ہر دو احادیث سے سبق لینا چاہیے۔ انہیں اپنے باریک تنگ بے پردہ لباس کی قباحت اور شناعت کا بخوبی اندازہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ کل قیامت کے دن انہوں نے اللہ عزوجل و رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاں جوابدہ ہونا ہے۔ اسی طرح ان فیشن ایبل عورتوں کے خاوندوں اور وارثوں کو بھی اپنی عاقبت کا کچھ خیال کرنا چاہیے۔ اور بے پردگی مٹانے کے لیے حتی الوسع کوشاں رہنا چاہیے۔ **وما توفیقی الا باللہ**۔

حدیث ہشتم: ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ میں اپنے اس گھر میں جس میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام مدفون ہیں بے پردہ داخل ہوا کرتی تھی اور یہ خیال ہوتا تھا کہ یہاں ایک تو میرے خاوند (نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام) ہیں اور دوسرے میرے والد ماجد (حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ) پھر جب سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو وہاں دفن کیا گیا۔ **فواللہ ما دخلته الا وانا مشدودة علی**

ثیابی حیاءً من عمر ۔ تو خدا کی قسم میں ہمیشہ اس حال میں داخل ہوئی کہ مجھ پر میرے کپڑے پوری طرح لپٹے ہوتے تھے۔ یہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے حیا کی وجہ سے تھا۔ (مشکوٰۃ)

مسلمان بہنو! مقام غور ہے کہ تمہاری روحانی مائیں پردہ کا اتنا خیال فرمائیں کہ زندوں کے سامنے۔ بے پردہ ہونا تو درکنار اہل قبور سے بھی پردہ کا پورا پورا اہتمام فرمائیں مگر تم اہل قبور سے پردہ کرنا تو درکنار زندہ نامحرموں سے نہ صرف پردہ نہیں کرتی ہو بلکہ ان کے روبرو اٹھتی، بیٹھتی، ہنستی، بولتی اور کیا کیا شگوفے کھلاتی ہو، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

حدیث نہم: ۔ حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ میں اور ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی سرکار میں بیٹھی تھیں اچانک حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ (نابینا صحابی) تشریف لائے تو حضور نے فرمایا احتجبا منہ تم دونوں ان سے پردہ اختیار کرو۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ الیس ھو اعمیٰ لا یبصر حضور! کیا یہ نابینا نہیں ہیں کہ نہیں دیکھیں گے۔ فرمایا افعمیا وان انتما الستما تبصرانہ کیا تم دونوں اندھی ہو کہ انہیں نہیں دیکھوگی۔ (مشکوٰۃ) مسلمان بہنو! مقام غور ہے کہ تمہاری ماؤں کو نابیناؤں سے پردہ کا حکم دیا جارہا ہے مگر تم انکھیاروں سے بھی پردہ نہیں کرتی ہو چہ جائے کہ تم اندھوں سے پردہ کرو۔

حدیث دہم: ۔ حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ کو یہ حکمنامہ لکھ کر بھیجا۔ علموا نساء کم سورۃ النور ۔ اپنی عورتوں کو سورۂ نور پڑھاؤ۔ (کیونکہ اس میں پردہ کے احکامات ذکر کیے گئے ہیں) (صاوی) یہاں سے معلوم ہوا کہ عورتوں کو انگریزی تعلیم پڑھانا جس سے ان میں بے پردگی اور بے باکی آجائے شرعاً ممنوع ہے۔ مسلمان عورت کا تعلیمی نصاب شرعی کتابیں ہیں جن کے پڑھنے سے دینداری پیدا ہوتی ہے۔

حدیث یازدھم: ۔ حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ لاتنزلوا النسآء الغرف ولا تعلموھن الکتابۃ وعلموھن سورۃ النور والغزل: (صاوی) عورتوں کو بالاخانوں میں نہ

ٹھہراؤ انہیں لکھنا نہ سکھاؤ انہیں سورۂ نور پڑھاؤ اور چرخہ کاتنا سکھاؤ۔ بالا خانوں میں ٹھہرانا اس لیے منع ہوا کہ عورتیں اوپر سے غیر محرموں کو جھانک کر نہ دیکھیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ میلوں ٹھیلوں میں یا جلسے جلوس میں عورتوں کا اونچی جگہوں سے غیر محرموں کو جھانک کر دیکھنا شرعاً ممنوع ہے۔ اور لکھنا سکھانے سے ممانعت کی گئی تاکہ قلمی دوستی پیدا نہ ہو آج کل کی انگریزی خواں عورتوں میں بے پردگی، بے حیائی اور فحاشی اسی قلمی فن کے برے ثمرات سے ہے اور عورتوں کو چرخہ کاتنا سکھانا پہلے وقتوں میں تھا۔ آج کے دور میں جو ہنر بھی اس سے موافقت رکھتا ہو وہ انہیں سکھایا جائے۔ مثلاً کپڑوں کی سلائی اور کشیدہ کاری وغیرہ، مگر یہ ضروری ہے کہ غیر محرموں سے اختلاط نہ ہونے پائے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حدیث دوازدہم: ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ ایما امرأۃ نزعت ثیابھا فی غیر بیتھا خرق اللہ عزوجل عنھا سترہ (سیوطی) جو عورت دوسرے کے گھر میں اپنا پردہ ہٹائے گی یعنی بے پردہ ہوگی اللہ تعالیٰ اس سے اپنا پردۂ رحمت چاک کرے گا۔

حدیث سیزدہم: ۔ ایما امرأۃ استعطرت ثم خرجت فمرت علیٰ قوم لیجدوا ریحھا فھی زانیۃ و کل عین زانیۃ (سیوطی) جو عورت عطر لگا کر نکلے اور کسی قوم پر اس لیے گزرے کہ وہ اس کی خوشبو پائیں تو وہ (نکلنے والی) زناکار ہے اور ہر نظر زناکار ہے۔

حدیث چہاردہم: ۔ المرأۃ عورۃ فاذا خرجت استشرفھا الشیطان (مکاشفہ) عورت سراپا عورت یعنی چھپانے کی چیز ہے۔ سو جب وہ باہر بے پردہ ہو کر نکلے تو شیطان اسے جھانکتا ہے۔ یعنی ہر وہ شخص جس میں وسوسۂ شیطانی ہوتا ہے اس کے حسن و جمال کو تاڑتا ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

حدیث پانزدہم: ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ جو عورت خوبصورت لباس پہن کر غیر محرموں کے روبرو ہاتھ ہلاتے ہوئے چلے وہ قیامت کے دن اس اندھیری کی طرح ہوگی جس میں چمک

کا کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ (ابن کثیر)

تنبیہ اولیٰ: ۔ بعض عورتیں قبور کی زیارت کے لیے بن ٹھن کر بے پردہ نکلتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان کا اس طرح پری نما بن کر نکلنا شرعاً حرام ناجائز ہے۔ ایسی ہی بے پردہ عورتوں کے بارہ میں فقہاء کرام کا یہ فتویٰ پڑھ لینا ضروری ہے۔ طحطاوی حواشی مراقی میں ہے اور قاضی سے عورتوں کے قبروں کی طرف نکلنے کے جواز کے متعلق پوچھا گیا۔ تو فرمایا اس جیسے امر کے جواز اور فساد کے متعلق نہ پوچھ بلکہ یہ پوچھنا چاہیے کہ اس میں عورت کو کتنی لعنت ملتی ہے۔ اور جاننا چاہیے کہ جس وقت کوئی عورت بے پردہ ہو کر قبرستان کی طرف جانے کا ارادہ کرتی ہے تو وہ اللہ اور اس کے فرشتوں کی لعنت میں ہوتی ہے۔ اور جب وہ گھر سے نکلتی ہے تو شیاطین اس کا احاطہ کر لیتے ہیں اور جب قبر پر اس بے پردگی اور شوخی سے جا پہنچتی ہے تو قبر والے کی روح اس پر لعنت کرتی ہے۔ اور جب واپس ہوتی ہے تو اللہ کی لعنت میں ہوتی ہے۔ ایسا ہی تاتارخانیہ میں ہے اور علامہ عینی شرح بخاری میں فرماتے ہیں کہ حاصل کلام یہ ہے کہ قبور کی زیارت عورتوں کے لیے مکروہ بلکہ اس زمانے میں حرام ہے۔ خصوصاً مصر کی عورتوں کے لیے کیونکہ وہ فساد و فتنہ کی وجہ پر نکلتی ہیں یعنی بے پردہ ہو کر نکلتی اور بے جا حرکتیں کرتی ہی اھ ولہذا اگر کوئی عورت کسی ولی اللہ کی قبر پر جانے کی منت مان لے تو اس پر وہاں جانا لازم ہے۔ مگر ایسے لباس اور انداز میں جائے کے بے پردگی اور بے حیائی پیدا نہ ہو۔

حدیث شانزدہم: ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ جو عورت خاوند کے سوا کسی اور کے لیے سرمہ لگائے خدا اس کا منہ کالا کرے گا۔ اور اس کی قبر کو دوزخ کا گڑھا بنائے گا۔ (تفسیر روح البیان)

حدیث ہفدہم: ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے معراج کی رات دوزخ کی سیر فرماتے ہوئے چند عورتوں کو اس حال میں دیکھا کہ وہ اپنے سر کے بالوں سے لٹکی ہوئی ہیں۔ آپ کو بتایا گیا کہ یہ عورتیں غیر محرموں سے پردہ نہ کرتی تھیں۔ اور اپنا بناؤ سنگار غیروں کو دکھاتی تھیں۔

(بعض رسائل رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ)

حدیث ہژدہم: ۔جب کوئی عورت سامنے سے آئے تو شیطان اس کے سر پر بیٹھ کر اسے دیکھنے والوں کے لیے آراستہ کرتا ہے۔اور جب وہ پیٹھ پھیر کر چلے تو اس کی سرین پر بیٹھ جاتا ہے۔اور اسے دیکھنے والوں کے لئے خوبصورت بناتا ہے۔والعیاذ باللہ تعالیٰ منہ۔

حدیث نوزدہم: سنن ابی داؤد میں حضرت عبداللہ بن بشر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اذا اتیٰ باب قوم لم یستقبل الباب من تلقاء وجهه ولکن من رکنه الایمن او الا یسر ۔حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم جب کسی قوم کے دروازہ پر تشریف لے جاتے تو آپ دروازہ کے سامنے کھڑے نہ ہوتے بلکہ داہنے یا بائیں بازو پر قیام فرما ہو کر السلام علیکم فرماتے۔

مقام غور ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کو خود یہ احتیاط ہے کہ کسی دروازہ پر تشریف لے جائیں تو اس کے دروازہ سے ہٹ کر کھڑے ہوں کہ کہیں سامنے کھڑے ہونے سے نظر مبارک گھر والوں پر نہ پڑے۔ اس میں امت کو حیا اور پردہ کی کیسی ابلغ تعلیم ہے۔

(کتاب اسلام میں عورت کا مقام مؤلفہ مفتی محمد عبداللہ قصوری ص ۴۴)

حدیث بستم: بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت نقل کی ہے ۔۔۔ قدس صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔لعن الله الناظر والمنظور الیه ۔اللہ تعالیٰ غیر محرم عورت کو دیکھنے والے پر اور جس کو دیکھا گیا ہے اس پر لعنت کرے۔(اسلام میں عورت کا مقام ص ۴۳)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غیر محرم عورت کو دیکھنا مرد کے لئے ناجائز اور سبب لعنت ہے اور جو عورتیں بے پردہ رہیں اور ایسا موقع فراہم کریں کہ غیر محرم مردوں کی نگاہیں ان پر پڑیں ان پر بھی اللہ کی لعنت ہے۔یہی وجہ ہے کہ ہمارے فقہاء نے عورت کو اپنا چہرہ غیر محرموں سے چھپانے کا حکم دیا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب وهو الهادی الی الصراط المستقیم۔

(۲۰ جون ۱۹۸۹ء)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اکیسواں مقالہ

بیک وقت تین طلاقیں دینے کا مسئلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد :۔ آج کل علم دین سے بے بہرہ مسلمان معمولی سی بات پر غصے میں آکر اپنی بیوی کو بیک لفظ تین طلاقیں دے دیتے ہیں یا کچہری کے عرائض نویس سے طلاق نامہ لکھواتے ہیں تو وہ خود خاوند کی طرف سے تین طلاقیں لکھ کر اس کے دستخط لے لیتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں اور بدوں حلالہ کے اس خاوند سے نکاح ثانی ناجائز ہوتا ہے۔

پھر یہ خاوند غصہ اترنے پر اپنی اس حرکت پر نادم ہوتا ہے تو بیوی کو اپنے گھر بسانے کی تدابیر سوچنے لگتا ہے۔ بیوی بے چاری بھی ان کے گھر بسنے پر مجبور ہوتی ہے تو مسئلہ علماء حنفیہ سے پوچھا جاتا ہے۔ وہ حلالہ کی فرضیت کا حکم شرع سناتے ہیں تو حلالہ کی تدبیر بنائی جاتی ہے۔ یہ شرعاً مذموم نہیں بلکہ عین حکم شرع کی تعمیل ہے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ رحمۃ الرحمٰن کا درج ذیل فتویٰ ملاحظہ ہو۔

سوال :۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حلالہ مع شرط یعنی اس قصد سے کہ بعد چند روز کے طلاق دے دے تاکہ زوج سابق کے واسطے بعد عدت گزرنے کے حلال ہو جائے ناجائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب :۔ شرائط اور چیز ہے اور قصد اور چیز شرط تو یہ ہے کہ عقد نکاح میں یہ شرط لگا لے یہ ناجائز و گناہ ہے۔ اور حدیث میں ایسے حلالہ کرنے والے پر لعنت آئی ہے۔ اور قصد یہ ہے کہ دل میں اس کا رادہ ہو مگر شرط نہ کی جائے جائز ہے بلکہ اس پر اجر کی امید ہے۔ درمختار میں ہے کرہ التزوج الثانی تحریماً لحدیث لعن اللہ المحلل لہ بشرط التحلیل کتنز وجتک علی ان اطلقک اما اذا اضمر ذلک لا یکرہ وکان الرجل ماجوراً لقصد الا صلاح "(ترجمہ) حلالہ کی شرط پر نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہے کیونکہ رسول اللہ نے حلالہ کی شرط پر نکاح کرنے والے پر لعنت فرمائی ہے اور اس کی مثال یہ ہے کہ نکاح کرنے والا عورت سے کہے میں نے تجھ سے نکاح کیا اس شرط پر کہ میں تجھے طلاق دے دوں گا۔ اور اگر طلاق دینے کا ارادہ دل میں رکھ کر نکاح کرے تو مکروہ نہیں بلکہ اصلاح کا قصد کرنے کی وجہ سے وہ اجر کا حقدار ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد پنجم ص ۲۴۷)

لیکن اس کے بارہ میں ایک صورت یہ بھی دیکھنے میں آتی ہے کہ بیک لفظ تین طلاقیں دینے والا خاوند غیر مقلدین وہابیہ سے فتویٰ حاصل کرتا ہے اور بدوں نکاح جدید عورت سے رجعت کر لیتا ہے۔ چنانچہ اس بارہ میں غیر مقلدین وہابیہ کا ایک فتویٰ ملاحظہ ہو۔

''سوال:۔قریباً چار ماہ پہلے میرے خاوند نے لڑائی جھگڑا کرتے ہوئے ایک شخص کی موجودگی میں ایک ہی سانس میں طلاق طلاق طلاق کہہ کر بڑھک لگائی کہ کام ختم ہوا۔ پھر تھوڑی دیر بعد پریشان ہوا اور معافی مانگنے لگا اور منکر ہو گیا کہ میں نے پتہ نہیں کیا کہہ دیا ہے۔ جبکہ وہ عادۃً جھوٹ بولتا ہے پھر پنچ لوگوں کے کہنے پر اس نے ساٹھ آدمیوں کو کھانا بھی کھلا دیا۔ (ایک سائلہ از سیالکوٹ)

اس سوال کے جواب میں مفتی ثناء اللہ مدنی لکھتا ہے ''جواب:۔تین طلاقیں اکٹھی حنفیہ کے نزدیک مغلظہ ہیں اور رجوع کی گنجائش نہیں رہتی۔ لیکن نصوص صحیحہ کی رو سے راجح مسلک یہ ہے کہ شوہر کو رجوع کا اختیار ہے۔'' (ہفت روزہ الاعتصام لاہور بابت ۴ جولائی ۱۹۹۷ء)

چونکہ حنفی شخص کا غیر مقلدین کے اس فتویٰ کے مطابق حکم حاصل کرنا سراسر باطل ہے۔ اس لئے ہم نے اس مسئلہ کی وضاحت میں یہ مختصر مقالہ لکھنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے ذریعۂ ہدایت بنائے آمین۔

آیتِ حلالہ

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ **فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجاً غیره فان طلقها فلا جناح علیهما ان یترا جعا ان ظنا ان یقیما حدود الله وتلک حدود الله یبیّنها لقوم یعلمون** ۔(پ۲ رکوع ۱۲)(ترجمہ) پھر اگر تیسری طلاق اسے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے پھر وہ دوسرا خاوند اگر طلاق دے دے تو ان دونوں پر گناہ نہیں کہ پھر آپس میں مل جائیں۔ اگر سمجھتے ہیں کہ اللہ کی حدیں نباہیں گے اور یہ اللہ کی حدیں ہیں جنہیں وہ بیان کرتا ہے دانشمندوں کے لئے۔ (کنزالایمان ص ۵۶)

مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں۔ ''اس آیت سے معلوم ہوا کہ حلالہ میں صرف دوسرا نکاح کافی نہیں بلکہ دوسرے خاوند کی صحبت ضروری ہے۔ کیونکہ تنکح کے معنے ہیں صحبت اور لفظ زوجاً سے نکاح ثابت ہوا۔ نیز

معلوم ہوا کہ تین طلاقوں میں حلالہ کے بعد پہلے خاوند سے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اور اگر دوبارہ نکاح ہو تو مرد و عورت دونوں کی رضامندی ضروری ہے۔ اور حلالہ کے بعد جو نکاح ہوگا اس میں خاوند پھر تین طلاقوں کا مالک ہو جائے گا۔ (نور العرفان)

بیک وقت تین طلاقوں کے وقوع پر صحابہ کا اجماع

امام ابوبکر کاشانی لکھتے ہیں۔ رویناعن عمر رضی اللہ عنه انه کان لا یؤتی برجل قد طلق امرأته ثلاثاً الا اوجعه ضرباً واجاز ذلک علیه و کانت قضایاه بمحضر من الصحابة رضی اللہ عنهم اجمعین فیکون اجماعاً منهم علیٰ ذلک۔ ہم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارہ میں یہ روایت بیان کر دی ہے کہ آپ کی خدمت میں جو شخص اس حال میں لایا جاتا کہ اس نے اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاقیں دی ہوتی تھیں تو آپ اسے سزا دیتے تھے اور تینوں طلاقوں کے وقوع کا حکم فرماتے تھے۔ چونکہ آپ کے فیصلے صحابہ کی موجودگی میں صادر ہوتے تھے تو ان پر صحابہ کا اجماع قائم ہو جاتا تھا۔ (بدائع الصنائع جلد سوم ص ۹۶)

اور مفتی عزیز احمد صاحب گڑھی شاہو لاہور اپنے مضمون ''مسئلہ طلاق'' میں لکھتے ہیں۔ ''حنفی مذہب میں تین طلاقیں بیک وقت دی جائیں تو بہر حال تینوں واقع ہو جاتی ہیں اور اس پر چاروں اماموں کا اتفاق ہے بلکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا اس پر اجماع ہو چکا ہے۔ اور اجماع دلیل قطعی ہے۔ اجماع کے خلاف کوئی قول یا کوئی روایت مروی ہو تو اگر اس کا کوئی صحیح محمل ممکن ہو تو اس پر حمل کیا جائے گا ورنہ اجماع کے مقابلہ میں کسی کا قول قابل اعتبار نہ سمجھا جائے گا''۔

(ماہنامہ ''سالک'' راولپنڈی بابت جون ۱۹۵۴ء)

بیک وقت تین طلاقوں کے وقوع پر ائمہ کا اجماع

امام اہل سنت مولانا احمد رضا خان قادری قدس سرہٗ لکھتے ہیں۔ ''ایک بار تین طلاقیں دینے سے نہ صرف نزد حنفیہ بلکہ باجماع مذاہب اربعہ تین طلاقیں مغلظہ ہو جاتی ہیں امام شافعی امام مالک امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم ائمہ متبوعین سے کوئی امام اس باب میں اصلاً مخالف نہیں۔ صورت مستفسرہ میں ہندہ پر تین طلاقیں ہو گئیں۔ ایک ساتھ تین طلاقیں دینا گناہ ہے زید گناہگار ہوا اور عورت اس کے نکاح سے خارج ہوئی کہ اب

بے حلالہ ہرگز اس کے نکاح میں نہیں آسکتی۔ اگر یونہی رجوع کر لیا یا بلا حلالہ نکاح جدید باہم کر لیا تو دونوں مبتلائے حرام کاری ہوں گے اور عمر بھر حرامکاری کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ من یتق اللہ یجعل له مخرجاً (جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لئے راستہ پیدا کر دیتا ہے) اس نے (یعنی تین طلاقیں بیک وقت دینے والے نے) تقویٰ نہ کیا بلکہ خلاف حکم خدا و رسول تین طلاقیں لگا تار دینے کا مرتکب ہوا تو اللہ عزوجل نے اس کے لئے مخرج نہ رکھا۔ اب حلالہ کے سخت تازیانے سے اسے ہرگز مفر نہیں۔ یہاں تک کہ ائمہ دین نے فرمایا کہ اگر قاضی شرع حاکم اسلام ایسے مسئلہ میں ایک طلاق پڑنے کا حکم دے تو وہ حکم باطل مردود ہے۔ وہابیہ غیر مقلدین کے اب اس مسئلہ میں خلاف اٹھا رہے ہیں گمراہ بددین ہیں۔ ان کی تقلید حلال نہیں۔ فتح القدیر میں ہے۔ ذهب جمهور الصحابة و التابعين ومن بعدهم من أئمة المسلمين الیٰ انه يقع ثلاث وفی سنن ابی داؤد عن مجاهد قال كنت عند ابن عباس رضی الله عنهما فجآء رجل فقال انه طلق امرأته ثلاثاً قال فسكت حتی ظننت انه رادها اليه ثم قال يطلق احدكم فيركب الحموقة ثم يقول يا ابن عباس يا ابن عباس فان الله عزوجل قال ومن يتق الله يجعل له مخرجاً عصيت ربك وبانت منك امرأتك۔'' (جمہور صحابہ و تابعین اور ان کے بعد کے ائمۃ المسلمین کا اس بات پر اجماع ہے کہ بیک وقت تین طلاقیں دینے سے تینوں واقع ہوتی ہیں۔ اور اس کی دلیل سنن ابی داؤد کی یہ حدیث ہے کہ مجاہد فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس موجود تھا۔ اس وقت ایک شخص آیا اور اس نے کہا۔ میں نے اپنی عورت کو تین طلاقیں دی ہیں۔ آپ خاموش رہے یہاں تک کہ میں نے گمان کیا کہ آپ اس کی عورت کو اس پر لوٹا دینے والے ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا تم میں سے کوئی ایک شخص طلاق دینے لگتا ہے تو اس پر بے وقوفی سوار ہو جاتی ہے۔ پھر وہ کہتا ہے اے ابن عباس اے ابن عباس بلاشبہ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے اور جو شخص تقویٰ اختیار کرے اس کے لئے وہ مخرج پیدا کر دیتا ہے۔ تو نے (تقویٰ اختیار کرنے کی بجائے) اللہ کی نافرمانی کی اور تیری بیوی تیرے نکاح سے نکل گئی ہے''۔ (فتاوی رضویہ جلد پنجم ص ۴۴۷)

بیک وقت تین طلاقوں کے وقوع کی روایات

مفتی عزیز احمد صاحب نے اپنی مضمون ''مسئلہ طلاق'' میں اس بارہ میں جو دس روایتیں نقل کی ہیں وہ یہاں

پیش کی جاتی ہیں وباللہ التوفیق۔

(۱) مجاہد سے روایت ہے کہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس تھا۔ ایک شخص نے آ کر کہا۔ میں نے اپنی عورت کو تین طلاقیں دے دی ہیں۔ ابن عباس خاموش رہے یہاں تک کہ مجھے گمان ہوا کہ آپ اس کی عورت کو اس کی طرف واپس کر دیں گے یعنی رجوع کرنے کا حکم دیں گے۔ پھر آپ نے فرمایا۔ **ایطلق احدکم فیرکب الحموقة ثم یقول یا ابن عباس یا ابن عباس فان اللہ عزوجل قال ومن یتق اللہ یجعل له مخرجاً عصیت ربک وبانت منک امرأتک**۔ تم میں سے کوئی ایک شخص طلاق دے کر خود حماقت کرتا ہے یعنی ایک کی بجائے یک وقت تین طلاقیں دے دیتا ہے پھر کہتا ہے۔ اے ابن عباس اے ابن عباس بے شک اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے تو وہ اس کے لئے کوئی راستہ نکال دیتا ہے۔ تو نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور تیری عورت تجھ سے بائنہ ہو گئی یعنی تینوں طلاقیں واقع ہو گئیں اور تو گناہگار ہوا۔ (سنن ابی داؤد جلد اول ص ۲۹۹)

(۲) امام مالک تک یہ روایت پہنچی ہے کہ ایک شخص نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا۔ **انی طلقت امرأتی مائة تطلیقة فما تری علی**۔ میں نے اپنی عورت کو ایک سو طلاقیں اکٹھی دے دیں آپ اس کے متعلق کیا فتویٰ دیتے ہیں؟ فرمایا۔ **طلقت منک ثلاثاً وسبع وتسعون اتخذت بها آیات اللہ هزواً**۔ تیری طرف سے تین طلاقیں واقع ہو گئیں اور ستانوے طلاقیں دینے سے تو نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا مذاق اڑایا ہے۔ (مؤطا امام مالک ص ۱۹۹)

(۳) ایک شخص ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا اور اس نے کہا **انی طلقت امرأتی ثمانی تطلیقات**۔ میں نے اپنی عورت کو آٹھ طلاقیں دے دی ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ دیگر صحابہ کرام نے تیرے اس قول کے بارہ میں کیا فتویٰ دیا ہے۔ اس نے کہا انہوں نے فتویٰ دیا ہے کہ تیری عورت تجھ سے بائنہ ہو گئی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ **صدقوا هو مثل مایقولون**۔ انہوں نے ٹھیک فتویٰ دیا ہے یعنی تین طلاقیں ہو گئیں جیسا کہ انہوں نے فتویٰ دیا ہے ویسا ہی ہے۔ (مؤطا امام مالک)

(۴) محمد بن ایاس سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنی عورت کو ہم بستری سے پہلے تین طلاقیں دے دیں۔ پھر اس نے چاہا کہ اس سے دوبارہ نکاح کرے لوگوں سے فتویٰ دریافت کرنے لگا۔ میں اس کے

ساتھ گیا۔ فسئل عبداللہ بن عباس واباھریرۃ ذلک فقالا لانری ان تنکحھا حتی تنکح زوجاً غیرک ۔اس نے ابن عباس اور ابوھریرہ سے مسئلہ پوچھا تو ان دونوں نے فرمایا۔ جب تک وہ عورت کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرے تو اس سے نکاح نہیں کر سکتا۔ (یعنی حلالہ کے بعد نکاح کرے گا) یہ سن کر اس نے کہا میری طرف سے اس کو ایک ہی طلاق کافی تھی۔ کیونکہ وہ مدخول بہا نہ تھی۔ ابن عباس نے فرمایا۔ انک ارسلت من یدک ماکان لک من فضل ۔جو فضل تیرے ہاتھ میں تھا وہ تو نے اپنے ہاتھ سے کھو دیا۔ (سنن ابی داؤد و موطا امام مالک)

(۵) مسند عبدالرزاق میں روایت ہے کہ ایک شخص عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں نے اپنی عورت کو ننانوے طلاقیں دے دیں۔ آپ نے فرمایا ثلاث تبینھا وسائرھن عدوان ۔ تین طلاقوں نے اسے بائنہ بنا دیا ہے اور باقی طلاقیں تیری طرف سے اللہ کی نافرمانی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مغلظہ پر بھی بائنہ کا لفظ بولا جاتا ہے۔

(۶) وکیع نے اعمش سے اور انہوں نے حبیب بن ثابت سے روایت کی کہ ایک شخص حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم کی حدمت میں آیا اور اس نے کہا انی طلقت امراتی الفاً ۔ میں نے اپنی عورت کو ایک ہزار طلاقیں دے دی ہیں۔ فرمایا۔ بانت منک بثلاث واقسم سائرھن علی نسآئک ۔ تین طلاقوں سے تو وہ تجھ سے جدا ہو گئی اور اب باقی طلاقیں تو اپنی اور عورتوں پر تقسیم کر دے۔ (مسند عبدالرزاق)

(۷) وکیع نے معاویہ بن ابی یحیٰ سے روایت کی کہ ایک شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا اور اس نے کہا طلقت امراتی الفاً ۔ میں نے اپنی عورت کو ایک ہزار طلاقیں دے دی ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ بانت منک بثلاث ۔ وہ تجھ سے تین طلاقوں کے ساتھ بائنہ ہو گئی یعنی طلاق مغلظہ اس پر واقع ہو گئی ہے۔ (مسند عبدالرزاق)

(۸) اور مسند عبدالرزاق میں عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے ہے کہ ان کے باپ نے ان کی ماں کو ایک ہزار طلاقیں دے دیں۔ حضرت عبادہ نے اس بارہ میں بارگاہ نبوت سے دریافت کیا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بانت بثلاث فی معصیۃ اللہ تعالیٰ وبقی تسع مائۃ وتسعون عدواناً وظلماً ان شآء عذبہ اللہ وان شآء غفرلہ ۔ وہ تین طلاقوں سے بائنہ ہو گئی ہے۔ اور تیرے باپ

نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے۔ اور باقی نو سونا نوے طلاقیں زیادتی اور ظلم ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو عذاب کرے اور چاہے تو اسے معاف فرمادے۔ (بدائع ص ۹۶ ج ۳)

(۹) دارقطنی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں ایک طلاق دے دی پھر اس کے بعد ہر طہر میں باقی دو طلاقیں دینے کا ارادہ کیا۔ یہ خبر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے فرمایا۔ اے ابن عمر اللہ تعالیٰ نے تجھے اس طرح حکم نہیں دیا یعنی حیض میں طلاق نہیں دینی چاہیے۔ تو نے سنت کے خلاف کیا ہے۔ سنت یہ ہے کہ تو طہر کا انتظار کر پھر ہر طہر میں ایک طلاق دے۔ پھر مجھے حکم فرمایا تو میں نے وہ طلاق واپس لے لی اور فرمایا جب وہ پاک ہو جائے تو اس وقت تو طلاق دے یا نہ دے پھر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ارأیت لو طلقتها ثلاثاً اکان یحل لی ان اراجعها۔ مجھے خبر دیجیے کہ اگر میں اس کو تین طلاقیں دے دیتا یعنی ایک ساتھ تو کیا اس کو واپس کرنا مجھے جائز ہوتا۔ آپ نے فرمایا۔ لا کانت تبین منک و کانت معصیة۔ نہیں وہ بائنہ ہو جاتی یعنی تینوں طلاقیں واقع ہو جاتیں اور تو گنا ہگار ہوتا۔

(۱۰) مؤطا امام مالک میں حضرت عبداللہ بن زبیر اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جو شخص اپنی زوجہ کو تین طلاقیں ایک ساتھ دے دے تو تینوں واقع ہو جاتی ہیں۔ اور امام بیہقی نے حضرت مغیرہ بن شعبہ اور حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہم سے ایسے ہی روایت کی ہے۔

الحمدللہ۔ ان احادیث و آثار سے ثابت ہوا کہ ایک ساتھ تین طلاقیں دینے سے بھی تینوں واقع ہو جاتی ہیں۔

اشکال

مسلم شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول مروی ہے **کان الطلاق علیٰ عهد رسول الله صلے الله علیه وسلم وابی بکر و سنتین من خلافة عمر طلاق الثلاث واحدة فقال عمر بن الخطاب ان الناس قد استعجلوا فی امر کانت لهم فیه اناة فلو امضیناه علیهم فامضاه علیهم** ۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اور حضرت ابوبکر کے عہد

میں اور حضرت عمر کی خلافت کے دو سال میں ایک وقت میں دی ہوئی تین طلاقیں ایک ہی طلاق تھیں۔ پھر عمر بن خطاب نے فرمایا۔ جس امر میں لوگوں کو ڈھیل کی گنجائش تھی اس میں انہوں نے جلدی چاہی ہے تو اگر ہم تین طلاقوں کو نافذ کر دیں تو بہتر ہوگا۔ پھر آپ نے انہیں نافذ فرما دیا۔ (مسلم شریف جلد اول ص ۴۹۷)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیک وقت تین طلاقوں کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تین طلاقیں قرار دیا حالانکہ اس سے پہلے وہ ایک طلاق تھیں۔ اس لئے یہ فیصلہ قابل قبول نہیں ہوگا۔ اس کے جواب میں امام نووی لکھتے ہیں۔ فاختلف العلماء فی جوابه وتاويله فالاصح ان معناه انه كان فی اول الامر اذا قال لها انت طالق انت طالق انت طالق ولم ينو تاكيداً ولا استنافاً يحكم بوقوع طلقة لقلة ارادتهم الاستيناف بذلک فحمل علی الغالب الذی هو ارادة التاكيد فلما كان فی زمن عمر رضی الله عنه وكثر استعمال الناس بهذه الصيغة وغلب منهم ارادة الاستيناف بها حملت عندالاطلاق علی الثلاث عملاً بالغالب السابق الی الفهم منها فی ذلک العصر۔ یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک جب طلاق یوں دی جاتی تھی انت طالق انت طالق انت طالق (تجھے طلاق ہے۔ تجھے طلاق ہے۔ تجھے طلاق ہے) تو پہلے جملہ سے طلاق کا ارادہ کرتے تھے اور دوسرے دو جملے اسی ایک طلاق کی تاکید کے طور پر بولتے تھے لہذا تین جملوں سے ایک رجعی طلاق کی نیت ہوتی تھی اس لئے ایک ہی طلاق کے واقع ہونے کا حکم دیا جاتا تھا۔ پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لوگوں کی یہ عادت بدلی اور وہ تینوں جملوں سے ایقاع طلاق کی نیت کرنے لگ گئے تو آپ نے تین طلاقوں کے وقوع کا حکم صادر فرما دیا۔ (شرح مسلم شریف جلد اول ص ۴۹۸)

الحمدللہ۔ اس شرح سے مسئلہ واضح ہو گیا۔ غیر مقلدین وہابیہ جو اس حدیث سے استدلال کرتے اور بیک وقت تین طلاقوں کو ایک رجعی طلاق قرار دیتے ہیں باطل ہے۔ جب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر فقیہ صحابی نے لوگوں کے عرف کی تبدیلی کی وجہ سے بیک صیغہ تین طلاقوں کو تین طلاقیں قرار دیا اور صحابہ کا اس حکم پر اجماع بھی قائم ہو گیا تو پھر کسی کو اس کی خلاف ورزی کا کیا حق حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق بخشے اور اس پر عمل کی توفیق بخشے آمین بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم۔

فتویٰ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارہ میں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو روبرو گواہان تین طلاقیں بیک وقت دے دیں تو کیا یہ تینوں طلاقیں واقع ہو گئیں یا نہیں؟ کیا تین طلاقیں دینے کے بعد شرعاً رجوع ہو سکتا ہے؟ بینوا توجروا۔ (السائل حاجی برکت علی لاہور)

الجواب وھوالموفق للصواب:

صورتِ مسئولہ میں شرعاً اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک تین طلاقیں تین ہی واقع ہوئی ہیں۔ ائمہ اربعہ مجتہدین کرام امام اعظم ابوحنیفہ، امام شافعی۔ امام مالک اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا مسلک اور مذہب مہذب یہی ہے کہ تین طلاقیں تین ہی واقع ہوتی ہیں۔ نصِ قرآنیہ، احادیثِ مصطفویہ، اقوال ائمہ اربعہ، اجماع امت اور سوادِ اعظم سے یہی ثابت اور واضح ہے۔

علامہ بدرالدین عینی شارح بخاری حنفی المذہب عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری میں فرماتے ہیں

مذھب جماھیر العلماء من التابعین ومن بعدھم منھم الاوزاعی والنخعی والثوری وابوحنیفہ. واصحابہ ومالک واصحابہ والشافعی واصحابہ واحمد واصحابہ واسحاق وابوثور وابو عبید وآخرون کثیرون علی ان من طلق امراتہٗ ثلاثاً وقعن لکنہ یاثم وقالوا من خالف فیہ فھو شاذ مخالف لاھل السنۃ وانما تعلق بہ اھل البدع۔ یعنی تمام اہل سنت کا اتفاق ہے کہ تین طلاقیں بیک وقت تین ہی واقع ہوتی ہیں اگرچہ گناہگار ہوگا۔ اور تمام ائمہ و فقہاء وعلماء ملت نے فرمایا جو اس سے خلاف کرے وہ شاذ ہے اور اہل سنت کا مخالف ہے اور بدعتی ہے۔ لہٰذا تین طلاقیں دینے کے بعد خاوند واپسی اور رجوع کا شرعاً مطلق کوئی حق نہیں رکھتا اور تین طلاقیں دینے کے بعد رجوع کرنا شرعاً باطل ہے۔ ھذا ماعندی واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب ومنہ البدایۃ والیہ النہایۃ فقیر ابوالعلاء محمد عبداللہ قادری اشرفی رضوی خادم الحدیث والافتاء وناظم دارالعلوم حنفیہ قصور۔ پاکستان۔ (طلاق ثلاثہ ص ۵)

(۱۰ شعبان المعظم ۱۴۲۸ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بائیسواں مقالہ

حقوقِ اولاد

(احادیث کی روشنی میں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد :- والدین پر اولاد کے کتنے اور کون کونسے حقوق عندالشرع فرض ہیں اس بارہ میں تفصیلاً لکھنے کے لئے ایک ضخیم کتاب ترتیب دینے کی ضرورت ہے۔ چونکہ ہمارا یہ مقالہ "حقوقِ اولاد (احادیث کی روشنی میں)" اختصار کا متقاضی ہے اس لئے ہم نے اس میں اختصار سے کام لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سعی کو شرفِ قبولیت بخشے اور ذریعۂ ہدایت بنائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم۔

آیت کریمہ

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ یٰایھا الذین امنوا قوآ انفسکم واھلیکم ناراً وقودھا الناس والحجارۃ علیھا ملآئکۃ غلاظ شداد لا یعصون اللہ مآ امرھم ویفعلون ما یؤمرون ۔ اے ایمان والو! اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ اس پر سخت کرّے (طاقتور) فرشتے مقرر ہیں۔ جو اللہ کا حکم نہیں ٹالتے اور جو انہیں حکم ہو وہی کرتے ہیں۔ (پ ۲۸ رکوع ۱۹)

مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ اے ایمان والو! اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو (آخرت کی) آگ سے بچاؤ اس طرح سے کہ خود بھی نیک رہو اور اپنے بیوی بچوں کو بھی نیک بننے کی ہدایت کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ بیوی بھی اہل میں داخل ہے۔ (نورالعرفان)

اہل وعیال کی اصلاح کی فضیلت

مندرجہ بالا آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ مسلمان پر اس کے اہل وعیال کا سب سے بڑا حق یہی ہے کہ وہ ان کو نیکی کا امر کرے، برائی سے منع کرے، نیک کاموں کا عادی بنائے اور برے کاموں سے متنفر کرے یعنی نیک بنا کر مستحق جنت بنائے اور دوزخ کی آگ سے بچائے۔ اس مضمون سے متعلقہ چند احادیث کریمہ تحریراً نقل کی جاتی ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

احادیث مبارکہ

(۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ خبردار تم میں سے ہر ایک چرواہا ہے اور تم میں سے ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارہ میں سوال کیا جائے گا۔ سو لوگوں پر بادشاہی کرنے والا چرواہا ہے اور وہ اپنی رعیت کے بارہ میں پوچھا جائے گا۔ والرجل راع علی اهل بیته وهو مسئول عن رعیته۔ اور مرد اپنے گھر والوں کا چرواہا ہے اور وہ اپنی رعیت کے بارہ میں پوچھا جائے گا۔ والمرأة راعیة علی بیت زوجها وولده وهی مسئولة عنهم۔ اور عورت اپنے خاوند کے گھر اور اس کی اولاد پر چرواہا ہے اور وہ ان کے بارہ میں پوچھی جائے گی۔ الا فکلکم راع وکلکم مسئول عن رعیته۔ خبردار۔ سو تم میں سے ہر ایک چرواہا ہے اور تم میں سے ہر ایک اپنی رعیت کے بارہ میں پوچھا جائے گا۔

(مشکوٰۃ شریف کتاب الامارۃ فی اطاعۃ الامیر ص ۳۲۸ ج ۲)

(۲) حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لان یؤدب الرجل ولده خیراً له من ان یتصدق بصاع۔ آدمی کا اپنی اولاد کو کوئی ایک ادب سکھانا کوئی شئے ایک صاع صدقہ کرنے سے بہتر ہے۔ رواہ الترمذی۔ (مشکوٰۃ ص ۴۲۳ ج ۲)

(۳) حضرت ایوب بن موسیٰ اپنے دادا سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مانحل والد ولده من نحل افضل من ادب حسن۔ کسی باپ نے اپنی اولاد کو اچھے اخلاق کا تحفہ دینے سے زیادہ کوئی اچھا تحفہ نہیں دیا۔ رواہ الترمذی والبیہقی فی شعب الایمان۔

(مشکوٰۃ ص ۴۲۳ ج ۲)

(۴) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ من عال ثلاث بنات اومثلهن من الاخوات فادبهن ورحمهن حتی یغنیهن الله اوجب الله له الجنة۔ جو شخص تین بیٹیاں یا ان کی تعداد جتنی بہنیں اپنی کفالت میں لے پھر ان کو ادب سکھائے اور ان پر رحم کرے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کو اس سے غنی کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت لازم کر

دیتا ہے۔ پھر ایک شخص نے عرض کیا۔ یارسول اللہ دو بیٹوں کے بارہ میں کیا ارشاد ہے؟ فرمایا۔ یا دو بیٹیاں۔ یہاں تک کہ اگر لوگ ایک بیٹی کے بارہ میں بھی پوچھتے تو آپ فرماتے یا ایک بیٹی۔

(مشکوٰۃ شریف جلد دوم ص ۱۳۶)

(۵) اور انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس شخص کی ایک بچی ہو پھر وہ اسے زندہ درگور نہ کرے اور نہ اس کی توہین کرے اور نہ اس پر اپنے بیٹوں کو ترجیح دے تو اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا۔ رواہ ابوداؤد۔ (مشکوٰۃ ص ۱۳۶ ج ۲)

(۶) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ من ابتلی من هذه البنات بشئی فاحسن الیهن کن له ستراً من النار۔ جو شخص بیٹیوں میں سے کسی شئے کے ساتھ آزمائش میں ڈالا گیا پھر اس نے ان سے اچھا سلوک کیا تو وہ اس کے لئے دوزخ سے پردہ ہوں گی۔ رواہ احمد والنسائی والبخاری ومسلم وصحه السیوطی۔ (جامع صغیر ص ۱۵۹ ج ۲)

۷۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ ایک عورت اپنی دو بچیوں کے ہمراہ میرے پاس آئی اور اس نے مجھ سے سوال کیا میرے پاس ایک کھجور کے سوا کچھ نہ تھا تو میں نے وہی کھجور اسے دے دی۔ اس نے وہ کھجور لے کر اس کے دو حصے کیے اور وہ اپنی بچیوں میں بانٹ دیئے اور خود کچھ بھی نہ کھایا پھر اٹھی اور نکل گئی اتنے میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے یہ بات آپ سے عرض کی۔ فرمایا۔ من ابتلی من هذه البنات بشئی فاحسن الیهن کن له ستراً من النار۔ جو شخص ان بچیوں میں سے کسی شئے کے ساتھ آزمایا گیا پھر اس نے ان سے اچھا سلوک کیا تو وہ اس کے لئے دوزخ سے پردہ ہوں گی۔ (مشکوٰۃ ص ۱۳۴ ج ۲)

(۷) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص دو بچیوں کی کفالت کرے یہاں تک کہ وہ بلوغت کو پہنچ جائیں تو قیامت کے دن وہ اس حال میں آئے گا کہ میں اور وہ اس طرح ہوں گے اور آپ نے اپنی دو انگلیوں کو ملایا۔

(۸) اور حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ الا ادلکم علی افضل الصدقة ابنتک مردودة الیک لیس لها کاسب غیرک۔ کیا میں

تمہیں بہترین صدقہ نہ بتاؤں؟ (بہترین صدقہ) تیری وہ بیٹی ہے جو تجھ پر لوٹائی گئی ہے اس حال میں کہ اس کے لئے تیرے سوا کوئی کمانے والا نہیں ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۱۳۷ ج ۲)

(۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب انسان مر جائے تو اس کا عمل اس سے منقطع ہو جاتا ہے سوائے صدقہ جاریہ کے یا نفع بخش علم کے یا نیک اولاد کے جو اس کے لئے دعا کرے۔ رواہ مسلم۔ (مشکوٰۃ ص ۳۰ ج ۱)

(۱۰) اور انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بلاشبہ مومن کو اس کی موت کے بعد اس کے عمل اور نیکیوں میں سے جو کچھ ملتا ہے وہ اس کا وہ علم ہے جو اس نے سکھایا اور پھیلایا اور وہ اس کی نیک اولاد ہے جو اس نے اپنے پیچھے چھوڑی یا قرآن کا وہ نسخہ ہے جسے اس نے اپنا ورثہ بنایا یا وہ مسجد ہے جو اس نے بنوائی یا وہ مسافر خانہ ہے جو اس نے بنوایا یا وہ نہر ہے جو اس نے کھودائی یا وہ صدقہ ہے جو اس نے اپنے مال سے اپنی صحت اور زندگی میں نکالا۔ یہ (سب چیزیں) اس کی موت کے بعد اس سے ملاقات کرتی ہیں۔ رواہ ابن ماجہ والبیہقی فی شعب الایمان۔ (مشکوٰۃ ص ۳۳ ج ۱)

(۱۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ **خیر الصدقة ما کان عن ظهر غنی وابدأ بمن تعول** ۔ بہترین صدقہ وہ ہے جو اپنی ضروریات سے بچی ہوئی چیز کا ہو اور ان لوگوں پر صدقہ کرنے میں ابتدا کر جو تیری عیال میں ہیں۔ (مشکوٰۃ ص ۱۵۳ ج ۱)

(۱۲) ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ایک دینار وہ ہے جو تو اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے۔ اور ایک دینار وہ ہے جسے تو غلام آزاد کرانے میں خرچ کرتا ہے۔ اور ایک دینار وہ ہے جو تو مسکین پر خرچ کرتا ہے۔ اور ایک دینار وہ ہے جسے تو اپنے اہل پر خرچ کرتا ہے۔ **اعظمها اجراً الذی انفقتہ علی اهلک** تو ان میں سب سے زیادہ ثواب والا وہ دینار ہے جسے تو اپنی اہل پر خرچ کرے۔ رواہ مسلم۔ (مشکوٰۃ ص ۱۵۳ ج ۱)

(۱۳) حضرت ام سلمہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ یا رسول اللہ۔ کیا میرے لئے ثواب ہے اگر میں ابو سلمہ کے بیٹوں پر خرچ کروں حالانکہ وہ میرے بھی بیٹے ہیں۔ فرمایا۔ **انفقی علیهم فلک اجر ما انفقت علیهم** ۔ ان پر خرچ کر۔ تُو جو کچھ ان پر خرچ کرے گی اس کا ثواب تیرے لئے

ہے۔ متفق علیہ۔ (مشکوٰۃ ص ۱۵۳ ج ۱)

(۱۵) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ مروا اولادکم بالصلوٰۃ وھم ابنآء سبع سنین. واضربوھم علی ترکھا وھم ابنآء عشر سنین وفرقوا بینھم فی المضاجع ۔ اپنی اولاد کو نماز پڑھنے کا حکم کرو جب وہ سات سال کی ہو جائے اور اسے نماز کے ترک کرنے پر مارو جب وہ دس سال کی ہو جائے اور ان کے درمیان بستروں کی جدائی رکھو۔ (نزھۃ الناظرین ص ۱۷۶)

(۱۶) اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بچہ کا عقیقہ ساتویں دن کیا جائے اور اس کا نام رکھا جائے اور اس کے سر کے بال مونڈھے جائیں۔ پھر جب وہ چھ سال کا ہو جائے تو اسے اسلامی آداب سکھائے جائیں پھر جب وہ نو برس کی عمر کو پہنچ جائے تو اس کا بستر الگ کر دیا جائے پھر جب وہ تیرہ برس کا ہو جائے تو اسے نماز ترک کرنے پر مارا جائے پھر جب وہ سولہ برس کا ہو جائے تو اس کا باپ اس کا نکاح کرا دے۔ ثم اخذ بیدہ وقال قد ادبتک وانکحتک اعوذ باللہ من فتنتک فی الدنیا و عذابک فی الآخرۃ ۔ پھر وہ اپنے بیٹے کا ہاتھ پکڑ کر کہے میں نے تجھے اسلامی آداب سکھائے ہین اور تیرا نکاح کرا دیا ہے تو اب میں دنیا مین تیرے فتنے سے اور آخرت میں تیرے عذاب سے اللہ کے پاس پناہ پکڑتا ہوں۔

(نزھۃ الناظرین ص ۱۷۶) (مکاشفۃ القلوب ص ۲۷۸)

(۱۷) اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ باپ پر اولاد کا حق یہ ہے کہ وہ ان کو ادب سکھائے اور ان کا نام اچھا رکھے۔ (نزھۃ الناظرین ص ۱۷۶)

(۸) امام ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ باپ پر اولاد کے تین حق ہیں۔ ایک یہ کہ وہ اُس کا نام اچھا رکھے۔ دوسرا یہ کہ جب وہ سن شعور کو پہنچے تو اسے کتاب اللہ کی تعلیم دے اور تیسرا یہ کہ جب وہ سن بلوغ کو پہنچے تو اُس کا نکاح کرا دے۔

(نزھۃ الناظرین ص ۷۶)

(۱۹) اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ رحم اللہ والدا اعان ولدہ علیٰ برہ ۔ اللہ اس باپ پر رحم فرمائے جس نے اپنے بیٹے کے فرمانبردار بننے پر اُس کی مدد کی ای لم یحملہ علی العقوق بسوء عملہ ۔ یعنی اس نے اپنے برے عمل سے اسے نافرمانی پر آمادہ نہیں کیا۔ (مکاشفۃ القلوب ص ۲۷۷)

(۲۰)اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ہر بچہ یا بچی عقیقہ میں محبوس ہوتا ہے۔ اس کی طرف سے ساتویں دن جانور ذبح کر دیا جائے۔ اور اس کا سر مونڈھ دیا جائے۔ (مکاشفۃ القلوب ص ۲۷۸)

(۲۱)اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اتقوا واعدلوا بین اولادکم۔ اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان عدل اختیار کرو۔ (نزہۃ الناظرین ص ۱۷۶)

(۲۲)اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تدعون یوم القیامۃ باسماء کم واسمآء آبـاء کم فاحسنوا اسمآء کم۔ تم قیامت کے روز اپنے ناموں اور اپنے باپوں کے ناموں سے پکارے جاؤ گے سو تم (اپنی اولاد کے) نام اچھے رکھو۔ (نزہۃ الناظرین ص ۱۷۶)

(۲۳)حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب حضرت فاطمہ کے شکم سے حسن بن علی پیدا ہوئے تو آپ نے ان کے کان میں آذان دی۔ رواہ الترمذی وابوداؤد۔ (مشکوٰۃ باب العقیقۃ ص ۸۵ ج ۲)

(۲۴)حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ من ولد لہ ولد فاذن فی اذنہ الیمنیٰ واقام فی اذنہ الیسریٰ لم تضرہ ام الصبیان۔ جس کسی کے ہاں بچہ پیدا ہوا اور وہ اس کے دائیں کان میں آذان اور اس کے بائیں کان میں اقامت کہے تو ام الصبیان کی بیماری اسے (اس بچے کو) نقصان نہ دے گی۔ رواہ ابو یعلیٰ وضعفہ السیوطی۔

(جامع صغیر جلد دوم ص ۱۸۳)

(۲۵)حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ من ولدلہ ثلاثۃ اولاد فلم یسم احدھم محمداً فقد جھل۔ جس کے ہاں تین بچے پیدا ہوئے اور وہ ان میں سے کسی ایک کا بھی نام محمد نہ رکھے تو اس نے جہالت سے کام لیا ہے رواہ الطبرانی وابن عدی وضعفہ السیوطی۔ (جامع صغیر ص ۱۸۳ ج ۲)

(۲۶)حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے گھر میں ایک بچہ پیدا ہوا تو میں اسے لے کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا۔ آپ نے اس کا نام ابراہیم رکھا اور اس کے لئے دعائے برکت فرمائی اور چھوہارا چبا کر اس کے تالو میں لگایا پھر بچہ میرے سپرد کر دیا۔ (بخاری ص ۸۲۱ ج ۲)

(۲۷) ابو وھب الجشمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم انبیآء کے ناموں پر نام رکھو اور خدا تعالیٰ کو سب سے محبوب نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں۔ اور زیادہ سچے نام حارث اور ھمام ہیں اور زیادہ برے نام حرب اور مرہ ہیں رواہ ابوداؤد۔ (مشکوٰۃ ص۴۲۱ ج ۲)

(۲۸) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ اذا سمیتم الولد محمداً فاکرموہ واوسعوالہ فی المجلس ولا تقبحوا لہ وجھاً۔ جب تم بچے کا نام محمد رکھو تو اس کا ادب کرو اور مجلس میں اس کے لئے جگہ کشادہ کرو اور اس کے منہ پر نہ مارو۔ رواہ الخطیب فی التاریخ وضعفہ السیوطی۔ (جامع صغیر جلد اول ص ۲۹)

(۲۹) حضرت ام کرز رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا عن الغلام شاتان وعن الجاریۃ شاۃ ولا یضرکم ذکراناً کن اواناثاً۔ (عقیقہ میں) لڑکے کی طرف سے دو بکریاں ہیں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری۔ اور ان کا نر یا مادہ ہونا تمہیں کوئی نقصان نہ دے گا۔ رواہ ابوداؤد والترمذی والنسائی وھذا حدیث صحیح۔ (مشکوٰۃ شریف جلد دوم ص ۸۶)

(۳۰) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اذا افصح الولد فلیعلمہ لاالہ الا اللہ۔ جب بچہ بولنا شروع کرے تو اسے لاالہ الا اللہ سکھاؤ۔ (حصن حصین ص ۱۲۱)

(۳۱) حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ما من مولود الا یولد علی الفطرۃ فابواہ یھودانہ وینصرانہ اویمجسانہ کما تنتج البھیمۃ بھیمۃً جمعآء فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا لاتبدیل لخلق اللہ ذلک الدین القیم۔ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے والدین اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں جیسا کہ چوپایہ کامل الخلقت چوپایہ کو جنتا ہے۔ اللہ کی فطرت ہے جس پر اس نے انسانوں کو پیدا کیا۔ اللہ کی فطرت میں کوئی تبدیلی نہیں۔ یہی مضبوط دین ہے۔ رواہ البخاری ومسلم۔ (مشکوٰۃ شریف جلد اول ص ۱۹)

(۳۲) حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا مانگی اللھم من آمن بی وصدقنی وعلم ان ماجئت بہ ھو الحق من عندک فاقلل مالہ وولدہ وحبب الیہ لقآئک وعجل لہ القضاء ومن لم یؤمن لی ولم یصدقنی ولم یعلم ان ماجئت بہ

هو الحق من عندک فاکثر ماله وولده واطل عمره۔ اے اللہ جو شخص مجھ پر ایمان لائے اور میری تصدیق کرے اور میں جو کچھ لے کر مبعوث ہوا ہوں اسے حق جانے اس کے مال کو اور اس کی اولاد کو کم کر اور اس کے لئے اپنی ملاقات محبوب بنا اور اس کو جلدی موت دے اور جو شخص مجھ پر ایمان نہ لائے اور میری تصدیق نہ کرے اور میں جو کچھ لے کر مبعوث ہوا ہوں اسے حق نہ جانے اس کے مال کو اور اس کی اولاد کو زیادہ کر اور اس کی عمر لمبی کر دے۔ رواہ الطبرانی۔ (جامع صغیر ص ۵۹ ج ۱)

(۳۳) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہ صلے الله علیه وسلم ختنهما بسعة ایام۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حسنین کا ختنہ ساتویں دن کرایا۔

(جمع الفوائد جلد اول ص ۲۱) (اسلام کا نظام تربیت ص ۶۸)

(۳۴) اور حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اپنی اولاد کو ان تین چیزوں کی تعلیم دو اپنے نبی کی محبت، اپنے نبی کی آل کی محبت اور قرآن وحدیث کی تلاوت۔ (صواعق محرقہ ص ۱۷۳)

(۳۵) اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ لاتنزلوا النسآء الغرف ولا تعلموهن الکتابة وعلموهن الغزل و سورة النور۔ عورتوں کو بالا خانوں میں نہ ٹھہراؤ اور انہیں لکھنا نہ سکھاؤ اور انہیں چرخہ کاتنا اور سورۂ نور پڑھنا سکھاؤ۔ اخرجہ ابو عبداللہ بن السبع فی صحیحہ۔ (تفسیر خازن جلد پنجم ص ۹۲)

(۳۶) اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ علموا ابنآء کم السباحة والرمی والمرأة المغزل۔ اپنے بیٹوں کو تیرنا اور تیر چلانا اور بیٹیوں کو چرخہ کاتنا سکھاؤ رواہ البیہقی فی الشعب۔

(جامع صغیر ج ۲ ص ۶۱)

الحمد للہ ہم نے حقوق اولاد کے بارہ میں ۳۶ احادیث مبارکہ تبرکاً نقل کر دی ہیں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی قسم کی حدیثوں کے مضامین سے اولاد کے جو جملہ حقوق اپنی کتاب مشعلۃ الارشاد الی حقوق الاولاد میں بیان کر دیئے ہیں۔ ان میں سے چیدہ چیدہ پیش کیے جاتے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

"اولاد کے پیدا ہونے سے پہلے اولاد کا حق یہ ہے کہ اپنا نکاح رذیل و مذہب نا آشنا لوگوں میں نہ کرے۔

جماع کی ابتداء بسم اللہ سے کرے۔ بچہ پیدا ہو تو اس کے سیدھے کان میں آذان اور بائیں کان میں تکبیر کہے۔ چھوہارہ وغیرہ میٹھی چیز چبا کر اس کے منہ میں ڈالے۔ ساتویں روز یا پھر جب ممکن ہو عقیقہ کرے۔ سر کے بال اتروائے۔ بالوں کے برابر چاندی تول کر خیرات کرے۔ سر پر زعفران لگائے۔ اسلامی نام رکھے۔ ماں خود دو سال تک دودھ پلائے یا کوئی صالحہ خاتون دودھ پلائے۔ بچہ کو پاک کمائی سے پاک روزی کھلائے۔ خدا کی ان نعمتوں کے ساتھ مہر ولطف کا برتاؤ کرے۔ اور انہیں محبت و پیار کرے۔ شرعی حدوں کے اندر ان کی دلجوئی کرتا رہے۔ بہلانے کے لئے جھوٹا وعدہ نہ کرے۔ چند بچے ہوں تو جو چیز دے سب کو برابر دے۔ زبان کھلتے ہی سب سے پہلے اللہ اللہ اور پھر لا الہ الا اللہ پھر پورا کلمہ طیبہ سکھائے۔ جب بچہ کو تمیز آنے لگے تو ادب سکھائے۔ کھانے پینے ہنسنے بولنے اٹھنے بیٹھنے چلنے پھرنے۔ حیاء۔ لحاظ۔ بزرگوں کی تعظیم ماں باپ اور استاد کا ادب بتائے اور دختر کو شوہر کی اطاعت کے طریقے اور آداب بتائے۔ قرآن مجید پڑھائے۔ استاد نیک صالح متقی سن رسیدہ کے سپرد کرے اور دختر کو نیک پارسا عورت سے پڑھائے۔ بعد ختم قرآن ہمیشہ تلاوت کی تاکید رکھے۔ عقائد اسلام وسنت سکھائے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت و تعظیم ان کے دل میں ڈالے۔ سات برس کی عمر میں نماز کی زبانی تاکید شروع کر دے۔ علم دین خصوصاً وضو، غسل، نماز روزہ کے مسائل توکل قناعت وغیرہ خوبیوں کے فضائل اور حرص وطمع وغیرہ رذائل سمجھائے۔ پڑھانے سکھانے میں رفق ونرمی ملحوظ رکھے۔ موقع پر چشم نمائی تنبیہ تہدید کرے مگر کوسے نہیں۔ زنہار زنہار بری صحبت میں نہ بیٹھنے دے۔ فحش باتوں، بری کتابوں اور برے ماحول سے بچائے۔ جب دس برس کا ہو نماز مار مار کر پڑھائے۔ اس عمر سے اپنے یا کسی کے ساتھ نہ سلائے۔ جدا پلنگ پر سلائے۔ جب جوان ہو شادی کر دے۔ اب جو کام ایسا کہنا ہو جس میں نافرمانی کا احتمال ہو اسے حکم کے طور پر نہ کہے بلکہ رفق ونرمی سے بطور مشورہ کہے۔ اسے میراث سے محروم نہ کرے جیسے کچھ لوگ اپنی کل جائیداد کسی غیر کو دے دیتے ہیں''۔ اھ ملتقطاً۔

الحمد للہ۔ یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا ہے۔ اس سے حقوق اولاد پر بقدر کفایت روشنی پڑ گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو ان حقوق کی ادیگی کی توفیق بخشے آمین بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم۔

(۲۴ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۵ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تئیسواں مقالہ

بعض اولاد کو لاوارث کرنے کی شرعی حیثیت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد والہٖ واصحابہٖ اجمعین

اما بعد۔ آج کل اکثر یوں ہوتا ہے کہ باپ اپنی زندگی میں اپنی بیٹیوں کو اپنی جائیداد سے لاتعلق بنانے کی سعی کرتے ہیں تاکہ ان کے مرنے کے بعد ان کی جائیداد کا کچھ حصہ ان بیٹیوں کی وساطت سے دوسرے خاندان کے لوگوں کے ہاتھوں تک نہ پہنچ پائے اور بعض نادان تو یہ سمجھتے ہیں کہ شادی کے وقت جو جہیز دیا جاتا ہے اس سے بیٹیوں کے جائیداد میں حصہ کی ادائیگی ہو جاتی ہے حالانکہ یہ خیال قطعاً غلط ہے کیونکہ اس جاہلانہ طریقہ سے بیٹیوں کی حق تلفی ہوتی ہے جو شرعاً ناجائز ہے اس بری رسم کو روکنے کے لئے ہم نے ایک استفتاء علمائے دین کی خدمت میں بھیج کر فتاویٰ حاصل کیے ہیں۔ جنہیں اس مقالہ میں شائع کرانے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسے ذریعۂ ہدایت بنائے آمین۔

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ ایک شخص نے اپنی زندگی اور صحت وتندرستی میں اپنی تین بیٹیوں کو اپنی جملہ منقولہ وغیر منقولہ جائیداد سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے لاتعلق کر کے ان تینوں کا حصہ اور اپنی زندہ بیوی کا حصہ اور خود اپنا حصہ اپنے دو بیٹوں کے نام ہبہ کر دیا ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا شخص مذکور کا یہ فعل شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کے لاتعلق کر دینے سے اس کی بیٹیوں کا حصہ ختم ہو گیا ہے یا نہیں؟ جواب باصواب سے جلد نوازا جائے۔ (السائل ابوالکرم احمد حسین قاسم الحیدری۔ سہنسہ۔ آزاد کشمیر)

جامعہ شیخ الاسلام رضویہ جھنگ کا جواب

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً اما بعد اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ترکے کے سہام (حصے) مقرر فرمائے ہیں۔ اور فرمایا **لاتدرون ایھم اقرب لکم نفعاً ط فریضۃ من اللہ ان اللہ کان علیماً حکیماً.** (پ۴ رکوع ۱۲)

تم کیا جانو کہ ان میں کون تمہارے زیادہ کام آئے گا۔ یہ حصہ باندھا ہوا ہے اللہ کی طرف سے بے شک اللہ علم و حکمت والا ہے۔ (کنزالایمان) اسی رکوع کے آخر میں فرمایا ومن یطع اللہ ورسولہ یدخلہ جنات

تجری من تحتها الانهار خلدین فیھا ط وذالک الفوز العظیم ہ ومن یعص اللہ ورسولہٗ ویتعد حدودہٗ یدخلہ ناراً خالداً فیھاً ط ولہٗ عذاب" مھین" (پ۴ رکوع ۱۳) اور جو حکم مانے اللہ اور اس کے رسول کا اللہ اسے باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہیں۔ ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہی ہے بڑی کامیابی اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اس کی کل حدود سے بڑھ جائے اللہ اسے آگ میں داخل کرے گا جس میں ہمیشہ رہے گا اور اس کے لیے خواری کا عذاب ہے۔ (کنزالایمان)

اور فرمایا ان اللہ یامر بالعدل والاحسان۔ بلاشبہ اللہ عدل واحسان کا حکم دیتا ہے اور حدیث شریف میں ہے واعدلوا فی اولادکم. اپنی اولاد میں برابری رکھو کسی کی طرف بالاختیار جھکاؤ نہ ہو جو احکام شرعیہ کے مخالف ہو۔ برصغیر پاک وہند میں کافر انگریز کے آنے سے ایک لعنت ہمارے ملک میں یہ بھی رائج ہوئی اور رؤساء اور لینڈ لارڈ سرمایہ داروں نے قرآن مجید پر رواج کو ترجیح دی اور قرآن پاک کو پس پشت ڈال کر برطانوی اور ہندی مشرکین کے رواج کو فروغ دیتے رہے اب جبکہ قانون وراثت شریعت مطہرہ کے مطابق پاس ہوا تو اس میں حیلوں بہانوں سے اسی رواج کو ترجیح دی جاتی ہے۔ کہیں بیٹیوں اور بہنوں سے بیان دلوا کر ان کی حق تلفی کی جاتی ہے اور کہیں ہبہ کا ڈھونگ رچا کر ان کو نقصان پہنچایا جاتا ہے۔ یہ سب مغربی بے راہ روی کی ایک کڑی ہے اس کے جواب میں بعض آئمہ کا فتویٰ تو یہ ہے کہ بعض اولاد کو محروم رکھ کر جائیداد منقولہ وغیر منقولہ سے ان کو ضرر پہنچانا حرام ہے اور بعض کے نزدیک مکروہ ہے۔

حدیث شریف جو بخاری و مسلم دونوں میں ہے صرف مسلم شریف کی عبارت نقل کیے دیتے ہیں۔ عن حمیدبن عبدالرحمن وعن محمدبن نعمان بن بشیر یحدثان عن نعمان بن بشیر انہ قال ان اباہ اتیٰ رسول اللہ صلی علیہ وسلم فقال انی نحلت ابنی ھذا غلاماً کان لی فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اکل ولدک نحلتہ مثل ھذا فقال لافقال فارجعہ اور دوسری روایت میں ہے فارددہ اور تیسری روایت میں ہے جس کو امام نووی نے ذکر کیا وقال لہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم افعلت ھذا لولدک کلھم قال لاقال اتقوااللہ واعدلوابین اولادکم قال فرجع ابی وردت الصدقہ وفی روایۃ فلا تشھدنی اذاً فانی لااشھد علی جوروفی روایۃ لاتشھدنی علیٰ جوروفی روایۃ فاشھد علیٰ ھذا غیری وفی روایۃ فلیس یصلح ھذا فانی لااشھد الاعلیٰ حق۔ (مسلم شریف ص ۳۵ جلد دوم)

حمید بن عبدالرحمٰن اور محمد بن نعمان بن بشیر حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ میرے باپ بشیر مجھے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں لے آئے اور کہا کہ میں نے اس بیٹے کو اپنا ایک غلام ہبہ کیا ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو نے اپنی دوسری اولاد کو ایسا ہی ہبہ دیا ہے تو جواباً انہوں نے کہا کہ نہیں۔ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس ہبہ سے رجوع کر لے۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ اس کو واپس کر لے۔ اور امام نووی نے ذکر کیا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنی اولاد میں انصاف کرو۔ تو میرے باپ نے رجوع کر لیا۔ اور وہ ہبہ واپس لے لیا۔ ایک اور روایت میں ہے جس میں حضرت بشیر نے حضور کو شاہد بنانا چاہا تھا حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس حالت میں مجھے مت گواہ بناؤ کہ میں ظلم پر گواہ نہیں بنتا ایک اور روایت میں ہے کہ مجھے ظلم پر شاہد (گواہ) مت بناؤ۔ ایک اور روایت میں ہے کہ میرے سوا کسی اور کو گواہ بنالو۔ ایک اور روایت میں ہے کہ میں شاہد نہیں بنتا اور آخری روایت میں ہے کہ یہ کام میرے لائق نہیں۔ میں جب بھی شاہد بنتا ہوں حق پر بنتا ہوں۔"

ان مختلف روایات کی وجہ سے بعض آئمہ نے فرمایا امام شافعی، امام مالک اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس فعل کو مکروہ فرمایا اور حرام کا فتویٰ نہ دیا۔ اور طاؤس، عروہ، مجاہد، سفیان ثوری، امام احمد، اسحاق اور داؤد وغیرہم اس ہبہ کو حرام قرار دیتے ہیں۔ **فارجعهٔ لااشهد** اور **فاشهد علیٰ هذا غیری** یہ روایات کراہت کی متقاضی ہیں اور فاردده والی روایت حرمت کو چاہتی ہے۔ چونکہ واہب کی ملک تام ہے اور صحت کی حالت میں اس کو حق تصرف ہر لحاظ سے حاصل ہے اس واسطے امام ابوحنیفہ، امام شافعیؒ، اور امام مالکؒ نے حرمت کا فتویٰ نہ دیا۔ اور فارجعہ والی روایت کو پیش نظر رکھا اس لیے کہ رجوع اس چیز میں ہوتا ہے جو پہلے ثابت ہو۔ لیکن وہ فعل کما حقہ، درست نہ ہو جیسے کہ فقہ میں ہے کہ اگر کسی شخص کے غلام نے اپنے مالک کے اذن کے بغیر کسی عورت سے نکاح کر لیا۔ مالک سے اجازت چاہی تو اس کے مالک نے کہا طلق رجعیۃ تو مالک کا یہ جواب اذن سمجھا جائے گا۔ اور اگر مالک نے کہا **طلقها یا فرقها** تو نکاح رد ہو جائے گا۔ کما قال صدر الشریعۃ فی شرح الوقایہ فی باب نکاح الرقیق۔

البدائع والصنائع جلد سادس ص ۱۲۷ پر ہے **وهذا اشارة الى العدل بين الاولاد فى النحلة وهو التسوية بينهم ولان فى التسوية تاليف القلوب والتفضيل يورث الوحشة بينهم فكانت التسوية اولى ولو نحل بعضا و حرم بعضاً جاز من طريق الحكم لانه تصرف فى**

خالص ملکه لاحق لاحدفیه الا انه لایکون عدلاً سوآء کان المحروم فقیهاً تقیاً اوجاهلاً فاسقاً علی قول المتقدمین من مشائخنا واما علیٰ قول المتأخرین منهم لا بأس ان یعطی المتأدبین والمتفقهین دون الفسقة الفجرة۔''

یعنی یہ مذکورہ حدیث اس چیز کی طرف اشارہ کرنے والی ہے کہ ہبہ میں اپنی اولاد کے درمیان عدل کرے اور وہ عدل ان میں برابری ہے کیونکہ ہبہ میں اولاد کے درمیان تسویہ کرنے سے سب کی تالیف قلوب ہے اور بعض کو بعض پر فضیلت دینے میں ان کے مابین نفرت ووحشت پیدا کرنا ہے لہٰذا تسویہ بہتر ہے اور اگر بعض پر ہبہ کیا اور بعض کو محروم رکھا تو قضاءً یہ فعل درست ہے کہ اس نے اپنے خالص حق میں تصرف کیا ہے جس میں کسی غیر کا کوئی تعلق نہیں لیکن ایسا کرنا عدل نہ ہوگا۔ برابر ہے کہ محروم فقیہ متقی ہو یا جاہل فاسق یہ ہمارے متقدمین مشائخ کے قول پر ہے اور متاخرین کے قول پر اگر ادب والوں اور فقیہوں پر ہبہ کرے اور فاسق وفاجر اولاد پر نہ کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الہندیہ جلد ثالث ص ۲۷۹ پر ہے مطبوعہ قندھار روی عن ابی حنیفة رحمة الله علیه انه قال لاباس به اذا کانت التفضیل بزیادة فضل له فی الدین فان کانا سوآء یکره وروی المعلی عن ابی یوسف رحمة الله علیه انه لاباس به اذا لم یقصد به الاضرار وان قصد الاضرار سوی بینهم یعطی الابنة مثل مایعطی الابن قال محمد رحمهٗ الله تعالیٰ یعطی الذکر ضعف مایعطی الانثیٰ والفتویٰ علی قول ابی یوسف رحمهٗ الله تعالیٰ رجل وهب بصحته کل المال للولد جاز فی قضاء ویکون آثماً فی ماصنع۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ اگر اولاد میں سے کسی فرد کو فضیلت فی الدین کے باعث زیادہ دے دیا تو کوئی حرج نہیں اور اگر تدین میں وہ مساوی ہوں تو مکروہ ہے۔ فقیہ معلیٰ تلمیذ امام ابو یوسف نے اپنے استاد سے روایت کیا ہے کہ لاباَس بہ اس وقت ہے جبکہ دوسرے کو ضرر پہنچانا مقصود نہ ہو اور اگر اضرار مقصود ہو تو سب اولاد میں تسویہ کرے کسی کو دوسرے پر فضیلت نہ دے۔ تسویہ یوں کرے کہ بیٹی کو بیٹے کے برابر ہبہ دے۔ اور امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا بیٹے کو بیٹی سے دوگنا دے اور فتویٰ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول پر ہے اور اگر کسی شخص نے صحت کی حالت میں اپنا کل مال اپنی اولاد میں سے کسی فرد پر ہبہ کر دیا تو یہ قطعاً جائز ہوگا۔ لیکن ایسا کرنے میں وہ گناہگار ہوگا''۔

درمختار جلد پنجم ص ۶۹۶ مطبوعہ مصر پر یہ عبارت بعینھا موجود ہے اور بحرالرائق اور فتاویٰ عالمگیری میں بھی

یہی مفہوم ہے جسے صدر الشریعۃ بدر الطریقہ مولانا امجد علی صاحب اعظمی اپنی مشہور تصنیف بہار شریعت حصہ چہارم ص ۷۶ پر بدیں الفاظ بیان کرتے ہیں۔

''اولاد کو ہبہ کرنے میں لڑکی اور لڑکا دونوں کو برابر دے یہ نہیں کہ لڑکے کو لڑکی سے دو چند دے دے جس طرح میراث میں ہوتا ہے کہ لڑکے کو لڑکی سے دونا ملتا ہے۔ ہبہ میں ایسا نہیں''۔ (عالمگیری)

سوال میں موجود ہے۔'' آیا شخص مذکور کا یہ فعل شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کے لاتعلق کرنے سے اس کی بیٹیوں کا حصہ ختم ہو گیا ہے یا نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ جن فقہاء کے نزدیک اس کا یہ فعل حرام ہے یہ فعل شرعاً جائز نہ ہوا۔ اور نہ وہ بیٹیاں اس کے لاتعلق کرنے سے اپنے حصہ سے محروم ہوئیں اور جن فقہا کے نزدیک اس کا یہ فعل مکروہ ہے اور ان کے نزدیک یہ فعل قضاء اگرچہ صحیح ہو گا لیکن دیانۃً اور عدل کے تقاضے سے آثم متلف لحق الغیر اور نقصان دہ ضرور ہو گا۔ اور آیت ان اللہ یامر بالعدل والاحسان کے بھی مخالف ہو گا۔ پھر بھی کماحقہٗ شرع کے مطابق نہ ہوا اور از روئے تقویٰ و دیانت وہ لڑکیاں اس کے لاتعلق کرنے سے محروم نہ ہوئیں۔ اور نووی کی روایات سے جن میں فاردد اور اتقوا اللہ اور واعدلوا فی اولادکم اور بشیر کا آپ کے فرمان سے ہبہ واپس لے لینا اس چیز کا متقاضی ہے کہ بشیر نے اپنی عاقبت خیر کو پیش نظر رکھ کر عدل و تسویہ کیا۔ اور اپنے چہیتے بیٹے کو نظر انداز کر دیا۔ لہذا شخص مذکور کو لازم ہے کہ وہ بھی اپنی اولاد ذرینہ و مادینہ میں عدل و انصاف کرے اور اپنی بیوی جس سے وہ اب تک متمتع ہو رہا ہے اس کو محروم کر کے خدا کا غضب نہ لے فقط اللہ و رسولہ اعلم بالصواب محمد عبدالرشید رضوی غفرلہ شیخ الحدیث و مہتمم دارالعلوم شیخ الاسلام رضویہ سٹلائٹ ٹاؤن جھنگ صدر۔

(۲) ابو الطاہر محمد عجیب قادری غفرلہ خادم دارالفتاء دارالعلوم ہذا المرقوم ۲۲ صفر ۱۴۱۴ھ۔ ۱۲ اگست ۱۹۹۳ء۔

دارالعلوم احسن البرکات حیدر آباد کا جواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم الجواب وھو الموفق للصواب:

عطیہ میں اگر یہ ارادہ ہو کہ بعض کو ضرر پہنچا دے تو سب میں برابری کرے۔ کم و بیش نہ کرے کہ یہ مکروہ ہے۔ یہ حکم دیانت کا ہے اور قضاء کا حکم یہ ہے کہ وہ شخص اپنے مال کا مالک ہے۔ حالت صحت میں اپنا سارا مال ایک ہی لڑکے کو دے دے اور دوسروں کو کچھ نہ دے یہ کر سکتا ہے دوسرے لڑکے کسی قسم کا مطالبہ نہیں کر سکتے۔ مگر

ایسا کرنے میں گناہگار ہے۔ (بحرالرائق)

صورت مسئول عنہا میں اپنے دو لڑکوں کو اپنے مال کا مالک بنا دینا اگرچہ شرعاً اسے اس بات کا حق حاصل ہے۔ مگر اس صورت میں دوسرے لڑکے اور لڑکیوں کو محروم کر دینے سے وہ شخص گناہگار ہوگا لہذا گناہ سے بچنے کے لیے اپنا کچھ مال ہو تو وہ ان باقی بیٹیوں اور بیٹوں کو دے ورنہ ان دونوں بیٹوں سے دلائے۔ واللہ اعلم بالصواب فقمہٗ عبدالحفیظ قادری برکاتی۔ (مہر دارالعلوم)

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کا جواب

الجواب ھو الموفق للصواب: زمانہ رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم میں ایک صحابی نے اپنی دوسری بیوی کے اصرار پر اپنا ایک غلام اس بیوی اور اپنے دونوں کے ایک لڑکے کو ہبہ کر دیا۔ بیوی نے کہا کہ اس ہبہ پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو گواہ بنا۔ وہ بیٹا اور باپ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے واقعہ عرض کیا اور گواہ بننے کی درخواست کی تو آپ نے دریافت فرمایا کیا تمہارے اور وارث بھی ہیں عرض کیا۔ ہیں۔ فرمایا کیا ان سب کو بھی تم نے اتنا اتنا دیا ہے عرض کیا۔ نہیں۔ فرمایا یہ ظلم ہے اور میں ظلم پر گواہ نہیں بنتا پس شخص مذکور کا باقی سب وارثوں کو نظر انداز کر کے جملہ جائیداد کو صرف دو بیٹوں پر ہبہ کرنا ناجائز ظلم اور ناانصافی ہے۔ اگر وہ خوف خدا رکھتا ہے اور آخرت کے مؤاخذہ سے بچنا چاہتا ہے تو وہ جائیداد ان سے واپس لے لے تاکہ اس کے مرنے کے بعد جو اس کے شرعی وارث ہیں ان کو شرعی حصوں کے مطابق تقسیم ہو۔ یہ اس کا شرعی اور اخلاقی فرض ہے اگر اس نے یہ ہبہ مرض الموت میں کیا ہے تو اس کے مرنے کے بعد یہ ہبہ نافذ نہیں ہوگا شرعی وارثوں میں شرعی حصص کے مطابق ترکہ تقسیم ہوگا۔ اور اگر اس نے یہ ہبہ حالت صحت میں بقائمی ہوش وحواس کیا ہے اور قبضہ بھی دے دیا ہے تو اگرچہ گناہگار ہوگا لیکن قانوناً وشرعاً یہ ہبہ نافذ العمل ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ المجیب عبداللطیف عفی عنہ مفتی جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور مورخہ ۹۳۔۷۔۲۴۔ (مہر دارالافتاء)

جامعہ رضویہ مظہر الاسلام فیصل آباد کا جواب

الجواب وھو الموفق للصواب: حدیث میں ہے۔

(۱) من فرق میراث وارثہ قطع اللہ میراثہ فی الجنۃ یعنی جو شخص اپنے وارث کو ترکہ سے محروم

کرے اللہ تعالیٰ اس کو جنت سے محروم کرے گا۔ (کنوز الحقائق جلد دوم ص ۱۱۴)

(۲)من قطع میراث وارثه قطع الله میراثه من الجنة یوم القیامة رواه ابن ماجه عن انس والبیهقی عن ابی هریره رضی الله عنهما (مشکوٰۃ جلد اول ص ۲۴۰) یعنی جو شخص اپنے وارث کی میراث کاٹے قیامت کے روز اللہ جنت سے اس کی میراث کاٹے گا۔ (معاذ اللہ) لہذا ہبہ دینے میں مساوات و برابری چاہیے یعنی تمام اولاد کو برابر پورا حصہ دینا چاہیے اگر کسی نے کہہ دیا یا لکھ دیا کہ میں نے اپنی اولاد کو یا فلاں لڑکے کو جائیداد سے محروم کر دیا تو اس سے وہ شرعاً محروم نہ ہوگا۔ بلکہ باپ کے مرنے کے بعد وہ شریعت کے مطابق پورا حصہ پائے گا۔ اور اس نے اپنی اولاد میں سے کسی کو محروم کرنے کی نیت سے اپنی جائیداد اپنی زندگی میں بیٹوں کو دے دی اور ان کو قبضہ بھی دلا دیا تو اس صورت میں وہ جائیدار بیٹوں کی ہو جائے گی لہذا بیٹیوں کو اس میں سے کچھ نہیں ملے گا۔ اور باپ مستحق وعید و عذاب ہے واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم محمد اسلم رضوی مفتی جامعہ رضویہ مظہر اسلام فیصل آباد۔ (مہر دار الافتاء)

جامعہ غوثیہ معینیہ رضویہ اٹک کا جواب

الجواب بعون الوهاب وهو الموفق للصواب: حدیث شریف میں مذکور ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی ساری زندگی عبادت و ریاضت میں گزار دے مگر اپنے وارثوں پر ظلم کر کے مرے اور بعض کو ظلماً نقصان پہنچا دے تو اس کی عبادتیں اور ریاضتیں بیکار ہیں۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری والدہ نے میرے والد سے عرض کیا کہ اپنا فلاں باغ میرے بچے نعمان کو ہبہ کر دیجئے اور اس پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو گواہ کر لیجئے۔ چنانچہ میرے والد گرامی مجھے بارگاہ نبی کریم میں لائے اور عرض کیا کہ میں اپنا فلاں باغ اپنے اس بیٹے کو دیتا ہوں آپ گواہ رہیں۔ فرمایا کیا تمہارے اور بھی بچے ہیں۔ عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا کیا ان سب کو اتنا اتنا ہی مال دیا ہے عرض کیا نہیں۔ فرمایا میں ظلم پر گواہ نہیں بنتا جب تم چاہتے ہو کہ تمہاری ساری اولاد تمہاری خدمت کرے تو تم ہی ساری اولاد میں انصاف سے کام لو۔ بحرالرائق میں ہے کہ عطیہ میں اگر یہ ارادہ ہو کہ بعض کو ضرر پہنچا دے (جیسے صورت مسئولہ میں مذکور ہے) تو سب میں برابری کرے۔ کم وبیش نہ کرے کہ یہ مکروہ ہے اور قضاء کا حکم یہ ہے کہ وہ (باپ) اپنے مال کا مالک ہے خالت صحت میں اپنا سارا سامان ایک ہی لڑکے کو دے دے اور دوسروں کو کچھ نہ دے یہ کر سکتا ہے دوسرے لڑکے کسی قسم کا مطالبہ نہیں

کر سکتے مگر ایسا کرنے میں گناہگار ہے۔

ذیل کی عبارت میں اسی چیز کا بیان ہے اگر تمام مال را بہ پسر بخشد روا بود اما آثم شود کمافی خزانۃ الفتاویٰ (فتاویٰ برہنہ دفتر دوم ص ۱۲۴) فتاویٰ عالمگیری مترجم ص ۵۷ جلد ہفتم میں اس سلسلہ میں الفاظ یہ ہیں۔ اگر اپنے بیٹے سے کہا کہ ایں مال ترا کردم۔ یہ مال میں نے تیرا کر دیا۔ یا کہا کہ بنام تو کردم۔ تیرے نام کر دیا یا آن تو کردم یعنی تیری ملک کر دیا یا ایسا ہی کوئی کلام جو اس کے قائم مقام ہو بیان کیا تو یہ مالک بیٹے کو کر دینا قرار دیا جائے گا یعنی ہبہ ہوگا۔''

ایک روایت میں حضور کریم سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا بچے کو بایں الفاظ مخاطب فرمانا مذکور ہے۔ انت ومالک لابیک۔ تو اور تیرا مال (دونوں) تیرے باپ کی چیزیں ہیں۔ یعنی تیرا باپ تجھے مال دے یا نہ دے اسے اختیار ہے۔

حاصل جواب یہ ہوا کہ جس شخص نے اپنا اور اپنی بیٹیوں اور اپنی بیوی کا حصہ دو بیٹوں کو دے دیا اور ان سب کو محروم کر دیا۔ ای وقصد حرمان بقیۃ الورثۃ (تکملہ حاشیہ۔ ابن عابدین الشامی جلد دوم) یعنی اس کے مرنے کے بعد بیوی اور بچیوں کو اس کی وراثت سے جو کچھ ملنے والا تھا اپنی صحت وتندرستی کی حالت میں اس نے انہیں اس مال سے محروم رکھنے کا قصد پختہ کر کے اس پر عمل کیا تو گویا یہ کارروائی سراسر ناانصافی پر مبنی ہے اور ایسا کرنے والا شریعت کی رو سے گناہگار ہے لیکن از روئے قضا شریعت نے اس کے غیر منصفانہ فیصلے کو اس لیے جائز قرار دیا ہے کہ اس نے اپنے ملک میں تصرف کیا ہے اس کے مرنے سے پہلے اس سارے مال کا وہ واحد مالک تھا۔ اس کے مرنے سے پہلے کسی بھی وارث کا اس کے مال میں کوئی دخل نہ تھا۔ لہذا عاقل بالغ اپنے مال میں متصرف ہونے کی وجہ سے اس کا یہ عمل بظاہر صحیح ہے۔ کسی کے مطالبے سے ٹوٹ نہیں سکتا۔ صحّ لاینقض (بحوالہ مذکور) کا یہی حاصل ہے۔ لیکن اس کے باوجود وہ گناہگار ہے۔ لہذا ہمارا ناصحانہ مشورہ ایسا کرنے والے کو ہر دم یہ ہے کہ اپنی آخرت برباد نہ کر۔ عدل وانصاف کا دامن کسی وقت نہ چھوڑ۔ فرمانِ اللہ تعالیٰ اعدلوا ھو اقرب للتقوی کو ہر لحظہ پیش نظر رکھ اگر ایسا کرنا کوئی اچھا فعل ہوتا تو حضور کریم صلے اللہ علیہ وسلم حضرت نعمان کے والد حضرت بشیر کو یہ نہ فرماتے کہ میں ظلم پر گواہ نہیں بنتا۔ تیری بہتری اسی میں ہے کہ اپنے تمام مذکورہ بالا رشتہ داروں کے ساتھ عدل وانصاف سے پیش آ۔ ھذا عندی واللہ تعالیٰ وباعطاء رسولہ الاعلی اعلم حقیقۃ الاحوال راقم آثم فقیر محمد ریاض الدین غفرلہ خادم مرکزی

دارالعلوم جامعہ غوثیہ معینیہ رضویہ ریاض الاسلام اٹک پاکستان۔ (مہر جامعہ)

جامعہ اویسیہ رضویہ بہاولپور کا جواب

اگر کوئی شخص اپنی زندگی میں کسی وارث کو اپنی جائیداد سے محروم کرنا چاہے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ جس کے نام وہ زمین یا جائیداد کرنا چاہتا ہے اپنی زندگی میں اس کے نام انتقال کرا دے اور اس کو قبضہ بھی دے دے۔ اور جس وارث کو اپنی جائیداد سے محروم کرنا چاہتا ہے اس کے لیے عذر شرعی ضروری ہے بغیر شرعی عذر کے کسی وارث کو جائیداد سے محروم کرنا بہت بڑا گناہ ہے مشکوٰۃ شریف کتاب الوصایا جلد اول ص ۲۴۰ میں حضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی موجود ہے کہ جو شخص اپنے کسی وارث کو اس کے حصہ جائیداد سے محروم کرے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو جنت سے محروم فرمائے گا۔ عندی ہذا الجواب واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب حررہ مفتی محمد صالح اویسی مورخہ ۹۳۔۸۔۱۸۔

جامعہ اشرفیہ لاہور کا جواب

الجواب مبسملاً و محمداً و مصلیاً و مسلماً اگر اس شخص نے اپنی جائیداد پر بیٹوں کا قبضہ بھی کرا دیا ہے تو ہبہ مکمل ہو گیا۔ اور اس شخص کو اپنی زندگی میں اپنی مملوکہ جائیداد پر تصرف کا پورا پورا حق ہے۔ کسی کو اعتراض کا کوئی حق نہیں ہے اگر اس نے کسی کو نقصان پہنچانے کی غرض سے ایسا کیا ہے تو اسے فساد نیت کا گناہ ہو گا۔ مگر ہبہ پھر بھی شرعاً درست اور نافذ ہو گا۔"

اس کے محروم ولاتعلق کرنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ اس کی وفات کے وقت جو کچھ حصہ اس کی ملک میں ہو گا وہ سب وارثوں میں تقسیم ہو گا اور ان بیٹیوں کو بھی حصہ ملے گا مگر جو ہبہ کر چکا ہے اس کو ترکہ میں شامل نہیں کیا جا سکتا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب کتبہٗ شیر محمد مفتی جامعہ اشرفیہ لاہور۔ ۳ صفر ۱۴۱۴ھ

آخری گزارش

مسلمان ان فتاویٰ مبارکہ کو پڑھیں۔ سمجھیں اور ان پر عمل کریں۔ اپنی بعض اولاد کو کسی صورت میں بھی لاوارث نہ بنائیں کہ اس میں اپنی آخرت کا خسارہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲۰ جمادی الاخریٰ ۱۴۱۴ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چوبیسواں مقالہ

دورِ حاضر میں عورتوں کی کتابت کا مسئلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد والہٖ واصحابہٖ اجمعین اما بعد۔ موجودہ دور میں جہاں مسلمانوں میں اور بہت سی خرابیاں پیدا ہوئی ہیں وہاں عورتوں کی لکھائی کی خرابی بھی اپنے عروج پر پہنچ گئی ہے۔ فرنگی تہذیب کی دلدادہ اسلامی تعلیم سے بے بہرہ مسلمانوں پر اتنا افسوس نہیں جتنا ان نام نہاد مفتیانِ اسلام پر ہے جو اپنی روشن خیالی کا ثبوت دینے کے لئے عورتوں کے لئے لکھائی سیکھنے کو جائز بلکہ خوبی ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اسلام کی اصل تعلیم کو نظر انداز کر کے کتابت زناں کے جواز کا فتویٰ دیتے ہیں۔ اس قسم کے فتوؤں کی وجہ سے ہمیں یہ رسالہ مرتب کرنے اور مسلمانوں کو اصل شرعی حکم سے آگاہ کرنے کی ضرورت پیش آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس سعی کو شرف مقبولیت بخشے اور ذریعۂ ہدایت بنائے آمین۔

ارشادات الٰہی

اللہ تعالیٰ جل شانہ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِہٖ مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ○ وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاھِلِیَّۃِ الْاُوْلٰی وَاَقِمْنَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتِیْنَ الزَّکٰوۃَ وَاَطِعْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ ؕ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا ○ وَاذْکُرْنَ مَا یُتْلٰی فِیْ بُیُوْتِکُنَّ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰہِ وَالْحِکْمَۃِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ لَطِیْفًا خَبِیْرًا ○

اے نبی کی بیبیو تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ اگر اللہ سے ڈرو تو بات میں ایسی نرمی نہ کرو۔ کہ دل کا روگی کچھ لالچ کرے۔ ہاں اچھی بات کہو۔ اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو۔ اور بے پردہ نہ رہو جیسے اگلی جاہلیت کی بے پردگی، اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اُس کے رسول کا حکم مانو۔ اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرمادے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے۔ اور یاد کرو جو تمہارے گھروں میں پڑھی جاتی ہیں اللہ کی آیتیں اور حکمت۔ بے شک اللہ ہر باریکی جانتا خبردار ہے۔

(پ۲۲ رکوع۱)

مسلمان عورتوں کی درسگاہ اور نصاب تعلیم

یہ آیات کریمہ اگرچہ امہات المؤمنین کے حق میں نازل ہوئی ہیں مگر ان کا حکم عام ہے۔ یعنی مسلمان عورت پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی آیات اور حکمت کی باتوں کو سیکھیں اور یاد کریں۔ دوسرے الفاظ میں اللہ تعالیٰ نے ان کے گھروں کو درسگاہ اور اپنی آیات وحکمت کی باتوں کو ان کے لئے نصابِ تعلیم مقرر فرما دیا ہے۔ اب جو مسلمان عورت اپنی درسگاہ سے نکل کر اپنا نصاب تعلیم چھوڑ کر کسی دنیاوی درسگاہ میں جا کر غیر نصابی تعلیم حاصل کرے گی وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمان ٹھہرے گی اللہ تعالیٰ آج کل کی عورتوں کو ہدایت نصیب فرمائے آمین۔

مسلمان عورتوں کے لئے بھی تعلیم لازم ہے

آیت کریمہ واذکرن مایتلی فی بیوتکن من ایات الله والحکمة. (اور یاد کرو جو تمہارے گھروں میں اللہ کی آیتیں اور حکمت کی باتیں پڑھی جاتی ہیں) سے معلوم ہوا کہ مسلمان عورت کے لئے بھی تعلیم حاصل کرنا لازم ہے۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ طلب العلم فریضة علی کل مسلم و مسلمة، علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔

(بستان العارفین بحوالہ ماہنامہ فیض رضا فیصل آباد)

عورتوں کو کتابت سیکھانے سے منع کر دیا گیا ہے

شرع شریف نے عورتوں کو علم دین سیکھنے کی ترغیب تو دی ہے لیکن حدیث صحیح میں انہیں کتابت سکھانے سے منع کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ چند حوالہ جات یہاں پیش کیے جاتے ہیں۔

(۱) مفسر جلیل امام علاء الدین خازن لکھتے ہیں۔ عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها قالت قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا تنزلوا النساء الغرف ولا تعلموهن الکتابة وعلموهن الغزل وسورة النور. عورتوں کو بالاخانوں میں نہ ٹھہراؤ اور انہیں لکھنا نہ سکھاؤ اور انہیں چرخہ کاتنا اور سورۂ نور پڑھنا سکھاؤ۔ اخرجہ ابو عبداللہ بن السبیع فی صحیحہ۔ (تفسیر خازن ص ۹۲ جلد ۵)

(۲) امام ابو محمد ابن الحسین بن مسعود الفراء البغوی اس حدیث کو اپنی سند کے ساتھ بدیں الفاظ

روایت کرتے ہیں۔ اخبرنا ابو سعید الشریحی انا ابو اسحاق الثعلبی اخبرنی الحسین بن فنجویہ ثنا عبداللہ بن محمد بن شیبہ حدثنا محمد بن ابراھیم الکرابیسی حدثنا سلمان بن توبۃ ابو داؤد الانصاری انا محمد بن ابراھیم الشامی ثنا شعیب بن اسحاق عن ھشام بن عروۃ عن ابیہ عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھا قالت قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا تنزلوا النساء الغرف ولا تعلموھن الکتابۃ وعلموھن الغزل وسورۃ النور۔ عورتوں کو بالا خانوں میں نہ ٹھہراؤ اور انہیں لکھنا نہ سکھاؤ اور انہیں چرخہ کا تنا اور سورۂ نور پڑھنا سکھاؤ۔ (تفسیر خازن ص ۹۲ جلد ۵)

(۳) مفسر احمد صاوی اس حدیث کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر موقوفاً نقل فرماتے ہیں وقال عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھا لا تنزلوا النساء فی الغرف ولا تعلموھن الکتابۃ وعلموھن الغزل وسورۃ النور۔ عورتوں کو بالا خانوں میں نہ ٹھہراؤ اور انہیں لکھنا نہ سکھاؤ اور انہیں چرخہ کا تنا اور سورۂ نور پڑھنا سکھاؤ۔

(۴) امام جلال الدین سیوطی کے فتاوٰی میں ہے۔ ھل یجوز اقراء النساء سورۃ النور، والجواب نعم روی الحاکم فی المستدرک وصححہ والبیھقی فی شعب الایمان عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھا قالت قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا تنزلوا النساء الغرف ولا تعلموھن الکتابۃ وعلموھن الغزل وسورۃ النور۔ سوال:۔ کیا عورتوں کو سورۃ نور پڑھانا جائز ہے؟ جواب ہاں امام حاکم نے مستدرک میں یہ حدیث روایت کی ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے اور امام بیہقی نے اسے شعب الایمان میں روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہیں (عورتوں کو) بالا خانوں میں نہ ٹھہراؤ اور انہیں لکھنا نہ سکھاؤ اور انہیں چرخہ کا تنا اور سورۂ نور پڑھنا سکھاؤ۔ (الحاوی للفتاوٰی جلد اول ص ۲۹۳)

(۵) مولانا ابوداؤد محمد صادق صاحب مدظلہ العالی سے یہ پوچھا گیا کہ ''لڑکیوں کو لکھنا نہ سکھاؤ۔ انہیں سورۂ نور پڑھاؤ اور چرخہ کا تنا سکھاؤ'' اس حدیث کی تحقیق وتفصیل اور اس کا حوالہ مطلوب ہے تحریر فرمائیں۔ تو انہوں نے جواب میں لکھا۔ ''ابن حبان اور امام بیہقی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لاتسکنوھن الغرف ولا تعلموھن

الکتابة وعلموھن المغزل وسورة النور ۔امام ترمذی محمد بن علی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لاتسکنوا النسآء الغرف ولا تعلموھن الکتابة ۔ابن حبان وابن عدی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، لا تعلموا نسآء کم الکتابة ولا تسکنوھن العوالی ۔حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے الاجرالجزل فی الغزل میں حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا نقل کرنے کے بعد فرمایا۔ قال الحاکم صحیح الاسناد واخرجه البیهقی فی شعب الایمان ۔امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی حدیث کے متعلق فرمایا۔ ھو صحیح فقد روی الحاکم و صححهٗ البیهقی ۔نیز حکیم ترمذی سے نقل کیا کہ انہوں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حضرت لقمان کا گزر ایک لڑکی پر ہوا تو کتابت کر رہی تھی تو آپ نے فرمایا۔ لمن یصقل ھذا السیف ۔یہ تلوار کس کے لئے صیقل ہو رہی ہے۔تاکہ اس کے ساتھ ذبح کیا جائے یعنی لکھنا سیکھنے کے بعد صیقل شدہ تلوار کی طرح لڑکی کی حالت نازک اور خطرناک ہوتی ہے اور اس سے فتنہ کا وقوع سریع طور پر متوقع ہوتا ہے۔(فتاویٰ حدیثیہ ص ۴۳ مطبع تقدم علیمہ مصر)

(رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ بابت ۱۷ شوال ۱۳۸۸ھ صفحہ نمبر ۸)

(۶)اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ لکھتے ہیں۔''متعدد حدیثیں اس کی (عورتوں کو لکھنا سکھانے کی) ممانعت میں وارد ہیں جن کی سند عندالتحقیق خود قوی اور اصل متن حدیث کے معروف ومحفوظ ہونے کا امام بیہقی نے افادہ فرمایا ہے اور پھر تعدد طرق دوسری قوت اور عمل امت وقبول علماء تیسری قوت ومحل احتیاط وسد فتنہ چوتھی قوت تو حدیث لااقل حسن ہے اور ممانعت میں اس کا نص صریح ہونا خود روشن ہے۔پر ظاہر کہ کتابت ایک عظیم نافع چیز ہے۔اگر عورتوں کی کتابت میں حرج نہ ہوتا تو جمہور سلف سے آج تک اس کے ترک پر کیوں اتفاق کرتے بالجملہ سبیل سلامت اسی میں ہے لہذا اجلہ علمائے کرام جیسے امام حافظ الحدیث ابوموسیٰ اور امام توریشتی اور امام اثیر جزری اور علامہ طیبی اور علامہ جلال الدین سیوطی اور علامہ طاہر فتنی اور شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہم نے اسی طرف میل فرمایا وہ ہر طرح سے ہم سے اعلم تھے اب جو اجازت کی طرف جائے یا وہ حال زمانہ سے غافل یا امت مرحومہ کی خیرخواہی سے عاطل ومن لم یعرف اھل زمانه فهو جاھل. نسئل الله العفو والعافیه ۔(فتاویٰ رضویہ

جلد دہم ص ۱۵۴ اور ص ۱۵۸ حصہ اول) الحمد للہ مذکورہ بالا چھ حوالہ جات سے روز روشن کی طرح روشن ہوا کہ عورتوں کی کتابت سکھانے کی ممانعت کی حدیث صحیح معتبر و مستند ہے یہ حدیث تلقی امت بالقبول کا منصب عالی پائی ہوئی ہے ولہذا مفتی محمد خان صاحب کا اس حدیث کے بارہ میں لکھنا کہ ''جو لوگ عدم جواز کے قائل ہیں ان کی دلیل فقط درج ذیل روایت ہے جو حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھم کے حوالے سے بیان کی جاتی ہے۔ لیکن اس روایت کو ائمہ اسلام اور محدثین نے موضوع اور ناقابل عمل قرار دیتے ہوئے تصریح کی ہے کہ اس حدیث کی ہر سند مجروح ہے''۔ (عورت کی کتابت کا مسئلہ ص ۱۵)
سراسر غلطی ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی مندرجہ بالا تحقیق کے بعد آج کل کے کسی مفتی یا نام نہاد محقق کو دم مارنے کا کیا حق پہنچتا ہے۔ مگر کیا کیا جائے کہ آج کل ہر شخص بے لگام ہے۔ اپنے ناقص عقل میں جو کچھ پاتا ہے وہ اس پر تحقیق کا لیبل لگا کر عوام الناس کو دام ضلالت میں پھنسانے کے لئے پیش کر دیتا ہے۔ والی اللہ المشتکی ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

مفتیان عظام کے فتوے

چونکہ صحیح حدیث میں صراحۃً عورتوں کو لکھنا سکھانے سے منع فرمایا گیا ہے اس لئے جب فرنگی تہذیب کے اثر سے عورتوں کی لکھائی کا آغاز مسلمان عورتوں میں بھی ہوا تو مفتیان وقت نے اس کی ممانعت کے فتوے جاری فرمائے۔ یہاں بعض ضروری فتوؤں کے اقتباسات درج کئے جاتے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

(۱) اعلیٰ حضرت کا فتویٰ

عورتوں کو لکھنا سکھانا شرعاً ممنوع و سنت نصاریٰ و فتح باب ہزاراں فتنہ اور مستان سرشار کے ہاتھ میں تلوار دینا ہے۔ جس کے مفاسد شدیدہ پر تجارب عدیدہ شاہد عدل ہیں۔ متعدد حدیثیں اس کی ممانعت میں وارد ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ جلد دہم حصہ اول ص ۱۵۴)

(۲) مفتی احناف مکہ مکرمہ کا فتویٰ

کتاب صواعق الملک الدیان علی من اباح الکتابۃ لنساء الزمان میں ہے کہ علامہ ابن اسماعیل علیہ الرحمۃ نے شرح تعلیم المتعلم میں لکھا ہے کہ عورتوں کو خط و کتابت نہ سکھاؤ۔ یہ حدیث لڑکیوں کو

لکھنا سکھانے کی کراہت وممانعت میں نص صریح ہے۔ اور یہ ممانعت نفس کتابت کے متعلق ہے۔ جہاں تک لڑکیوں کے لکھنا سیکھنے کے لئے گھروں سے نکلنے کا تعلق ہے یہ بجائے خود ملت حنفیہ اور شریعت محمدیہ کے خلاف ہے''۔

(رضائے مصطفےٰ بابت ۲۸ شعبان ۱۳۸۵ھ)

(۳) مصر کے حنفی علماء کا فتویٰ

مولانا عبدالمعطی اور مولانا ابراہیم المصیلحی الحنفی جامعۃ الازھر کے دارالافتاء سے لکھتے ہیں کہ ''لڑکیوں کو لکھنا سکھانا مکروہ ہے اور اس مقصد فاسد کے لئے مدرسہ بنانا بھی منع ہے۔ اور بصورت فتنہ نوجوان لڑکیوں کو گھر سے نکلنے کی اجازت دینا حرام ہے''۔ (رضائے مصطفےٰ۔ ۱۴ شعبان ۱۳۸۵ھ)

(۴) مفتی بغداد کا فتویٰ

حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرات علماء ومحدثین ومفسرین مثل حاکم، ابن مردویہ، بیھقی، قرطبی، جمل، سیوطی، صاوی، ابن حجر ہیتمی، واحدی، شربینی، بغوی، ملا علی قاری وغیرھم نے بغیر تضعیف ذکر کی ہے اور اس کے کسی راوی پر رد وطعن نہیں کیا ہے۔ نیز عورتوں کو لکھنا سکھانے میں فساد آوارگی کا اندیشہ ہے۔ اور اندیشہ کا سدباب ضروری ہے لہذا فساد زمانہ کے باعث عورتوں کو لکھنا سکھانا منع ہے۔

(رضائے مصطفےٰ۔ ۱۴ رمضان ۱۳۸۵ھ)

(۵) علمائے مصر کا فتویٰ

اگر فتنہ متحقق نہ ہوتب بھی لڑکیوں کو لکھنا سکھانا مطلقاً مکروہ ہے اور اگر فتنہ متحقق ہوتو پھر ان کے لئے تعلیم کتابت مکروہ (تحریمی) ہے۔ غیر مکلف لڑکیوں کا گناہ ان کے وارثوں پر ہے جو انہیں سکولوں میں بھیجتے ہیں اور سکول چونکہ اس غیر شرعی تعلیم کا وسیلہ ہیں اس لئے اگر فتنہ متحقق نہ ہوتو ان کا بنانا مکروہ اور اگر فتنہ متحقق ہوتو حرام ہے۔ الفقیر علی احمد ابریزی شافعی۔ الفقیر محمد سباعی مالکی بالازھر۔

(الصواعق الملک الدیان بحوالہ رضائے مصطفےٰ۔ ۱۴ رمضان ۱۳۸۵ھ)

(٦) مولانا فیض عالم مؤلف نبراس الصالحین کا فتویٰ

زنانہ سکول و کالج نصاریٰ کی رسموں میں سے ایک رسم ہے اور ان ہی کی صوابدید کے مطابق ہے۔ عہد رسالت و قرون ثلاثہ میں لڑکیوں کے سکول و کالج نہیں تھے۔ اور نہ ہی مجتہدین امت سے اس ہیئت کے ساتھ لڑکیوں کی تعلیم کا ثبوت ملتا ہے پس یہ طریقہ ناجائز و بدعت سیئہ ہوگا۔ لڑکیوں کو لکھانا سکھانا بقول راجح ممنوع ہے اور چھوٹی بچیوں کو سکولوں میں بھیجنے کا گناہ ان کے وارثوں پر ہے''۔

(رضائے مصطفےٰ۔ ۱۴ رمضان ۱۳۸۵ھ)

(۷) مولانا محمد شاہ صاحب دہلوی کا فتویٰ

عورتوں کو تعلیم کتابت نزدیک علماء کے ممنوع و مکروہ تحریمی ہے واسطے فساد زمانہ کے بحکم احادیث مذکورہ کے کما لا یخفی''۔ (حوالا مذکورہ بالا)

(۸) مولانا محمد رضا علی بنارسی کا فتویٰ

جاننا چاہیے کہ تعلیم کتابت عورتوں کو ممنوع ہے۔ فتاویٰ برہنہ فصل مکروھات میں لکھا ہے کہ نبی پاک صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا تعلمو ھن الکتابۃ یعنی عورتوں کو لکھنا نہ سکھاؤ۔ نیز عورتوں کے گھروں سے نکلنے اور سکولوں میں جمع ہونے میں کئی مفاسد ہیں۔ (حوالہ مذکورہ بالا)

(۹) مولانا عبد القادر بدایونی کا فتویٰ

حدیث سے ثابت ہے کہ سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو لکھنا سکھانے سے منع فرمایا ہے اور شراح محققین نے اس حدیث نہی کو معمول بہ قرار دیا ہے اور نہی فی الغالب حرمت پر معمولی ہوتی ہے یا کراہت تحریمی پر جیسا کہ فقہ و اصول میں مصرح ہے''۔ (رضائے مصطفےٰ۔ ۲۹ رمضان ۱۳۸۵ھ)

(۱۰) مولانا غلام دستگیر قصوری کا فتویٰ

عورتوں کو لکھنا سکھانا ناجائز ہے۔ اس کو جائز قرار دینے والے غور نہیں کرتے کہ لڑکیاں کتابت

سیکھنے کے بعد بازار میں بیٹھ کر عرضی نویسی کریں گی یا کچہری میں نوکر ہوں گی یا بطور خود جس کے ساتھ چاہیں گی آزادانہ خط و کتابت کریں گی اور چند ایام میں اس کی قباحتیں اسلام میں ظاہر ہو جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ علماء دین کو دور اندیشی نصیب فرمائے تاکہ دین اسلام میں فتنے فسادات رونما نہ ہوں۔

(رضائے مصطفےٰ۔ ۲۹ رمضان ۱۳۸۵ھ)

(۱۱) مولانا غلام حسین قصوری کا فتویٰ

چوں خوف فتنه در زمانه گذشته که بصدها سال ازیں زماں پیشتر بود پس دریں زماں که یقین افتنان است چگونه تعلیم کتابت مرزناں را روا خواهد بود درفتاوی برهنه درذکر محرمات درذیل مسئله حرمت تشبیه زنان بمرداں ومرداں بزناں آورده وفی الحدیث ولا تعلموهن الکتابة۔ (حوالہ مذکورہ بالا)

جب صدہا سال پہلے عورتوں کی کتابت میں فتنہ موجود تھا اور یہ ناجائز تھی تو آج کل کے دور میں یہ فتنہ یقینی ہے۔ اس لئے اس کے جواز کا قول کیسے کیا جا سکتا ہے کیونکہ کتابت نسواں کتابت مرداں سے مشابہت رکھتی ہے اور اس قسم کی مشابہت سے ممانعت کی گئی ہے اور حدیث شریف میں بھی آیا ہے کہ عورتوں کو کتابت نہ سکھاؤ۔

(۱۲) مولانا عبدالقادر مدرس ہوگلی کا فتویٰ

برادران اسلام پر مخفی نہ رہے کہ سکولوں کالجوں میں لڑکیوں کو تعلیم دلانا گویا فسق و فجور کا دروازہ کھولنا اور امور شریعت و احکام ملت میں فتنہ عظیم ڈالنا ہے۔ کیونکہ مروجہ تعلیم لڑکیوں کو لکھنا سکھانے غیر محرموں سے اختلاط۔ نصاریٰ کے ساتھ تشبیہ عورتوں کو گھروں سے باہر نکلنے اور ان کے نامناسب طور پر جمع ہونے جیسے متعدد ناجائز امور پر مشتمل ہے۔ (رضائے مصطفےٰ۔ ۱۴ رمضان ۱۳۸۵ھ)

مسلمان علمائے حقانی کے ان بارہ فتاویٰ مبارکہ کو پڑھ کر سمجھیں اور غور کریں کہ کس صراحت و وضاحت کے ساتھ عورتوں کو کتابت سکھانے کے مکروہ ناجائز اور غیر مشروع ہونے کو بیان فرمایا گیا ہے۔ اب جو مفتی جواز کا قائل ہو اس کے فتویٰ کی ان علماء جلیل القدر کے فتاویٰ مبارکہ کے مقابلہ میں کیا حیثیت ہو

گی۔ اللہ تعالیٰ توفیق عمل نصیب فرمائے آمین۔

(۱۳) مفتی بمبئی کا فتویٰ

سیدنا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لاتنزلوھن الغرف ولا تعلموھن الکتابۃ فرما کر عورتوں اور لڑکیوں کو لکھنا سکھانے سے منع فرما دیا ہے۔ تاکہ وہ فتنوں اور برائیوں میں مبتلاء نہ ہوں۔ نیز ان کے حق میں فرمایا کہ گھر ان کے لئے بہتر ہیں اگر وہ سمجھیں حضرات صحابہؓ کرام واہل بیت پاک علیھم الرضوان نے عورتوں کو مسجدوں میں جانے اور جماعت میں شامل ہونے سے منع کیا اور انہیں لکھنا نہ سکھایا۔ پس مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ اللہ سے ڈریں علماء کے فتویٰ پر عمل کریں اور عورتوں اور لڑکیوں کو گھروں سے نکلنے اور سکولوں اور کالجوں میں جانے سے باز رکھیں۔ (مولانا مرزا محمد عفی عنہ)

(رضائے مصطفےٰ ۔۱۴ رمضان ۱۳۸۵ھ)

(۱۴) مولانا سید عبدالاحد قادری کا فتویٰ

بے شک اس زمانے میں لڑکیوں کو لکھنا سکھانا سم قاتل وزہر ہلاہل ہے۔ ہرگز کسی طرح بھی اس امر پر رغبت نہ کریں کہ بلاشک وشبہ لکھنے والی عورت ننگی تلوار کی مانند ہے جیسا کہ حضرت لقمان علیہ السلام کا قول ہے۔ (رضائے مصطفےٰ ۲۹ رمضان ۱۳۸۵ھ)

(۱۵) سید دیدار علی شاہ صاحب کا فتویٰ

بیت اللہ شریف کے علماء کا جو جواب ہے اس زمانے میں یہی مصلحت ہے کہ لڑکیوں کو لکھنا نہ سکھایا جائے اور انہیں سکولوں کالجوں میں جانے سے روکا جائے۔ (رضائے مصطفےٰ مذکورہ بالا)

اصل مسئلہ بیان کرنے کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کو کتابت سکھانے کے مجوزین کی دلیلوں کا جواب بھی دے دیا جائے تاکہ اس مسئلے پر اور زیادہ روشنی پڑھ جائے وباللہ التوفیق۔

مجوزین کی پہلی دلیل

یہ ہے کہ " مسند احمد اور سنن ابی داؤد میں حضرت شفاء بنت عبداللہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

میں ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تھی وہاں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے مجھے دیکھ کر فرمایا، الاتعلمین هذه رقية النملة كما علمتيها الكتابة ۔اے شفاء جس طرح تو نے حفصہ کو لکھنا سکھایا ہے اسی طرح انہیں رقیۃ النملہ کی تعلیم کیوں نہیں دیتی یہ فرمان نبوی واضح طور پر دال ہے کہ امہات المؤمنین باقاعدہ کتابت جانتی تھیں ۔ الی ان قال ان تمام محدثین اور ائمہ نے مذکورہ حدیث سے جو استنباط کیا ہے اس میں انہوں نے تصریح کردی ہے کہ کتابت عورتوں کے لئے حرام تو کیا مکروہ بھی نہیں بلکہ جس طرح مردوں کے لئے جائز ہے ۔ اسی طرح عورتوں کے لئے بھی جائز ہے ۔

(عورت کی کتابت کا مسئلہ مؤلفہ مفتی محمد خان قادری ص ۹)

مانعین علماء نے اس حدیث کے تین جواب دیئے ہیں چنانچہ اس حدیث کا

پہلا جواب

یہ ہے کہ یہ امہات المؤمنین کے خصائص سے ہے کہ وہ لکھنا سیکھنے کی مجاز تھیں ولہذا امت کی دوسری عورتوں کو ان پر قیاس نہیں کیا جاسکتا ۔ ملا علی قاری اسی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں ۔ قال الخطابی فيه دليل على ان تعليم النساء الكتابة غير مكروه قلت يحتمل ان يكون جائزاً للسلف دون الخلف لفساد النسوان فى هذا الزمان ثمه رأيت قال بعضهم خصت به حفصة لان نسآءه صلے الله عليه وسلم خصصن باشيآء قال تعالیٰ يا نسآء النبى لستن كاحدمن النسآء وخبر لا تعلموهن الكتابة يحمل على عامة النسآء خوف الافتتان عليهن ۔

(ترجمہ) خطابی نے فرمایا اس حدیث میں اس بات پر دلیل موجود ہے کہ عورتوں کے لئے لکھنا مکروہ نہیں ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ اس حدیث سے ثابت ہونے والے اس حکم کا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ اس دور میں کتابت عورتوں کے لئے جائز تھی مگر اس زمانہ کی عورتوں میں فساد آگیا ہے لہذا ان کے لئے جائز نہیں ہے ۔ اور میں نے بعض علماء کا یہ جواب بھی دیکھا ہے کہ یہ حکم حضرت حفصہ کی خصوصیت ہے ۔ کیونکہ ازواج مطہرات کے لئے بعض احکام خاص ہیں ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے نبی کی بیبیو تم دوسری عورتوں کی طرح نہیں ہو اور حدیث لاتعلموهن الكتابة عام عورتوں کے حق میں ہے کیونکہ ان کی کتابت میں فتنہ کا خوف ہے ۔

(مرقاۃ جلد ۸ صفحہ ۳۶۴)

اوراس کا دوسرا جواب

یہ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور سلف صالین کا دور خیر کثیر کا دور تھا اس میں فتنوں کا اندیشہ بہت کم تھا اس لئے اس دور میں عورتوں کو کتابت سکھانا جائز تھا لیکن آج کے دور میں جائز نہیں کہ یہ کثرت فساد کا دور ہے۔ جیسا کہ ملا علی قاری کی عبارت اوپر گزر چکی ہے۔

اوراس کا تیسرا جواب

یہ ہے کہ ابتدائے اسلام میں عورتوں کے لئے کتابت سیکھنے کی اجازت تھی پھر فساد وفتنہ کے اندیشہ کے پیش نظر ولا تعلموھن الکتابۃ فرما کر ممانعت فرمادی گئی چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں۔ اما تعلیم کتابت مرزنان رادرحدیثے دیگر نہی ازآں آمدہ چانچہ فرمودولا تعلموھن الکتابۃ وازیں حدیث جواز مفہوم گرددواین مگر پیش از نہی باشدو بعضے گفتہ کتابت محمول برنساء عامہ است کہ خوف فتنہ دراں جا متصور است واین جا چنیں نیست۔ (اشعۃ اللمعات ص ۶۱۳ جلد سوم)

مجوزین کی دوسری دلیل

یہ ہے کہ جو روایت حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حوالے سے بیان کی جاتی ہے اس کو ائمہ اسلام اور محدثین نے موضوع اور ناقابل عمل قرار دیتے ہوئے تصریح کی ہے کہ اس روایت کی ہر سند مجروح ہے۔ (عورت کی کتابت کا مسئلہ ص ۱۵)

اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کو موضوع اور ناقابل عمل قرار دینا اوراس دعویٰ کو ائمہ اسلام اور محدثین کی طرف منسوب کرنا غلط ہے۔ گذشتہ صفحات میں ہم بیان کر آئے ہیں کہ اس حدیث کو جلیل القدر مفسرین محدثین اور شارحین نے صحیح ومعتبر قرار دیا ہے۔ چنانچہ حاکم، ابن مردویہ بیہقی، قرطبی، جمل، جلال الدین سیوطی، احمد صاوی، ابن حجر ہیثمی، واحدی، شربینی، بغوی، ملا علی قاری نے اس حدیث کو تضعیف ذکر کیے بغیر روایت کیا ہے اور اس کے کسی راوی پر ردوطعن نہیں کیا ہے۔ بلکہ حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور اسے دوطریقوں سے بیان کیا ہے۔ جیسا کہ مفتی بغداد صاحب کے فتویٰ میں گزرا۔ ولہذا جلیل القدر

بزرگان دین کے مقابلہ میں آج کل کے کسی نام نہاد محقق مفتی کی شرعاً کوئی حیثیت نہیں ہے۔ واللہ یھدی من یشآء الیٰ صراط مستقیم۔

مجوزین کی تیسری دلیل

یہ ہے کہ امام حاکم کا روایت ولا تعلموھن الکتابة کو صحیح الاسناد کہنا ان کا تساہل ہے جس میں انہیں شہرت حاصل ہے۔ (عورت کی کتابت کا مسئلہ ص ۲۲)

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر امام حاکم سے اس روایت کو صحیح الاسناد کہنے میں تساہل واقع ہوتا تو ان کی اس تصحیح کو امام جلال الدین سیوطی وغیرہ اجلہ علمائے محدثین محققین صحیح تسلیم نہ کرتے جب انہوں نے اسے صحیح تسلیم کرلیا ہے تو پھر آج کل کے کسی نام نہاد مفتی کا اسے تسلیم نہ کرنا کیا اعتبار رکھتا ہے۔

مجوزین کی چوتھی دلیل

یہ ہے کہ اگر تاریخ اسلام کا مطالعہ کیا جائے تو صحابہ تابعین تبع تابعین کے دور سے لے کر آج تک ہزاروں خواتین کا فن کتابت کا ماہر ہونا ثابت ہے اور اس فن کے حوالے سے ان کی خدمات کا تذکرہ موجود ہے۔ اگر اسلام نے خواتین کو منع کیا ہوتا تو یہ خواتین ضرور اسی پر عمل پیرا ہوتیں اور یہ بات توجہ میں رہنی چاہیے کہ تعامل امت خود دلائل شرعیہ میں سے ہے۔ (عورت کی کتابت کا مسئلہ ص ۱۴)

اس کا جواب مجوزین کی پہلی دلیل کے دوسرے جواب میں گذر چکا ہے کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں قلت یحتمل ان یکون جائزاً للسلف دون الخلف لفساد النسوان فی ھذا الزمان۔ یعنی یہ احتمال پایا جاتا ہے کہ سلف صالحین کے عہد میں عورتوں کا لکھنا جائز تھا کیونکہ وہ صلاح وخیر کا عہد تھا بخلاف ہمارے زمانے کے کہ اس میں عورتوں میں بہت فساد آگیا ہے اور قاعدہ کلیہ ہے کہ تبدل زمانہ سے حکم شرع بدل جایا کرتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مجوزین کی پانچویں دلیل

یہ ہے کہ تمام فقہاء نے تصریح کی ہے کہ حائضہ خاتون قرآن کی کتابت نہ کرے۔ کیونکہ اس صورت میں بھی مس قرآن لازم آتا ہے جو حائضہ کے لئے جائز نہیں ہے۔ یہ مذکورہ جزئیہ اس پر دال ہے

کہ اگر خاتون حائضہ نہ ہو تو وہ قرآن کی کتابت کر سکتی ہے۔ اگر کتابت عورتوں کے لئے ناجائز ہوتی تو حائضہ کے لئے منع ہونے کی یہ دلیل بیان کی جاتی کہ اسلام میں عورت کے لئے لکھنے کی اجازت ہی نہیں حالانکہ بجائے یہ بیان کرنے کے مسِ قرآن کو دلیل بنایا گیا۔'' (عورت کی کتابت کا مسئلہ ص ۱۲)

اس کا جواب اولاً یہ ہے کہ عورت کے لئے کتابت سیکھنے کے جواز کو اس جزئیہ سے ثابت کرنا بطریق مفہوم مخالف کے ہے۔ اور مفہوم مخالف ہر جگہ معتبر نہیں ہوتا۔ یہاں اس کے عدم اعتبار کی وجہ صحیح حدیث ولا تعلموھن الکتابة ہے۔ ثانیاً یہ ہے کہ فقہی مسائل فرضی صورتوں پر بھی قائم کیے جاتے ہیں اور یہی صورت یہاں بھی ہے یعنی اگر بالفرض کسی عورت نے کتابت سیکھ لی ہو تو حائضہ کے حق میں دو وجوں سے ناجائز ہے اور غیر حائضہ کے لئے ایک وجہ سے ناجائز ہے۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے اور اسے ماننے کی توفیق بخشے۔

مجوزین کی چھٹی دلیل

یہ ہے کہ ''سونے چاندی کے استعمال کے بارہ میں تصریح کی گئی ہے کہ اگرچہ سونے کا استعمال عورت کے لئے جائز ہے مگر سونے اور چاندی کے قلم دوات کا استعمال مکروہ ہے''۔ (عورت کی کتابت کا مسئلہ ص ۱۳)

اس کے بھی وہی دو جواب ہیں جو اوپر والے مسئلہ کے گزرے اللہ تعالیٰ ہدایت قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

الحمد للہ یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس سے ''عورت کو کتابت سکھانے کا مسئلہ'' بالکل واضح ہو گیا ہے۔ اے کاش اس دور کے مفتی حضرات شرع شریف کی خیر خواہی کو پیش نظر رکھ کر یہ فتویٰ صادر کرتے کہ پہلے وقتوں میں اگر عورتوں میں فن کتابت موجود تھا تو اس دور میں عورتوں میں چونکہ فتنہ آ گیا ہے اس لئے اس دور میں عورتوں کو کتابت سکھانا ناجائز قرار دیا جائے گا۔ لیکن کیا کیا جائے کہ انگریزی تہذیب کو بنظر استحسان دیکھنے والے مفتیوں کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ اس دور کی ہر بدعت پر جواز کا ہی لیبل لگایا جائے تاکہ مسلمان بے دھڑک اس کا ارتکاب کریں اور اسلامی تہذیب کو چھوڑ دیں اللہ تعالیٰ ہی ایسے مفتیوں سے مسلمانوں کو بچائے آمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۱۰ صفر المظفر ۱۴۱۷ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پچیسواں مقالہ

مسلمانوں کے حقوق وفرائض

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد :۔اس مختصر مقالہ میں ہم نے ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کے لازم ہونے والے حقوق کو واضح کیا ہے۔اللہ تعالیٰ اس سعی کو شرفِ مقبولیت بخشے اور ہدایت کا ذریعہ بنائے آمین بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم۔

احادیث مبارکہ

سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کے لازم ہونے والے حقوق کو درج ذیل احادیث مبارکہ میں بیان فرمایا ہے۔

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ حق المسلم علی المسلم خمس رد السلام و عیادۃ المریض واتباع الجنائز واجابۃ الدعوۃ و تشمیت العاطس ۔ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حقوق ہیں۔سلام کا جواب دینا، بیمار پرسی کرنا، جنازوں کے پیچھے چلنا، دعوت قبول کرنا اور چھینک کا جواب دینا۔رواہ البخاری ومسلم وصححہٗ الجلال السیوطی۔(مشکوٰۃ شریف فی عیادۃ المریض جلد اول ص ۱۲۱۔ جامع صغیر ص ۱۴۸ ج ۱)

(۲) انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حقوق لازم ہیں۔عرض کیا گیا۔وہ کیا ہیں؟ فرمایا۔ اذا لقیتہٗ فسلم علیہ و اذا دعاک فاجبہ واذا استنصحک فانصح لہٗ واذا عطس فحمداللہ فشمتہ واذا مرض فعدہ واذامات فاتبعہ ۔جب تو اس سے ملے تو اس پر سلام ڈالے اور جب وہ تجھے دعوت دے تو تُو قبول کرے اور جب وہ تجھ سے خیر خواہی چاہے تو تُو اس کی خیر خواہی کرے اور جب وہ چھینک مار کر اللہ کی تعریف بیان کرے تو تُو اس کا جواب دے اور جب وہ بیمار ہو تو تُو اس کی عیادت کرے اور جب وہ مر جائے تو تُو اس کے جنازہ کے پیچھے چلے۔رواہ البخاری فی الادب ومسلم۔

(مشکوٰۃ شریف جلد اول ص ۱۲۲۔ جامع صغیر جلد اول ص ۱۴۸)

(۳) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے سات کاموں کا

حکم ارشاد فرمایا۔ امرنا بعیادۃ المریض واتباع الجنائز و تشمیت العاطس ورد السلام واجابة الداعی وابرار المقسم ونصر المظلوم ۔آپ نے ہمیں حکم دیا بیمار کی عیادت کرنے کا، جنازوں کے پیچھے چلنے کا، چھینک مارنے والے کی چھینک کا جواب دینے کا، سلام کا جواب دینے کا، دعوت دینے والے کی دعوت قبول کرنے کا، قسم کھانے والے کی قسم کو سچا کرنے کا اور مظلوم کی مدد کرنے کا۔ متفق علیہ۔ (مشکوٰۃ شریف جلد اول ص ۱۲۲)

(۴) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اربع من حق المسلمین علیک ان تحسن صحبتهم وان تستغفر لمذنبهم وان تدعو لمدبرهم وان تحب تائبهم ۔تجھ پر مسلمانوں کے چار حقوق لازم ہیں۔ ان کے ساتھ رہن سہن اچھا کرنا، ان کے گناہگار شخص کے گناہوں کی معافی مانگنا، ان کے غیر موجود شخص کے حق میں دعا کرنا اور ان میں سے جس نے گناہوں سے توبہ کی ہو اس سے محبت رکھنا۔ (نزھۃ الناظرین ص ۱۶۷)

(۵) اور حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مومن پر مومن کے چھ حق ہیں۔ جب وہ بیمار ہو تو اس کی عیادت کرے اور جب وہ مرجائے تو اس کے جنازہ میں حاضر ہو اور جب وہ اسے دعوت دے تو اس کی دعوت قبول کرے اور جب وہ اس سے ملے تو اسے سلام کرے اور جب وہ چھینک مارے تو اس کو جواب دے و ینصح لهٗ اذا غاب او شهد اور جب وہ غیر حاضر ہو یا موجود ہو اس کی خیر خواہی کرے۔ (مشکوٰۃ شریف جلد دوم ص ۱۱۴)

(۶) اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مسلمان کے مسلمان پر چھ حق ہیں۔ اسے سلام کرے جب اس سے ملے۔ اس کی دعوت قبول کرے جب وہ دعوت دے اور اس کی چھینک کا جواب دے جب وہ چھینکے اور اس کی بیمار پرسی کرے جب وہ بیمار ہو اور اس کے جنازہ کے پیچھے چلے جب وہ مرجائے ویحب له مایحب لنفسه اور اس کے لئے وہی بات پسند کرے جو بات وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ رواہ الترمذی والدارمی۔ (مشکوٰۃ شریف جلد دوم ص ۱۱۵)

ادائیگی حقوق کا اجر و ثواب

مذکور بالا حقوق کی ادائیگی میں شرع شریف نے جو فضیلت رکھی ہے اس کے بارہ میں احادیث مبارکہ ملاحظہ

ہوں وباللہ التوفیق۔

عیادتِ مریض کی فضیلت

(۱) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اذا عاد اخاہ المسلم لم یزل فی خرفة الجنة حتّٰی یرجع ۔مسلمان جب اپنے مسلمان بھائی کی بیمار پرسی کرتا ہے تو وہ واپس لوٹنے تک جنت کے میوے چنتا رہتا ہے۔رواہ مسلم۔

(مشکوٰۃ شریف جلد اول ص۱۲۲)

(۲) حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ مامن مسلم یعود مسلماً غدوۃً الا صلےٰ علیه سبعون الف ملک حتّٰی یمسی وان عادہ عشیۃً الا صلےٰ علیه سبعون الف ملک حتّٰی یصبح وکان له خریف فی الجنة۔ کوئی مسلمان کسی مسلمان کی بیمار پرسی صبح کے وقت نہیں کرتا مگر اس پر شام ہونے تک ستر ہزار فرشتے رحمت کی دعائیں بھیجتے رہتے ہیں اور بیمار پرسی شام کے وقت نہیں کرتا مگر اس پر صبح ہونے تک ستر ہزار فرشتے رحمت کی دعائیں بھیجتے رہتے ہیں اور اس کے لئے جنت میں ایک باغ ہے۔رواہ الترمذی وابوداؤد۔

(مشکوٰۃ جلد اول ص۱۲۳)

(۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ من توضا فاحسن الوضوء وعاد اخاہ المسلم محتسباً بوعد من جهنم مسیرۃ ستین خریفاً ۔جو شخص اچھے طریقہ سے وضو کرے اور اپنے مسلمان بھائی کی بیمار پرسی ثواب کی نیت سے کرے تو وہ دوزخ سے ساٹھ برس کی مسافت دور کر دیا جاتا ہے۔رواہ ابوداؤد۔ (مشکوٰۃ جلد اول ص۱۲۳)

(۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ من عاد مریضاً نادیٰ منادٍ من السماء طبت و طاب ممشاک وتبوات من الجنة منزلاً۔جو شخص بیمار کی عیادت کرے آسمان سے ایک فرشتہ آواز دے کر کہتا ہے تو نے اچھا کام کیا اور تیرا چلنا اچھا ہے اور تو نے اپنا ٹھکانہ جنت میں بنالیا ہے۔رواہ ابن ماجہ۔ (مشکوٰۃ شریف جلد اول ص۱۲۵)

(۵) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ من عاد مریضاً

لم یزل یخوض الرحمة حتی یجلس فاذا جلس اغتمس فیھا ۔ جو شخص بیمار کی عیادت کرے وہ رحمت میں ڈوبا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ بیٹھے پھر جب وہ بیٹھتا ہے تو وہ رحمت میں غوطہ زن ہو جاتا ہے۔ رواہ مالک واحمد۔ (مشکوٰۃ شریف جلد اول ص ۱۲۵)

(۲) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اذا دخلت علی المریض فمرہ یدعو لک فان دعآء ہ کدعآء الملآئکۃ ۔ جب تو بیمار کے پاس جائے تو اسے اپنے لئے دعا کرنے کا حکم کر کیونکہ اس کی دعا فرشتوں کی دعا کی طرح ہے۔ رواہ ابن ماجہ۔

(مشکوٰۃ شریف جلد اول ص ۱۲۶)

اتباعِ جنازہ کی فضیلت

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص ایمان اور نیت ثواب کے ساتھ مسلمان کے جنازہ کے پیچھے چلے اور وہ نماز جنازہ پڑھے جانے اور اسے دفنائے جانے تک اس کے ساتھ رہے وہ دو قیراط ثواب کے ساتھ لوٹتا ہے۔ ہر قیراط احد پہاڑ جتنا ہوتا ہے۔ اور جو دفن سے پہلے لوٹ آئے وہ ایک قیراط ثواب کے ساتھ لوٹتا ہے۔ متفق علیہ۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۳۱ ج ۱)

(۲) انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص جنازہ کے پیچھے چلے اور اسے تین بار اٹھائے تو اس نے اپنے اوپر میت کے حقوق ادا کر دیئے۔ رواہ الترمذی۔

(مشکوٰۃ شریف جلد اول ص ۱۳۲)

اجابت دعوت کی فضیلت

(۱) حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اذا دعی احدکم الی طعام فلیجب فان کان مفطراً فلیاکل وان کان صائماً فلیصل ۔ تم میں سے کسی ایک کو جب کھانے کی دعوت دی جائے تو اسے دعوت قبول کرنی چاہیے پھر اگر وہ روزہ دار نہیں تو کھانا کھائے اور اگر روزہ دار ہے تو دعا کرے۔ رواہ احمد ومسلم والترمذی وابن ماجہ۔

(جامع صغیر ص ۲۵ ج ۱)

(۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ من

دعی فلم یجب فقد عصی اللہ ورسولہ ومن دخل علی غیر دعوۃ دخل سارقا وخرج مغیراً ۔جس شخص کو کھانے کی دعوت دی جائے اور وہ قبول نہ کرے تو اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی اور جو بلائے بغیر کھانے کو چلا جائے وہ چور کی حیثیت سے داخل ہوگا اور گناہگار ہو کر نکلے گا۔ رواہ ابوداؤد۔ (مشکوۃ شریف ص ۱۱ ج ۲)

(۳) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن اجابۃ طعام الفاسقین ۔رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فاسقوں کے کھانے سے منع فرمایا ہے۔رواہ البیھقی۔ (مشکوۃ شریف جلد دوم ص ۱۱)

سلام وجواب سلام کی فضیلت

(۱) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔کہ ایک شخص نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا السلام علیکم آپ نے سلام کا جواب دیا تو وہ بیٹھ گیا۔آپ نے فرمایا۔دس نیکیاں۔ پھر ایک اور شخص حاضر خدمت ہوا اور اس نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ آپ نے اس کے سلام کا جواب دیا تو وہ بیٹھ گیا۔فرمایا بیس نیکیاں۔ پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ آپ نے اس کے سلام کا جواب دیا تو وہ بیٹھ گیا۔فرمایا تیس نیکیاں۔رواہ الترمذی وابوداؤد۔ (مشکوۃ شریف ص ۱۱۵ ج ۲)

اور حضرت انس کی روایت میں ہے کہ پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے کہا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ و مغفرتہ۔حضور نے فرمایا اس کے لئے چالیس نیکیاں۔اور فضائل اسی طرح ہوتے ہیں یعنی جتنا کام زیادہ ہو گا ثواب بھی بڑھتا جائے گا۔ (بہار شریعت حصہ شانزدہم ص ۸۸)

(۲) حضرت انس فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔اے پیارے بچے۔جب تو اپنے گھر والوں پر داخل ہو تو سلام کہہ تو تجھ پر اور تیرے گھر والوں پر برکت ہوگی۔رواہ الترمذی۔

(مشکوۃ شریف جلد دوم ص ۱۱۶)

(۳) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ البادی بالسلام بری من الکبر ۔سلام دینے میں پہل کرنے والا شخص تکبر سے بری ہوتا ہے۔رواہ البیھقی فی

الشعب۔ (مشکوٰۃ شریف جلد دوم ص ۱۱۷)

(۴) حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تم جنت میں نہیں جاؤ گے جب تک ایمان نہ لاؤ گے اور تم مومن نہیں ہو گے جب تک آپس میں محبت نہ کرو گے۔ کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں کہ جب تم اسے کرو گے تو تم آپس میں محبت کرنے لگو گے۔ اور وہ یہ ہے کہ آپس میں سلام کو پھیلاؤ۔ رواہ مسلم۔ (بہار شریعت ص ۸۵ حصہ ۱۶)

(۵) حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص پہلے سلام کرے وہ رحمت الٰہی کا زیادہ مستحق ہوتا ہے۔ رواہ احمد والترمذی وابوداؤد۔

(بہار شریعت حصہ شانزدہم ص ۸۵)

چھینک کے جواب دینے کی فضیلت

(۱) حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بلاشبہ اللہ چھینکنے والے سے محبت رکھتا اور جماہی کو ناپسند فرماتا ہے۔ پھر جب تم میں سے کوئی ایک شخص چھینک مارے اور الحمدللہ کہے تو سننے والے ہر مسلمان پر یہ حق لازم ہو جاتا ہے کہ وہ کہے۔ یرحمک اللہ۔ جماہی تو شیطان کی جانب سے ہے پھر جب تم میں سے کوئی ایک شخص جماہی لے تو اسے جہاں تک ہو سکے روکنے کی کوشش کرے کیونکہ تم میں سے جب کوئی ایک شخص جماہی لیتا ہے تو اس سے شیطان کھل کر ہنستا ہے۔ رواہ البخاری۔ (مشکوٰۃ شریف جلد دوم ص ۱۲۱)

(۲) اور انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم میں سے کوئی ایک شخص چھینک مارے تو کہے الحمدللہ اور اس کا ساتھی کہے یرحمک اللہ۔ پھر جب وہ اس کے لئے یرحمک اللہ۔ کہے تو وہ کہے یھدیکم اللہ ویصلح بالکم۔ رواہ البخاری۔ (مشکوٰۃ ص ۱۲۱ ج ۲)

(۳) حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب چھینک مارتے تو آپ اپنے منہ کو اپنے ہاتھ یا اپنے کپڑے سے چھپا لیتے اور اپنی آواز پست رکھتے۔ رواہ الترمذی وابوداؤد۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۲۱ ج ۲)

(۴) حضرت عبید اللہ بن رفاعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب

چھینکنے والا چھینک مارے تو تو اس کو تین بار تک جواب دے اور اگر وہ زیادتی کرے تو اب تجھے اختیار ہے چاہے اس کی چھینک کا جواب دے یا نہ دے۔ رواہ ابوداؤد والترمذی۔ (مشکوٰۃ ص ۴۲۲ ج ۲)

مسلمان کی خیر خواہی کی فضیلت

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا۔ **الدین النصیحة** ۔ دین خیر خواہی ہے۔ عرض کیا گیا۔ کس کے لئے؟ فرمایا۔ **لله ولكتابه ولرسوله و لأئمة المسلمين وعامتهم** ۔ اللہ کے لئے اور اس کی کتاب کے لئے اور اس کے رسول کے لئے اور مسلمانوں کے اماموں کے لئے اور عامۃ المسلمین کے لئے۔ رواہ مسلم۔ (مشکوٰۃ ص ۴۲۵ ج ۲)

علماء فرماتے ہیں کہ اللہ کے لئے خیر خواہی کا مطلب یہ ہے کہ اس پر ایمان لایا جائے اور ایمان باللہ کی طرف لوگوں کو بلایا جائے اور یہ خواہش رکھی جائے کہ سب لوگ مومن بن جائیں اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے خیر خواہی کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی جملہ تعلیم پر ایمان رکھا جائے اور آپ کی سنت پر عمل کیا جائے اور لوگوں کو ان کی جانب بلایا جائے اور کتاب اللہ کے لئے خیر خواہی کا مطلب یہ ہے کہ اسے پڑھا جائے اور اس پر عمل کیا جائے اور یہ خواہش رکھی جائے کہ سب لوگ اس کی تلاوت کریں اور اس پر عمل کریں۔ اور مسلمانوں کے اماموں کے لئے خیر خواہی کا مطلب یہ ہے کہ ان پر بغاوت نہ کی جائے اور ان کے لئے عدل وانصاف کی دعا کی جائے اور لوگوں کو اسی بات کی دعوت دی جائے۔ **واما النصيحة للمسلمين فهوان تحب لهم ماتحب لنفسك وتكره لهم ماتكره لنفسك وتتمنى ان يكونوا في ما بينهم على الألفة والمودة** ۔ اور مسلمانوں کے لئے خیر خواہی کا مطلب یہ ہے کہ تو ان کے لئے وہی پسند کرے جو تو اپنے لئے پسند کرتا ہے اور ان کے لئے وہی ناپسند کرے جو تو اپنے لئے ناپسند کرتا ہے۔ اور تو یہ چاہے کہ سب مسلمان باہم محبت اور الفت سے رہیں۔ (نزہۃ الناظرین ص ۱۶۷)

(۲) حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: **بايعت رسول الله صلى الله عليه وسلم على اقام الصلوٰة وايتاء الزكوٰة والنصح لكل مسلم** ۔ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر ان باتوں کے بارہ میں بیعت کی۔ نماز قائم کرنے پر، زکوٰۃ دینے پر اور ہر مسلمان کے لئے خیر خواہی کرنے پر۔ متفق علیہ۔ (مشکوٰۃ شریف جلد دوم ص ۴۲۵)

(۳) اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر جو چھ حقوق لازم بتائے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے **واذا استنصحک فانصح له** ۔ اور جب وہ تجھ سے خیر خواہی چاہے تو تو اس کے لئے خیر خواہی کرے۔ (نزھۃ الناظرین ص ۱۶۷)

(۴) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ سب مومن ایک مرد کی طرح ہیں کہ جب اس کی آنکھ بیمار ہوتی ہے تو اس کا سارا جسم تکلیف محسوس کرتا ہے اور جب اس کے سر میں درد ہوتا ہے تو اس کا سارا جسم درد محسوس کرتا ہے۔ رواہ مسلم۔ (مشکوٰۃ شریف جلد دوم ص ۴۲۵)

(۵) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اپنے بھائی کی مدد کر خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم ایک شخص نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ میں اس کے مظلوم ہونے کی حالت میں تو اس کی مدد کروں گا مگر اس کے ظالم ہونے کی حالت میں کیسے میں اس کی مدد کروں گا؟ فرمایا **تمنعه من الظلم فذاک نصرک اياه** ۔ تو اسے ظلم سے روک یہ تیرا اس کی مدد کرنا ہے متفق علیہ۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۴۲۵ ج ۲)

(۶) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ نہ وہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اس کی مدد چھوڑتا ہے اور جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روائی میں ہو اللہ اس کی حاجت روائی میں ہوتا ہے اور جو کسی مسلمان سے کوئی مصیبت دور کرے اللہ اس سے قیامت کی مصیبتوں میں سے کوئی ایک مصیبت دور کرے گا اور جو مسلمان کی پردہ پوشی کرے اللہ قیامت کے روز اس کی پردہ پوشی کرے گا۔ متفق علیہ۔ (مشکوٰۃ ص ۴۲۲ ج ۲)

(۷) اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **والذی نفسی بیده لا یؤمن عبد حتی یحب لاخیه مایحب لنفسه** ۔ اس ذات کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے کوئی بندہ مومن نہیں ہوگا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہی بات پسند نہ کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ متفق علیہ۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۴۲۵ ج ۲)

(۸) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جس شخص

کے پاس اس کے غیر حاضر بھائی کی برائی بیان کی گئی اور وہ اس کی مدد پر قدرت رکھتا تھا تو اس نے اس کی مدد کی تو اللہ اس کی دنیا اور آخرت میں مدد کرے گا اور وہ اس کی مدد پر قدرت رکھتا تھا لیکن اس نے اس کی مدد نہ کی تو اللہ اسے دنیا اور آخرت میں پالے گا۔ رواہ فی شرح السنۃ۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۳۶ ج ۲)

(۹) اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص اپنے بھائی کی حاجت میں دن یا رات کی کسی گھڑی میں چلے خواہ اس نے اس کی حاجت کو پورا کیا یا نہیں اس کا یہ عمل اس کے لئے دو مہینوں کے اعتکاف سے بہتر ہے۔ (نزھۃ الناظرین ص ۱۶۸)

(۱۰) اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ومن مشی مع اخیہ فی حاجۃ حتی یقضیھا لہ ثبت اللہ قدمیہ یوم تزل الاقدام اور جو اپنے بھائی کے ساتھ اس کی کسی حاجت میں چلے یہاں تک کہ وہ اس کی حاجت پوری کردے تو اللہ تعالیٰ اس کے قدم اس دن ثابت رکھے گا جس دن قدم پھسلیں گے رواہ الاصبھانی۔ (نزھۃ الناظرین ص ۱۶۸)

(۱۱) حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مومن مومن کے لئے عمارت کی طرح ہوتا ہے کہ اس کے بعض حصے بعض حصوں کو مضبوط کرتے ہیں۔ پھر آپ نے (مثال دینے کے لئے) اپنی انگلیوں میں انگلیاں ڈالیں۔ متفق علیہ۔ (مشکوٰۃ جلد دوم ص ۱۳۵)

(۱۲) حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ نہ وہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ وہ اسے ذلیل کرتا ہے اور نہ وہ اسے حقیر سمجھتا ہے۔ پرہیز گاری اس جگہ ہے اور آپ نے تین مرتبہ اپنے سینے کی طرف اشارہ کیا پھر فرمایا۔ بحسب امرئ من الشر ان یحقر اخاہ المسلم۔ مرد کے لئے اتنا ہی شر کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے۔ پھر فرمایا کل المسلم علی المسلم حرام دمہ ومالہ وعرضہ۔ ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کا خون اور مال اور عزت حرام ہیں رواہ مسلم۔ (مشکوٰۃ ص ۱۳۵ ج ۲)

الحمدللہ۔ یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا ہے اُس سے "مسلمانوں کے حقوق وفرائض" پر بقدر حاجت روشنی پڑ گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیقِ عمل بخشے آمین بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم۔

(۲۶ رمضان ۱۴۲۸ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چھبیسواں مقالہ

دوستوں کے حقوق وفرائض

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدلله ربّ العالمين والصلوٰة والسلام علىٰ رسوله محمد واله واصحابه اجمعين اما بعد: ۔ اس مختصر مقالہ میں ہم نے مسلمانوں کی باہمی دوستی، بھائی چارگی اور محبت ومؤدت کے بارہ میں فوائد عظیمہ جمع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے اللہ تعالیٰ اسے شرف قبولیت بخشے اور ذریعۂ ہدایت بنائے ۔ آمین بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم۔

باہمی دوستی کے اسباب

ایک مسلمان کے دل میں دوسرے مسلمان کی محبت اور دوستی پیدا ہونے کے چند اسباب ہیں۔ پہلا سبب حسن و جمال ہے کہ حسین انسان سے محبت اور دوستی کا خواہاں ہر حسن پسند شخص ہوتا ہے۔ اور اس کا دوسرا سبب مالداری ہے کہ مالدار شخص سے ہر دولت پسند شخص کو فطری طور پر محبت ہو جاتی ہے اور اس کا تیسرا سبب ہم وطنی ہے کہ ہم وطن دو اشخاص پردیس میں فطری طور پر ایک دوسرے سے مانوس ہو جاتے ہیں اور ان میں محبت و اخوت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اس کا چوتھا سبب ہم قوم ہونا ہے کہ ایک قوم کے اشخاص خونی تعلق کی بناء پر فطرتی طور پر ایک دوسرے کے ہمدرد بن جاتے ہیں اور اس کا پانچواں سبب پارسائی اور پاکبازی ہے کہ پارسا اور پاکباز انسان سے مسلمانوں کو قلبی کشش ہوتی ہے۔

مذکورہ بالا سب قسم کی دوستیاں اور بھائی چارگیاں شرعاً محمود ہیں جبکہ وہ شرعی حدود وضوابط کے اندر ہوں لیکن آخری قسم کی دوستی شرع شریف کی نظر میں بہت عزیز اور پسندیدہ ہے۔ نیک انسان سے دوستی دنیا اور آخرت کے فوائد کے حصول میں مددومعاون ثابت ہوتی ہے۔ اور جب اس دوستی کی بنیاد محض رضائے الٰہی پر ہو تو پھر اس کے فوائد وثمرات کا سلسلہ لامتناہی طوالت اختیار کر لیتا ہے۔ ہم نے اس مختصر مقالہ میں اسی جانب مسلمانوں کی توجہ مبذول کرانے کی کوشش کی ہے وباللہ التوفیق۔

دوستی شرع شریف کی نظر میں

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ **ليس على الاعمى حرج ولا على الاعرج حرج ولا على المريض حرج ولا علىٰ انفسكم ان تاكلوا من بيوتكم او بيوت آبائكم او بيوت امهاتكم او بيوت اخوانكم او بيوت اخواتكم او بيوت اعمامكم او بيوت عمّاتكم**

او بیوت اخوالکم او بیوت خالاتکم اوما ملکتم مفاتحہ او صدیقکم ط ۔نہ اندھے پر تنگی ہے اور نہ لنگڑے پر مضائقہ اور نہ بیمار پر روک اور نہ تم میں سے کسی پر کوئی رکاوٹ کہ کھاؤ اپنی اولاد کے گھر یا اپنے باپ کے گھر یا اپنی ماں کے گھر یا اپنے بھائیوں کے یہاں یا اپنی بہنوں کے گھر یا اپنے چچاؤں کے یہاں یا اپنی پھوپھیوں کے گھر یا اپنے ماموؤں کے یہاں یا اپنی خالاؤں کے گھر یا جہاں کی کنجیاں تمہارے قبضہ میں ہیں یا اپنے دوست کے یہاں۔ (پ ۱۳۔رکوع ۱۴)

شانِ نزول

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ صحابۂ کرام حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کو جاتے تو وہ معذور صحابہ کو جو بوجہ عذر جہاد میں شرکت نہیں کر سکتے تھے اپنے گھروں کی چابیاں دے جاتے تھے کہ وہ ان کے گھروں کی دیکھ بھال رکھیں اور انہیں اجازت دے جاتے تھے کہ کھانے پینے کی چیزیں نکال کر کھائیں پئیں۔لیکن یہ حضرات اس خرچ کرنے میں بہت حرج محسوس کرتے تھے تو ان کے متعلق یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

(نور العرفان ص ۵۷۱)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے جہاں رشتہ داروں کو تفصیل سے ذکر فرمایا وہاں دوستوں کو بھی ذکر فرمایا اور دوستوں کو رشتہ داروں کے حکم میں رکھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شرع شریف دوستی کے رشتہ کا بھی لحاظ کرتی ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

نیکوں کی دوستی کا آخرت میں فائدہ

اللہ تعالیٰ دوزخیوں کے احوال کے بارہ میں فرماتا ہے۔قالوا وھم فیھا یختصمون تاللہ ان کنا لفی ضلال مبین اذ نسویکم برب العالمین وما اضلنا الا المجرمون فمالنا من شافعین ولا صدیق حمیم فلو ان لنا کرۃ فنکون من المؤمنین ۔وہ (کفار) کہیں گے اور وہ اس میں (یعنی دوزخ میں) باہم جھگڑتے ہوں گے۔خدا کی قسم بے شک ہم کھلی گمراہی میں تھے جبکہ ہم تمہیں رب العالمین کے برابر ٹھہراتے تھے۔اور ہمیں نہ بہکایا مگر مجرموں نے تو اب ہمارا کوئی سفارشی نہیں اور نہ کوئی غمخوار دوست۔ (پ ۱۹ ارکوع ۹)

مفسر علاؤالدین فرماتے ہیں۔یقول ذلک الکفار حین یشفع الملائکۃ والنبیون

والمؤمنون یہ بات کافر اس وقت کہیں گے جب فرشتے انبیاء اور مومنین گناہگار دوزخی مسلمانوں کی شفاعت کریں گے اور اللہ تعالیٰ ان کی شفاعت کی وجہ سے انہیں جہنم سے نکال کر جنت میں داخل فرمائے گا۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ان الرجل یقول فی الجنة ما فعل بصدیقی فلان و صدیقه فی الجیحم فیقول اللہ عزوجل اخرجوا له صدیقه الی الجنة فیقول من بقی فمالنامن شافعین ولا صدیق حمیم۔ بلاشبہ کوئی شخص جنت میں ہوگا تو وہ کہے گا میرے فلاں دوست کا کیا حال ہے؟ حالانکہ اس کا وہ دوست جہنم میں ہوگا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا اس کے لئے اس کے دوست کو جنت کی طرف نکال لاؤ۔ سو جو باقی جہنمی ہوں گے وہ یہ کہیں گے کہ اب ہمارا کوئی سفارشی نہیں اور نہ کوئی غمخوار دوست ہے۔ رواہ البغوی باسناد الثعلبی۔ (تفسیر خازن جلد پنجم ص ۱۲۱ تفسیر معالم التنزیل جلد پنجم ص ۱۲۱)

اور مفسر ابن کثیر لکھتے ہیں قال قتادة یعلمون واللہ ان الصدیق اذا کان صالحاً نفع وان الحمیم اذا کان صالحاً شفع۔ قتادہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم جہنمی کفار یہ جانتے ہوں گے کہ دوست جب نیکو کار ہو تو وہ نفع دیتا ہے اور غمخوار دوست جب نیکو کار ہو تو وہ سفارش کرتا ہے۔

(تفسیر ابن کثیر جلد سوم ص ۳۴۰)

احادیث مبارکہ

نیکوکار سچے دوستوں کے حالات کے متعلق چند احادیث مبارکہ ذکر کی جاتی ہیں وباللہ التوفیق۔

(۱) حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ان اللہ یقول یوم القیامة این المتحابون بجلالی الیوم اظلهم فی ظلی یوم لاظل الاظلی۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا میری بزرگی کے سبب سے جو لوگ ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہیں وہ کہاں ہیں؟ آج میں انہیں اپنے سایہ میں بساؤں گا۔ آج میرے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہیں۔ رواہ مسلم۔ (مشکوٰۃ شریف باب فی الحب فی اللہ جلد دوم ص ۱۳۸)

(۲) انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ایک شخص اپنے دوست بھائی کی زیارت کے لئے دوسری بستی کی طرف نکلا تو اللہ نے اس کے راستہ میں ایک فرشتہ بٹھا دیا۔ فرشتے نے پوچھا

کہاں کا ارادہ ہے؟ اس نے کہا۔ میں اس بستی میں رہنے والے ایک دوست بھائی کی ملاقات کا ارادہ رکھتا ہوں۔ فرشتے نے پوچھا۔ کیا اس شخص نے تجھ پر کوئی احسان کیا ہے۔ جس کو تم پالنا چاہتے ہو؟ اس نے کہا۔ نہیں بلکہ میں اس سے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لئے محبت رکھتا ہوں۔ فرشتے نے کہا۔ فانی رسول اللہ الیک بان اللہ قد احبک کما احببتہ فیہ۔ تو میں اللہ کا بھیجا ہوا (فرشتہ) ہوں اور سن لے کہ جس طرح تو نے اس شخص سے اللہ کے لئے محبت کی ہے اسی طرح اللہ کا تو محبوب بن گیا ہے۔ رواہ مسلم۔ (مشکوٰۃ جلد دوم ص ۱۳۸)

(۳) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ قال اللہ تعالیٰ وجبت محبتی للمتحابین فی والمتجالسین فی والمتزاورین فی والمتباذلین فی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میری محبت ان لوگوں کے لئے واجب ہوگئی ہے جو ایک دوسرے سے میری رضا کے لئے محبت رکھتے ہیں اور میری رضا کے لئے ایک دوسرے کے پاس بیٹھتے ہیں اور میری رضا کے لئے ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں اور میری رضا کے لئے ایک دوسرے پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔ رواہ مالک۔ (مشکوٰۃ ص ۱۳۸ ج ۲)

(۴) اور ترمذی شریف کی روایت میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا المتحابون فی جلالی لھم منابر من نور یغبطھم النبیون والشھدآء۔ میری عظمت کے سبب ایک دوسرے سے محبت رکھنے والے لوگ نورانی منبروں پر ہوں گے دریں حالیکہ ان پر نبی اور شہید رشک کریں گے۔ (مشکوٰۃ ص ۱۳۸ ج ۲)

(۵) حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ان من عباد اللہ لاناساً ماھم بانبیآء ولا شھدآء یغبطھم الانبیآء والشھدآء یوم القیامۃ بمکانھم من اللہ۔ بلاشبہ اللہ کے کچھ ایسے بندے ہیں جو نہ نبی ہیں اور نہ شہید ان پر انبیآء و شہداء قیامت کے روز ان کے اس مرتبہ کی وجہ سے رشک کریں گے جو انہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک حاصل ہوگا۔ صحابہ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ آپ ہمیں بتائیں کہ یہ لوگ کون ہوں گے؟ فرمایا۔ ھم قوم تحابوا بروح اللہ علی غیر ارحام بینھم والا اموال یتعاطونھا۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کی محبت کے باعث ایک دوسرے سے محبت رکھتے تھے۔ بغیر اس کے کہ ان کی آپس میں کوئی رشتہ داری تھی یا وہ ایک دوسرے کو مال دیتے تھے۔ فواللہ ان وجوھھم لنور وانھم لعلی نور لایخفون اذا خاف الناس ولا

یحزنون اذاحزن الناس ۔اللہ کی قسم ان کے چہرے نورانی ہوں گے اور وہ نورانی منبروں پر ہوں گے ان کو کوئی خوف نہیں ہوگا جب لوگ خوفزدہ ہوں گے اور وہ غمگین نہیں ہوں گے جب لوگ غمگین ہوں گے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی الآان اولیآء اللہ لاخوف علیھم ولاھم یحزنون ۔خبردار بے شک اللہ کے اولیآء پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔رواہ ابوداؤد۔

(مشکوٰۃ شریف جلد دوم ص ۱۳۸)

(۶) ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ لاتصاحب الا مومناً ولایأکل طعامک الاتقی ۔تو دوستی اور سنگت نہ کر مگر مومن سے اور تیرا کھانا نہ کھائے مگر پرہیز گار شخص رواہ الترمذی وابوداؤد والداری۔ (مشکوٰۃ جلد دوم ص ۱۳۸)

(۷) حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اذا عادالمسلم اخاہ اوزارہ قال اللہ تعالیٰ طبت وطاب ممشاک و تبوات من الجنۃ منزلاً ۔جب کوئی مسلمان اپنے بیمار مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے یا تندرست مسلمان بھائی کی ملاقات کے لئے جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ تیری زندگی دنیا وآخرت میں اچھی ہوگئی اور تیرا کھانا اچھا ہوا اور تو نے جنت میں اچھا ٹھکانہ بنالیا۔رواہ الترمذی۔ (مشکوٰۃ ص ۱۳۸ ج ۲)

(۸) انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا المرء علی دین خلیلہ فلینظر احدکم من یخالل ۔مرد اپنے جگری دوست کے دین پر ہوتا ہے پس اسے دیکھنا چاہیے کہ وہ اپنا جگری دوست کسے بنارہا ہے۔رواہ احمد والترمذی وابوداؤد والبیہقی فی الشعب۔ (مشکوٰۃ ص ۱۳۸ ج ۲)

(۹) حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔اگر دو شخص ایک دوسرے سے اللہ کی رضا کے لئے محبت رکھتے تھے ان میں سے ایک مشرق میں تھا اور دوسرا مغرب میں قیامت کے روز اللہ ان دونوں کو جمع فرمائے گا اور کہے گا یہ وہ شخص ہے جس سے تو میری رضا کے لئے محبت رکھتا تھا۔رواہ البیہقی فی الشعب۔ (مشکوٰۃ ص ۱۳۹ ج ۲)

(۱۰) حضرت ابورزین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔یا ابا رزین ھل شعرت ان الرجل اذا خرج من بیتہ زائراً اخاہ شیعہ سبعون الف ملک کلھم یصلون علیہ و یقولون ربنا اللہ وصل فیک فصلہ فان اسطعت ان تعمل

جسدک فی ذلک فافعل ۔ اے ابورزین کیا تجھے علم نہیں کہ مرد جب اپنے گھر سے اپنے دوست بھائی کی ملاقات کے لئے نکلتا ہے تو اس کے ہمراہ ستر ہزار فرشتے ہو جاتے ہیں اور وہ یہ دعا مانگتے ہیں ۔ اے ہمارے رب اس نے تیری رضا کے لئے ملاقات کا ارادہ کیا تو اسے بخش دے ۔ سو اگر تو اپنے بدن کو اس کام میں استعمال کر سکے تو استعمال کر ۔ رواہ البیھقی فی الشعب ۔ (مشکوۃ ص ۱۳۹ ج ۲)

(۱۱) حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ بالاشبہ جنت میں یاقوت کے بنے ہوئے ستون ہیں ان پر سبز موتی سے بنے ہوئے کمرے ہیں جن کے دروازے کھلے ہیں وہ اس طرح چمکتے ہیں جس طرح چمکدار ستارہ ۔ صحابہ نے عرض کیا ۔ یا رسول اللہ ان کمروں میں کون لوگ رہیں گے؟ فرمایا المتحابون فی اللہ والمتجالسون فی اللہ والمتلاقون فی اللہ جو لوگ اللہ کی رضا کے لئے ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہیں ۔ اور اللہ کی رضا کے لئے ایک دوسرے کے پاس اٹھتے بیٹھتے ہیں اور اللہ کی رضا کے لئے ایک دوسرے سے میل ملاپ رکھتے ہیں ۔ رواہ البیھقی فی الشعب ۔ (مشکوۃ ص ۱۳۹ ج ۲)

مسلمان ان احادیث مبارکہ کو پڑھیں اور نیکوکار مسلمانوں سے اللہ کی رضا کے لئے دوستی اور تعلقات قائم کرنے والوں کے فضائل جانیں اور عمل کی کوشش کریں ۔ اللہ تعالی توفیق عمل بخشے آمین ۔

بکثرت مسلمانوں سے دوستی پیدا کرنا شرعاً مقصود ہے

شرع شریف کو یہی مقصود ہے کہ نیکوکار مسلمانوں کی باہمی دوستیاں اور تعلقات اللہ کی رضا کے لئے بکثرت قائم ہوں تاکہ اسلامی معاشرہ پرسکون ہو ۔ چنانچہ

(۱) کتاب ربیع الابرار میں ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ استکثروا من الاخوان فان اللہ تعالی حی کریم یستحی من عبدہ ان یعذبہ بین اخوانہ یوم القیامۃ ۔ دوست بھائی زیادہ کرو کیونکہ اللہ تعالی حیا فرمانے والا کرم کرنے والا ہے وہ اپنے بندے سے حیا فرماتا ہے کہ وہ اسے اس کے بھائیوں کے درمیان قیامت کے روز عذاب دے ۔ (تنبیہ المجالس جلد ۲ ص ۲۶۶)

(۲) حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا قول ہے؟ اعجز الناس من عجز عن اکتساب الاخوان ۔ لوگوں میں سب سے زیادہ عاجز وہ شخص ہے جو دوست بھائی بنانے سے عاجز ہے ۔ (تنبیہ المجالس جلد ۲ ص ۲)

دوستوں کی خدمت اور خیر خواہی کا اجر

دوستوں کی خدمت کے بارہ میں چند روایات ملاحظہ ہوں۔

(۱) شیخ عبدالرحمٰن صفوری فرماتے ہیں۔ میں نے کتاب الوجوہ المسفرۃ میں یہ لکھا ہوا دیکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابی بن کعب نے حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہما سے پوچھا آپ کیا کھانا چاہتے ہیں؟ انہوں نے کہا ستو اور کھجور۔ انہوں نے انہیں یہ چیزیں کھلا کر سیر کر دیا۔ اس کی خبر نبی صلے اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپ نے فرمایا ان المرء اذا فعل ذلک باخیه لوجه الله لایرید بذلک جزاء ولا شکوراً بعث الله الی منزله عشرة من الملائکة یسجون الله ویهللون ویکبّرون ویستغفرون له حولا کاملاً فاذا کان الحول کتب له مثل عبادة اولٓئک الملائکة وحق علی الله ان یطعمه من طیبات الجنة فی جنة الخلدوملک لایبید ۔ جب کوئی شخص اپنے دوست بھائی سے یہ کام کرتا ہے حالانکہ وہ نہ جزاء کا ارادہ رکھتا ہے اور نہ شکریہ کا تو اللہ تعالیٰ اس کے گھر کی طرف فرشتے بھیجتا ہے جو ایک سال تک اللہ کی تسبیح تہلیل تکبیر اور استغفار پڑھتے رہتے ہیں۔ جب سال پورا ہوتا ہے تو ان فرشتوں کی عبادت کی مثل عبادت اس کے نامۂ اعمال میں لکھ دی جاتی ہے اور اللہ کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ اس بندے کو جنت الخلد میں جنت کے پاکیزہ کھانوں سے کھلائے۔ (نزھۃ المجالس جلد دوم ص ۲۶۷)

(۲) نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مامن عبدین متحابین فی الله یستقبل احدهما الآخر فیصافحه ویصلیان علی النبی صلے الله علیه وسلم الالم یتفرقا حتی تغفر ذنوبهما ماتقدم منها وماتاخر ۔ جو دو بندے اللہ کی رضا کے لئے باہمی محبت رکھتے ہیں جب ان میں سے ایک دوسرے کے سامنے آتا ہے اور وہ اس سے مصافحہ کرتا ہے۔ اور وہ دونوں نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتے ہیں تو ان کے جدا ہونے سے پہلے پہلے ان دونوں کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ رواہ ابن السنی۔ (نزھۃ المجالس جلد دوم ص ۲۶۶)

(۳) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من مشی مع رفیقه فی حاجة فناصحه فیها جعل الله بینه وبین النار سبع خنادق مابین الخندق والخندق کمابین السماء والارض ۔ جو شخص کسی حاجت میں اپنے دوست بھائی کے ساتھ چلتا ہے

پھر اس کی حاجت روائی میں خیر خواہی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے درمیان اور دوزخ کے درمیان سات خندقیں پیدا کر دیتا ہے ہر ایک خندق دوسری سے اتنی مسافت پر ہے جتنی مسافت پر آسمان اور زمین ہیں۔

(نزہۃ المجالس جلد دوم ص ۲۶۶)

(۴) نبی صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ من رد عن عرض اخیه بالغیب کان حقاً علی الله ان یعتقه من النار ۔ جو شخص اپنے دوست بھائی کی عزت اس کی عدم موجودگی میں بچاتا ہے اللہ پر یہ حق ہے کہ وہ اسے دوزخ سے آزاد کر دے۔ (نزہۃ المجالس جلد دوم ص ۲۶۶)

(۵) ربیع الابرار میں ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ من نظر الی اخیه نظر مودة لم یطرف حتی یغفر الله ماتقدم من ذنبه ۔ جو شخص اپنے دوست بھائی کی طرف محبت کی نظر سے دیکھے وہ اپنی نظر موڑتا نہیں کہ اللہ اس کے گزرے ہوئے سارے گناہ بخش دیتا ہے۔

(نزہۃ المجالس جلد دوم ص ۲۶۷)

(۶) حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ عا۔ وسلم نے فرمایا اذا احب الرجل اخاه فلیخبره انه یحبهٗ ۔ جب کوئی شخص اپنے دوست بھائی سے دوستی پیدا کر لے تو وہ اسے یہ بات بتا دے کہ وہ اس سے دوستی رکھتا ہے۔ رواہ ابوداؤد والترمذی۔

(مشکوٰۃ ص ۱۳۸ ج ۲)

بُروں کی دوستی نقصان دہ ہے

شرع شریف نے جہاں نیکوں کی دوستی کے فوائد بیان کیے وہاں یہ بھی بتایا کہ بروں کی دوستی نقصان دہ ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مثل الجلیس الصالح والسوء کحامل المسک ونافخ الکیر اما ان یحذیک واما ان تبتاع منه واما ان تجد منه ریحاً طیبةً ونافخ الکیر اما ان یحرق ثیابک واما ان تجدمنه ریحاً خبیثة ۔ اچھے دوست اور برے دوست کی مثالیں کستوری اٹھانے والے اور بھٹی پھونکنے والے کی مثالوں جیسی ہیں۔ کستوری اٹھانے والا تجھے مفت کستوری دے دے گا یا تو اس سے کستوری خرید لے گا یا تو اس سے خوشبو پائے گا اور بھٹی جلانے والا یا تو تیرے کپڑے جلائے گا یا تو اس سے بدبو پائے

گا۔ متفق علیہ۔ (مشکوٰۃ ص ۴۱۸ ج ۲)

پرہیزگاروں کی دوستی قیامت میں قائم رہے گی

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ الاخلاء یومئذ بعضھم لبعض عدو الاالمتقین ۔گہرے دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر پرہیزگار۔(پ ۲۵ رکوع ۱۲) یعنی دنیا کی دوستیاں قرابتیں قیامت میں دشمنی میں تبدیل ہو جائیں گی مومن باپ کافر بیٹے کا دشمن ہو جائے گا بلکہ کافر کے اعضاء بھی اس کے دشمن ہو جائیں گے اور اس کے خلاف گواہی دیں گے۔ دنیا فانی ہے تو دنیا کی دوستی بھی فانی ہے۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مومنوں کی قرابت داریاں اور دوستیاں قیامت میں کام آئیں گی۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب دو مومن دوستوں میں سے ایک مرجاتا ہے تو وہ بارگاہِ الٰہی میں عرض کرتا ہے۔ مولا میرا فلاں دوست مجھے اچھے کام کا مشورہ دیتا تھا اور برے کام سے روکتا تھا۔ مولا میرے بعد اسے گمراہ نہ کرنا۔ اس کا ایسا ہی اکرام فرمانا جیسا تو نے میرا اکرام فرمایا اور دو کافر دوستوں سے جب ایک مرجاتا ہے تو وہ عرض کرتا ہے یارب فلاں شخص مجھے اچھے کاموں سے روکتا اور بری باتوں کا مشورہ دیتا تھا تو اسے ہلاک فرما۔ غرضیکہ قیامت سے پہلے ہی یہ محبتیں یہ عداوتیں شروع ہو جاتی ہیں۔

(خزائن العرفان وروح البیان) (نور العرفان ص ۷۸۸)

پہلے وقتوں کی دوستی کا ایک عجیب واقعہ

تفسیر حسینی میں لکھا ہے کہ ایک بزرگ فتح موصلی اپنے دوست کی عدم موجودگی میں اپنے ایک دوست کے گھر آئے۔ اس کی رقم کی تھیلی اس کی لونڈی سے منگوائی اور اس میں سے دو درہم لے لیے اور باقی رقم لونڈی کو واپس دے دی۔ جب وہ دوست گھر آیا اور لونڈی نے اسے یہ واقعہ سنایا تو شکرانے میں اس نے اس لونڈی کو آزاد کر دیا۔ (تفسیر حسینی ص ۱۰۶ ج ۲)

الحمدللہ یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس سے دوستوں کے حقوق وفرائض پر بقدر کفایت روشنی پڑ گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عمل بخشے وھذا آخر ماار دنا ایراده فی هذه المقالة المتقبلة تقبلها الله تعالیٰ بمنه العظیم آمین۔

(۲۶ رمضان المبارک ۱۴۲۸ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ستائیسواں مقالہ

ہمسایہ کے حقوق و فرائض

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد :- انسان معاشرت پسند ہے۔ ہر انسان یہی چاہتا ہے کہ وہ دوسرے انسانوں سے مل کر زندگی گزارے۔ انسانی ضروریات بھی معاشرتی زندگی اپنانے پر مجبور کرتی ہیں کیونکہ ممکن نہیں کہ ہر انسان اپنی ہر ضرورت کو خود ہی مہیا کرے۔

چند افراد ایک جگہ رہیں تو گھر بنتا ہے اور چند گھر مل جائیں تو معاشرہ کی تشکیل ہوتی ہے۔ وہی معاشرہ سکون بخش ہوگا جس کے افراد میں باہمی ہمدردی اور مؤدت ومؤاخات کا جذبہ کارفرما ہوگا اور جس معاشرہ کے افراد میں نفس پروری اور دوسروں کے حقوق کی لوٹ گھسوٹ ہوگی وہ کبھی بھی آرام دہ ثابت نہیں ہوسکتا۔

اسلام امن وسلامتی کا دین ہے وہ معاشرہ کے ہر فرد کے سکون وآرام کا خواہاں ہے ظلم وزیادتی اور دوسروں کے حقوق پر ڈاکہ زنی کو وہ سخت جرم قرار دیتا ہے۔ اس وجہ سے اسلام ہمسایوں کے حقوق کی ادائیگی فرض قرار دیتا ہے۔ اور اپنے قرب وجوار میں رہنے والوں سے حسن سلوک کا حکم دیتا ہے اگرچہ وہ غیر مذہب ہی کیوں نہ ہوں۔

آج کل ہمارے معاشرہ میں یہ بیماری وبا کی صورت اختیار کر چکی ہے کہ عموماً مسلمان اپنے ہمسایہ سے حسد کرتے ہیں اسے حتی الوسع ستانے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ وہ ہمسایوں کی وحشت وبربریت دیکھ کر ملک بدر ہو جائے اور اس کا جملہ اثاثہ انہیں نصیب ہو۔ حالانکہ یہ شرعاً سخت حرام اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا ذریعہ ہے ولہذا ضرورت تھی کہ مسلمانوں کو اس مہلک بیماری سے بچانے کے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاداتِ عالیہ سے باخبر کیا جائے تاکہ وہ اپنی عاقبت برباد کرنے سے محفوظ رہیں۔ اس مختصر مقالہ میں ہم نے اِسی ضرورت کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اللہ کریم جل شانہٗ ہماری اس دینی خدمت کو شرف مقبولیت بخشے اور اسے ذریعۂ ہدایت ونجات بنائے۔ آمین ثم آمین۔

آیت کریمہ: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَاعْبُدُو اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْاً وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِى الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَامَلَكَتْ

اَیۡمَانُکُمۡ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ مَنۡ کَانَ مُخۡتَالًا فَخُوۡرًا ۝

اور اللہ کی بندگی کرو اور اس کا شریک کسی کو نہ ٹھہراؤ اور بھلائی کرو ماں باپ سے اور رشتہ داروں سے اور یتیموں سے اور محتاجوں سے اور پاس کے ہمسایہ سے اور دور کے ہمسایہ سے اور کروٹ کے ساتھی سے اور راہ گیر سے اور اپنے باندی غلاموں سے بے شک اللہ کو خوش نہیں آتا کوئی اترانے والا بڑائی مارنے والا۔ (پ ۵ رکوع ۳)

احادیث مبارکہ

(۱) امام احمد ترمذی اور بیہقی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تو اللہ کے حرام کئے ہوئے کاموں سے بچ تو سب سے بڑا عبادت گزار بن جائے گا اور اللہ نے تیرے لئے جو کچھ مقسوم بنادیا ہے تو اس پر راضی ہو جا تو سب سے بڑا غنی ہو جائے گا۔ واحسن الیٰ جارک تکن مؤمناً اور تو اپنے ہمسایہ سے اچھا سلوک کر تو ایماندار ہو جائے اور جو بات تو اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی لوگوں کے لئے پسند کر تو مسلمان بن جائے گا۔ اور تو ہنسنے کی کثرت نہ کر کیونکہ زیادہ ہنسا دل کو مردہ بنا دیتا ہے۔ (جامع صغیر ص ۸ ج ۱)

(۲) اور طبرانی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلاشبہ اللہ تعالیٰ ایک نیکوکار مسلمان کی وجہ سے اس کے ہمسایوں کے ایک سو گھروں سے مصیبت دور کرتا ہے۔ (جامع صغیر ص ۷۲ ج ۱)

(۳) اور طبرانی حضرت رافع رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''گھر بنانے سے پہلے ہمسایہ ڈھونڈ اور راستہ تلاش کرنے سے پہلے ساتھی ڈھونڈ''۔

(جامع صغیر ص ۶۲ ج ۱)

(۴) اور احمد طبرانی اور حاکم حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا صلہ رحمی اچھا اخلاق اور اچھا پڑوس گھروں کو آباد کرتا ہے اور عمروں میں اضافہ پیدا کرتا ہے۔'' (جامع صغیر ص ۴۴ ج ۲)

(۵) اور طبرانی حضرت عبدالرحمٰن بن ابی قراد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر تم چاہو کہ اللہ اور اس کا رسول تم سے محبت کریں تو تم جب امین بنائے جاؤ امانت ادا

کرو جب گفتگو کرو سچ بولو واحسنوا جوار من جاورکم اور جولوگ تمہارے پڑوس میں بستے ہیں ان کے پڑوس کو اچھا بناؤ۔ (جامع صغیر ص ۱۰۶ ج ۱)

(۶) اور طبرانی انہی سے روایت کرتے ہیں کہ بلاشبہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا تو لوگ ان کے وضو کا پانی اپنے جسموں پر ملنے لگے آپ نے فرمایا تمہیں کیا بات ایسا کرنے پر مجبور کرتی ہے؟ عرض کیا اللہ اور اس کے رسول کی محبت فرمایا ''جس شخص کو یہ بات اچھی لگے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرے تو اسے گفتگو میں سچائی اختیار کرنی چاہیے جب بھی وہ گفتگو کرے اور امانت ادا کرنی چاہیے جب بھی وہ امین بنایا جائے اور اسے پڑوسیوں سے اچھا سلوک کرنا چاہیے۔'' (تفسیر ابن کثیر ص ۴۹۵ ج ۱)

(۷) طبرانی حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا حق الجار ان مرض عدته وان مات شيعته وان استقرضك اقرضتهٗ وان اعوذ سترته وان اصابه خیرھنأته وان اصابته مصيبة عزيته ولا ترفع بنآء فوق بنائه تنسد عليه الريح ولا تؤذيه بريح قدرك الاان تغرف له منها۔ پڑوسی کے حقوق یہ ہیں کہ اگر وہ بیمار ہو تو تُو اس کی بیمار پرسی کرے اور اگر وہ مر جائے تو تُو اس کے جنازہ کے پیچھے چلے اور اگر وہ قرض مانگے تو تُو اسے قرض دے اور اگر وہ پناہ چاہے تو تُو اس کی پردہ پوشی کرے۔ اور اگر اسے اچھائی پہنچے تو تُو اسے مبارک بادی دے اور اگر اسے مصیبت پہنچے تو تُو اس کی تعزیت کرے اور تُو اپنی عمارت اس کی عمارت سے بلند نہ کرے کہ تُو اس پر ہوا بند کر دے اور یہ کہ تُو اپنی ہانڈی کی خوشبو سے اسے اذیت نہ دے مگر یہ کہ تُو اس میں سے چلو بھر سالن اسے عطا کرے''۔ (جامع صغیر ص ۱۴۹ ج ۱)

(۸) احمد ترمذی اور حاکم حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ کے نزدیک بہترین ساتھی وہ ہے جو اپنے ساتھیوں کے حق میں بہترین ہے اور اللہ کے نزدیک بہترین پڑوسی وہ ہے جو اپنے پڑوسیوں کے حق میں بہترین ہے۔

(حسنہ السیوطی فی جامعہ الصغیر ص ۸ ج ۲)

(۹) اور ابن عساکر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ غرق ہونے والا شہید ہے۔ اور آگ میں جلنے والا شہید ہے اور پردیس میں مرنے والا شہید ہے اور سانپ جسے ڈسے وہ شہید ہے اور ہیضہ کی بیماری والا شہید ہے اور جس پر چھت گرے وہ شہید ہے اور جو گھر

کے اوپر سے گرے وہ شہید ہے اور جو شخص اپنے مال کی خاطر قتل کیا جائے وہ شہید ہے اور جو اپنے نفس کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے اور جو اپنے بھائی کی طرف داری میں مارا جائے وہ شہید ہے ومن قتل دون جارہ فھو شھید اور جو اپنے ہمسایہ کی حمایت میں مارا جائے وہ شہید ہے اور نیکی کا حکم کرنے والا اور برائی سے روکنے والا شہید ہے۔ (صححہ السیوطی فی جامعہ الصغیر ص ۲۷ ج ۲)

(۱۰) اور امام بخاری ادب المفرد میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کم من جار متعلق بجارہ یوم القیامۃ یقول یارب ھذا اغلق بابہ دونی فمنع معروفہٗ۔ قیامت کے روز کتنے ہمسایے اپنے ہمسایوں سے چمٹ کر یہ کہتے ہوں گے۔ اے میرے ربّ اس شخص نے مجھ پر اپنا دروازہ بند کیا تو اس نے مجھے اپنی اچھائی سے محروم رکھا۔'' (صححہ السیوطی فی جامعہ الصغیر ص ۹۶ ج ۲)

(۱۱) اور احمد۔ بخاری۔ مسلم۔ نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلیحسن الی جارہ جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے اپنے ہمسایہ سے اچھا سلوک کرنا چاہیے اور جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے اپنے مہمان کی عزت کرنی چاہیے اور جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے۔ اسے اچھی گفتگو کرنی چاہیے یا خاموش رہنا چاہیے''۔

(صححہ السیوطی فی جامعہ الصغیر ص ۱۷۹ ج ۲، بخاری شریف ص ۸۸۹ مشکوٰۃ باب الضیافۃ)

(۱۲) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ''مازال جبریل یوصینی بالجار حتی ظننت انہ سیورثہٗ جبریل ہمیشہ مجھے ہمسایہ کے بارے میں وصیت کرتے رہے۔ یہاں تک کہ مجھے گمان ہوا کہ وہ اسے عنقریب وارث قرار دے دیں گے۔

(بخاری ص ۸۸۹) (جامع صغیر ص ۱۴۶ ج ۲)

(۱۳) اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''وہ شخص مومن نہیں جو پیٹ بھر کر کھائے حالانکہ اس کے پہلو میں اس کا ہمسایہ بھوکا ہے''۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۱۳۷ ج ۲)

(۱۴) اور حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا ''میرے خلیل صلے اللہ علیہ وسلم

نے مجھے یہ حکم دیا کہ جب تو شوربا پکائے تو اس کا پانی بڑھا دے اور اپنے ہمسایہ کے گھر والوں کا خیال کر اور انہیں اس میں سے کچھ احساناً عطا کر۔ (ریاض الصالحین ص ۱۴۹)

(۱۵) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا "یا رسول اللہ میرے دو ہمسایہ ہیں میں ہدیہ کس کو بھیجوں فرمایا جس کا دروازہ زیادہ قریب ہے اس کی طرف" (بخاری شریف ص ۸۹۰)

شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ ماتحت این حدیث گفتہ و باید مومن را کہ خیر و احسان کند بہ ہمسایہ و اقلش آن ایذا نرساند او را و در حقیقت منع خیر و احسان از کسے کہ توقع آن دارد ایذا کردن است مر او را۔ یعنی مومن کو اپنے ہمسایہ سے اچھا سلوک کرنا چاہیے۔ اور حسن سلوک کا کم از کم درجہ یہ ہے کہ وہ اُسے ایذا نہ پہنچائے اور ہمسایہ جس شخص سے خیر اور احسان کی امید رکھتا ہو اسے اس سے روکنا ہمسایہ کو ایذا دینا ہے۔

(اشعۃ اللمعات ص ۵۱۱ ج ۳)

(۱۶) اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے بندہ اس وقت تک ایمان دار نہیں ہوتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لیے یا اپنے ہمسایہ کے لئے وہی بات پسند نہ کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

(مسلم شریف ص ۷۰ ج ۱)

(۱۷) اور حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ کے گھر میں ایک بکری ذبح ہوئی جب آپ تشریف لائے تو آپ نے دو مرتبہ پوچھا۔ کیا تم نے ہمارے یہودی پڑوسی کو ہدیہ بھیجا ہے۔ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "جبرائیل مجھے ہمسایہ کے بارے میں ہمیشہ وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ مجھے خیال ہوا کہ وہ عنقریب اسے وارث قرار دے دیں گے"۔ (ترمذی شریف ص ۲۴ ج ۲)

(۱۸) اور طبرانی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ما آمن بی من بات شعبان و جارہ جائع الی جنبہ و ھو یعلم بہ وہ شخص مجھ پر ایمان نہیں لایا جس نے خوب کھا کر رات گزاری حالانکہ اسے معلوم تھا کہ اس کے پہلو میں اس کا ہمسایہ بھوکا ہے۔

(حسنہ السیوطی فی جامعہ الصغیر ص ۱۴۱ ج ۲)

(۱۹) ابونعیم حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

پڑوسی تین شخص ہیں۔ایک وہ جس کا ایک حق ہوتا ہے۔اور وہ سب سے کم حق والا پڑوسی ہے اور دوسرا وہ پڑوسی ہے جس کے دو حق ہوتے ہیں اور تیسرا وہ پڑوسی ہے جس کے تین حق ہوتے ہیں سو مشرک پڑوسی جو رشتہ دار نہ ہو اس کا صرف ایک حق یعنی حق جوار ہے۔اور مسلمان پڑوسی (جو رشتہ دار نہ ہو) اس کے دو حق یعنی حق جوار اور حق اسلام ہیں۔ واما الذی لہ ثلاثۃ حقوق فجار مسلم ذو رحم لہ حق الاسلام وحق الجوار وحق الرحم ۔اور مسلمان رشتہ دار پڑوسی اس کے تین حق ہیں یعنی حق جوار، حق اسلام اور حق رشتہ داری۔ (جامع صغیر ص ۱۴۶ ج ا)

(۲۰) اور امام بیہقی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''پڑوس کی حد چالیس گھروں تک ہے''۔ (جامع صغیر ص ۱۴۷ ج ا)

(۲۱) اور ابوالشیخ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔حرمۃ الجار علی الجار کحرمۃ دمہ پڑوسی پر پڑوسی کی حرمت ایسی ہے جیسی اس کے اپنے خون کی حرمت ہے''۔ (جامع صغیر ص ۱۴۷ ج ا)

(۲۲) بخاری و مسلم حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''روزہ نماز صدقہ امر بالمعروف اور نھی عن المنکر مرد کے اہل و مال و نفس و ہمسایہ کی مصیبت کو مٹا دیتے ہیں''۔ (جامع صغیر ص ۴۷ ج ۲ و صحہ)

(۲۳) اور امام احمد حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''پڑوسی اپنے پڑوسی کے شفعہ کا زیادہ حقدار ہے۔شفعہ کا انتظار کرے اگرچہ وہ غائب ہو جبکہ دونوں کا راستہ ایک ہے''۔ (جامع صغیر ص ۱۴۴ ج ا)

(۲۴) اور امام ابوداؤد حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔گھر کا پڑوسی پڑوسی کے گھر کا زیادہ حقدار ہے۔ (صحہ السیوطی فی جامعہ الصغیر ص ۱۴۳ ج ا)

(۲۵) اور خرائطی حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں تجھے ہمسایہ کے بارہ میں وصیت کرتا ہوں''۔ (حسنہ السیوطی فی جامعہ الصغیر ص ۱۱۱ ج ا)

(۲۶) اور طبرانی حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اول خصمین یوم القیامۃ جاران. قیامت کے دن سب سے پہلے مقدمہ پیش کر

والے دو ہمسایہ شخص ہوں گے۔ (جامع صغیر ص۱۱۲ ج۱)

(۲۷) دیلمی وخرائطی حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ الزانی بحلیلة جارہ لاینظر اللہ الیہ یوم القیامة ولا یزکیہ ویقول لہ ادخل النار مع الداخلین ''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس شخص کی طرف نہیں دیکھے گا جو اپنے ہمسایہ کی بیوی سے زنا کرتا ہے۔ اور نہ وہ اسے پاک بنائے گا اور اسے فرمائے گا تو دوزخ میں داخل ہونے والوں کے ساتھ داخل ہو جا''۔ (جامع صغیر ص۲۸ ج۲)

(۲۸) اور امام احمد حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے پوچھا۔ تم زنا کے بارہ میں کیا کہتے ہو انہوں نے عرض کیا۔ اللہ اور اس کے رسول نے اسے قیامت تک کے لئے حرام کیا ہے۔ فرمایا لان یزنی الرجل بعشر نسوة ایسر علیہ من ان یزنی بحلیلة جارہ۔ انسان دس عورتوں سے زنا کرے یہ اس سے کم درجہ کا گناہ ہے کہ وہ اپنے ہمسایہ کی بیوی سے زنا کرے۔ پھر پوچھا۔ تم چوری کے بارہ میں کیا کہتے ہو انہوں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول نے اسے قیامت تک کے لئے حرام کر دیا ہے۔ فرمایا انسان دس گھروں سے چوری کرے تو یہ اس سے کم درجہ کا گناہ ہے کہ وہ اپنے ہمسایہ کے گھر سے چوری کرے''۔ (تفسیر ابن کثیر ص۴۹۴ ج۱)

(۲۹) اور صحیحین میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ سب سے بڑا گناہ کیا ہے۔ فرمایا یہ کہ تو خدا کا کوئی شریک ٹھہرائے حالانکہ اس نے تجھے پیدا کیا پھر میں نے عرض کیا۔ پھر کیا؟ فرمایا یہ کہ تو اپنی اولاد کو اس ڈر سے قتل کرے کہ وہ تمہارے ساتھ کھائے گی پھر میں نے عرض کیا پھر کیا۔ فرمایا یہ کہ تو اپنے ہمسایہ کی بیوی سے زنا کرے''۔ (تفسیر ابن کثیر ص۴۹۴ ج۱)

(۳۰) اور دیلمی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن دو شخصوں کی طرف نظر نہیں فرمائے گا۔ رشتہ داری کاٹنے والے اور برے ہمسایہ کی طرف''۔ (جامع صغیر ص۹ ج۱)

(۳۱) اور ابن عساکر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''جب تیرا ہمسایہ کہے کہ تو نے نیکی کی تو تو نے نیکی کی ہے۔ اور جب تیرا ہمسایہ کہے کہ تو نے برائی کی ہے تو تو نے برائی کی ہے۔ (جامع صغیر ص۱۶ ج۱)

(۳۲) اور احمد حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ان لفظوں میں بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جب تو اپنے ہمسایہ لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنے کہ تو نے اچھا کیا ہے تو تو نے اچھا کیا۔ اور جب تو انہیں یہ کہتے ہوئے سنے کہ تو نے برا کیا ہے تو تو نے برا کیا"۔

(صححہ السیوطی فی جامعہ الصغیر ص ۲۸ ج ۱)

(۳۳) اور حاکم حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اپنے گھر کے پڑوسی کے شر سے اللہ کے پاس پناہ چاہو۔ کیونکہ سفر کے ساتھی کو جب چاہو گے جدا کردو گے"۔ (جامع صغیر ص ۴۰ ج ۱)

(۳۴) اور احمد حضرت ابو مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "قیامت کے روز اللہ کے نزدیک سب سے بڑی خیانت یہ ہوگی کہ زمین یا گھر کے دو پڑوسیوں کے مابین ایک گز جگہ تھی جسے ایک پڑوسی نے (زبردستی) اپنے قبضہ میں کرلیا۔ فاذا اقتطعه طوقه من سبع ارضین یوم القیامة۔ سو جب ایک پڑوسی دوسرے پڑوسی کی ایک گز جگہ پر ناجائز قبضہ کرلے تو قیامت کے دن وہ جگہ سات زمینوں تک اس کے گلہ میں طوق بنائی جائے گی"۔ (حسنہ السیوطی ص ۴۷ ج ۱)

(۳۵) اور طبرانی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "سب سے بڑا ظلم زمین کی وہ ایک گز جگہ ہے جسے ایک شخص اپنے بھائی کے حصے سے الگ کر کے اس پر خود قابض ہو جائے۔ قیامت کے روز اس جگہ کا کوئی کنکر ایسا نہ ہوگا جو اس کے گلے میں طوق نہ بنایا جائے گا"۔ (حسنہ السیوطی فی جامعہ الصغیر ص ۴۷ ج ۱)

(نوٹ) ایک گز جگہ کو بطور مثال ذکر کیا گیا ہے مطلب یہ ہے کہ جتنی جگہ کوئی شخص اپنے بھائی یا پڑوسی کے حصہ سے ناجائز طور پر اپنے قبضہ میں لے لے گا وہ اس کے لئے باعث عذاب مذکور بنے گی۔ اللہ تعالیٰ اس عذاب سے بچنے کی توفیق بخشے آمین۔

(۳۶) اور حاکم حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے اللہ میں تیرے پاس بُرے ہمسایہ سے پناہ مانگتا ہوں کیونکہ سفر کا ساتھی جدا ہو جاتا ہے۔

(صححہ السیوطی فی جامعہ الصغیر ص ۵۶ ج ۱)

(۳۷) اور طبرانی حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اے اللہ میں تیرے پاس برے دن سے اور بری رات سے اور بری ساعت سے اور برے ساتھی سے اور رہائش کے گھر میں برے ہمسایہ سے پناہ مانگتا ہوں۔'' (حسنہ السیوطی فی جامعہ الصغیر ص ۴۰ ج ۱)

(۳۸) اور خطیب حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''ان اللہ تعالیٰ یحب الرجل له الجار السوء یؤذیه فیصبر علی اذاه ویحتسبه حتی یکفیه الله بحیاة اوموت. بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس شخص سے محبت فرماتا ہے جس کا پڑوسی برا ہو اور وہ اسے اذیت پہنچاتا ہو مگر وہ اس کی اذیت پر صبر کرے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ زندگی یا موت کی وجہ سے اسے کفایت عطا فرمائے''۔ (صححہ السیوطی فی جامعہ الصغیر ص ۷۵ ج ۱)

(۳۹) بیہقی حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تین بے خیر چیزوں سے اللہ کے پاس پناہ چاہو۔ جار سوء ان رأی خیراً کتمه وان رأی شراً اذاعه. برا ہمسایہ جو اچھائی دیکھے تو اس پر پردہ ڈالے اور برائی دیکھے تو اسے پھیلائے اور بری بیوی جس پر تو داخل ہو تو وہ تجھے برا بھلا کہے اور تو موجود نہ ہو تو خیانت کرے اور برا حاکم جس سے تو اچھائی کرے تو وہ اسے قبول نہ کرے اور تو اس سے برائی کرے تو وہ تجھے معاف نہ دے''۔ (جامع صغیر ص ۱۳۲ ج ۱، ص ۱۳۶ ج ۱ و حسنہ)

(۴۰) امام احمد وطبرانی وحاکم حضرت نافع بن عبدالحرث رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا'' دنیا میں مسلمان مرد کی سعادت مندی میں سے تین چیزیں ہیں۔ نیکوکار ہمسایہ، کشادہ گھر اور خوشگوار سواری''۔ (صححہ السیوطی فی جامعہ الصغیر ص ۱۳۷ ج ۱)

(۴۱) امام احمد حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا۔ ''اللہ تعالیٰ تین شخصوں سے محبت رکھتا ہے اور تین شخصوں سے دشمنی رکھتا ہے جن سے وہ محبت رکھتا ہے وہ یہ ہیں۔ وہ شخص جو (میدان جنگ میں) جماعت کے اندر دشمن سے ملتا ہے تو وہ اپنی گردن اس کے آگے گاڑھ دیتا ہے حتی کہ شہید ہو جائے یا اس کے ساتھیوں کو فتح حاصل ہو دوسرا وہ شخص جو مسافروں کے ہمراہ سفر کرے اور جب وہ تھک کر رات کو پڑاؤ ڈالیں تو وہ الگ ہو کر نماز پڑھے یہاں تک کہ ان کے کوچ کا وقت ہو تو وہ انہیں جگائے اور تیسرا وہ شخص جسے اس کا پڑوسی اذیت دے تو وہ صبر کرے یہاں تک کہ موت یا کوچ کر جانا ان میں جدائی ڈالے اور اللہ تعالیٰ جن تین شخصوں سے دشمنی رکھتا ہے وہ یہ ہیں۔ بہت قسمیں کھانے والا تاجر۔ اکڑنے والا غریب شخص اور احسان جتلانے والا بخیل آدمی''۔ (جامع صغیر ص ۱۴۲ ج ۱)

(۴۲) ابن سعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں دو بدترین ہمسایوں ابولہب اور عقبہ بن ابی معیط کے درمیان رہتا تھا۔ وہ گوبر لا کر میرے دروازہ پر پھینک دیتے تھے حتی کہ وہ لوگوں کی پھینکی ہوئی گندگی بھی لا کر میرے دروازہ پر پھینکتے تھے''۔

(جامع صغیر ص ۹۷ ج ۲)

(۴۳) مسلم حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ''لایدخل الجنة من لایامن جارہ بوائقه جس شخص کا پڑوسی اس کی اذیتوں سے محفوظ نہیں وہ جنت میں داخل نہ ہوگا''۔ (جامع صغیر ص ۲۰۴ ج ۲)

(۴۴) حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ فلاں عورت کے بارہ میں کہا جاتا ہے کہ وہ نمازیں زیادہ پڑھتی ہے، روزے کثرت سے رکھتی ہے، صدقہ بہت دیتی ہے مگر وہ اپنے ہمسایوں کو اذیت پہنچاتی ہے فرمایا وہ دوزخ میں جائے گی۔ پھر دوسری عورت کے بارے میں عرض کیا گیا۔ یا رسول اللہ فلاں عورت کے بارہ میں کہا جاتا ہے کہ وہ نمازیں کم پڑھتی ہے، روزے کم رکھتی ہے، صدقہ تھوڑا دیتی ہے مگر وہ زبان سے اپنے پڑوسیوں کو اذیت نہیں پہنچاتی فرمایا وہ جنت میں داخل ہوگی''۔

(مشکوٰۃ ص ۴۲۷ ج ۲)

(۴۵) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''بلاشبہ اللہ نے تمہارے اندر تمہاری عادتیں اس طرح تقسیم کی ہیں جس طرح اس نے تمہارے درمیان تمہاری روزیاں تقسیم فرمائی ہیں۔ بلاشبہ اللہ دنیا اس شخص کو دیتا ہے جس سے اسے محبت ہے اور اسے دیتا ہے جس سے اسے محبت نہیں۔ مگر وہ دینداری صرف اسی شخص کو دیتا ہے جس سے اسے محبت ہوتی ہے۔ سو جو دینداری عطا کیا جائے اللہ اس سے محبت رکھتا ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہٗ قدرت میں میری جان ہے بندہ مسلمان نہیں ہوتا جب تک کہ اس کا دل اور اس کی زبان مسلمان نہ ہوں اور نہ وہ ایمان دار ہوتا ہے جب تک اس کی برائیوں سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو''۔ (مشکوٰۃ ص ۴۲۷ ج ۲)

(۴۶) حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے پڑوسی کی شکایت لے کر حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا۔ تو اپنا سامان راستے میں پھینک دے۔ چنانچہ اس نے اپنا سامان راستے میں پھینک دیا۔ لوگوں نے اس سے پوچھنا شروع کر دیا تو اس نے اپنے پڑوسی کے

متعلق باتیں بتانی شروع کر دیں۔ سولوگ اس کے پڑوسی کولعن طعن کرنے لگے یہاں تک کہ اس کا پڑوسی اس کے پاس آیا اور اسے کہنے لگا تو واپس چل۔ آئندہ میری طرف سے کوئی ناپسندیدہ حرکت نہیں دیکھے گا''۔ (سنن ابی داؤد ص ۳۴۵)

(۴۷) دیلمی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ماکان ولایکون الی یوم القیامة مؤمن الاوله جاریؤذیه نہ کوئی مومن ہوا اور نہ قیامت کے دن تک کوئی مومن ہوگا مگر یہ کہ اس کا کوئی نہ کوئی اذیت دینے والا پڑوسی تھا یا ہوگا''۔ (جامع صغیر ص ۱۴۷ ج ۲)

(۴۸) امام بیہقی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''دس اچھی عادتیں ہیں کہ وہ مرد میں ہوں تو اس کے بیٹے میں نہیں ہوتیں اور بیٹے میں ہوں تو اس کے باپ میں نہیں ہوتیں اور غلام میں ہوں تو اس کے آقا میں نہیں ہوتیں اللہ ان کو اس شخص کا مقسوم بناتا ہے جس کے لئے وہ سعادت مندی کا ارادہ رکھتا ہے (اور وہ عادتیں یہ ہیں) بات میں سچائی۔ دلیری میں سچائی۔ مانگنے والے کو عطا کرنا۔ احسانات کا بدلہ دینا۔ امانت کی حفاظت کرنا۔ رشتہ داری پالنا۔ برے ہمسایہ سے کنارہ کشی کرنا۔ برے ساتھی سے الگ رہنا۔ مہمان کی دعوت کرنا اور ان سب کی سردار حیاء ہے''۔

(جامع صغیر ص ۱۵۶ ج ۲)

(۴۹) اور امام احمد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''مرد اپنے ہمسایہ کے بغیر سیر ہو کر نہیں کھاتا''۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۴۹۴ ج ۱)

(۵۰) حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ خدا کی قسم وہ شخص ایمان دار نہیں۔ خدا کی قسم وہ شخص ایمان دار نہیں۔ خدا کی قسم وہ شخص ایمان دار نہیں عرض کیا یا رسول اللہ کون؟ فرمایا جس کا پڑوسی اس کی برائیوں سے محفوظ نہیں''۔

(بخاری شریف ص ۸۸۹۔ مشکوٰۃ شریف ص ۱۳۵ ج ۲)

الغرض مسلمان اللہ جل شانہٗ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات عالیہ کو پڑھیں سمجھیں اور ان پر غور کریں کہ شرع شریف کو پڑوسیوں سے حسن سلوک کس درجہ مرغوب اور انہیں اذیت رسانی کس قدر مبغوض ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان ارشادات عالیہ پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عنایت فرمائے آمین۔

(۲۰ جنوری ۱۹۸۸ء)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اٹھائیسواں مقالہ

مہمان نوازی کا اجروثواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدلله ربّ العالمین والصلوٰة والسلام علیٰ رسوله محمد واله واصحابه اجمعین اما بعد: ''مہمان نوازی کے اجروثواب'' میں ہم نے یہ مختصر مقالہ ترتیب دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سعی کو شرفِ مقبولیت بخشے اور اسے ذریعۂ ہدایت بنائے آمین۔

مہمان نوازی ابتدائے اسلام میں واجب تھی

شرعاً مہمان نوازی مستحب اور باعث ثواب کام ہے۔ بشرطیکہ اس سے مقصود رضائے الٰہی ہو۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں۔ و جمہور گویند کہ درابتدائے اسلام واجب بود بعد ازآں منسوخ گشت یا محمول ست برحالتِ اضطرار مخمصه اور جمہور کہتے ہیں کہ (مہمان نوازی کا وجوب) اسلام کے ابتدائی دور میں تھا، اس کے بعد منسوخ ہو گیا، یا اضطراری بھوک کی حالت پر محمول ہے۔ (اشعۃ اللمعات جلد سوم ص ۵۱۱)

مہمان کی قسمیں

مہمان دو قسم کا ہے، ایک وہ جسے میزبان نے خود دعوت دی ہو۔ اور دوسرا وہ جو میزبان کی دعوت کے بغیر آیا ہو۔ میزبان کی دعوت کو قبول کرنا شرعاً واجب ہوتا ہے جب کہ کوئی شرعی عذر موجود نہ ہو۔ سرکار مدینہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اسے حقوق المسلمین میں شمار فرمایا ہے۔ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں۔ سلام کا جواب دینا، بیمار کا حال پوچھنا، جنازوں کے پیچھے چلنا، دعوت قبول کرنا اور چھینک کا جواب دینا۔

رواہ الجلال السیوطی وصحہ۔ (جامع الصغیر ص ۱۴۸ ج ۱)

میزبانی کا اجروثواب

مہمان نوازی کے اجروثواب میں متعدد احادیث مبارکہ موجود ہیں یہاں بعض روایات تبرکاً پیش کی جاتی ہیں۔ وباللہ التوفیق

(۱) حضرت ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ لکل شئی

زکوٰۃ و زکوٰۃ الدار بیت الضیافۃ۔ ہر شئے کے لئے زکوٰۃ ہے اور گھر کی زکوٰۃ مہمان خانہ ہے۔
رواہ الرافعی وضعفہٗ الجلال السیوطی۔ (جامع صغیر ص ۱۲۵ ج ۲)

(فائدہ) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گھر میں مہمان خانہ بنانا بہتر ہے تا کہ مہمانوں کو رہنے سہنے میں سہولت ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) حضرات ابوشریح وابو ہریرۃ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔
''جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے اپنے پڑوسی سے اچھا سلوک کرنا چاہیے اور جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے اپنے مہمان کی عزت کرنی چاہیے اور جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے''۔ رواہ احمد والشیخان والنسائی وابن ماجہ وصححہٗ السیوطی ورواہ الخطیب فی المشکوٰۃ ص ۹۰ ج ۲۔ (جامع صغیر ص ۱۷۹ ج ۲)

''مہمان کی عزت کرنا'' کی تشریح میں شیخ عبدالحق لکھتے ہیں۔ پس باید کہ اکرام کند مہمان خود را و رعایت حقوقِ او کند در مرحبا گفتن و بشاشت نمودن و نرمی کردن و حق خدمت بجا آوردن و تہیۂ طعام بحسب طاقت و قدرت کردن و با ارتکاب قدرے از تکلف بے تضییع حقوق آنچہ میسر شود بتعجیل پیش او آوردن۔ پس چاہیے کہ اپنے مہمان کی عزت کرے اور اس کے حقوق کی رعایت رکھے مثلاً مرحبا کہنا، خوشی ظاہر کرنا، نرمی کرنا، خدمت کا حق ادا کرنا، طاقت وقدرت کے اندازہ پر اس کے لئے کھانا تیار کرنا، اس کے حقوق ضائع کیے بغیر قدرے تکلف کے ساتھ جو کچھ میسر ہو اسے جلد پیش کردینا۔ (اشعۃ اللمعات جلد سوم ص ۵۱۱)

(۳) امام ابن عساکر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ لاتکلفوا الضیف۔ مہمان کے لئے تکلف نہ کرو۔ ضعفہ السیوطی۔

(جامع الصغیر ص ۲۰۲ ج ۲)

(۴) حدیث نبوی میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لاتتکلفوا للضیف فتبغضوہ فانہ من ابغض الضیف فقد ابغض اللہ ومن ابغض اللہ ابغضہ اللہ۔ مہمان کے لئے تکلف نہ کرو تا کہ تم اس سے دشمنی نہ کرو۔ کیونکہ جو شخص مہمان سے دشمنی کرتا ہے وہ اللہ سے دشمنی کرتا ہے اور جو اللہ

سے دشمنی کرتا ہے اللہ اس سے دشمنی کرتا ہے۔ (نزھۃ الناظرین ص ۱۳۴)

(تنبیہ) تکلف سے مراد طاقت سے باہر تکلف ہے ورنہ اشعۃ اللمعات سے ابھی گزرا وبا ارتکاب قدرے از تکلف بے تضییع حقوق آنچہ میسر شود بتعجیل پیش آوردن۔ یعنی مہمان کے حقوق میں سے یہ بات بھی ہے کہ اس کے حقوق ضائع کیے بغیر جو کچھ میسر ہو وہ قدرے تکلف کے ساتھ جلدی پیش کر دیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۵) حاکم اپنی تاریخ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ من ذبح لضیفه کانت فدآء ہ من النار۔ جو شخص مہمان کے لئے جانور ذبح کرے وہ (جانور) اس کے لئے دوزخ سے فدیہ ہو جاتا ہے۔ (کنوز الحقائق ص ۱۰۶ ج ۲) (جامع صغیر ص ۱۷۱ ج ۲)

(تنبیہ) ہمارے علاقہ میں قدیم سے دستور ہے کہ مہمان کے لئے مرغ ذبح کرتے ہیں یہ اسی حدیث پر عمل کی ایک صورت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں کو توفیق عمل دے آمین۔

(۶) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا من لقم اخاہ لقمة حلوآء صرف الله عنه مرارة الموقف یوم القیامة۔ جو شخص اپنے بھائی کو (مہمان ہو یا غیر مہمان) میٹھے حلوہ کا ایک لقمہ کھلائے اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کے دن کی تلخی دور فرمادے گا۔

(بدور السافرہ فی امور الآخرہ ص ۶۰)

(تنبیہ) ہمارے علاقہ میں یہ بھی دستور ہے کہ مہمان کے لئے حلوا تیار کرتے ہیں۔ اس کی فضیلت اس حدیث سے معلوم ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۷) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا الخیر اسرع الی البیت الذی یؤکل فیه من الشفرة الی سنام البعیر۔ خیر اس گھر کی طرف جس میں مہمانوں کو کھلایا جاتا ہے اونٹ کی کوہان کی طرف چھری کے چلنے سے زیادہ تیزی سے چلتی ہے۔

(مشکوٰۃ ص ۹۱ ج ۲، جامع صغیر ص ۱۳ ج ۲)

(۸) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے گھر میں مہمان بنے انہوں نے خشک انگور پیش کیے تو آپ نے انہیں تناول فرمایا پھر فارغ ہونے کے بعد یہ دعا فرمائی۔ اکل طعامکم الابرار وصلت علیکم الملائکة وافطر عندکم

الصائمون۔ تمہارا کھانا نیک لوگ کھائیں اور تم پر فرشتے رحمت بھیجیں اور تمہارے پاس روزہ دار لوگ روزہ کھولیں۔ (مشکوٰۃ ص۹۰ ج۲)

(فائدہ) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مہمان کو چاہیے کہ کھانا کھانے کے بعد میزبان کے حق میں اچھی دعا مانگے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(۹) حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ من السنة ان یخرج مع ضیفه الی باب الدار۔ مسنون طریقہ یہ ہے کہ میزبان اپنے مہمان کے ساتھ اپنے گھر کے دروازے تک جائے۔ (مشکوٰۃ ص۹۱ ج۲)

(فائدہ) اس حدیث کے پیش نظر بزرگان دین نے مہمانوں کو رخصت کرنے کے لئے اپنے گھر کی چاروں طرفوں میں مقامات مقرر کیے ہوتے ہیں۔ یہ رواج باعث ثواب ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عمل دے آمین۔

(۱۰) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ لاخیر فی من لایضیف۔ جو شخص مہمان نوازی نہیں کرتا اس میں کوئی بہتری نہیں۔ (نزھۃ الناظرین ص۱۳۴)

(۱۱) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے پاس سے گزرے جو بہت سے اونٹوں اور گائیوں کا مالک تھا۔ اس نے آپ کی مہمان داری نہ کی۔ پھر آپ ایک بوڑھیا کے پاس سے گزرے جس کے پاس صرف ایک بکری تھی اس نے آپ کے لئے وہ بکری ذبح کردی۔ فرمایا انظروا الیهما انما هذه الاخلاق بید الله فمن شآء ان یمنحه خلقا حسنا فعل۔ ان دونوں کے حال کو دیکھو۔ بلاشبہ یہ نیک عادتیں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں سو وہ اچھی عادت جس کو چاہے دے دیتا ہے۔ (نزھۃ الناظرین ص۱۳۴)

(۱۲) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے غلام ابورافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مہمان آیا۔ آپ نے فلاں یہودی سے فرمایا۔ میرے پاس مہمان آیا ہے۔ تو مجھے رجب کے مہینے تک ادھار دے۔ اس نے کہا۔ خدا کی قسم میں رہن کے بغیر نہ دوں گا۔ فرمایا۔ واللہ انی لامین فی السمآء امین فی الارض ولو اسلفنی لادینه۔ اللہ کی قسم میں آسمان میں امین ہوں زمین میں امین ہوں اور اگر وہ مجھے ادھار دے دیتا تو میں اسے ضرور ادا کردیتا۔ فاذھب بدرعی وارھنه عنده۔ اب میری ذرہ لے جاؤ اور اس کے پاس رہن رکھ دو۔ (نزھۃ الناظرین ص۱۳۴)

(۱۳) امام احمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت ابراھیم خلیل اللہ علیہ السلام جب کھانا کھانے کا

ارادہ فرماتے ایک یا دو میل تک مہمان کی تلاش کے لئے نکلتے تھے۔ اسی وجہ سے آپ کو ابو الضیفان (مہمانوں والا) کہا جاتا تھا۔ (نزھۃ الناظرین ص ۱۳۴)

مہمان اپنی روزی لاتا اور گھر والوں کے گناہ لے جاتا ہے

الحمدللہ راقم الحروف کے والدین محترمین باوجود سفید پوشی کے بے حد مہمان نواز تھے۔ اور والد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ مہمان کے آنے پر تنگی محسوس نہیں کرنی چاہیے کیونکہ وہ اپنا رزق لے کر آتا ہے اور گھر والوں کے گناہ اپنے ساتھ لے کر جاتا ہے یعنی مہمان کی وجہ سے گھر والوں کے گناہ بخشے جاتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

ایک انصاری کی مہمان نوازی کا واقعہ

امام بخاری و مسلم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک نادار شخص آیا۔ آپ نے بعض ازواج مطہرات کو پیغام بھیجا تو انہوں نے جواب میں فرمایا۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا میرے پاس پانی کے سوا کچھ نہیں۔ پھر دوسری بیوی صاحبہ کو پیغام بھیجا تو انہوں نے بھی اسی قسم کا جواب دیا۔ پھر فرمایا کون ہے جو اس کی مہمانی کرے گا؟ حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں یا رسول اللہ۔ پھر وہ انصاری اسے اپنے گھر لے گئے۔ اور اپنی بیوی سے کہا کیا تیرے پاس کچھ ہے؟ اس نے کہا۔ صرف بچوں کے لئے کچھ کھانا ہے۔ فرمایا تو ان کو بہلا کر سلا دے۔ پھر جب ہمارا مہمان ہم پر داخل ہو تو تم یہ ظاہر کرنا کہ ہم کھانا کھا رہے ہیں۔ پھر جب وہ اپنا ہاتھ کھانے کی طرف بڑھائے تو تم اٹھنا اور چراغ کو درست کرنے کے بہانہ اسے بجھا دینا۔ سو اس نے ایسا ہی کیا۔ وہ بیٹھے رہے اور مہمان نے کھانا کھا لیا۔ اور ان دونوں نے بھوکے رات گزار دی۔ جب صبح ہوئی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ **لقد عجب اللہ او ضحک اللہ من فلان و فلانۃ** ۔ اللہ تعالیٰ نے فلاں اور فلانہ کے حال پر تعجب کیا ہے یا فرمایا اللہ فلاں اور فلانہ کے حال پر کھل کر ہنسا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ **ویؤثرون علیٰ انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ**۔ اور وہ اپنے نفسوں پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں خود بھی حاجت ہوتی ہے۔ (تفسیر خازن جزو ۶ ص ۶۲)

میزبان پر مہمان کا حق لازم ہوتا ہے

جب کوئی مسلمان اپنے بھائی سے ملاقات کے لئے جائے تو میزبان پر یہ لازم ہے کہ وہ اس سے ملاقات کرے۔ اور کچھ وقت اس کے ساتھ محفل میں رہے۔ مہمانوں سے ملاقات نہ کرنا اور ان سے چھپ جانا مہمانوں کی حق تلفی ہے چنانچہ صحیح مسلم شریف میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کی حدیث میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ **فان لزوجک علیک حقاً ولزائرک علیک حقاً ولجسدک علیک حقاً**۔ بلاشبہ تیری بیوی کا حق تجھ پر لازم ہے اور تیرے مہمان کا حق تجھ پر لازم ہے اور تیرے جسم کا حق تجھ پر لازم ہے۔ (مسلم شریف ص ۳۸۶ ج ۱)

میزبانی کے آداب

میزبانی کے چند آداب یہ ہیں۔

(۱) نیکوں اور فقیروں کو مہمانی کھلانے کا قصد ہو۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **لاتاکل الاطعام تقی ولایاکل طعامک الاتقی** ۔ تو نیکوں کے کھانے کے سوا نہ کھا اور تیرا کھانا نیکوں کے سوا کوئی نہ کھائے۔ (نزھۃ الناظرین ص ۱۳۴)

اور آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بدترین کھانا ولیمہ کا کھانا ہے کہ اس کی طرف غنیوں کو بلایا جاتا ہے نہ کہ غریبوں کو۔ (نزھۃ الناظرین ص ۱۳۵)

اور یہ حدیث طبرانی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ان لفظوں میں روایت کی **شر الطعام طعام الولیمة یدعی الیه الشبعان ویحبس عنه الجائع** ۔ بدترین کھانا ولیمہ کا ہے کہ اس کی طرف سیر شکم شخص کو بلایا جاتا ہے اور بھوکے کو اس سے روکا جاتا ہے۔ صححہ الجلال السیوطی۔ (جامع صغیر ص ۴۰ ج ۲)

(۲) مہمان کے لئے بے جا تکلف نہ کرے بلکہ جو کچھ میسر ہو وہ اس پر پیش کردے۔ چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ **لا تتکلفوا للضیف** ۔ مہمان کے لئے تکلف نہ کرو ورنہ تم اس سے دشمنی کروگے پھر جو شخص مہمان سے دشمنی کرے وہ اللہ سے دشمنی کرتا ہے اور جو اللہ سے دشمنی کرے اللہ اسے دشمن جانتا ہے۔ (نزھۃ الناظرین ص ۱۳۵)

(۳) مہمان کو خوش آمدید کہے اور مہمان ملنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائے۔ (نزھۃ الناظرین ص ۱۳۵)

(۴) مہمان کو کھانا جلد کھلائے۔ حضرت حاتم اصم فرماتے ہیں جلد بازی شیطان کی طرف سے ہے مگر پانچ کاموں میں جلد بازی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ مہمان کو کھانا کھلانے میں، میت کے دفن کی تجہیز و تکفین میں، لڑکی بیاہ دینے میں، قرض کی ادائیگی میں اور گناہوں سے توبہ کرنے میں۔ (نزہۃ الناظرین ص ۱۳۵)

(۵) مہمان کی ضرورت کے مطابق اس پر کھانا پیش کرے۔ کیونکہ اس پر تھوڑا کھانا پیش کرنا خوش اخلاقی کے خلاف ہے۔ (نزہۃ الناظرین ص ۱۳۵)

(۶) گھر والوں کا حصہ مہمان کے حصہ سے جدا کردے۔ (۷) جب دیکھے کہ مہمان کھانے سے شرما رہا ہے تو اسے کھانے کی ترغیب دے مگر تین بار سے زیادہ ترغیب نہ دے۔ (نزہۃ الناظرین ص ۱۳۵)

(۸) مہمان کے سیر ہونے تک خود کھانے سے ہاتھ نہ کھینچے۔ (۹) مہمان کو رخصت کرنے کے لئے گھر کے دروازے تک اس کے ساتھ جائے۔ (۱۰) مہمان جب گھر میں داخل ہو تو اسے قبلہ کی سمت پانی کا برتن اور وضو کی جگہ دکھلا دے۔ (نزہۃ الناظرین ص ۱۳۵)

مہمانی کے آداب

مہمان بننے والے کے لئے چند آداب ہیں۔ جن کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

(۱) صرف امیروں کا مہمان نہ بنے۔ بلکہ غریبوں کی مہمانی بھی قبول کرے۔ (۲) مہمان خانے میں رہائش رکھے۔ (۳) عورتوں کے کمرہ کے بالمقابل نہ بیٹھے۔ (۴) جس جگہ سے کھانا آنے والا ہو اس کی طرف نہ دیکھے کہ یہ حرص کی دلیل ہے۔ (۵) میزبان کے حق میں اچھی دعا مانگے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب کسی قبیلہ کے ہاں روزہ افطار فرماتے تو ان کے لئے یہ دعا مانگتے۔ **افطر عندکم الصائمون واکل طعامکم الابرار وصلت علیکم الملائکۃ۔** تمہارے پاس روزہ دار روزہ افطار کریں اور نیک لوگ تمہارا کھانا کھائیں اور تم پر فرشتے رحمت بھیجیں۔ (نزہۃ الناظرین ص ۱۳۵) (۶) خوش خوش رخصت ہو اگرچہ گھر والوں نے خدمت میں کمی کی ہو۔ (۷) گھر والوں کی رضامندی اور اذن کے بغیر رخصت نہ ہو۔ (نزہۃ الناظرین ص ۱۳۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۴ رمضان ۱۴۱۴ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتیسواں مقالہ

ابراد بالظہر کا صحیح شرعی مفہوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدلله رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسوله محمد واله واصحابه اجمعین اما بعد ۔ہم نے گرمیوں کی نماز ظہر ٹھنڈا کر کے پڑھنے کے بارہ میں ایک مقالہ بعنوان الارشاد الی فضیلۃ الابراد لکھ کر شائع کروایا۔اس مقالہ کی تالیف سے ہمارا مقصد نفسِ مسئلہ کی وضاحت اور سنّتِ مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی پاسداری تھا۔لیکن ہمارے ایک ہم درس نام نہاد مفتی صاحب آف گوجر خان کو ہمارے اس رسالہ کا رد لکھنے کی ضرورت پیش آئی تو انہوں نے الارشاد الی حقیقۃ الابراد کے نام سے ایک چھ ورقی رسالہ اپنی قلم سے لکھا اور اس کی فوٹوسٹیٹ کاپی بنوا کر ہمیں بھیجی اور اس کے ہمراہ جو خط انہوں نے ہمیں لکھا اس کا مضمون یہ تھا ’’برادر محترم حیدری صاحب ۔السلام علیکم آپ نے رسالہ الارشاد الی فضیلۃ الابراد تحریر فرمایا۔اس کا جواب الارشاد الی حقیقۃ الابراد میں ملاحظہ فرمائیں اور اپنے تبصرہ سے آگاہ فرمائیں۔ نیز اگر بندہ کا کوئی جملہ گراں گزرے تو معذرت خواہ ہوں۔مگر آپ کے متعدد جملے سخت پریشان کن ہیں ۔والسلام‘‘ ۔

چونکہ یہ رسالہ ہمارے خلاف صرف انتقامی کاروائی تھا اس لئے اس میں خوب خوب حق پوشی کی گئی اور خدا خوفی چھوڑ کر ہماری عبارات میں تضادات کی موجودگی کے بے بنیاد دعوے کیے گئے۔

والی اللہ المشتکیٰ ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم۔

مفتی صاحب موصوف کے اس رسالہ کے جواب میں ہم نے انہیں ایک خط بعنوان ’’مکتوبِ ناچیز برائے برادر عزیز‘‘ لکھ کر بھیجا۔اس رسالہ میں ہم نے ان کی صرف ایک سنگین غلطی پر ان کی توجہ مبذول کرانے کے لئے درج ذیل عبارت لکھی۔

’’آپ نے اپنی اس چھ ورقی تحریر پر تبصرہ کا حکم دیا ہے۔فی الحال ہم آپ کی توجہ آپ کی درج ذیل عبارت کی طرف مبذول کرانا ضروری سمجھتے ہیں۔آپ نے اپنی اس چھ ورقی تحریر کے صفحہ نمبر ۱۰ کی آخری سطر میں لکھا ’لہذا جو لوگ موسم گرما میں نماز ظہر کا وقت شروع ہونے کے آدھ گھنٹہ یا پون گھنٹہ بعد نماز ظہر پڑھتے ہیں انہیں ابراد بالظہر کا استحباب اور اجر و ثواب عطا ہو جانے کی قوی امید ہے‘‘۔

اس عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کو ماشاء اللہ تعالیٰ ابھی تک ابراد کا لغوی و شرعی مفہوم

ہی معلوم نہیں۔ پھر کس وجہ سے آپ نے اپنے رسالہ کا نام الارشاد الی حقیقۃ الابراد رکھا ہے۔ محترم صاحبین ہی کے قول پر بات کریں تو ان کے نزدیک تقریباً اڑھائی پونے تین بجے تک ظہر کا وقت باقی رہتا ہے۔ زوال گرمیوں میں عموماً بارہ بجے ہوتا ہے تو ان کے نزدیک ظہر کا کل وقت اڑھائی پونے تین گھنٹے بنتا ہے۔ اور جس نماز میں تاخیر مستحب ہو وہاں مراد یہ ہوتی ہے کہ اس نماز کے کل وقت کے نصف آخر میں پڑھی جائے جیسا کہ ہم نے اپنے رسالہ الارشاد میں فتاوٰی رضویہ شریف سے نقل کیا۔ تو صاحبین کے قول پر گرمیوں میں مستحب وقت سوا ایک بجے کے بعد شروع ہوتا ہے لہذا اس سے پہلے جو نماز ظہر پڑھی جائے گی اس میں ابراد کے اجر کے ملنے کی قوی امید تو کجا سرے سے اس کے حصول کا امکان ہی نہیں۔ صاحبین کے قول پر ظہر کا مستحب وقت سوا ایک بجے سے شروع ہوتا ہے تو مزید آدھ گھنٹہ اور گزرنا ضروری تا کہ شدت حر ختم ہو کر موسم میں خنکی پیدا ہو جائے ولہذا جو نماز پونے دو بجے پڑھی جائے گی اس سے مطلق ابراد کا ثواب پایا جائے گا پھر ظاہر کہ مبالغۂ ابراد بھی شرع شریف کو مطلوب اور زیادتیٔ اجر وثواب کا ذریعہ تو مزید پندرہ بیس منٹ اس زیادتیٔ اجر ابراد کے لئے درکار۔

فتاوٰی علمائے کرام

پھر ہم نے چاہا کہ مفتی صاحب موصوف کی یہ عبارت علمائے اہل سنت پر بھی پیش کی جائے اور ان کی طرف سے جو جواب ملے اس کو بھی ناظرین پر پیش کر دیا جائے اس لئے ہم نے مختلف علماء کی خدمت میں اپنا ایک استفتاء بھیج کر ان کے جوابات حاصل کیے۔ یہاں افادۂ عامۃ المسلمین کے لئے ہم اپنے استفتاء اور علماء کے جوابات کو بھی نقل کرتے ہیں وباللہ التوفیق۔

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارہ میں کہ علاقہ گوجر خان ضلع راولپنڈی کے ایک مفتی صاحب نے آج کل ایک رسالہ الارشاد الی حقیقۃ الابراد کے نام سے تصنیف کر کے ہمیں بھیجا ہے۔ جس میں وہ مسئلہ ابراد بالظہر کے متعلق لکھتے ہیں۔

"نماز ظہر کی تاخیر بلاشبہ مستحب ہے مگر ہمارے ممالک میں تاخیر کہاں تک اور کتنی کی جائے یہ

مسئلہ مجمل ہے۔ بلکہ عرب ممالک میں بھی تاخیر کہاں تک کی جائے حنفی فقہاء کا اس بارہ میں اختلاف پایا جاتا ہے۔صاحبین امام قاضی ابو یوسف اور امام محمد شیبانی کے نزدیک مثل اول کے اندر نماز پڑھنا ضروری ہے۔ اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ تاخیر مثل اول کے بعد متصور ہے۔لہذا علمائے کرام نے فرمایا احتیاط صاحبین کے قول پر عمل کرنے میں ہے۔لہذا جو لوگ موسم گرما میں نماز ظہر کا وقت شروع ہونے کے آدھ گھنٹہ یا پون گھنٹہ بعد نماز ظہر (ہر روز جماعت سے) پڑھتے ہیں انہیں ابراد بالظہر کا استحباب اور اجر وثواب عطا ہو جانے کی قوی امید ہے۔لہذا نماز ظہر گرمیوں میں ایک بجے ادا کرنا ہر لحاظ سے درست ہے اور ابراد بالظہر کا ثواب بھی عطا ہوتا ہے۔کیونکہ گرمیوں کا وقت ۱۲ بجے تقریباً داخل ہو جاتا ہے''۔ ۵۱

بلفظہٖ الاما کتبنا مابین القوسین لزیادۃ الوضاحۃ واللہ تعالیٰ اعلم

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا ساڑھے بارہ بجے یا پونے ایک بجے گرمیوں کے طویل ترین دنوں جون جولائی اگست میں ہر روز باجماعت مسجدوں میں نماز ظہر پڑھنے والوں کو ابراد بالظہر کا اجر وثواب ملنے کی قوی امید ہے یا اصلاً امید ہی نہیں ہے جواب فقۂ حنفی کی رو سے مدلل مفصل دے کر عنداللہ تعالیٰ ماجور ہوں۔کیونکہ یہ مسئلہ نزاع کی صورت اختیار کر چکا ہے۔(السائل ابوالکرم احمد حسین قاسم الحیدری سہنسہ بازار ضلع کوٹلی آزاد کشمیر)

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کا جواب

الجواب ھوالموفق للصواب:۔

احناف کے نزدیک ظہر کی جماعت سردیوں میں جلدی اور گرمیوں میں تاخیر سے مستحب ہے۔ ہدایہ جلد اول ص ۷۹ میں ہے ویستحب الاسفار بالفجر والابراد بالظہر فی الصیف وتقدیمہ فی الشتاء لما روینا۔(ابردوا بالظہر فان شدۃ الحر من فیح جہنم ص ۷۷) ولروایۃ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان فی الشتاء بکر بالظہر واذا کان فی الصیف ابردھا. یعنی گرمیوں میں ظہر ٹھنڈے وقت میں اور سردیوں میں جلدی پڑھنی چاہیے کیونکہ حدیث میں ہے کہ (ظہر کو ٹھنڈا کرو اس لئے کہ گرمی کی شدت جہنم کی

لپٹ سے ہے)۔ اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سردیوں میں ظہر جلدی پڑھتے اور گرمیوں میں ٹھنڈا کر کے پڑھتے تھے۔

اور عرب علاقہ میں مثلِ اول میں سخت گرمی ہوتی ہے۔ ہدایہ جلد اول ص ۷۷ میں ہے **واشد الحرفی دیارھم فی ھذا الوقت (ای اذا صار ظل کل شئی مثلہ)** پس ثابت ہوا کہ ٹھنڈک کا وقت مثل ثانی میں ہوگا لہذا گرمیوں میں مثل ثانی میں ظہر پڑھنا مستحب ہے۔

جون جولائی اگست میں اگر سورج کا زوال بارہ بجے ہوتا ہو اور عصر کا وقت پانچ بجے شروع ہوتا ہو تو اڑھائی بجے تک مثل اول اور اس کے بعد پانچ بجے تک مثل ثانی ہوگا۔ پس ان مہینوں میں زوال کے بعد آدھ یا پون گھنٹہ گزار کر ظہر پڑھ لینے والا ابراد کو پانے والا نہیں ہوگا۔ کتبِ فقہ میں تاخیر سے مراد یہی لیا گیا ہے کہ وقت کے دو حصے کر کے نصف اول کو چھوڑ کر نصف ثانی میں پڑھیں **کما افادہ فی البحر الرائق عن الاسرار وغیرہ۔**

اور یہ غلط ہے کہ علماء کرام نے صاحبین کے قول پر عمل کرنے کو کہا ہے بلکہ جمہور مشائخ اور متون نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو ترجیح دی ہے۔ طحاوی میں فرمایا **صححہٗ جمھور اھل المذھب** اور بحرالرائق پھر ردالمحتار میں ہے۔ قولِ امام سے عدول کی اجازت نہیں اور اس پر صحیح بخاری کی یہ روایت دلیل ہے کہ ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم ایک سفر میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے تو مؤذن نے ظہر کی آذان دینی چاہی تو فرمایا ابرد۔ وقت ٹھنڈا کر۔ کچھ دیر کے بعد اس نے پھر آذان دینی چاہی تو فرمایا ابرد۔ وقت ٹھنڈا کر۔ دیر کے بعد مؤذن نے سہ بارہ ارادہ کیا تو فرمایا اِبرد۔ وقت ٹھنڈا کر **حتی ساوی الظل التلول** حتی کہ سایہ ٹیلوں کے برابر ہو گیا تو آذان کی اجازت دی جبکہ اس علاقہ میں ٹیلوں کا سایہ ٹیلوں کے برابر مثل اول میں نہیں بلکہ مثل ثانی میں ہوتا ہے۔ کیونکہ ٹیلے زمین پر سیدھی لکڑی کی طرح نصب نہیں ہوتے بلکہ پھیلے ہوتے ہیں۔ لہذا سخت گرمیوں میں مثل اول کے بعد ظہر کی نماز پڑھنا مستحب ہے۔

واللہ اعلم بالصواب المجیب عبداللطیف عفی عنہ مفتی جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور۔

(۸ نومبر ۱۹۸۹ء) (مہر دارالافتاء)

جامعہ رضویہ انوار العلوم واہ کینٹ کا جواب

الجواب ھوالملھم للصدق والصواب:

ظہر کا وقت سورج ڈھلنے سے دو مثل تک ہے ظاہر الروایہ میں جیسا کہ تمام متونِ فقہ جن کا مدار ظاہر الروایہ ہے میں یہی ہے کہ وقتِ ظہر اصلی سایہ کو چھوڑ کر زوال سے دو مثل تک ہے۔ آخر وقت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دو مثل تک ہے اور صاحبین کے نزدیک ظہر کا آخر وقت ایک مثل تک ہے۔ صاحبین کی دلیل امامت جبریل پہلے دن عصر کی نماز بعد ایک مثل سایہ کے ہونے کے ہے۔ اور دلیل امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حدیث بخاری ابردوا بالظھر فان شدۃ الحر من فیح جھنم۔ ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھو اس لئے کہ ظہر کی گرمی کی شدت جہنم کی گرمی سے ہے۔ اور عرب میں سخت گرمی سایہ ایک مثل ہونے پر ہوتی ہے اور گرمیوں میں ایک مثل سایہ تقریباً تین بجے ہوتا ہے۔ اور ہمارے ہاں سخت گرمی ایک بجے ہوتی ہے تو ایک بجے نماز پڑھنے والوں کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی پر ثواب کیسے ملے گا؟

اور دوسری حدیث میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ کنا مع النبی صلے اللہ علیہ وسلم فی سفر فاخر الظھر الی ان رأینا فئ التلول ثم صلے۔ ہم نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے اور موخر کیا آپ نے ظہر کی نماز کو یہاں تک کہ دیکھا ہم نے سایہ ڈھیریوں کا پھر نماز پڑھی۔ اور ڈھیریوں کا سایہ ایک مثل کے بعد ہوتا ہے۔ کیونکہ قاعدہ ڈھیریوں کا چوڑا ہوتا ہے۔ اور ان کا سایہ جب ہوتا ہے کہ دھوپ اوپر سے نیچے چلی جائے۔

تیسری حدیث قال مثالکم کمثال من اخذ اجیراً من الصبح الی نصف النھار علی قیراط ثم اخذ اجیراً من نصف النھار الی العصر علی قیراط ثم اخذ اجیراً ثالثاً من العصر الی المغرب بقیر اطین فغضب الاجیران الاوّلان علی انه ماہالنا عملنا کثیراً واعطینا قلیلاً وعمل الثالث قلیلاً واعطی کثیراً۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری مثال بمقابلہ یہود ونصاریٰ کے یوں ہے جیسے کہ کسی شخص نے مزدور پکڑا صبح سے دوپہر تک کام کرنے پر ایک قیراط میں پھر دوسرا مزدور پکڑا دوپہر سے عصر تک ایک قیرط میں پھر تیسرا مزدور پکڑا عصر سے

مغرب تک دو قیراط میں تو اس پر غصہ ہوئے پہلے دو مزدور کہ ہماری کیا حالت (قصور) ہے کہ کام کیا ہم نے بہت اور اجرت دیئے گئے تھوڑی اور تیسرے مزدور نے کام کیا تھوڑا اور مزدوری دیا گیا بہت۔ تیسرے مزدور کا کام تھوڑا جب ہوسکتا ہے کہ وقت عصر دو مثل سایہ کے بعد ہو ورنہ تیسرے مزدور کا کام تھوڑا نہیں ہو سکتا کیونکہ دوسرے مزدور کا وقت ۱۲ بجے سے تین بجے تک ہوا اور تیسرے مزدور کا وقت تین بجے سے سوا سات بجے تک تو تیسرے مزدور کا کام دوسرے مزدور کے کام سے زائد ہو جاتا ہے اس لئے کہ دوسرے مزدور کا کام صرف تین گھنٹے ہے بارہ بجے سے تین بجے تک اور تیسرے کا کام سوا چار گھنٹے ہے۔ پہلے دو مزدوروں کے ناراض ہونے کی وجہ اسی صورت میں ہوگی کہ تیسرے مزدور کا وقت تھوڑا ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ ظہر کا وقت دو مثل تک ہے اور ظہر کا وقت دو مثل ہو تو اس صورت میں دوسرے مزدور کا وقت زیادہ بنتا ہے اس لئے کہ دو مثل ساڑھے چار بجے گرمیوں میں ہوتا ہے۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تیسرے مزدور کا وقت ساڑھے چار بجے سے سوا سات تک پونے تین گھنٹے بنتا ہے۔ اور یہ وقت کم ہے دوسرے مزدور کے وقت سے کیونکہ اس کا وقت ساڑھے چار گھنٹے ہے اور تیسرے کا وقت پونے تین گھنٹے ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ تین حدیثیں پہلی حدیث امامت جبریل کی ناسخ ہیں۔ اس کے علاوہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ریاضی اور علم نجوم کے بھی ماہر تھے انہوں نے ہر دن کی عصر کا وقت لکھا ہے ملاحظہ فرمائیں بہار شریعت جلد سوم ص ۱۵ ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب۔ محمد نعمان عفا اللہ عنہ۔ (مہر جامعہ)

جامعہ غوثیہ معینیہ رضویہ ریاض الاسلام اٹک کا جواب

الجواب بعون الوھاب

حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے مؤذن (حضرت بلال رضی اللہ عنہ) نے آذان کا ارادہ کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا ٹھنڈا کر پھر قصد فرمایا تو فرمایا ٹھنڈا کر۔ پھر ارادہ کیا تو فرمایا ٹھنڈا کر یہاں تک کہ سایہ ٹیلوں کے برابر ہو گیا۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں عن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال اذن مؤذن النبی صلے اللہ علیہ وسلم الظھر فقال ابرد او قال انتظر انتظر الحدیث۔ بخاری باب الابراد بالظھر فی شدۃ الحر۔ اسی روایت کو باب الآذان للمسافر میں بیان فرماتے

ہوئے فرمایا فاراد المؤذن ان یؤذن فقال له ابرد ثم اراد ان یؤذن فقال له ابرد ثم اراد ان یؤذن فقال له ابرد حتی ساوی الظل التلول (الحدیث) الظل التلول کی وضاحت کرتے ہوئے بخاری کے محشی نے لکھا ہے کہ ٹیلوں کا سایہ ظہر کا اکثر وقت نکل جانے کے بعد ظاہر ہوتا ہے۔ ولا یظهر له ظل لانبساطه الااذاذهب اکثر وقت الظهر کذا فی القسطلانی۔ (حاشیہ نمبر ا ص ۷۷)

اور جب نوبت بایں جا رسید تو پھر یہ بات صحیح نہ ہوئی کہ موسم گرما میں نماز کا وقت شروع ہونے کے آدھ یا پون گھنٹہ بعد با جماعت نماز ظہر پڑھنے سے ابراد بالظہر کا ثواب مل جاتا ہے۔ ایک بجے ان دیار میں نماز ادا کر لینا درست تو ہوسکتا ہے لیکن مستحب نہیں کہلا سکتا کیونکہ اس طرح حضور سید دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے بار بار ابرد ابرد ابرد فرمانے کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ نیز ایک بجے ٹیلوں کا سایہ ان کے برابر کیسے ہوسکتا ہے جس کی تمام روایات میں تصریح فرما دی گئی ہے۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکہ سے ہر موسم کے ظہر کے وقت کا سوال ہوا اور یہ بھی کہ ان میں ظہر کے مستحب اوقات کیا ہیں۔ تو آپ نے فرمایا ظہر کا اول وقت آفتاب نصف النہار سے ڈھلتے ہی شروع ہوتا ہے۔ اور گھنٹوں کے اعتبار سے باختلاف بلاد مختلف ہوگا یہاں تک کہ بعض بلاد ہندوستان میں بعض ایام میں ریلوے گھڑی سے ساڑھے بارہ بجے بھی وقت ظہر شروع نہ ہوگا اور بعض میں بعض ایام میں ساڑھے گیارہ بجے سے پہلے ظہر کا وقت ہو جائے گا۔ یہ تعدیل ایام اختلاف طول معلوم ہونے پر موقوف ہے۔

جماعت گرمی میں وقت ظہر کے نصف آخر میں ہو اور جاڑوں میں نصف اول میں۔ میرٹھ میں کبھی ۵ بجے سے بعد تک وقت ظہر باقی رہتا ہے اور کبھی پونے چار بجے سے پہلے ختم ہو جاتا ہے۔ اس میں بیانات کا اختلاف ہے۔ اصل تقسیم اہل ہیئت نے یوں لکھی ہے کہ راس الحمل سے ختم جوزاء تک بہار اور راس السرطان سے ختم سنبلہ تک گرما اور راس المیزان سے ختم قوس تک خریف اور راس الجدی سے ختم حوت تک سرما۔ مگر یہاں فصلوں سے مطابقت نہیں آئی۔ علامہ صاحب بحر نے ربیع کو گرما سے ملحق کیا ہے اور یہ قرین قیاس ہے آخر ستمبر سے مارچ تک سرما سمجھنا چاہیے باقی گرما۔ (عرفان شریعت)

اس لمبے چوڑے بیان سے یہ بات تو ہر آدمی کے ذہن میں بخوبی قرار پا سکتی ہے کہ سخت گرمی کے ایام میں ظہر کا وقت کم از کم بھی تین گھنٹے تو ضرور ہی ہوتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جب خواجہ کائنات صلے اللہ

علیہ وسلم نے بار بار ٹھنڈا کرنے کا حکم فرمایا ہے تو پھر ڈیڑھ بجے سے تو نماز بہر صورت ہی ان ایام میں بعد ہو تو مستحب کا ثواب پانے کی قوی امید کی جاسکتی ہے۔ جسے دوزخ کی گرمی سے مستفید ہونا مطلوب ہو وہ اپنی مرضی کا مالک ہے۔ ہم غلاموں کو تو آقائے کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد پیشِ نظر رہنا چاہیے کہ ان شدۃ الحر من فیح جھنم ۔(بخاری) اور آپ کی عطا فرمودہ رعایت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سخت گرمیوں میں دو بجے سے بہر صورت بعد ہی نماز ظہر ادا کر کے راحتِ جان کے ساتھ ساتھ مستحب کا ثواب بھی حاصل کرنا چاہیے۔ ھذا عندی واللہ تعالیٰ وباعطائہ رسولہ الاعلیٰ اعلم بحقیقۃ الاحوال راقم الحروف فقیر ابوالنصر محمد ریاض الدین غفرلہ وعفی عنہ خادم مرکزی دارالعلوم جامعہ غوثیہ معینیہ رضویہ ریاض الاسلام اٹک پاکستان۔ ۲۸ رجب المرجب ۱۴۱۰ھ بمطابق ۲۵ فروری ۱۹۹۰ء۔

جامعہ شیخ الاسلام رضویہ جھنگ کا جواب

الجواب وھو الموفق للصواب

خلاقِ مطلق نے مخلوق کے لئے اوقاتِ نماز اولاً و آخراً بیان کر دیئے۔ اور جبریل امین کی امامت کے ذریعہ سے تعیینِ اوقات کی وضاحت ہوگئی۔ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے مکلفین کو اختیار دے دیا کہ مابین الوقتین کی جس جزو میں نماز ادا کریں گے ادا ہوگی۔ شارع علیہ السلام نے اوقاتِ مستحبہ و مکروہہ بھی واضح کر دیئے اور حتی المقدور امتثالِ حکمِ خداوندی کی حکمتوں سے امت کو متعارف کر دیا۔ نیز تقلیل جماعت اور تکثیر جماعت کی قباحت و خوبی کے فرق سے آشنا کر دیا۔ ائمہ کو بشروا ولا تنفروا کا امر فرمایا اور یسروا ولا تعسروا کا حکم دیا۔ پھر خواہی نخواہی اپنی طرف سے تضییق و تعسیر کا کیا فائدہ؟

اشدادِ حر میں ابراد کے مراتب صیف و شتاء اور اماکن کے تفاوت اور عوارضِ سماویہ اور سفر و حضر اور عوارض بدنیہ و اشغال مکلفین سے متفاوت ہوتے رہتے ہیں۔ فقہائے کرام ادام اللہ فیوضھم و برکاتھم نے ہمارے جیسے ناواقفوں پر مہربانی فرما کر ہر قسم کے معضلات کے عقودِ لاینحل کو حل کر دیا۔

احناف نے تمام اوقاتِ نماز میں عموماً تاخیر کو پسند فرمایا ہے۔ اس کی وجہ ایک تو تکثیر جماعت ہے۔ اس کے علاوہ ہر نماز کے لئے شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خصوصی ارشادات موجود ہیں مثلاً صبح کی

نماز کے لئے فرمایا اسفروا بالفجر فانه اعظم للاجر اور ظہر صیفی کے بارہ میں صحاحِ ستہ میں متعدد احادیثِ صحیحہ موجود حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کی حدیث جو بخاری مسلم ابن ماجہ ابو داؤد نسائی اور ترمذی میں ہے کہ مؤذن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تین بار اذنِ آذان چاہا ہر بار نبی الرحمہ نے ابرد کا امر فرمایا حتی ساوی الظل التلول وفی روایة حتی رأینا فئ التلول فقال النبی صلے اللہ علیه وسلم ان شدة الحرمن فیح جهنم وفی روایة اذا اشتد الحر فابردوا ۔ان روایات سے یہ وہم رفع ہو گیا جو کہتے ہیں کہ زوال کے بعد ابراد شروع ہو جاتا ہے جس کو گوجر خان کے مولوی نے اپنے کتابچہ میں بیان کیا۔ اس لئے کہ مؤذن کے تین بار طلب اذن میں حضور نبی رؤف ورحیم صلے اللہ علیہ وسلم کا ابرد فرمانا برہانِ بین ہے کہ مطلق زوال شمس کے بعد کا ابراد مقصود نہیں بلکہ کمال ابراد مطلوب ہے اور جن لوگوں نے اس ابراد کی علت سفر کو بتایا وہ بھی رد ہو گئی کہ حضور نے ابراد کی تعلیل اشد ادحر کے ساتھ ذکر فرمائی سفر کو وجۂ ابراد نہ فرمایا۔ اور جو لوگ تعمیلِ حکم میں تعجیل کو ترجیح دیتے ہوئے اولیت کی رٹ لگاتے ہیں ہم ان سے دریافت کرتے ہیں کہ اولیتِ حقیقی لیتے ہیں تو وہ متعذر ومحال عادی ہے کہ دخولِ وقت کے ایک سیکنڈ گزرنے سے اولیت حقیقی جاتی رہی۔ اب آخری جزو کے قبل تک اولیت اضافی ہوئی اس میں تمام ائمہ اور ہم متفق ہوئے۔

الحاصل تمام اوقات میں اوسط وقت مستحب ومناسب ہوگا۔

ابرادِ ظہر کا مجمل حکم آپ کے فعل مبارک سے عیاں ہو گیا کہ موسم گرما میں تاخیر کثیر کے ساتھ ظہر ادا فرمائی۔ اس حدیث میں ٹیلوں کے سایہ کا ذکر ہے۔ قاعدہ ہے کہ مدور چیز کا سایہ ایک مثل ہو تو مستطیل چیز کا سایہ اس وقت دو مثل ہوگا۔ امام صاحب نے ظہر کا وقت دو مثل بیان فرمایا۔ صاحبین نے اس قاعدہ کی طرف التفات نہ فرمائی اور حدیث پاک کے متن (ساوی الظل التلول) سے ایک مثل کا قول فرمایا۔ ابرادِ ظہر مثل اول کے آخر میں یا مثل ثانی کے اوّل میں ہوگا۔

(۱) علامہ قسطلانی اس حدیث کے تحت رقم طراز ہیں ولا یظهر له ظل الا اذا ذهب اکثر وقت الظهر۔ یعنی ٹیلوں کا سایہ اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب اکثر وقتِ ظہر چلا جائے۔

(۲) علامہ نووی فرماتے ہیں ومعنی قوله رأینا فئ التلول انه اخر تاخیرا کثیرا حتی صار

للتلول فئی والتلول منبسطة غیر منتصبة ولا یصیر لها فئی فی العادۃ الا بعد زوال الشمس بکثیر۔ یعنی رأینا فئی التلول کا معنی یہ ہے کہ آپ نے ظہر کی نماز کو بہت مؤخر فرمایا حتی کہ ٹیلوں کا سایہ ان کے برابر ہو گیا اور ٹیلے زمین کے ساتھ پیوست اور پھیلے ہوئے ہیں کھڑے نہیں ہوتے اور عادۃً ان کا سایہ سورج کے بہت زیادہ ڈھل جانے کے بعد ہوتا ہے۔

(۳) عنایہ میں ہے ابردوا بالظھر ای صلوھا اذا سکنت الحر۔ یعنی ظہر اس وقت پڑھو جب گرمی ساکن ہو جائے۔

(۴) بدائع والصنائع میں ہے۔ والابراد یحصل بصیرورۃ ظل کل شئی مثلیہ فان الحر لا یفتر قبلہ خصوصاً فی بلادھم یعنی ابراد اس وقت حاصل ہوتا ہے جب ہر شئے کا سایہ اس کے دو مثل ہو جائے اس سے قبل ابراد حاصل نہیں ہوتا خصوصاً عرب ممالک میں (یا گرم علاقوں میں)

(۵) صاحب ہدایہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ولابی حنیفۃ رحمۃ اللہ علیہ قولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ابردوا بالظھر واشد الحر فی دیارھم فی ھذا الوقت (ای المثل الاول) یعنی امام صاحب کی دلیل یہ حدیث ابراد ہے اور شدت کی گرمی ان بلاد میں مثل اول کے وقت ہوتی ہے تو ایسے وقت میں نماز پڑھنے سے آپ نے توقف فرمایا۔ ساتھ ہی گرمی کی شدت جہنم کی نشانی بتائی تو ابراد بالظھر مثل ثانی میں ہی ثابت ہوا۔

متنِ حدیث میں اگرچہ ابراد مجمل تھا مگر محدثین وفقہاء نے اس کی تفصیل بیان فرما کر واضح کر دیا کہ ابراد بالظھر مثل ثانی میں اور تاخیر کثیر میں ہوگا نہ زوال کے آدھ گھنٹہ یا پون گھنٹہ بعد۔

موسم گرما جون جولائی اگست کے مہینوں میں ہمارے بلاد میں ابتداء وقت ظہر بارہ بج کر سات منٹ سے شروع ہو کر سوا بارہ بجے تک ہے۔ اور انتہاء امام صاحب کے مسلک کے مطابق پانچ بج کر تین منٹ سے پونے پانچ بجے ہے۔ تو ظہر کا وقت چار گھنٹے باون منٹ سے چار گھنٹے چالیس منٹ ہوا اوسطاً کل وقت (ان شدید گرمی کے مہینوں میں) پونے پانچ گھنٹے ہوا۔

ابراد ظہر یا تاخیر ظہر نصف وقت کے بعد ہی متصور ہوگا جس کی وضاحت بحرالرائق کے حوالہ سے

بہار شریعت میں موجود ہے۔ ''تاخیر سے مراد یہ ہے کہ وقت مستحب کے دو حصے کیے جائیں پچھلے حصہ میں ادا کریں اور وہ دو بج کر انتیس منٹ کے بعد شروع ہوا کیونکہ تمام متون و شروح نے ظہر کے وقت میں دو مثل کا قول پیش کیا ہے۔ اگر صاحبین کے قول کے مطابق ایک مثل بھی ہو تو ایک مثل تقریباً اڑھائی بجے تک ہوگی۔ اور احادیث مبارکہ سے مصرح ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے مثل کے آخر میں نماز ادا کرائی تب بھی دو بجے اور اڑھائی بجے کے درمیان ثابت ہوئی۔

ساڑھے بارہ بجے یا پونے ایک بجے تو شدت حر کا وقت ہوتا ہے۔ اس وقت میں نماز پڑھنے کی عادت بنانا اس پر اصرار کرنا تو حدیث پاک کی مخالفت ہوگی نہ کہ اتباع سنت اور اجر و ثواب کی عطاء اتباع سنت میں ہوگی نہ کہ مخالفت میں۔ فقط اللہ و رسولہ اعلم بالصواب ابو الطاہر محمد نجیب قادری غفر اللہ لہ از دار العلوم شیخ الاسلام رضویہ سٹلائٹ ٹاؤن جھنگ صدر۔ المرقوم ۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۰ھ۔

(۱۰ دسمبر ۱۹۸۹ء) (مہر دار الافتاء)

آخری گزارش

الحمد للہ۔ علمائے اہل سنت کے ان فتاویٰ مبارکہ سے روزِ روشن کی طرح روشن ہوگیا کہ گرمیوں کی ظہر میں اتنی تاخیر کم از کم ضروری ہے کہ نماز کی ادیگی دو اڑھائی بجے کے اندر ہو۔ ولہذا ایک بجے یا اس سے پہلے پڑھی ہوئی ظہر میں ابراد کا ثواب ملنے کی امید قطعاً یقیناً مفقود ہے۔ مفتی صاحب آف گوجر خان کا لکھنا کہ ایک بجے جو نماز پڑھی جائے گی وہ ہر طرح درست ہوگی۔ اور اس میں ابراد کے اجر کے ملنے کی قوی امید ہے سراسر غلط اور باطل دعویٰ ہے جس پر ان کے پاس کوئی عقلی نقلی دلیل موجود نہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے مغالطہ دینے والے مفتیوں کے شرّ سے امتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی حفاظت فرمائے۔ آمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲۰ جمادی الاخریٰ ۱۴۱۴ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
تیسواں مقالہ
تعطیلِ جمعہ
کی اسلامی حیثیت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد والہٖ واصحابہٖ اجمعین

اما بعد۔ ۲۳ فروری ۱۹۹۷ء کو جمعۃ المبارک کی سرکاری چھٹی منسوخ کی گئی (ماہنامہ ضیائے حرم لاہور بابت مارچ ۱۹۹۷ء ص ۲۰) تو ملک کے دیندار طبقہ نے اسے اچھا اقدام نہ سمجھا اخبارات میں اس چھٹی کی منسوخی و بحالی کے بارہ میں مضامین شائع ہونے لگے اور عوام وخواص کی محفلوں میں بھی اس کے بارہ میں بحث ومباحثہ ہونے لگا۔ بعض لوگوں نے اس چھٹی کی منسوخی کو سراہا اور بعض نے اس کی مذمت کی اور اس کی بحالی پر زور دیا۔ لوگوں میں یہ صورتحال تا حال جاری ہے۔ بدیں حالات ہم نے جمعہ کی چھٹی کی اسلامی حیثیت کے بارہ میں یہ مختصر مقالہ لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے شرف مقبولیت بخشے اور ذریعہ ہدایت بنائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم۔

عید کے دن چھٹی کی جاتی ہے

عید الفطر اور عید البقر کے دن عوام پورا دن چھٹی کرتے ہیں۔ سرکاری سطح پر بھی ان دودنوں میں چھٹی کی جاتی ہے۔ کیونکہ یہ دودن مسلمانوں کے لئے خوشی منانے کے دن ہیں۔ ابوداوٗد حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو اس زمانہ میں اہل مدینہ سال میں دودن خوشی کرتے تھے (مہرجان و نیروز کے دنوں میں) فرمایا یہ کیا دن ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا۔ جاہلیت کے دور میں ہم ان دودنوں میں خوشی کرتے تھے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ان کے بدلے میں ان سے بہتر دودن تمہیں دیئے ہیں۔ عید الاضحیٰ اور عید الفطر کے دن۔" (بہار شریعت ص ۱۰۵ حصہ چہارم)

ظاہر بات ہے کہ عید کے دنوں میں خوشی منانے کے لئے ہر ایک کام کی چھٹی کرنی ہوتی ہے۔ اس لئے ان دودنوں کی چھٹی کا لازم ہونا ہر شخص کی سمجھ میں آتا ہے۔

عید میلاد النبی کی چھٹی

یونہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے یوم پیدائش کے دن خوشی منانے کا حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فبذلک فلیفرحوا۔ پس چاہیے کہ لوگ اس کی وجہ سے خوشی محسوس کریں۔ اس لئے اس دن کی چھٹی بھی عقلاً لازم ہے۔ ہر عاشق رسول صلے اللہ علیہ وسلم اس مبارک دن میں ہر کام کی چھٹی کر کے

اس دن کی خوشیوں میں شریک ہوتا ہے۔

نثار تیری چہل پہل پہ ہزار عیدیں ربیع الاول
سوائے ابلیس کے جہاں میں سبھی تو خوشیاں منا رہے ہیں

شیخ کمال ادفوی نے کتاب الطالع السعید میں فرمایا کہ ہمارے ایک ساتھی جن کا نام ناصر الدین محمود بن عماد تھا نے بیان کیا ہے کہ امام ابوطیب محمد بن ابراہیم سبتی مالکی رحمۃ اللہ علیہ جو قوص میں رہتے تھے۔ اور علمائے عاملین میں سے تھے نبیٔ پاک صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے دن (۱۲ ربیع الاول شریف کے دن) جب مکتب کے پاس سے گزرتے تو فرماتے یا فقیہ ھذا یوم سرورٍ اصرف الصبیان فیصرفنا۔ اے عالم دین یہ خوشی کا دن ہے بچوں کو واپس بھیج دیں تو وہ ہمیں واپس بھیج دیتے تھے۔

(الحاوی للفتاویٰ للجلال السیوطی رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۹۷ ج ۱)

الحمدللہ اس روایت سے معلوم ہوا کہ خوشی کے دن چھٹی کرنا قدیم سے معمول بہ ہے اس لئے ان دنوں کی چھٹیاں بند کرنا عقل کے سراسر خلاف ہے۔

جمعہ کے دن چھٹی کرنے

کے بارہ میں بعض لوگوں کا خیال ہے کہ قرآن میں ہمیں جو حکم دیا گیا ہے وہ آذان جمعہ سے نماز جمعہ تک چھٹی کرنا ہے اس سے پہلے اور بعد چھٹی کرنے کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ چنانچہ ماہنامہ ''فیض الاسلام'' راولپنڈی بابت ستمبر ۱۹۷۷ء بمطابق رمضان المبارک ۱۳۹۷ھ کے اداریہ میں (یہ اداریہ جمعہ کی چھٹی منظور ہونے کے دنوں میں لکھا گیا تھا) لکھا ہے کہ ''جمعۃ المبارک کی چھٹی منظور ہو گئی۔ حالانکہ قرآن حکیم اور سیرت مبارکہ میں کسی دن کی چھٹی کا ذکر نہیں۔ سورۂ جمعہ میں واضح ارشاد ہے کہ جمعہ کے دن خرید و فروخت سے وقت نکال کر صلوٰۃ کے لئے حاضر ہو جاؤ اور صلوٰۃ کے بعد مصروف کار ہو جاؤ۔ سابق وزیر مولانا کوثر نیازی صاحب نے تعطیل جمعہ کی تحسین و تائید میں ایک معلوماتی مقالہ لکھا ہے۔ اس میں یہ الفاظ بھی ملتے ہیں۔ ''عہد رسالت اور خلافت راشدہ میں تعطیل کا کوئی باقاعدہ تصور نہیں ملتا''۔ (ایضاً ۲۹ جون ۱۹۷۷ء)

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہر دن دن بھر مصروف کار رہتے۔ آپ نے گھر اور باہر کے ملکی و غیر ملکی امور اپنی تنہا ذات کے ذمے لے رکھے تھے جن کو کئی آدمی مل کر بھی اس خوش اسلوبی سے انجام نہیں دے سکتے تھے۔

خلفائے راشدین کا اسوہ بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ چلو خیر چھٹی میں کوئی حرج نہیں۔ جمعہ کی چھٹی کیجئے لیکن ہر روز تو چھٹی کے مترادف نہ ہو جائے۔ شکر ہے کہ موجودہ حکومت نے اس کمی کو محسوس کیا ہے''۔ اھ ملتقطاً بلفظہٖ۔

ظاہر ہے کہ ماہنامہ فیض الاسلام کے اس اداریہ نویس نے ''جمعہ کی چھٹی'' کو غیر اسلامی کام قرار دیا ہے۔ لیکن یہ نہیں بتایا کہ جمعہ کی بجائے ''اتوار کی چھٹی'' بھی غیر اسلامی ہے یا نہیں؟ ہاں اس کے فحوائے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے نزدیک یہ دونوں چھٹیاں ایک جیسی ہیں۔ کیونکہ اس کے لفظ کہ ''رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہر دن دن بھر مصروف کار رہتے'' سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اتوار کی چھٹی بھی غیر اسلامی کام ہے اور اگر ہر دن کے عموم حقیقی کو مراد لیا گیا ہے تو اس کے نزدیک عیدین اور عید میلاد النبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ایامِ متبرکہ کی چھٹی بھی معاذ اللہ غیر اسلامی ہی ہوگی۔

موجودہ دور میں ہفتہ وار چھٹی ضروری ہے

کیا دور رسالت و عہد صحابہ میں ہفتہ وار چھٹی ہوتی تھی یا نہیں؟ قطع نظر اس سوال سے اس دور میں ہفتہ وار چھٹی ضروری جاتی ہے اسے انگریزوں کی تقلید کہیے یا نہ کہیے بہر حال ہمارا اسلامی معاشرہ بھی ہفتہ وار چھٹی کی ضرورت محسوس کرتا ہے اور ہفتہ وار چھٹی اس لئے بھی ضروری ہے کہ ہر انسان چھٹی کے دن اپنے پیشہ سے غیر متعلقہ امور کو سرانجام دیتا ہے۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب مسلمانوں نے ہفتہ میں ایک دن خواہ مخواہ چھٹی کرنی ہی ہے تو پھر چھٹی کے لئے اتوار کا دن مناسب ہے یا جمعہ کا دن؟ معمولی سمجھ رکھنے والا ہر دیندار شخص یہ فیصلہ کرسکتا ہے کہ اتوار کی بجائے جمعہ کی چھٹی زیادہ مناسب ہے۔ اور اس کی درج ذیل وجوہات ہیں۔

اولاً اتوار کی چھٹی عیسائی کرتے ہیں اور جمعہ کی چھٹی عرب ممالک کے مسلمان اس لئے مناسب ہے کہ جمعہ کی چھٹی ہو تاکہ تشبہ بالکفار سے بچا جائے۔ لقولہ صلے اللہ علیہ وسلم من تشبہ بقوم فھو منھم۔ جو کسی قوم سے تشبہ کرتا ہے وہ اسی سے ہے۔ ثانیاً عیسائی اتوار والے دن کو عبادت کا دن سمجھ کر چھٹی کرتے ہیں۔ جبکہ یہ دن مسلمانوں کی عبادت کا نہیں ہے بلکہ جمعہ کا دن ہماری عبادت کا دن ہے۔ اس لئے مناسب

جمعہ کے دن کی چھٹی ہوگی نہ کہ اتوار کے دن کی۔

ثالثاً جمعہ کو عید کا دن قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ

(۱) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ ''جمعہ کا دن میری امت کی بہترین عید کا دن ہے اور جمعہ کے دن کی دو رکعت غیر جمعہ کے دن کی ایک ہزار رکعت سے بہتر ہیں اور جمعہ کے روز ایک تسبیح غیر جمعہ کی ایک ہزار تسبیح سے افضل ہے۔ رواہ الدیلمی عن انس رضی اللہ عنہ۔ (صحیح البہاری ص ۵۱۱)

(۲) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کیا آپ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی ایسے دن موجود تھے جس میں دو عیدیں (عید اور جمعہ) جمع ہوئیں؟ فرمایا۔ ہاں عرض کیا اس دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیسے کرتے تھے؟ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نمازِ عید پڑھی اور نماز جمعہ کی رخصت دیدی۔ پھر فرمایا جو پڑھنا چاہے پڑھے۔ (سنن ابن ماجہ ص ۹۳)

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہارے اس دن میں دو عیدیں (عید اور جمعہ) جمع ہوئی ہیں پس جو چاہے اسے جمعہ سے نماز عید کفایت کرے گی اور بلاشبہ ہم ان شآء اللہ نماز جمعہ ادا کریں گے۔ (سنن ابن ماجہ ص ۹۳)

اس حدیث کے بارہ میں امام سیوطی فرماتے ہیں۔ رواه ابو داؤد و ابن ماجة والحاكم عن ابى هريرة رضى الله عنه وابن ماجة عن ابن عباس وعن ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنهم و هذا حديث صحيح۔ (جامع صغیر ص ۸۵ ج ۱)

(۴) حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ان يوم الجمعة يوم عيد و ذكر فلا تجعلوا يوم عيدكم يوم صيام ولكن اجعلوه يوم فطر و ذكر الا ان تخلطوه بأيام۔ بلاشبہ جمعہ کا دن عید اور ذکر الٰہی کا دن ہے پس تم اپنی عید کے اس دن کو روزہ کا دن نہ بناؤ ولیکن تم اسے کھانے پینے اور ذکر الٰہی کرنے کا دن بناؤ۔ مگر یہ کہ اس کے روزہ کو تم دوسرے دنوں کے روزوں سے ملاؤ۔ رواہ البیہقی فی الشعب وحسنہ السیوطی۔ (جامع صغیر ص ۱۰۱ ج ۱)

ان چار حدیثوں سے ثابت ہوا کہ شریعت میں عید کے صرف دو دن نہیں ہیں بلکہ عید الفطر اور عید البقر اور عید میلاد النبی صلے اللہ علیہ وسلم اور جمعہ کا دن عید کے دن ہیں لہٰذا جمعہ کے دن چھٹی کرنا مناسب ہے۔ رابعاً۔ یہود کی عبادت کا دن ہفتہ اور نصاریٰ کا اتوار ہے یہ ان دنوں میں عبادت الٰہی کے لیے مکمل طور پر پورا دن

چھٹی کرتے ہیں اس لیے مناسب ہے کہ مسلمان بھی اپنی عبادت کے دن یعنی جمعہ کے دن مکمل چھٹی کریں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں افضل الایام عند اللہ یوم الجمعۃ ۔ جمعہ کا دن اللہ کے نزدیک بہترین دن ہے۔ رواہ البیہقی فی الشعب عن ابی ہریرہ وحسنہ السیوطی فی الجامع الصغیر ص ۴۹ ج ۱ اور ظاہر ہے افضل الایام میں نیک اعمال اور عبادات بجالانا زیادہ اجر وثواب کا باعث ہے اسی وجہ سے رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تضاعف الحسنات یوم الجمعۃ. جمعہ کے دن نیکیاں بڑھا دی جاتی ہیں۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط۔ ظاہر ہے کہ چھٹی کی صورت میں انسان زیادہ نیک کام کرسکتا ہے اس لیے جمعہ کے دن چھٹی مناسب ہے۔ خاصا جمعہ کے دن چھٹی کرنے سے مسلمان وہ تمام کام بآسانی کر سکتے ہیں جو نماز جمعہ سے پہلے کرنا سنت ہیں مثلاً غسل کرنا اور جمعہ کی ادائیگی کے لیے پہلی ساعت میں صبح صبح جامع مسجد کو چلا جانا اس لیے جمعہ کے دن مکمل طور پر چھٹی کرنا ہی مناسب ہے۔

شرعاً آذانِ جمعہ سے نماز جمعہ تک چھٹی کرنا واجب ہے

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے یایھا الذین اٰمنو اذا نودِیَ للصّلوٰۃِ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ و ذروا البیع ذلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون ٥ فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ واذکروا اللہ کثیراً لعلکم تفلحون۔

اے ایمان والو جب نماز کی آذان ہو جمعہ کے دن تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ واور خرید وفروخت چھوڑ دو۔ یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانو۔ پھر جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو بہت یاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔ (۲۸ پ ۱۲) اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ آذانِ جمعہ سے کاروبار چھوڑنا اور نماز جمعہ کے لیے جانا واجب ہو جاتا ہے۔ مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں۔ ''خیال رہے کہ حضور کے زمانہ شریف میں نماز جمعہ کی صرف ایک آذان ہوتی تھی بوقت خطبہ۔ عہد صدیقی وفاروقی میں یہی رہی۔ زمانہ عثانی میں ایک آذان اور بڑھائی گئی''۔ (نور العرفان ص ۸۸۵)

صبح صادق سے زوال تک جامع مسجد جانا مستحب ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ من اغتسل یوم الجمعۃ غسل الجنابۃ ثم راح فکانما قرب بدنۃ و من راح فی الساعۃ

الثانية فكانما قرب بقرة و من راح في الساعة الثالثة فكانما قرب كبشا ومن راح في الساعة الرابعة فكانما قرب دجاجة ومن راح في الساعة الخامسة فكانما قرب بيضة فاذاخرج الامام حضرت الملآئكة يستمعون الذكر ۔ (نسائی شریف ص۲۰۶ ج۱)
وفی الباب عن عبداللہ بن عمرو وسمرۃ قال ابوعیسیٰ حدیث حسن صحیح (ترمذی ص۹۲ ج۱) ورواہ الامام مالک والشافعی والترمذی والنسائی۔ (صحیح البہاری ص ۵۹۷)
"جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے جیسے جنابت کا غسل کیا جاتا ہے پھر پہلی ساعت میں (جامع مسجد کو) جائے تو گویا اس نے ایک اونٹ کی قربانی کی اور جو دوسری ساعت میں جائے تو گویا اس نے ایک گائے کی قربانی کی اور جو تیسری ساعت میں جائے تو گویا اس نے سینگوں والے مینڈے کی قربانی کی اور جو چوتھی ساعت میں جائے تو گویا اس نے ایک مرغی کسی نیک کام میں خرچ کی اور جو پانچویں ساعت میں جائے تو گویا اس نے انڈا خرچ کیا۔ پھر جب امام خطبہ کو نکلتا ہے تو فرشتے ذکر سننے کے لیے حاضر ہو جاتے ہیں۔
(بہار شریعت ص۹۲ ح۴)

ساعت جمعہ کے مفہوم میں اختلاف علماء ہے

ساعت جمعہ میں اختلاف کے بارہ میں امام محی الدین نووی لکھتے ہیں۔ وفی المسئلة خلاف مشهور مذهب مالک و كثير من الصحابة والقاضي حسين وامام الحرمين من اصحابنا ان المراد بالساعات هنا لحظات لطيفة بعد زوال الشمس والرواح عندهم بعد الزوال وادعوان هذا معناه في اللغة وتذهب الشافعي وجماهير اصحابه وابن حبيب المالكي وجماهير العلماء استحباب التكبير اليها اول النهار والساعات عندهم من اول النهار والرواح يكون اول النهار و آخره قال الازهري لغة العرب الرواح الذهاب سوآء كان اول النهار أو آخره اوفي الليل وهذا الصواب الذي يقتضيه الحديث والمعنى ۔ اور اس مسئلے میں اختلاف مشہور ہے امام مالک اور ان کے اکثر اصحاب اور قاضی حسین اور امام الحرمین کا مذہب یہ ہے کہ ان ساعات سے مراد زوال کے بعد جانا ہے اور انہوں نے دعویٰ کیا ہے کہ اس لفظ کا لغت میں یہی معنی ہے اور امام شافعی اور ان کے سارے اصحاب اور ابن حبیب

مالکی اور تمام علماء کے نزدیک دن کے آغاز سے جامع مسجد کو چلا جانا مستحب ہے اور ان کے نزدیک ساعات جمعہ کا آغاز یوم جمعہ کے آغاز سے ہوتا ہے اور ان کے نزدیک رواح کا لفظ مطلق جانے کے معنی میں ہوتا ہے خواہ کوئی صبح جائے یا شام کو اور ازہری نے کہا ہے کہ عرب کی لغت میں رواح کے لفظ کا معنی جانا ہے خواہ کوئی صبح جائے یا شام کو یا رات کو اور اس دوسرے قول کی درستی حدیث اور قیاس دونوں کا تقاضا ہے۔

(منہاج شرح مسلم شریف ص ۳۰۰ ج ۱)

امام غزالی کی وضاحت

جمعہ کی ساعات کی وضاحت میں امام غزالی فرماتے ہیں۔ الساعة الاولی الی طلوع الشمس و الثانية الی ارتفاعها و الثالثة الیٰ انبساطها و الرابعة و الخامسة بعد الضحیٰ الاعلیٰ الی الزوال ۔ پہلی ساعت سورج طلوع ہونے تک ہے اور دوسری ساعت اس کے بلند ہونے تک اور تیسری ساعت اس کے پھیل جانے تک اور چوتھی ساعت اور پانچویں ساعت بڑی چاشت ہونے سے زوال ہونے تک ہے۔ (مختصر احیاء العلوم ص ۴۶)

الحمدللہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جمعہ والے دن دنیاوی کاروبار کی چھٹی کر کے صبح صادق کے وقت جامع مسجد کی طرف چلا جانا مستحب ہے۔ اور اس پر اونٹ کی قربانی کے ثواب جتنا ثواب ملنے کی بشارت سنائی گئی ہے۔ ولہذا جو لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ قرآن حکیم اور سیرت مبارکہ میں کسی دن چھٹی کا ذکر نہیں سورۂ جمعہ میں واضح ارشاد ہے کہ جمعہ کے دن خرید و فروخت سے وقت نکال کر صلوٰۃ کے لیے حاضر ہو جاؤ اور صلوٰۃ کے بعد مصروف کار ہو جاؤ ان کی نظر میں قرآن مجید ہی ہے۔ کاش یہ لوگ اگر قرآن مجید کے حکم کے ساتھ ساتھ حدیث پاک کا یہ حکم بھی دیکھتے تو وہ یہ غلط دعویٰ نہ کرتے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول ۔ اللہ کا حکم مانو اور رسول اللہ کا حکم مانو۔ اس لیے دونوں حکم ماننے کی ضرورت ہے ہاں اتنا فرق ضرور ہے کہ تعطیل جمعہ کے سلسلہ میں قرآن کا حکم وجوب کے لیے ہے اور حدیث پاک کا حکم استحباب کے لئے اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق بخشے آمین۔

نماز جمعہ کے بعد فضل ڈھونڈنے کے معنی میں بھی اختلاف علماء ہے

بعض علماء فضل سے مراد رزق لیتے ہیں اور بعض علم دین شیخ تقی الدین حلبی فرماتے ہیں۔ قوله تعالیٰ فاذا

قضیت الصلوٰۃ ای فرغ منها فانتشروا فی الارض للتجارة والتصرّف فی الحوائج وابتغوا من فضل الله یعنی الرزق وقال انس اما انه لیس لطلب دنیاً و لکن لعیادة مریض و شهود جنازة و تعلیم علم و زیارة اخ فی الله قال و علمک مالم تکن تعلم و کان فضل الله علیک عظیماً وقال لقد آتینا داود منا فضلاً یعنی العلم فتعلم العلم وتعلیمه فی هذا الیوم من افضل القربات۔ (نزہۃ الناظرین ص ۸۰)

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ کا ارشاد جب نماز پوری کر دی جائے یعنی اس سے فراغت ہو جائے تو زمین میں تجارت اور اپنے دوسرے کاموں کے لیے پھیل جاؤ۔ اور اللہ کا فضل یعنی رزق تلاش کرو اور یہ امر اباحت کے معنی میں ہے۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں اگر تو چاہے تو بیٹھا رہ اور اگر چاہے تو عصر تک نوافل پڑھ اور حضرت انس فرماتے ہیں کہ یہ حکم دنیا کی تلاش کے لیے نہیں بلکہ مریض کی عیادت، جنازہ کی نماز میں شرکت، علم دین حاصل کرنے اور دینی بھائی کی زیارت کے لیے ہے امام غزالی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے علم کا نام فضل رکھا ہے اور (رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہو کر) فرمایا'' تجھے وہ کچھ سکھا دیا جو تو نہیں جانتا تھا اور تجھ پر اللہ کا بڑا فضل ہے'' اور فرمایا اور البتہ ہم نے اپنی طرف سے داؤد کو فضل یعنی علم دیا پس جمعہ کے دن علم دین پڑھنا اور پڑھانا اعلیٰ درجہ کی عبادات میں سے ہے۔

الحمد للہ اس سے معلوم ہوا کہ نماز جمعہ کے بعد رزق تلاش کرنا شرعاً ضروری نہیں ہے ہاں اس کی رخصت اور اباحت ہے لیکن جمعہ کے دن شام تک عبادت ای کی غرض سے چھٹی کرنا مستحب ہے۔ ولہذا آجکل کے ایک مفکر اسلام مفتی محمد خان قادری صاحب کا یہ لکھنا کہ'' قرآن کریم نے ایک اور مقام پر زیرِ موضوع مسئلہ پر بڑی ہی تفصیلی گفتگو کی ہے ایام ہفتہ میں سب سے مقدس دن اسلام میں جمعہ ہے اس دن نماز جمعہ اور خطبہ کے لیے امتِ مسلمہ کو خصوصی اہتمام کا حکم دیا گیا ہے لیکن توجہ طلب بات یہ ہے کہ جمعہ کی حاضری سے قبل بھی کاروبار کا تذکرہ ہے اور بعد از جمعہ بھی کام کی تلقین ہے۔ ان آیات ربانیہ کو پڑھیئے اور ان سے روشنی حاصل کر کے ملک وقوم کے لیے شب و روز جدوجہد کے لیے کمربستہ ہو جایئے۔ ارشاد رب العزت ہے'' اے ایمان والو[1] جب جمعہ کے دن نماز کے لیے بلایا جائے تو تم اللہ کے ذکر کی طرف چل پڑو اور خرید و فروخت

---

[1] جمعہ کے دن آذانِ جمعہ سے پہلے تجارت وغیرہ کی رخصت ہے انہی رخصت کے عاملین کو خطاب ہو رہا ہے واللہ اعلم بالصواب۔

چھوڑ دو۔ یہ تمہارے لیے بہتر ہے کاش تم اسے جان لو۔ پھر جب تم نماز ادا کرلو تو تم زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کا ذکر کثرت سے کیا کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ'' ان آیات میں یہ نہیں فرمایا کہ جمعہ کے روز کام نہ کرو چھٹی کرو بلکہ یہ فرمایا کہ جب جمعہ کا وقت ہو جائے تو کام چھوڑ کر اپنے ربّ کریم کی بارگاہ میں حاضری کے لیے فی الفور آ جاؤ۔ کوئی کام اس حاضری میں رکاوٹ نہ بنے اور جب تم فارغ ہو جاؤ تو پھر زمین میں اللہ کے رزق کی تلاش میں پھیل جاؤ۔ گویا اسلام کے نزدیک وہی معاشرہ ترقی کے مراحل طے کرسکتا ہے جس کے افراد مسلسل سعی و جہد کو اپنا فریضہ تصور کرتے ہوں (ماہنامہ انوار الفرید ساہیوال اپریل ۱۹۹۷ء ص نمبر ۲۲) مفتی صاحب [1] کی قلت فہم و تدبر کا نتیجہ ہے۔ مفتی صاحب نے اس حدیث نبوی کی طرف نہیں دیکھا ہے جو ہم پیچھے پیش کر آئے ہیں اس لیے یہ لکھ دیا کہ ''اسلام کے نزدیک وہی معاشرہ ترقی کے مراحل طے کرسکتا ہے جس کے افراد مسلسل سعی و جہد کو اپنا فریضہ تصور کرتے ہوں'' اور یہ بھی نہ سوچا کہ اسلام کے نزدیک اگر یہی بات ہے تو پھر ہمیں اتوار کی چھٹی بلکہ عیدین بلکہ عید میلاد النبی صلے اللہ علیہ وسلم کے دنوں کی چھٹیاں بھی نہیں کرنی چاہیں کیونکہ یہ چھٹیاں بھی تو مسلسل سعی و جہد میں جمعہ کی چھٹی کی طرح ضرور مخل ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی حق سمجھنے کی توفیق بخشے آمین۔

جمعہ کے دن چھٹی کرنا عبادت کی نیت سے مستحب ہے

الحمد للہ یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس سے روز روشن سے زیادہ روشن ہوا کہ عقل و نقل دونوں کے اعتبار سے عبادت الٰہی کی غرض سے جمعہ کے دن صبح صادق سے غروب آفتاب تک چھٹی کرنا شرعاً مستحب ہے۔ اور حکومتی سطح پر بھی اس دن کی چھٹی زیادہ مناسب ہے اس لیے اس دن کی چھٹی کو اسلامی تعلیمات کے خلاف بتانا اپنی بے سمجھی کا ثبوت دینا ہے قرآن وسنت کے مجموعی حکم کو پیش نظر نہ رکھنا گمراہی کا سبب بنتا ہے اللہ تعالیٰ ہدایت دے آمین اب ہم جمعہ کے دن مکمل چھٹی کرنے کے بارہ میں بزرگان دین کا طریقہ اور معمول بھی پیش کرتے ہیں تا کہ اس مسئلے پر مزید روشنی پڑ جائے و باللہ التوفیق۔

---

[1] مفتی محمد خان قادری پروفیسر طاہر القادری کے ابتدائی ساتھی ہیں آج کل اگرچہ اس سے جدا ہو گئے ہیں لیکن دونوں کے نظریات وخیالات ایک جیسے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

امام غزالی کا ارشاد

آپ فرماتے ہیں وان قدر علی ان یجعل یوم الجمعة للآخرة فلایشغل فیه بشئی من اشغال الدنیا فمن فعل فانها کفارة لمابین الجمعتین اور اگر کوئی شخص اس بات پر قدرت رکھے کہ وہ جمعہ کے دن کو آخرت کے لیے وقف کرے اور وہ دنیا کے کسی بھی کام میں مشغول نہ ہو تو اس کا یہ عمل اس کے دو جمعوں کے درمیان کے گناہوں کا کفارہ بن جائے گا۔

(مختصر احیاء العلوم ص ۴۷)

مقام غور ہے کہ سچے مفکر اسلام امام غزالی تو جمعہ کے دن چھٹی کرنے اور اس دن کو عبادت الٰہی میں گزار دینے کا اتنا ثواب بیان فرما رہے ہیں مگر دوسری طرف آج کل کے نام نہاد مفکرِ اسلام حافظ شکیل احمد لکھتے ہیں۔ ''پاکستان میں ویکلی آف کا نظام اتوار کی بجائے جمعہ کو ذوالفقار علی بھٹو مرحوم نے اپنی حکومت کے اختتامی دور میں رائج کیا جس پر مذہبی قائدین نے خوشیاں منائیں اور اسلام کی ایک خدمت اور اپنی جیت قرار دیا یوں پاکستان میں پہلی بار جمعہ کی تعطیل کو مذہب کے ساتھ منسلک کیا گیا اور یہ انسلاک بڑھتے بڑھتے یہاں تک متعدی ہوا کہ اب جمعہ کی تعطیل کو مذہب کا اٹوٹ انگ بنا دیا گیا ہے۔ اس کے سوا اب کسی بھی دن کا آفیشل آف غیر مذہبی سمجھا جانے لگا ہے''۔ (ماہنامہ ضیائے حرم لاہور فروری ۱۹۹۷ء ص ۴۳)

والی الله المشتکیٰ ولاحول ولاقوة الا بالله العلی العظیم.

صحابۂ کرام کا معمول

امام تقی الدین حلبی لکھتے ہیں۔ قال الغزالی وکان فی القرن الاول تری الطرقات سحراً وبعد الفجر مملوءة من الناس یمشون فی السرج ویزدحمون فیها الی الجامع کایام العید حتی اندرس ذلک واوّل بدعة احدثت فی الاسلام ترک البکور الی الجامع یوم الجمعة. امام غزالی نے فرمایا قرن اول یعنی عہد صحابہ کرام میں جمعہ کے دن سحری کے وقت اور نماز فجر کے بعد جامع مسجد کی طرف جانے والے لوگوں سے راستے بھرے ہوئے دیکھتے جاتے تھے درآں حالیکہ

وہ چراغوں کی روشنی میں اس طرح بھیڑ کے ساتھ چلتے تھے جس طرح لوگ عید کے دنوں میں عیدگاہ کی طرف بھیڑ کے ساتھ چلتے ہیں یہ عمل مٹ جانے تک جاری رہا اور اسلام میں سب سے پہلی بدعت جو واقع ہوئی وہ جمعہ کے روز جامع مسجد کی طرف لوگوں کا سویرے چلے جانے کا ترک ہی ہے۔

(نزہۃ الناظرین ص ۸۱)

امام غزالی اس کے بعد لکھتے ہیں۔ و کیف لا یستحی المسلمون من الیهود و النصاریٰ وهم یبکرون الی البیع والکنائس یوم السبت ویوم الاحد و طلاب الدنیا یبکرون الی رحاب الجامع للبیع والشرآء والربح فلم لایسابقهم طلاب ربح الآخرة فقد قیل ان الناس یوم القیامة یکونون فی قربهم عند النظر الیٰ وجه الله تعالیٰ علی قدر بکورهم الی الجمعة ۔اور مسلمان یہود نصاریٰ سے کیوں نہیں شرماتے کہ وہ ہفتہ اور اتوار کے دنوں میں اپنی عبادت گاہوں کی طرف سویرے سویرے چلے جاتے ہیں۔اور دنیا کا منافع حاصل کرنے والے لوگ صبح صبح خرید وفروخت اور منافع ملنے کی جگہوں میں چلے جاتے ہیں۔سو کہا گیا ہے کہ قیامت کے روز لوگ دیدار الٰہی کے وقت اللہ کے قرب میں اس انداز پر ہوں گے جس انداز پر وہ نماز جمعہ کی طرف سویرے جایا کرتے تھے۔

پھر آگے لکھتے ہیں۔ دخل ابن مسعود بکرة الی الجامع فرای ثلاثة نفر قد سبقوه بالبکور فاغتم لذلک وجعل یعتب نفسه و یقول لها رابع اربعة ۔صحابی رسول حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایک روز جمعہ کے دن جامع مسجد میں صبح کے وقت داخل ہوئے اور آپ نے تین آدمیوں کو سبقت لیے ہوئے پایا تو اپنے آپ کو کوسنے لگے اور فرمانے لگے تو چوتھے نمبر والا ہے۔

سبحان اللہ کہاں عہد صحابہ کا یہ حال اور کہاں آج کل کے نام نہاد مفکرین اسلام کا خیال کہ وہ تو مسلمانوں کو جمعہ کے دن دنیا کے کاموں سے چھڑانے کی کوشش فرماتے تھے اور یہ نا اہل انہیں اس دن دنیا کے کاموں میں مزید پھنسانا چاہتے ہیں والی الله المشتکی ولاحول ولاقوة الا بالله العلی العظیم۔ الحمدللہ یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس سے بخوبی ظاہر ہو گیا ہے کہ جمعہ کے روز چھٹی کرنا صحابہ کرام

کے دور سعید سے مسلمانوں کا معمول چلا آ رہا ہے۔ یہاں تک کہ آج کل کے اس گئے گزرے دور میں بھی عرب ممالک میں جمعہ کے دن ہی چھٹی کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حکمرانوں کو بھی اتوار کی چھٹی منسوخ کرنے اور جمعہ کی چھٹی بحال کرنے کی توفیق بخشے آمین بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ کی مزید وضاحت کے لئے اعلیٰ حضرت عظیم البرکۃ مجدد دین وملت حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان قادری بریلوی کے دو فتوے بھی یہاں پیش کر دیئے جائیں وباللہ التوفیق۔

یوم عیدین کی چھٹی کے بارہ میں فتویٰ مبارکہ

مسئلہ: زید عید کی نماز پڑھنے سے پہلے درزی کا کام کرتا ہے بکر نے کہا زید نے نماز سے پہلے جتنی مزدوری کی وہ حرام ہے۔ اس لیے کہ اس نے جتنا کام قبل نماز کیا وہ ناجائز تھا۔ آیا یہ صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب: بکر محض غلط کہتا ہے جب کہ زید نے ادائے نماز میں قصور نہ کیا تو قبل نماز کام کرنا حرام تھا نہ بعد نماز نہ اس اجرت میں کوئی حرج ہے ہاں اگر کام کے سبب نماز نہ پڑھتا تو وہ کام حرام ہوتا۔ اجرت پھر بھی حرام نہ تھی یہ تو حلت وحرمت کا حکم ہے۔ البتہ مستحب ہے کہ ضرورت نہ ہو تو عید کے دن نماز سے پہلے متعلقات عید کے سوا کوئی دنیوی کام نہ کرے کہ خوشی کا دن ہے نہ محنت کا اس دن کا اور دوسرے دنوں سے امتیاز چاہیے اسی واسطے ہر گروہ میں اپنی اپنی عیدوں کے دن تعطیل کا معمول ہے پھر بھی یہ کوئی واجب نہیں اور ضرورت ہو جب تو گنجائش کلام ہی نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاوی رضویہ ص ۸۲۷ ج ۲)

جمعہ کی تعطیل کے بارہ میں فتویٰ مبارکہ

مسئلہ: بروز جمعۃ المبارک مکتب کے لڑکوں کو چھٹی ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو حدیث وآیت سے آگاہ فرما دیں۔

الجواب: جمعہ کی چھٹی ہمیشہ معمول علمائے اسلام ہے اور اسی قدر اس کی سند کے لیے کافی۔ ایسی جگہ

بالخصوص آیت یا حدیث ہونا ضروری نہیں۔ اور آیت اور حدیث سے یوں نکال بھی سکتے ہیں کہ حدیث صحیح میں جمعہ کی پہلی ساعت سے جمعہ کی طرف جانے کی ترغیب فرمائی تو صبح سے فراغِ جمعہ تک تو وقت اہتمام و انتظارِ جمعہ میں گزرا علم پڑھنے کا کیا وقت ہے؟ اگر کہے مسجد میں جا کر علم پڑھے تو قبل نماز جمعہ حلقہ علمی سے ممانعت فرمائی گئی ہے۔ اور بعد نماز فرمایا گیا۔ **فاذا قضیت الصلوٰة فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل الله** ۔ جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔ یہاں بھی تجارت وکسب حلال کا ذکر فرمایا نہ کہ تعلیم علم کا تو معلوم ہوا کہ وہ دن علم پڑھنے پڑھانے کی چھٹی کا دن ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ ص ۱۰۹ جلد دہم حصہ دوم)

جمعہ کے تقدس کی پامالی کا بہانہ

بعض لوگ جمعہ کے دن چھٹی نہ ہونے کے حق میں یہ دلیل دیتے ہیں کہ چھٹی کی صورت میں لوگ اس دن بیاہ شادی کریں گے اور اس میں گانا بجانا اور ناچ وغیرہ ہوگا اور ظاہر ہے کہ ان کاموں سے جمعہ کی حرمت پامال ہوگی۔ لیکن اگر جمعہ کو چھٹی نہ ہوگی تو لوگ دفتروں میں بارہ بجے دن چھٹی ہونے پر سیدھے جامع مسجد آئیں گے اور نماز جمعہ بھی پڑھیں گے اور ناچ گانا وغیرہ ناجائز کاموں سے بھی بچے رہیں گے۔ ہم اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ یہ دلیل درست نہیں ہے۔ کیونکہ جمعہ کے دن چھٹی نہ ہونے کی صورت میں اس کے تقدس کی پامالی یقینی ہے اور وہ اس وجہ سے کہ اس دن کو دوسرے عام دنوں کی طرح کام اور محنت کا دن بنا دیا جائے گا اور اس کا دوسرے دنوں سے امتیاز ختم ہو جائے گا ظاہر ہے کہ اس میں اس کے تقدس کی پامالی یقینی ہے اور اگر چھٹی ہوگی تو اس کا تقدس چھٹی کی وجہ سے بہر حال قائم رہے گا اور بالفرض اگر کسی جگہ میں کوئی ایسی شادی ہوگی جس میں ناچ گانا بھی ہوگا تو خاص اسی جگہ میں اسی جمعہ کے دن کے تقدس کی پامالی ہوگی لیکن دوسری جگہوں میں اس کا تقدس بدستور قائم رہے گا۔ مزید برآں حکومت قانون نافذ کر سکتی ہے کہ جمعہ کے دن شادی میں کوئی شخص ناچ گانا وغیرہ ناجائز کام نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے اور اسے قبول کرنے کی توفیق بخشے'' آمین'' بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم۔

(۲۵ رمضان المبارک ۱۴۱۸ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
اکتیسواں مقالہ
زخمی میت کے غسل
کا اسلامی طریقہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدلله ربّ العالمین والصلوٰة والسلام علیٰ رسوله محمد واله واصحابه اجمعین اما بعد :- محب مخلص محترم محمد بشیرالدین طاہر علوی صاحب نے ٹیکسلا کینٹ سے زخمی میت کے غسل کے بارہ میں درج ذیل استفتاء بھیجا۔

استفتاء

ایک شخص سوئی گیس کے بھڑکنے سے جل گیا۔ ایک ہفتہ ہسپتال میں زیر علاج رہنے کے بعد مر گیا۔ اس کے جسم پر ہسپتال کی پٹیاں بندھی ہوئی ہیں جو کہ اتر نہیں سکتیں یعنی جلے ہوئے جسم کے ساتھ پیوست ہو چکی ہیں اور ڈاکٹر بھی ان پٹیوں کے کھولنے کی اجازت نہیں دیتے اب دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ اس میت کو بھی غسل دیا جائے یا نہیں اور کس طرح؟ کیونکہ پٹیوں پر غسل دیں۔
(۱) تو کفن گیلا رہے گا اور (۲) جنازہ اٹھانے والوں پر بھی پانی گرتا جائے گا۔ جبکہ پٹیاں نہ تو کھل سکتی ہیں اور نہ ہی ڈاکٹر پٹیاں کھولنے کی اجازت دیتے ہیں۔ (السائل محمد بشیر الدین طاہر علوی ٹیکسلا کینٹ)
تو فقیر راقم الحروف نے اس کا درج ذیل جواب لکھ کر بھیجا۔

الجواب بتوفیق الملک الوهاب :- صورت مسئول عنہا میں پٹیوں کو اتارنے کی ضرورت نہیں بلکہ انہی پر پانی بہا دینا کافی ہے۔ باقی رہا کفن کا گیلا ہونا تو اس کا علاج یہ ہے کہ غسل کے بعد میت کو کفن میں رکھنے سے پہلے اسے پاک کپڑے سے خوب پونچھیں کہ اس کا سارا پانی ختم ہو جائے۔ پھر جسم خشک ہونے کے بعد اس کو کفن میں رکھیں ہدایہ باب غسل المیت میں ہے ثم ینشفه بثوب کیلا تبتل اکفانهٗ پھر غسل کے بعد میت کو کپڑے سے خشک کریں تا کہ اس کا کفن گیلا نہ ہو اور شامی میں ہے قوله وینشف فی ثوب ای کی لاتبتل اکفانه وهو طاهر کالمندیل الذی یمسح به الحی بحر اور طحاوی علی المراقی میں ہے ای یاخذ ماء بثوب حتی یجف من نشف المآء اخذه بخرقة من باب ضرب ومنه کان للنبی صلی الله علیه وسلم خرقة ینشف بها اذا توضاء ۔ یعنی پاک رومال سے اسی طرح میت کو خشک کریں جس طرح وضو کے بعد وضوء کے اعضاء کو رومال وغیرہ سے خشک کیا جاتا ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ (۱۵ رجب المرجب ۱۴۱۵ھ)

علوی صاحب کا جواب الجواب

پھر علوی صاحب نے ہمارے اس جواب کے جواب میں لکھا۔ ''استفتاء کا جواب ملا پڑھ کر تسلی ہوئی بے شک مسئلہ واضح ہے لیکن آپ سے استدعا ہے کہ ایک بار پھر نظر ثانی فرمائیں۔

مسئلہ پیش آنے کی داستان بیان کرتا ہوں۔ تا کہ الجھن کے حل میں آسانی ہو جائے۔ میرے سسر صاحب فی سبیل اللہ میت کو غسل دینے کا کام کرتے ہیں اور کسی سے کچھ بھی نہیں لیتے اور وہ غسل مکمل حفاظت کے ساتھ دیتے ہیں۔ وہ واہ کینٹ میں رہتے ہیں گذشتہ دنوں میں کسی کام سے ان کے پاس گیا تو ایک میت کے ورثاء ان کو غسل کے لئے بلانے آ گئے۔ میرے پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ فلاں آدمی جل کر ایک ہفتہ ہسپتال میں رہنے کے بعد مر گیا۔ میں نے خود ہی ان سے سوال کیا کہ ایسی صورت میں آپ اس میت کو کس طرح غسل دیں گے؟ جبکہ اس کے جسم پر پٹیاں بندھی ہوئی ہیں۔ اور ان کو کھولنے کی بھی اجازت نہیں ہے میرے اس سوال کے جواب میں انہوں نے کہا۔ ہم ایسے میت کو پورا غسل نہیں دیں گے کیونکہ اس طرح کفن گیلا ہو گا۔ ہم صرف اسے استنجاء اور وضوء وغیرہ کرا کے کفنا دیں گے۔ جس پر میں نے اعتراض کیا کہ غسل میت زندوں پر کرانا فرض ہے اور تیمم کی اس میں کوئی صورت پیش نہیں آتی۔ وضو اور استنجاء غسل کے فرض کو پورا نہیں کرتے۔ آپ نے اتنی بڑی ذمہ داری قبول کی ہے۔ تو آپ کو مسئلہ جاننا چاہیے۔ اگر معلوم نہیں تو جاننے والوں سے پوچھنا چاہیے اور میں ناواقف ہوں اس لئے میں اس کا حل نہیں بتا سکتا۔ یہ کہہ کر میں واپس گھر آ گیا اور آپ کو استفتاء بھیجا تا کہ میں اس کا مدلل جواب پا کر ان کو اس مسئلہ کے بارہ میں سمجھا سکوں میں چاہتا ہوں کہ استفتاء کا جواب اتنا اچھا ہو کہ ان کو سوال اٹھانے کا موقعہ ہی نہ ملے اور اگر وہ کوئی سوال اٹھا دیں تو میں ان کو مطمئن کر سکوں لہٰذا خط کشیدہ جز (الف) پر نظر ثانی فرما کر نظرِ بتدریس فرمائیے۔ کیونکہ جز (ب) کہ ''جنازہ اٹھانے والوں پر پانی گرتا رہے گا'' یہ مسئلہ تو حل ہو گیا کہ خشک کپڑے کی مدد سے پانی کو پٹیوں سے خشک کر لیا جائے۔ جبکہ میرے سوال کی (جز الف) کہ ''پٹیوں پر غسل دینے سے کفن گیلا رہے گا''۔ یہ سوال تو اپنی جگہ قائم رہا۔ چونکہ اس کا تعلق پریکٹیکل سے ہے اور یہی وہ مشکل ہے جس کی بناء پر علماء سے رجوع کرنا پڑتا ہے۔ پاک کپڑے یا رومال سے پونچھنا یا خشک کر لینا ہر اس میت کے لئے ہے جس کو غسل دیا جائے اور اس کا بدن صحیح سالم ہو تا کہ کفن گیلا نہ ہو۔ صورت مسئولہ میں تو میت کے جسم پر پٹیاں

بندھی ہوئی ہیں اور پٹیوں کے نیچے کافی موٹی روئی کی تہ ہوتی ہے اور جلے ہوئے کی پٹی تو انتہائی نگہداشت کے شعبہ سے کرائی جاتی ہے روئی بھی پانی کو جذب کرتی ہے اور کپڑا بھی پانی کو جذب کرتا ہے۔ عملی مشاہدہ تو یہی ہے کہ ایسے میت کو پٹیوں پر سے خوب دبا کر غسل کا پانی سک ڈرائی تو کیا جاسکتا ہے مگر پٹیاں اور روئی بدستور گیلی رہیں گی۔ جو کہ کفن کو گیلا کر دیں گی۔ خشک کپڑے کی مدد سے گیلے کپڑے سے گیلا پن نچوڑا جاسکتا ہے لیکن کپڑا ابدستور گیلا ہی رہے گا اس کو خشک کرنے کے لئے ہوا، حرارت اور وقت درکار ہوں گے۔ لہٰذا صورت مسئلہ کی جز (ب) پر نظر ثانی فرمایئے اور نظر بتدریس فرماتے ہوئے مجھے اس مسئلہ کی تعلیم فرمایئے۔ نیز جو کچھ میں نے غرض وغایت میں بیان کیا ہے اس غرض وغایت کو صورت مسئولہ میں جواب دیتے وقت شامل فرمائیں کیونکہ میرا مشن یہ کہ اپنے علم میں ترقی کے ساتھ ساتھ اپنے بزرگوار سسر صاحب کو طریقہ بھی تعلیم ہو جائے اور میری طرف سے بے ادبی اور گستاخی بھی نہ ہو۔

راقم الحروف کا جواب الجواب

محترم آپ نے اس مسئلہ کو بہت پیچیدہ سمجھ لیا۔ اس لئے آپ نے ہمارا جواب واپس کر دیا ہے اور نئی وضاحت کا مطالبہ کیا ہے۔ اس بارہ میں عرض ہے کہ ہم آپ کا یہ استفتاء دوسری جگہوں کے مفتیان کرام کو بھیجیں گے ان کی سرکار سے جو جواب ملے گا آپ کو اس سے انشاء اللہ العزیز آگاہ کر دیں گے۔ تاکہ آپ کی تسلی ہو جائے۔ صرف استنجاء اور وضو کرانے سے تو یہ فرض غسل نہیں اترے گا کیونکہ اگر فرض غسل ناممکن ہو تو پھر اس غسل کے لئے صحیح جگہوں کا دھونا اور باقی جگہوں کا مسح کرنا شرعی حکم ہے لیکن یہ شرعی حکم زندوں کے بارہ میں ہی ہے کہ ان کی پٹیاں کھولنے اور دھونے سے زخموں کے درست ہونے میں دیر لگے گی اور ظاہر ہے کہ یہ وجہ میت کے حق میں پائی نہیں جاتی ولہذا یہاں پٹیوں کے مسح سے کام نہیں چل سکے گا تو لازماً پٹیوں پر پانی ہی تو بہانا پڑے گا۔ خیر جو جواب علمائے کرام سے ملے گا آپ کو اس سے آگاہ کیا جائے گا آپ انتظار رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارا حامی ہو۔ آمین۔

علوی صاحب کا دوسرا جواب الجواب

علوی صاحب نے ''راقم الحروف کے جواب الجواب'' کے جواب میں اپنا دوسرا جواب الجواب ان لفظوں میں لکھ کر بھیجا۔

''چونکہ میں ایک ادنیٰ طالب علم ہوں۔ نقص عقل اور کم علمی کی وجہ سے واقعی یہ مسئلہ میرے لئے پیچیدہ ہوگیا ہے۔ بخدا میں نے آپ کا جواب واپس نہیں کیا بلکہ اس جواب کی نقل کر کے اپنے پاس محفوظ کرنے کے بعد جو مشکلات مجھے درپیش تھیں ان کو بروئے کار لاتے ہوئے تسکین قلب کے لئے تدریس کی گذارش کی ہے جبکہ مجھے درپیش مشکلات کا حل آپ کے اسی جواب میں واضح ہوگیا ہے۔ گذشتہ دنوں ایک ملاقات کے دوران میں نے اپنے سسر صاحب سے پھر یہ پوچھا کہ آپ نے اس میت کو کس طرح غسل دیا تھا تو انہوں نے فرمایا۔ ''جو اعضاء ننگے تھے ان کو دھو دیا اور باقی پٹیوں پر مسح کر دیا تھا اور پھر مسح کے علاوہ ہم کر بھی کیا سکتے ہیں''۔ میں نے پھر پوچھا۔ ''کیا کسی عالم سے آپ نے اس مسئلہ کے متعلق دریافت کیا ہے یا کسی کتاب میں ایسا پڑھا ہے تو بتایئے کیونکہ میرے ناقص علم میں تو یہی ہے کہ مسح کرنا زندوں کے حق میں ہے نہ کہ مردوں کے حق میں۔ قبلہ حافظ صاحب (سسر صاحب) کا جواب نفی میں پاکر میں نے ان کو بتادیا کہ عنقریب میں آپ کو اس بارہ میں مکمل وضاحت دوں گا۔ انشآءاللہ''۔

متعدد جگہوں پر اس استفتاء کی ترسیل

اس استفتاء کا جواب حاصل کرنے کے لئے ہم نے تقریباً بیس جگہ کے مفتیان حضرات کی خدمت میں یہ استفتاء بھیجا۔ جن بزرگوں نے اس کے جواب میں لکھا کہ اسے پورا غسل دیں گے۔ ان کے جوابات یہاں درج کئے جاتے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

مفتی عبدالرشید صاحب رضوی کا جواب

الجواب: موت کے بعد غسل ضروری ہے۔ تنجسہ بالموت قیل نجاسۃ خبث وقیل حدث (درمختار) اس لئے کہ بوجہ موت اس میں نجاست آجاتی ہے بعض فقہاء کرام کے نزدیک نجاست خبث (جس سے غسل واجب ہوتا ہے) اور بعض کے نزدیک نجاست حدث (جیسے انتقاض وضوء سے اعضاء دھوئے جاتے ہیں)۔ ردالمحتار ص ۶۳۰ ج ا میں ہے قلت ویؤیدہ اطلاق محمد رحمہ اللہ الخ۔ یعنی علامہ سید امین الدین رحمۃ اللہ فرماتے ہیں (پہلے قول کی) تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ نے میت کے غسالہ کی نجاست کو مطلق رکھا۔ یونہی فقہاء کے قول سے بھی تائید ہوتی ہے کہ انہوں نے

فرمایا اگر میت غسل سے پہلے کنوئیں میں گر گیا تو اس کے پانی کو ناپاک کر دے گا اور اسی طرح اگر غسل سے قبل اسے اٹھایا گیا اور اٹھانے والے نے نماز جنازہ پڑھی تو نماز نہ ہوگی۔ اور سوائے اس کے نہیں کہ مسلمان میت غسل سے پاک ہو جاتا ہے اپنی کرامت کی وجہ سے اسی لئے اگر کافر غسل کے بعد کنوئیں میں گرا تو کنواں ناپاک ہو جائے گا۔ دوسرے قول کی تائید بحر الرائق کتاب الطہارۃ میں مذکور ہے کہ اصح یہ ہے کہ میت کا غسالہ بھی مستعمل ہوتا ہے۔ اب امام محمد رحمہ اللہ کے قول اطلاق نجاست کی وجہ یہ ہے کہ میت غالباً ظاہری نجاست سے خالی نہیں ہوتا۔

ان عبارات سے واضح ہو گیا کہ میت کو غسل دینا لابدی اور ضروری ہے۔ مگر میت کی حالت کے مطابق اس کو غسل دیا جائے گا۔ اگر بدن صحیح اور درست ہو تو مسنون طریقہ سے اسے غسل دیا جائے گا اور اگر پھٹا یا جلا گلا ہو تو اس کے مطابق غسل دیا جائے گا۔

فتاویٰ عالمگیری جلد اول صفحہ نمبر ۱۵۸ میں ہے۔ **ولو کان المیت متفسخاً یتعذ رمسحه کفیٰ صب المآء علیه کذا فی التتار خانیه ناقلاً عن العتابیة** ۔یعنی اگر میت گلا سڑا ہو کہ اس کو چھونا متعذر ہو تو اس پر پانی انڈیل دیا جائے گا۔ اسی طرح فتاویٰ تاتارخانیہ نے فتاویٰ عتابیہ سے نقل فرمایا ہے۔

صورت مسئولہ میں جب پٹیاں میت کے جسم کے ساتھ پیوست اور چپکی ہوئی ہیں اور ڈاکٹر ان کو کھولنے سے روکتے ہیں تو میت کی حالت کے مطابق غسل دیا جائے گا۔ پھر اسے روئی یا تولیہ کے ساتھ خشک کر لیا جائے تاکہ کفن بھیگنے سے ملوث نہ ہو۔ **وینشف فی ثوب** یعنی کپڑے سے خشک کیا جائے (تنویر) **کیلا تبتل اکفانه وھو طاھر** (ردالمحتار) تاکہ گیلا نہ ہو اور جس کپڑے سے بدن میت کو خشک کریں پاک ہو۔ فقط اللہ ورسولہ اعلم (مولانا) محمد عبدالرشید رضوی صدر مدرس جامعہ شیخ الاسلام رضویہ جھنگ صدر۔ ۹۵ء۔۱۔۱

مولانا سید مراتب علی شاہ صاحب کا جواب

الجواب: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدهٗ ونصلی علی رسوله الکریم اللھم ھدایة الحق والصواب ۔صورت مستفسرہ میں ہمارے علمائے احناف قدست اسرارھم کے نزدیک شہید کامل کو غسل نہیں دیا جاتا۔ علاوہ اس کے کہ جنبی ہو یا نجاست بدن پر لگی ہو یا شہید ارتثاث ہو۔ شہید ارتثاث وہ ہے جس نے زخمی ہونے کے بعد کھایا پیا یا وصیت کی یا ایک نماز کا وقت گذرا ہو پھر وہ ان زخموں کی تاب نہ لا

کر جل بسا۔ یا میت حریق یا غریق یا غریب یا مہدوم علیہ یا مبطون یا مطعون ہو غسل دیا جائے گا۔ لہذا میت حریق کی پٹیاں کھول دی جائیں اور جو کھل نہ سکیں انہیں کے ساتھ غسل دیا جائے۔ اگر قطرے بعد میں نکلیں تو نجس نہیں، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم بالصواب ھکذا ذکر فی ردالمحتار علی الدرالمختار لعلامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ ص۲۷۲ج ا حررہ ابوالحسن سید مراتب علی شاہ غفرلہ المولیٰ القوی مفتی جامعہ رضویہ قمرالمدارس محلہ شمس العارفین بالمقابل کنگنی والہ۔ جی۔ٹی روڈ گوجرانوالہ۔ ۲۴ رجب المرجب ۱۴۱۵ھ (مہر دارالافتاء)

مفتی محمد عبدالعلیم سیالوی صاحب کا جواب

الجواب: اگر ڈاکٹر منع کرتے ہیں یا پٹی اتارنے سے چمڑہ اترتا ہے تو پٹیوں سمیت ہی غسل دیا جائے گا غسل کے بعد کسی کپڑے یا تولیے سے خشک کرلیں تاکہ جنازہ والے قطرات سے محفوظ رہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

محمد عبدالعلیم سیالوی جامعہ نعیمیہ لاہور۔ (مہر دارالافتاء)

الحمدللہ علمائے اہل سنت مفتیان کرام کے ان تین فتاویٰ مبارکہ سے روز روشن کی طرح روشن ہو گیا کہ صورت مسئولہ میں میت حریق کو پورا غسل دینا فرض ہے۔ لہذا اس کو تیمم کرادینے یا اس کے صحیح سالم جسم کے دھونے اور پٹیوں پر مسح کرنے سے فرض غسل نہیں اترے گا اور اس فرض علی الکفایہ کے ترک پر وہ تمام مسلمان گناہگار ہوں گے۔ جنہیں اس کی موت کی خبر ملی تھی۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

مولانا عبداللطیف صاحب لاہور والوں کا جواب

جون ۱۹۸۹ء میں فقیر راقم الحروف سے اسی قسم کا ایک مسئلہ پوچھا گیا تو اس مسئلہ کے جواب کے لئے ایک استفتاء جامعہ نظامیہ لاہور کے مفتی صاحب کی خدمت میں بھیجا۔ حضرت مولانا عبداللطیف صاحب مفتی جامعہ رضویہ لاہور نے اس کا جواب عنایت فرمایا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس استفتاء کو اور حضرت مولانا عبداللطیف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جواب کو ناظرین کے اضافہ علمی کے لئے یہاں نقل کیا جائے۔ وباللہ التوفیق۔

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارہ میں کہ میت کو غسل دیتے وقت اس کے پیٹ کے آپریشن کی پٹی اتارنی ضروری ہے یا اسی پر پانی بہادینا کافی ہے۔ جواب مدلل مفصل دے کر ماجور ہوں۔

(السائل حاجی محمد یوسف معرفت مکتبہ حیدریہ بازار سہنسہ، آزاد کشمیر)

الجواب :ھوالموفق للصواب : میت کے بدن سے ہروہ کپڑا، پٹی، پلستر، ٹوپی، جوتاوغیرہ علیحدہ کرنا چاہیے جو کفن کی جنس سے نہ ہو۔ پٹی کا مقصد زخم کو خراب ہونے سے بچانا ہے۔ مرنے کے بعد اس کی کوئی ضرورت نہیں لہذا پٹی کو علیحدہ کر کے غسل دینا ضروری ہے۔ البتہ اگر پٹی ہٹانے میں کوئی خاص دشواری ہے اور پانی بہانے سے پٹی کے نیچے تک پہنچ جائے گا تو پٹی ہٹائے بغیر بھی غسل ہو جائے گا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ المجیب عبداللطیف عفی عنہ مفتی جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور۔۸۹۔۱۴۲۶ (مہر جامعہ)

علوی صاحب کے اشکال کا حل

اب رہا علوی صاحب کا یہ اشکال کہ ''پٹیوں پر غسل دینے سے کفن گیلا رہے گا''۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب میت کو مکمل طور پر غسل دے کر پاک وصاف کر دیں گے اور خشک تولیہ رومال وغیرہ سے اس کے بدن پر سے پانی کے قطرات پونچھ دیں گے تو اب اسے کفن میں رکھ سکتے ہیں مزید ہوا، حرارت اور وقت بھی خرچ کرنے کی ضرورت نہیں۔ اب اس کے جسم پر معمولی سی تری کا رہ جانا اور اس تری سے اس کے کفن کا معمولی سا گیلا ہو جانا کچھ ضرر نہیں دے گا۔ کیونکہ میت کے جسم یا اس کے کفن کا مکمل طور پر خشک ہونا کہ نمی بالکل ختم ہو جائے شرط نہیں اس کی مثال یوں سمجھیں کہ اگر نمازی کے کپڑے کو نجاست لگ جائے اور وہ اس نجاست کو دھو کر کپڑا پاک کر دے تو اب اس گیلے کپڑے کو پہن کر وہ نماز پڑھ سکتا ہے یہ ضروری نہیں کہ اس کا یہ کپڑا پورے طور پر خشک ہو جائے اور پھر اسے پہن کر نماز پڑھے۔ امید ہے کہ ہماری اس گذارش سے علوی صاحب کا اشکال (سوال) حل ہو گیا ہو گا اور اب وہ مزید کسی قسم کی تشویش میں نہیں پڑیں گے۔ اللہ تعالیٰ دین حق کے سمجھنے کی توفیق بخشے آمین۔ بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم۔

(۲۴ رمضان المبارک ۱۴۱۵ھ بمطابق ۲۵ فروری ۱۹۹۵ء)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بتیسواں مقالہ

امانتی دفن کا مسئلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدلله رب العالمین والصلوٰة والسلام علیٰ رسوله محمد واله واصحابه اجمعین اما بعد :- نومبر ۱۹۸۵ء کے اواخر میں حضرت مولانا غلام رسول صاحب عارف القادری امام مسجد سمور ٹھارہ تحصیل ڈڈیال ضلع میر پور آزاد کشمیر فقیر حیدری غفر اللہ تعالیٰ لہٗ کے غریب خانہ پر تشریف لائے تو انہوں نے اپنے علاقہ ٹھارہ میں پیش آمدہ ''امانتی دفن کا مسئلہ'' راقم الحروف پر پیش فرمایا اور اس مسئلہ کی وضاحت میں ''انجمن احباب اہل سنت'' کی طرف سے کتاب شائع کر کے تقسیم کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ چونکہ ''امانتی دفن'' کا مسئلہ خود ہمارے علاقے میں بھی پیش آچکا ہے اس لئے اس مسئلہ کی وضاحت اور اس کا شرعی حکم عامتہ المسلمین پر پیش کرنا ضروری سمجھا گیا۔ اور ایک استفتاء متعدد دینی مدارس کے مفتیان کو بھیجا گیا۔ جس کا جواب بعض بزرگوں نے عنایت فرمایا۔ ہم پہلے وہ استفتاء اور اس کے حاصل کردہ جوابات درج کرتے ہیں۔ پھر اپنا مدلل و مفصل جواب عرض کریں گے۔ تاکہ اس مسئلہ پر پوری پوری روشنی پڑ جائے۔

وباللہ التوفیق ولاحول ولاقوة الا باللہ العلی العظیم۔

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس بارہ میں کہ میت چند دن تک کے لئے اس کے غائب قریبی رشتہ دار کو اس کا چہرہ دکھلانے کے لئے امانتی دفن کرنا یعنی اس کے سرہانے کا تختہ مٹی سے خالی رکھنا پھر اس کے اس قریبی رشتہ دار کے پہنچنے پر سرہانے کا وہ تختہ ہٹا کر اسے چہرہ دکھلانا اور قبر پر مٹی ڈال کر اسے مکمل کر دینا از روئے شرع شریف بمطابق فقہ حنفی کیسا ہے؟ ایک مولوی صاحب نے کہا ہے کہ ایسا کرنا جائز ہے بشرطیکہ اس قریبی رشتہ دار کے پہنچنے تک قبر پر لگاتار قرآن خوانی کی جائے جواب مدلل و مفصل دے کر عنداللہ ماجور ہوں۔ (السائل ابوالکرم احمد حسین قاسم الحیدری سہنسہ آزاد کشمیر)

دارالعلوم امجدیہ کراچی کا جواب

الجواب: صورت مسئولہ میں امانۃً دفن کرنے کا طریقہ شریعت میں نہیں ہے۔ اور دفن کرنے کے بعد منہ دکھانے کے لئے قبر کا کھولنا جائز نہیں۔ شامی میں ہے۔ فانہ لاینبش علیہ بعد اہالۃ التراب یعنی مٹی قبر پر ڈالنے کے بعد اس کو نہیں کھولا جائے گا۔ لہذا سوال مذکور میں مولوی صاحب کا کہنا درست نہیں''۔

وقارالدین غفراللہ لہٗ۔

جامعہ نعیمیہ لاہور کا جواب

''صورت مسئولہ میں میت کوایک دفعہ دفن کرنے کے بعد قبر کو دوبارہ اکھیڑنا فقہ حنفی میں درست نہیں ہے۔ فتح القدیر جلد ثانی صفحہ ۱۰۱ پر ہے۔ واتفقت كلمة المشائخ فی امرأة دفن ابنها وهی غائبة فی غير بلدها فلم تصبر وارادت نقله انه لايسعها ذالک فتجويز شواذ بعض المتأخرين لايلتفت۔

(ترجمہ) مشائخ اس بات پر متفق ہیں کہ اگر کسی عورت کا بیٹا دفن کر دیا گیا اور وہ موجود نہ تھی دوسرے شہر میں تھی۔ اب وہ صبر بھی نہیں کر سکتی۔ اور چاہتی ہے کہ بیٹے کو دوسری جگہ منتقل کرے۔ تو اس کے لئے ایسا کرنا جائز نہیں۔ بعض متاخرین نے اس کے جواز کا جو شاذ سا قول کیا ہے اس کی طرف توجہ نہ کی جائے گی۔ ردالمحتار علی الدر والمختار جلد اول ص ۶۶۳ پر ہے۔ اما نقله بعد دفنه فلا مطلقاً۔ دفن کے بعد میت کو دوسری جگہ منتقل کرنا مطلقاً جائز نہیں۔ زمین احکام شرع کی مکلف نہیں میت کا حال پوشیدہ ہے نہ معلوم کیا صورت حال ہو اس لئے خواہ اس پر مسلسل قرآن پڑھا جا رہا ہو یا نہ دوبارہ قبر کو ہرگز ہرگز نہ کھولا جائے۔

واللہ اعلم بالصواب۔ (محمد عبدالعلیم۔ جامعہ نعیمیہ لاہور نمبر ۵)

جامعہ رضویہ مظہر اسلام فیصل آباد کا جواب

ز عامیت کو امانت کے طور پر دفن کرنے کی کوئی اصل نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے دفن کے بعد مردے کو قبر سے نکالنا نہ چاہیے۔ نیز عامہ کتب میں ہے دفن کے بعد تو مطلقاً نقل کرنا ممنوع ہے سو بعض صورتوں کے اور جو بعض لوگوں کا طریقہ ہے کہ زمین کو سپرد کرتے ہیں پھر وہاں سے نکال کر دوسری جگہ دفن کرتے ہیں یہ ناجائز ہے اور رافضیوں کا طریقہ ہے صورت مسئول عنہا میں قبر کا کچھ حصہ خالی رکھنا کہ اس پر مٹی نہ ڈالنا یہ منع ہے۔ بلکہ لحد پر مٹی ڈال کر بند کر دینی چاہیے۔ البتہ لحد بند کرنے کے بعد کھولنے کی اس وقت اجازت ہے کہ اگر میت کو قبلہ کی طرف نہیں لٹایا یا بائیں طرف لٹایا۔ یا جس طرف اس کے پاؤں ہوتے ہیں ادھر سر کر دیا اور اگر مٹی ڈال چکے تو اب اس کی قبر کو نہ کھودیں اور اگر ابھی صرف کچی اینٹیں بچائی ہیں اور مٹی نہیں ڈالی

ہے ان اینٹوں کو نکال کر سنت کے بموجب میت کو لٹادیں۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔
محمد اسلم رضوی۔ جامعہ رضویہ مظہر اسلام فیصل آباد۔ ۸۵-۱۲-۱۶

جامعہ نظامیہ لاہور کا جواب

''عالمگیری جلد اول ص ۱۶۷ پر ہے ولو وضع المیت لغیر القبلة او علیٰ شقه الایسرا وجعل رأسه مع رجلیه واهیل علیه التراب لم ینبش ولو سوی اللبن ولم یهل علیه التراب ینزع اللبن وروعی السنة کذافی التبیین۔ یعنی میت کا منہ قبلہ کی طرف نہیں کیا یا بائیں کروٹ پر لٹا دیا یا پاؤں کی جگہ سر کر دیا تو اگر مٹی ڈال دی گئی ہے تو نہ کھولا جائے اور اگر صرف اینٹ وغیرہ سے بند کیا ہے مٹی نہیں ڈالی گئی ہے تو کھول کر سنت کے مطابق کر دیا جائے۔ قرآن کریم کی شرط کسی نے نہیں لگائی۔ جو صورت ناجائز ہے تلاوت کرتے رہنے سے جائز نہیں ہوگی اور جو صورت جائز ہے تلاوت نہ کرنے سے ناجائز نہیں ہوگی۔ تلاوت کرنا ایصال ثواب کے لئے ہے اس کا قبر کھولنے یا نہ کھولنے سے کوئی تعلق نہیں فقط واللہ اعلم بالصواب''۔

(المجیب عبداللطیف عفی عنہ مدرس و مفتی جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور۔ ۸۵-۱۲-۲۱)

راقم الحروف کا جواب

الجواب بتوفیق الملک الوہاب عزوجل میت کا چہرہ دیکھنا نہ شرعاً ضروری نہ اس میں کوئی اجر و ثواب منقول یہ زیادہ سے زیادہ مباح اور بنظر عبرت محبوب و مستحسن ہے۔ شرع شریف نے میت خراب ہونے کے اندیشہ کے پیش نظر تجہیز و تکفین میں تعجیل کو مستحب قرار دیا۔ متعدد احادیث مبارکہ تجہیز و تدفین میں تعجیل کے محبوب مستحسن ہونے پر صراحتہً ناطق اور انہی کی بناء پر ہمارے فقہاء احناف کی کتب میں اس کے استحباب کی تصریحات موجود۔ ہم یہاں بعض نصوص کو تبرکاً نقل کرتے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

۱۔ صحابی رسول حضرت طلحہ بن براء رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کو تشریف لائے۔ واپسی پر فرمایا۔ انی لاارٰی طلحة الاقد حدث فیه الموت فاذنونی به وعجلوا فانه لاینبغی لجیفة مسلم ان تحبس بین ظهرانی اهله۔ میں نہیں دیکھتا مگر یہی کہ طلحہ میں موت حادث ہو چکی ہے۔ سو مجھے (ان کی موت کی) اطلاع دینا اور (تجہیز و تکفین) میں جلدی کرنا کیونکہ مسلمان

لی نعش کے لئے مناسب نہیں کہ وہ اس کے گھر والوں کے درمیان روکی جائے۔

(سنن ابی داؤد ص ۹۴ ج ۲، مشکوٰۃ ص ۱۴۸ ج ۱)

ں کے حاشیہ میں ہے۔ معنی الحدیث لاتترکوا المیت زماناً طویلاً لئلاینتن ویزید حزن هله علیه۔ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ میت کو طویل زمانے تک (گھر میں) نہ چھوڑو تاکہ وہ بدبودار نہ ہو جائے۔ اور اس وجہ سے اس کے گھر والے اس پر زیادہ غم نہ کریں۔

ور شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں۔ ''وشتابی کنید در تجهیز و تکفین و دفن وے پس درستی که شان این است که نمی باید و سزا وار نیست مرمرده مسلمان راکه باز داشته شود میان اهل خانه وے از جهت ترس آنکه مبادا گندیده شود مکروه و پلید شمارند اور امردم و مومن عزیز و مکرم است نزد خدا!''۔ اور اس کی تجہیز و تکفین و تدفین یں جلدی کرو کیونکہ مسلمان کی نعش کے مناسب نہیں کہ وہ اپنے اہل خانہ کے اندر روکی جائے۔ کیونکہ ایسا کرنے میں نعش کے بدبودار ہو جانے کا اندیشہ ہوتا ہے اور میت کے بدبودار ہونے کی صورت میں لوگ اس کو ناپسند کریں گے اور اسے پلید سمجھیں گے۔ حالانکہ مومن اللہ کے نزدیک عزیز و مکرم ہوتا ہے۔

(اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۶۶۲)

۲۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے نا۔ اذا مات احدکم فلا تحبسوه واسرعوا به الیٰ قبره ولیقرأ عندرأسه فاتحة البقرة عند رجلیه بفاتحة البقرة. (مشکوٰۃ شریف ص ۱۳۵ جلد ۱)

خ عبدالحق اس حدیث کا مفہوم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ''می گفت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ں بمیر د یکے از شما پس در بند نکنید و نگاه ندارید او را در خانه و شتاب ببرید او را سوئے قبر وے و باید که خوانده ود نزد سرے وے۔ یعنی بعد از دفن اول سورۂ بقره که از الٓمٓ تا هُمُ الْمُفْلِحُوْن است و نزد پاہائے وے اتمۂ بقره که از آمن الرسولُ تا آخر سوره است۔ (اشعۃ اللمعات ص ۶۹۷ ج ۱)

ی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب تم میں سے کوئی ایک فوت ہو جائے تو تم اسے گھر میں بند نہ رو اور اسے روکے نہ رکھو اور اسے اس کی قبر کی طرف جلدی لے چلو اور چاہیے کہ اس کے سر کے پاس یعنی ن کے بعد سورہ بقرہ کی ابتدائی آیات آلم سے ھم المفلحون تک اور اس کے پاؤں کے پاس سورہ

بقرہ کی آخری آیات امن الرسول سے سورت کے آخر تک پڑھی جائیں۔

۳۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسرعوا بالجنازة فان تک صالحة فخیر تقد مونها وان تک سوی ذالک فشر تضعونه عن رقابکم۔

(بخاری شریف ص۱۷۶ ج۱)

جنازہ میں جلدی کرو سو اگر وہ نیک ہے تو بہتر ہے کہ تم اسے لے جاؤ۔ اور اگر وہ نیک نہیں تو تم برائی کو اپنے کندھوں سے اتار دو۔

حواشی سندھی علی السنن میں اس حدیث کے ماتحت لکھا ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد ''جنازہ میں جلدی کرو'' کا بظاہر معنی تو یہ ہے کہ آپ نے جنازہ اٹھانے والوں کو جلدی چلنے کا امر فرمایا ہے۔ اور اس میں احتمال اس معنی کا بھی ہے کہ آپ نے تجہیز میں جلدی کرنے کا حکم دیا ہو۔ اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرما اس حدیث میں فشر تضعونهٗ عن رقابکم کے قرینہ سے پہلا معنی متعین ہے اور اس میں بھی پوشیدگی نہیں کہ یہاں دوسرے معنی کی تصحیح کا امکان بھی موجود ہے۔ اور وہ اس طرح کہ فشر تضعونه عن رقابکم کو شر سے دوری چاہنے اور اس سے تلبس نہ اختیار کرنے سے کنایہ مان لیا جائے۔

(حواشی سندھی ص ۲۷۲ ج۱)

۴۔اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''جب جنازہ رکھا جاتا ہے اور پھر مرد اسے اپنے کندھوں پر اٹھاتے ہیں تو اگر میت نیکوکار ہے تو وہ کہتی ہے مجھے آگے لے چلو اور اگر نیک نہیں ہے تو وہ اپنے گھر والوں کو کہتی ہے۔ ہائے خرابی، تم کہاں لے جارہے ہو۔ میت کی یہ آواز سوائے انسان کے ہر چیز سنتی ہے اور اگر انسان سنے تو وہ بے ہوش ہو جائے۔'' (مشکوٰۃ شریف ص ۱۴۱ ج۱)

۵۔اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ ''اے علی تین کاموں میں دیر نہ کرو۔ نماز جب اس کا (مستحب) وقت آجائے، جنازہ جب حاضر ہو جائے اور کنواری لڑکی جب اس کا کفو پالے''۔ (ترمذی شریف ص۱۶۰ ج۱)

۶۔اور ان ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ لاتؤخروا الجنازة اذا حضرت۔ اور جب جنازہ حاضر ہو جائے تو تم دیر نہ کرو۔ (ابن ماجہ ص۱۰۷ ج۱)

ان احادیث متبرکہ سے ثابت ہوا کہ مسلمان میت کی تجہیز وتکفین نماز جنازہ اور تدفین میں حتی الامکان جلدی

کرنی چاہیے۔ اور انہی ارشادات عالیہ کی بناء پر ہمارے فقہائے حنفیہ کثرھم اللہ تعالیٰ میت کی تجہیز و تکفین و تدفین میں تعجیل کو مستحب اور بے عذر شرعی تاخیر کو مکروہ قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ امام ملک العلماء کاشانی حنفی فرماتے ہیں۔ یستحب ان یسرع فی جھازہ لماروی عن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انہٗ قال عجلوا موتاکم فان تک خیراً قدمتموہ الیہ وان یک شراً فبعداً لاھل النار ندب النبی صلے اللہ علیہ وسلم الیٰ التعجیل ونبہ علی المعنی۔ میت کی تجہیز میں جلدی کرنا مستحب ہے کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا اپنے اموات کے بارہ میں جلدی کرو۔ سو وہ اگر اچھا ہے تو تم اسے اچھائی کی طرف پیش کرو گے۔ اور اگر برا ہے تو دوزخیوں کے لئے دوری ہو۔ اس حدیث میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے تعجیل کو مندوب قرار دیا اور اس کی حکمت پر تنبیہ فرمادی ہے۔

(بدائع الصنائع ص ۲۹۹ ج ۱)

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ یبادر الیٰ تجھیزہ ولایؤخر فان مات فجاءۃً ترک حتی یتیقن بموتہ کذا فی الجوھرۃ النیرۃ اور میت کی تجہیز میں جلدی کرنا مستحب ہے اور دیر نہ کی جائے پھر اگر وہ اچانک فوت ہوا ہے تو اس کی موت کا یقین پیدا ہونے تک اسے چھوڑے رکھیں۔ جیسا کہ جوہرہ نیرہ میں ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری ص ۱۵۷ ج ۱)

اور حواشی شلبیہ علی التبیین میں ہے۔ واسرعوا فی جھازہ واعلام جیرانہ واصدقآءہ حتی یؤدوا حقہ بالصلوٰۃ علیہ۔ میت کی تجہیز میں اور اس کے ہمسائیوں اور رشتہ داروں کو اطلاع دینے میں جلدی کی جائے تاکہ وہ نماز جنازہ کے ذریعہ سے اس کا حق ادا کریں۔ (شلبیہ ص ۲۳۵ ج ۱)

اور ردالمحتار میں ہے میت کی تجہیز میں جلدی کی جائے کیونکہ ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حضرت طلحہ بن برآء رضی اللہ عنہ کی عیادت کو تشریف لائے تو واپسی پر فرمایا۔ میں طلحہ کے اندر موت کا وقوع ہی دیکھتا ہوں۔ سو جب وہ فوت ہو جائے تو مجھے اطلاع دینا تاکہ میں اس پر نماز پڑھوں۔ اور اس کی تجہیز میں جلدی کرنا۔ کیونکہ مسلمان کی نعش کو مناسب نہیں کہ وہ اپنے گھر والوں میں روکی جائے۔ اس حدیث میں عجلوا بہ صیغۂ امر ہے اور امر وجوب کے لئے ہوتا ہے مگر یہاں وجوب تعجیل سے قرینۂ

صارفہ شریف روح کے بارہ میں احتیاط برتتا ہے کیونکہ غشی کا احتمال موجود ہے۔ اور طبیبوں کا کہنا ہے کہ سکتہ کے مریضوں کی اکثریت موت سے پہلے دفن کی جاتی ہے کیونکہ سکتہ اور موت میں فرق کرنا بہت دشوار ہے۔ صرف ماہرین طب ہی اس مرض کو جان سکتے ہیں۔ لہذا موت کا یقین پیدا ہو جانے تک تجہیز میں تاخیر متعین ہوگی اور اس قسم کے مریض کے متعلق موت کا یقین اس کے جسم میں تبدیلی رونما ہونے سے پیدا ہوگا۔ جیسا کہ امداد الفتاح میں ہے۔ (ردالمحتار ص ۶۳۰ ج ۱)

اور مراقی الفلاح میں ہے۔ اور جب موت کا یقین ہو جائے تو اس کی عزت افزائی کے لئے اس کی تجہیز میں جلدی کی جائے۔ کیونکہ حدیث شریف میں مروی ہوا ہے کہ میت کے بارہ میں جلدی کرو۔ اور وجوب تعجیل سے قرینۂ صارفہ احتیاط برتتا ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم پیر کی چاشت کو فوت ہوئے اور بدھ کی رات میں دفن کئے گئے۔ (مراقی الفلاح ص ۳۰۹)

اور امام طحطاوی فرماتے ہیں۔ پانچ چیزوں میں تعجیل مستحب ہے کفو سے نکاح۔ میت کی تجہیز و تکفین، قرض کی ادائیگی، گناہوں سے توبہ، اور مہمان کو کھانا کھلانا۔ (حواشی طحطاوی علی المراقی ص ۳۰۹)

اور امام حصکفی فرماتے ہیں۔ امام زاہدی کتاب القنیہ میں فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ کی ادائیگی اور میت کے دفن میں اس لئے تاخیر کرنا کہ نماز جمعہ کے بعد بڑی جماعت نماز جنازہ پڑھے گی مکروہ ہے۔ مگر اس صورت میں دفن میں تاخیر مکروہ نہیں کہ اس کی وجہ سے نماز جمعہ فوت ہو جائے۔ (درمختار)

اور امام طحطاوی فرماتے ہیں۔ وصلوٰۃ الصحابۃ علیہ صلے اللہ علیہ وسلم افواجاً خصوصیۃ کما ان تاخیر دفنہ من یوم الاثنین الیٰ لیلۃ الاربعاء کان کذالک لانہ مکروہ فی حق غیرہ بالاجماع کمافی السراج والحلبی والشرح اھ ملتقطاً صحابہ رضی اللہ عنہم کا حضور صلے اللہ علیہ وسلم پر گروہ در گروہ نماز پڑھنا آپ کی خصوصیت ہے۔ جیسا کہ پیر کے روز سے بدھ کی رات تک آپ کی تدفین میں تاخیر آپ کی خصوصیت ہے۔ کیونکہ دوسروں کے حق میں اس قسم کی تاخیر بالاجماع مکروہ ہے۔ جیسا کہ سراج اور الحلبی اور اس کی شرح میں مذکور ہوا۔

(حاشیہ مراقی الفلاح ص ۳۲۴)

اور امام محمد ریحامی تلمیذ امام نجم الدین عمر نسفی حنفی فرماتے ہیں ''صحیح مسلم میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے

مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب لوگ میت کو رکھتے ہیں اور مرد اسے اپنی گردن پر اٹھاتے ہیں تو اگر وہ نیک میت ہو تو کہتی ہے جلدی کرو۔ اور مجھے میرے پروردگار کی رحمت و کرامت تک جلدی پہنچاؤ۔ اور اگر نیک نہیں ہوتی تو کہتی ہے مجھ پر افسوس تم مجھے کہاں لے جا رہے ہو۔ اس کی آواز سوائے انسان کے ہر چیز سنتی ہے۔ اور اگر انسان سن لیں تو بے ہوش ہو جائیں۔ کتاب عشرات رحمانی میں لکھا ہے کہ بزرگان دین میں سے ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ عبادان کے شہر میں ایک نیکوکار جوان شخص فوت ہو گیا۔ گرمی کا موسم تھا اور ہوا نہایت درجہ گرم تھی ہم۔ نے کہا ہم نماز ظہر تک توقف کریں گے۔ پھر ہوا کے ٹھنڈا ہو جانے پر جوان کو دفن کریں گے۔ دریں اثناء مجھ پر نیند نے غلبہ پالیا اور میں نے خواب میں دیکھا کہ لوگوں نے قبرستان میں موتی کا ایک قبہ بنا رکھا ہے اور اس قبہ کی روشنی آسمان تک جاتی ہے۔ اچانک اس قبہ سے ایک حور مجھ سے مخاطب ہو کر کہنے لگی۔ اے شیخ کیا آپ یہ جائز رکھتے ہیں کہ آپ اس نوجوان میت کو نماز ظہر تک ہم سے جدا رکھیں۔ آپ کوشش کریں اور بہت جلدی ہم تک پہنچائیں کہ ہم اس کی ملاقات کا انتظار کر رہے ہیں۔ خوش نصیب وہ بندہ ہے جو مرے تو اس کا ایسا حال ہو''۔

(ریاض الناصحین جلد اول ص ۱۶۴)

ان سب عبارات فقہیہ وجیہہ کا ماحصل یہی ہے کہ موت کا یقین پیدا ہو جانے کے بعد مسلمان میت کی تجہیز، تکفین، نماز جنازہ اور تدفین میں تعجیل مستحب و مستحسن اور بے عذر شرعی تاخیر نامنظور کہ نماز جمعہ کے بعد تک ان کو مؤخر کر دیا جائے۔ اور وہ بھی اس غرض سے کہ زیادہ سے زیادہ مسلمان شریک جنازہ ہوں تو اسے یہ کب گوارا کہ محض غائب رشتہ داروں کو میت کا منہ دکھلانے کے لئے دو تین دن تک کے لئے اس کی تدفین مکمل نہ کی جائے اور چونکہ استفتاء میں مذکور امانتی دفن کی صورت میں بھی بے عذر شرعی تکمیل تدفین میں تاخیر واقع ہوتی ہے اس لئے امانتی دفن کی یہ صورت بھی ضرور شرعاً ممنوع و مکروہ ہو گی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

امانتی دفن کی دوسری صورت

یہاں تک جو کچھ لکھا گیا ہے یہ استفتاء میں مذکور صورت مخصوصہ کے متعلق تھا۔ اور امانتی دفن کی ایک اور صورت معمول بہا یہ بھی ہے کہ لوگ میت کو قبر کے سپرد کر کے امانتی دفن کرتے ہیں۔ پھر قبر اکھاڑ کر میت

نکالتے اور اسے دوسری جگہ منتقل کر کے دفناتے ہیں یہ صورت بھی شرعاً ممنوع بلکہ حرام ہے۔ کہ بے ضرورت شرعیہ قبر اکھاڑنا اور میت کے پوشیدہ احوال کو ملاحظہ کرنا حرام ہے اور ہمارے فقہاء حنفیہ کی کتب معتبرہ میں اس کی حرمت کی تصریحات موجود چنانچہ امام کاشانی فرماتے ہیں۔ اگر میت کو غیر قبلہ کی طرف رکھا گیا تو اگر اس پر مٹی ڈالنے سے پہلے اور اینٹیں درست کرنے کے بعد اس کا خیال آئے تو اینٹیں ہٹا کر اس کا منہ قبلہ کو کر دیں اور اگر اس پر مٹی ڈال دی گئی ہے تو اب اسے چھوڑ دیں۔ لأن النبش حرام ۔ کیونکہ قبر اکھاڑنا حرام ہے۔ اگر نماز جنازہ پڑھنے کے بعد لوگوں کو یاد آئے کہ انہوں نے میت کو غسل نہیں دیا ہے تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ یہاں تک فرمایا اور اگر دفن کے بعد یاد آئے تو قبر نہ کھودیں۔ کیونکہ قبر کا کھودنا اللہ تعالیٰ کے حق کے لئے حرام ہے سو غسل ساقط ہو جائے گا۔ اور نماز جنازہ دہرائی نہ جائے گی۔ (بدائع ص ۳۱۵ ج ۱)

اور امام شرنبلالی فرماتے ہیں اور اگر میت بے نماز جنازہ دفن کر دیا جائے اور اس پر مٹی ڈال دی جائے تو اس کی قبر پر نماز جنازہ پڑھیں اگرچہ وہ بے غسل دفن کر دیا گیا ہو کیونکہ اس کی طہارت کی شرط بوجہ اس کی قبر اکھاڑنے کے حرام ہونے کے ساقط ہو گئی ہے۔ (مراقی الفلاح ص ۳۲۴)

اور امام بزازی حنفی فرماتے ہیں میت کو بغیر کفن کے یا غسل سے پہلے دفن کر دیا گیا۔ خواہ اس پر مٹی ڈالی گئی ہے یا نہیں اس کو نہیں کھودیں گے کیونکہ کفن اور غسل مامور بہ ہے اور قبر کھودنا ممنوع ہے اور نہی امر پر راجح ہوا کرتی ہے۔ (فتاوٰی بزازیہ ص ۸۰ ج ۱)

مقام غور ہے کہ جب میت بغیر کفن کے یا غسل کے یا نماز جنازہ کے دفن کر دیا جائے تو قبر کو کھولنا شرعاً ممنوع وحرام ہے تو رشتہ داروں کو منہ دکھلانے کے لئے اس کی قبر کا کھولنا کیسے جائز ہوگا۔ بدیں وجہ ہمارے فقہاء کرام نے اس عورت کے حق میں فرمایا جس کا بیٹا اس کی عدم موجودگی میں دفن کر دیا گیا اور وہ منہ دیکھنے کے لئے بے تاب ہے کہ اس بے صبر ماں کو منہ دکھلانے کے لئے قبر کھلوانا شرعاً ناجائز ہے۔

الغرض امانتی دفن کی مذکورہ بالا دونوں صورتیں از روئے شرع شریف بمطابق فقہ حنفی ناجائز وممنوع ہیں۔ جو مولوی صاحب جواز کا قول کریں۔ جیسا کہ استفتاء میں مذکور ہوا ہے۔ احکام شرع سے بے خبر ہیں۔ ان کی بات پر مسلمان ہرگز ہرگز کان نہ دھریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(یکم جمادی الاولیٰ ۱۴۰۶ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تینتیسواں مقالہ

تعزیت میں فاتحہ خوانی

کا ثبوت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد:۔

سوال: فوت شدہ شخص کے گھر تعزیت وفاتحہ خوانی کے لیے جانے کا ثبوت قرآن وحدیث سے پیش کریں؟

(پیش کردہ چوہدری محمد حنیف صاحب فینسی فیشن محل۔ مین بازار چکسواری۔ ضلع میرپور۔ آزاد کشمیر)

الجواب بتوفیق الملک الوھاب عزوجل

جب کوئی سنی صحیح العقیدہ مسلمان فوت ہو جائے تو اس کے رشتہ داروں کے پاس اظہار افسوس وتعزیت کے لیے جانا سنت ہے۔ بہار شریعت حصہ چہارم ص ۱۶۸ میں ہے۔ تعزیت مسنون ہے۔ تعزیت کے ثبوت میں چند احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں۔

احادیث مبارکہ

(۱) حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مامن مؤمن یعزی اخاہ بمصیبۃ الاکساہ اللہ من حلل الکرامۃ یوم القیامۃ ۔(ترجمہ) جو مومن شخص اپنے مسلمان بھائی کی مصیبت پر تعزیت کرے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے کرامت کا جوڑا پہنائے گا۔ (سنن ابن ماجہ باب ماجآء فی ثواب من عزی مصابا۔ ص ۱۱۵)

امام خاتمۃ المحدثین جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے بارہ میں لکھتے ہیں۔ رواہ ابن ماجۃ عن عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ وھذا حدیث حسن ۔ اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور یہ حدیث حسن ہے۔ (جامع صغیر ص ۱۵۲ جلد دوم)

(۲) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ من عزی مصاباً فلہ مثل اجرہ ۔(ترجمہ) جو شخص کسی مصیبت زدہ کی تعزیت کرے اسے اسی کی مثل ثواب ملے گا۔

(مشکوٰۃ جلد اول ص ۱۳۶ سنن الترمذی جلد اول ص ۱۶۰، جامع صغیر جلد دوم ص ۱۷۶ و فصلہٗ)

(۳) حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا من عزی

ثکلی کسی بردا فی الجنة۔ جو شخص اس عورت سے تعزیت کرے جس کا بچہ فوت ہوگیا ہو اسے جنت میں جوڑا پہنایا جائے گا۔

(مشکوۃ جلد اول ص ۱۳۷، ترمذی جلد اول ص ۱۶۰، جامع صغیر جلد دوم ص ۱۷۶ وضعفہ)

(۴) محدث خالد بن میسرہ فرماتے ہیں کہ میں نے معاویہ بن قرہ کو اپنے باپ سے یہ روایت بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم بیٹھتے تو آپ کے چند صحابہ بھی آپ کے پاس بیٹھ جاتے تھے۔ ان میں ایک شخص تھا جس کا بچہ پیچھے سے آتا تو وہ اسے اپنے سامنے بیٹھا لیتا تھا۔ پھر یہ بچہ فوت ہوگیا تو اس شخص نے آپ کے حلقہ میں حاضری ترک کردی۔ مبادا کہ حاضری کی صورت میں اس کا بچہ اسے یاد آئے اور وہ غمگین ہو۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اسے گم پایا تو فرمایا۔ کیا وجہ ہے کہ میں فلاں کو نہیں دیکھتا؟ لوگوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ۔ اس کا وہ بچہ جو آپ نے دیکھا تھا فوت ہوگیا ہے۔ فلقیه النبی صلے اللہ علیه وسلم فساله عن بنیه۔ پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس شخص سے جا ملے اور اس کے پیارے بچے کے بارے میں دریافت فرمایا۔ اس نے کہا۔ وہ فوت ہوگیا ہے۔ آپ نے اس کی وفات پر تعزیت فرمائی پھر فرمایا۔ یافلان ایما کان احب الیک ان تمتع به عمرک او لا تاتی غدا الی باب من ابواب الجنة الا وجدته قد سبقک الیه ففتحه لک۔ اے فلاں ان دو باتوں میں سے کونسی بات تجھے زیادہ پسند ہے کہ وہ بچہ زندہ رہتا اور تو عمر بھر اس سے فائدہ اٹھاتا رہتا یا یہ کہ کل تو جب جنت کے دروازوں میں سے کسی دروازہ پر پہنچے تو تو اپنے اس بچے کو وہاں پہلے سے موجود پائے اور وہ تیرے لیے دروازہ کھولے۔ اس نے عرض کیا۔ یا نبی اللہ۔ مجھے تو یہ بات پسند ہے کہ وہ مجھ سے پہلے جنت کے دروازہ پر پہنچے اور وہ میرے لیے دروازہ کھولے۔ آپ نے فرمایا۔ پھر تیرے لیے یہی بات ہے۔ (سنن نسائی جلد اول ص ۲۹۶)

فقہائے حنفیہ کے ارشادات

الحمدللہ ان چار حدیثوں سے ثابت ہوا کہ فوت شدہ شخص کی تعزیت کے لیے اس کے گھر جانا آقائے دو جہاں صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور آپ تعزیت کے وقت بڑے بڑے اجر وثواب کی بشارتیں بھی سنایا کرتے تھے۔ انہی احادیث مبارکہ کی بناء پر ہمارے فقہاء حنفیہ تعزیت کو سنت قرار دیتے ہیں۔ فقہ حنفی کی

چند عبارات ملاحظہ ہوں۔

(۱) صاحب درمختار لکھتے ہیں ولا بأس بالجلوس لها في غير مسجد ثلاثة ايام۔ اگر مسجد کی غیر جگہ میں تین دن تک تعزیت کے لیے بیٹھیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ (درمختار ج اص ۶۶۴)

بلکہ فتاوٰی ظھر یہ میں مسجد میں بھی تعزیت کی اجازت دی گئی ہے۔ لابأس به لاهل الميت في البيت او المسجد والناس يأتونهم ويعزونهم۔ اس میں کوئی حرج نہیں کہ میت کے گھر والے گھر میں یا مسجد میں ہوں اور لوگ ان کے پاس آتے جائیں اور تعزیت کرتے جائیں۔ (ردالمحتار جلد اول ص ۶۶۴)

(۲) اور فتاوٰی عالمگیری میں ہے۔ التعزية لصاحب المصيبة حسن كذا في الظهيرية وروى الحسن بن زياد اذا عزى اهل الميت مرة فلا ينبغي ان يعزيه مرة اخرى كذا في المضمرات ووقتها من حين يموت الى ثلاثة ايام ويكره بعدها الا ان يكون المعزى او المعزى اليه غائباً فلابأس بها وهي بعد الدفن اولىٰ منها قبله ويستحب ان يعم بالتعزية جميع اقارب الميت الكبار والصغار والرجال والنسآء الا ان يكون امراة شابة فلا يعزيها الامحارمها۔ مصیبت زدہ کو تعزیت کرنا اچھا کام ہے اور جب اہل میت سے ایک مرتبہ تعزیت کردی جائے تو دوبارہ نہ کی جائے اور تعزیت کا وقت وفات سے تین دن تک ہے۔ اس کے بعد مکروہ ہے۔ ہاں اگر یہ خود حاضر نہ تھا یا جس سے تعزیت کرنا چاہتا ہے وہ حاضر نہ تھا تو اب اس میں کوئی حرج نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ تعزیت دفن کے بعد کی جائے اور مستحب یہ ہے کہ تعزیت میت کے سب اقارب بڑوں چھوٹوں مردوں اور عورتوں سے کی جائے۔ ہاں جوان عورت سے صرف اس کے محارم تعزیت کریں۔

(فتاوٰی عالمگیری ج اص ۱۶۷)

(۳) اور بہار شریعت میں ہے۔ تعزیت مسنون ہے۔ تعزیت کا وقت موت سے تین دن تک ہے۔ دفن سے پیش تر بھی تعزیت جائز ہے مگر افضل یہ ہے کہ دفن کے بعد ہو۔ (بہار شریعت حصہ چہارم ص ۱۶۸)

تعزیت میں میت کے لیے دعا کی جائے

تعزیت کرنے والا میت کے رشتہ داروں سے صرف اظہار افسوس ہی نہ کرے بلکہ میت کے حق میں دعا بھی مانگے۔ فتاوٰی عالمگیری میں ہے۔ ويستحب ان يقال لصاحب التعزية غفر الله تعالىٰ

لمیتک وتجاوز عنه و تغمده برحمته ورزقک الصبر علی مصیبته و آجرک علی موته کذا فی الظهیریه ناقلاً عن الحجة ۔(ترجمہ) اور مستحب یہ ہے کہ تعزیت کرنے والا صاحب تعزیت سے یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے میت کی مغفرت فرمائے اور اس کے گناہ بخشے اور اسے اپنی رحمت میں ڈبوئے اور آپ کو اس مصیبت پر صبر عطا کرے اور اس کی موت پر اجر وثواب عنایت فرمائے۔ ایسے ہی فتاویٰ ظہیریہ میں کتاب الحجۃ سے منقول ہوا ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری۔جلد اول ص ۱۶۷)

اور کتاب مستطاب بہار شریعت میں ہے۔تعزیت میں یہ کہے۔اللہ تعالیٰ میت کی مغفرت فرمائے اور اس کو اپنی رحمت میں ڈھانکے اور تم کو صبر روزی کرے۔اور مصیبت پر ثواب عطا فرمائے۔اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان لفظوں میں تعزیت فرمائی۔ للہ مااخذ واعطی وکل شئی عندہ باجل مسمی۔خدا ہی کا ہے جو اس نے لیا اور دیا اور اس کے نزدیک ہر چیز ایک مقرر میعاد کے ساتھ ہے۔(عالمگیری وغیرہ)

(بہار شریعت حصہ چہارم ص ۱۶۸)

مروجہ فاتحہ خوانی کی رسم

چونکہ تعزیت میں میت کے لیے دعائے مغفرت ورحمت کرنا مستحب ہے جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری وغیرہ کے حوالوں سے گزرا۔ اس لیے تعزیت میں فاتحہ خوانی کی رسم قائم کی گئی ہے۔ مروجہ فاتحہ خوانی میں سب حاضرین کو سورۃ فاتحہ وسورۃ الاخلاص پڑھنے اور اس کا ثواب میت کی روح کو پہنچانے کا موقعہ ملتا ہے اس لیے اس کے استحباب کا انکار نہ کرے گا مگر وہی جو جاہل اجہل ہے یا میت کا جانی دشمن۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ منہ۔

مروجہ فاتحہ خوانی کا طریقہ یہ ہے کہ ایک مخصوص کمرہ میں چٹایاں بچھادی جاتی ہیں اور آنے والے چند مسلمان جمع ہوتے ہیں تو سب کی طرف سے اجتماعی دعا مانگی جاتی ہے۔اور فاتحہ خوانی کا ثواب میت کی روح کو پہنچایا جاتا ہے۔ چونکہ دعا میں ہاتھ اٹھانا آداب دعا سے ہے اس لیے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی جاتی ہے۔ یہ سب کام شرعی قواعد وضوابط کی رو سے جائز ہی ہیں اور ان میں تعزیت کی سنت کی ادائیگی اور میت کی روح کو فاتحہ کا ثواب ایصال کرنا پایا جاتا ہے۔اس لیے اس کا انکار کوئی سنی صحیح العقیدہ شخص نہیں کرے گا۔ واللہ الھادی الی الصراط المستقیم وھو الموفق للصدق والصواب ومنہ

توفیق قبول الحق والسداد

وہابیہ فاتحہ خوانی کا انکار کرتے ہیں

غیر مقلدین وہابیہ آج کل کی مروجہ فاتحہ خوانی کا انکار کرتے ہیں چنانچہ پروفیسر محمد بن اسماعیل سلفی اپنے مضمون ''مالا بدمنہ'' میں لکھتا ہے۔ ''اس صورت حال کے پیش نظر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے میت کے لواحقین اور دفن کرنے والوں کو کچھ ہدایات سے نوازا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم میت دفن کرنے سے فارغ ہوتے تو کھڑے ہو جاتے اور فرماتے اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو۔ پھر اس کے لیے ثابت قدمی کی دعا کرو۔ کیونکہ اب اسی سے سوال کیا جا رہا ہے۔

دعا کا صحیح مقام یہی ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق قبر پر کھڑے ہو کر میت کی ثابت قدمی کے لیے دعا کی جائے۔ اس کے لیے استغفار کیا جائے۔ اس میں دعا میں زیادہ سے زیادہ وقت صرف کیا جائے۔

تعزیت کے ایام میں جو رسمی دعا کی جاتی ہے۔ وہ اپنے آپ سے، میت کے ورثاء سے اور میت سے دھوکہ کیا جاتا ہے۔ اس رسمی دعا میں دعا کے آداب پورے نہیں کیے جاتے۔ دعا کے آداب میں ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی جائے پھر درود شریف پڑھا جائے پھر دعا کی جائے اور دعا کے اختتام پر پھر درود شریف پڑھا جائے۔

جتنے عرصے میں یہ آداب پورے ہوتے ہیں اتنے عرصہ میں پندرہ رسمی دعائیں ہو چکی ہوتی ہیں۔ رسمی دعا میں دعا کرنا بالکل مقصد نہیں ہوتا بلکہ حاضری لگوانا مقصد ہوتا ہے۔ آپ مشاہدہ کرتے ہیں کہ اگر تعزیت کے لیے دس آدمی آئے ہیں تو ہر ایک الگ الگ دعا کی درخواست کرے گا اور اسی وقت ہاتھ اٹھا کر منہ پر پھیر دیئے جائیں گے۔

اس مضحکہ خیز دعا میں دعا مانگنے والے کی نظر کبھی اخبار پر ہوگی جو وہ پڑھنا چاہتا ہے۔ کبھی حقہ پر ہوتی ہے۔ جس کا وہ کش لگانا چاہتا ہے۔ کبھی وہ کسی آدمی پر نظر رکھے گا جس سے وہ ملنا چاہتا ہے۔ وقس علیٰ ھذا۔

اھ بلفظہ التمام۔ (ہفت روزہ الاعتصام لاہور۔ بابت ۱۶ دسمبر ۱۹۹۴ء ص ۷)

اور غیر مقلد مولوی محمد صادق سیالکوٹی لکھتا ہے۔ ''تین دن جو سوگ کے ہیں ان میں میت کے گھر والوں کے پاس جا کر تعزیت کرنا چاہیے۔ تعزیت کرنے کے الفاظ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ بتائے ہیں۔ ان للہ ما اخذ وللہ ما اعطی و کل شئی عندہ باجل مسمی فلیصبر ولیحتسب۔ (حصن حصین)

(ترجمہ) بے شک اللہ ہی کے لیے ہے جو کچھ کہ اس نے لے لیا اور اللہ ہی کے لیے ہے جو کچھ کہ اس نے دیا اور ہر چیز نزدیک اس کے ساتھ وقت مقرر کے ہے۔ پس چاہیے کہ صبر کرے اور صبر کر کے ثواب طلب کرے۔

ملاحظہ: میت کے گھر والوں کے پاس جا کر ان کو صبر کی تلقین کرنا چاہیے اور تسلی دینی چاہیے۔ قرآن وحدیث سے راضی بر رضا رہنے کے احکام اور مسائل سنانے چاہئیں۔ صحابہ کی اموات اور ان کے پس ماندگان کے صبر کی کیفیت اور حالت بیان کرنی چاہیے۔ مصائب پر صبر کا اجر بتانا چاہیے۔

لیکن آج کل لوگ صف ماتم پر بیٹھ کر حقہ پیتے اور ادھر ادھر کی باتوں میں لگ جاتے ہیں۔ یہ طریق شریعت میں جائز نہیں۔ جب کوئی آتا ہے تو کہتا ہے۔ دعا مانگو۔ ہاتھ اٹھائے منہ پر پھیرے اور تمباکو نوشی میں لگ گئے۔ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ پاک اور صحابہ تابعین اور تبع تابعین کے تین زمانوں میں نہ صف ماتم اس طرح بچھی، نہ حقہ گرم ہوتا نہ ہر آنے والا اس طرح دعا کرتا بلکہ حضور کے وقت سے چلے کر آج تک تمام ملک عرب میں اس طرح دعا مانگنے کے لیے کہیں صف ماتم نہیں بچھائی جاتی۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں آج بھی میت کی صف ماتم کہیں دکھائی نہیں دیتی۔ گلی یا بازار میں صف ماتم بچھانا۔ تمباکو کے مرغولے چھوڑنا۔ بے محل باتوں میں مشغول ہونا کبھی کبھی دعا کرنا۔ اس کا ثبوت سنت اور قرون مشہود لھا بالخیر میں کہیں نہیں ملتا۔ البتہ اس کو ملکی رسم کہہ سکتے ہیں۔ اھ بلفظہ التمام۔

(کتاب ''نماز جنازہ'' صفحہ ۵۲ مطبوعہ نعمانی کتب خانہ لاہور)

وہابیہ نے ''مروجہ فاتحہ خوانی'' کا غلط نقشہ پیش کیا ہے

مذکورہ بالا دو عبارتوں میں غیر مقلد مولویوں نے تعزیت کی ''مروجہ فاتحہ خوانی'' کا جو نقشہ پیش کیا ہے۔ وہ سراسر غلط ہے اور یہ ان کے خبث باطنی اور اس دعاء سے ان کے انکار و دشمنی کی واضح دلیل ہے۔ چونکہ یہ لوگ ارواح اموات المسلمین کو ثواب پہنچانے کے قائل نہیں اس لیے وہ اس بابرکت فائدہ بخش نیک رسم

سے مسلمانوں کو متنفر بنانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں حالانکہ جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں اس فاتحہ خوانی کی صحیح صورت حال یہ ہے کہ میت کے گھر کی کسی مناسب جگہ میں چٹائیاں وغیرہ بچھادی جاتی ہیں۔میت کے سب یا اکثر ورثاء امام محلہ کے ساتھ بیٹھ جاتے ہیں۔ مسلمان گروہ در گروہ آتے جاتے ہیں اور ورثاء سے اظہار افسوس کرتے ہیں۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد اجتماعی دعا آداب دعا کے ساتھ مانگی جاتی ہے۔اس دعا میں کم از کم سورۂ فاتحہ اور سورۂ اخلاص پڑھی جاتی ہے اور ان کا ثواب میت کی روح کو بھیجا جاتا ہے۔اور اس کی مغفرت کی دعا مانگی جاتی ہے۔ بدبخت مولویوں کا یہ لکھنا کہ ''جب کوئی آتا ہے تو کہتا ہے دعا مانگو۔ ہاتھ اٹھائے منہ پر پھیرے اور پھر تمباکو نوشی میں لگ گئے''۔ سراسر کذب بیانی ہے۔ دعا کے لیے مخصوص جگہ میں حقہ نوشی سے اجتناب کیا جاتا ہے۔ ہاں فاتحہ خوانی کے بعد جو لوگ صحن میں چارپایوں پر بیٹھ جاتے ہیں وہ حقہ سگریٹ پیتے ہیں اور دنیاوی گفتگو بھی کرتے ہیں تو بھلا ان افعال کا فاتحہ خوانی سے کیا تعلق؟۔

خلاصہ کلام یہ کہ ماتم کی چٹائی پر ایک وقت میں جتنے مسلمان جمع ہو جاتے ہیں وہ سب مل کر دعا مانگتے ہیں۔ پھر ان میں سے کوئی دوبارہ دعا کے لیے نہیں کہتا۔ ہاں اجتماعی دعا ہو جانے کے بعد جو شخص آتا ہے دعا کے لیے کہتا ہے تو پھر دعا مانگی جاتی ہے۔لہذا غیر مقلد کا یہ لکھنا کہ ''تعزیت کے ایام میں جو رسمی دعا کی جاتی ہے وہ اپنے آپ سے میت کے ورثاء سے اور میت سے دھوکہ کیا جاتا ہے۔اس رسمی دعا میں دعا بالکل مقصد نہیں ہوتا بلکہ حاضری لگوانا مقصد ہوتا ہے۔آپ مشاہدہ کرتے ہیں کہ اگر تعزیت کے لیے دس آدمی آئے ہیں تو ہر ایک الگ الگ دعاء کی درخواست کرے گا اور اسی وقت ہاتھ اٹھا کر منہ پھر دیئے جائیں گے۔'' اس کی بدباطنی اور مسلمانوں کے بارہ میں بدظنی کی روشن دلیل ہے۔مسلمان تو دعاء مانگ کر میت کو فائدہ پہنچا رہے ہوتے ہیں لیکن یہ بدبخت قسم کے لوگ ان کے بارہ میں بدظنی کرتے ہوئے اپنا نامہ اعمال سیاہ کر رہے ہوتے ہیں۔**والی اللہ المشتکی ولا حول ولا قوۃ اللہ باللہ العلی العظیم۔**

تعزیت کی فاتحہ خوانی میت کو نفع دیتی ہے

اب رہا سوال کہ تعزیت کی فاتحہ خوانی کیا رسمی دعا ہے یا اس دعا سے میت کو کوئی فائدہ بھی پہنچتا ہے؟ تو اس بارہ میں چند احادیث مبارکہ تبرکا پیش کی جاتی ہیں۔

پہلی حدیث

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ان اللہ لیرفع الدرجة للعبد الصالح في الجنة فيقول يارب انى لى هذه فيقول باستغفار ولدک لک ولفظ البيهقي بدعاء ولدک لک ۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نیک بندے کا جنت میں ایک درجہ بلند فرماتا ہے تو وہ بندہ عرض کرتا ہے۔ اے میرے رب یہ درجہ میرے لیے کیسے ہے؟ وہ فرماتا ہے۔ تیرے بیٹے نے تیرے لیے جو مغفرت مانگی ہے یہ اس کے سبب سے ہے اور بیہقی کی روایت کے لفظ یہ ہیں۔ تیرے بیٹے نے تیرے لیے جو دعا مانگی ہے یہ اس کے سبب سے ہے۔ اخرجہ الطبرانی فی الاوسط والبیہقی فی السنن واخرجہ البخاری فی الادب عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ موقوفاً۔ (شرح الصدور ص ۱۲۷)

دوسری حدیث

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ يتبع الرجل يوم القيامة من الحسنات امثال الجبال فيقول انى هذا فيقال باستغفار ولدک لک ۔ قیامت کے روز بندے کے پیچھے پہاڑوں کی مانند نیکیاں چلیں گی تو وہ عرض کرے گا یہ کیسی ہیں؟ اسے کہا جائے گا یہ تیرے لیے تیرے بیٹے کی بخشش چاہنے کے سبب سے ہیں۔

(شرح الصدور ص ۱۲۷)

تیسری حدیث

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ما الميت في قبره الاشبه الغريق المتغوث ينتظر دعوة تلحقه من اب اوام اوولد او صديق ثقة فاذا لحقته كانت احب اليه من الدنيا وما فيها وان الله تعالىٰ ليدخل على اهل القبور من دعآء اهل الارض امثال الجبال وان هدية الاحيآء الى الاموات الاستغفار لهم ۔ میت اپنی قبر میں نہیں ہوتا مگر مدد مانگنے والے غریق کی مانند درآں حالیکہ وہ اس دعا کا منتظر ہوتا ہے جو اسے باپ یا ماں یا اولاد یا پکے دوست کی طرف سے ملنے والی ہوتی ہے۔ پھر جب اسے وہ دعا ملتی ہے تو وہ اسے

دنیا و مافیھا سے زیادہ پیاری ہوتی ہے۔اور بلا شبہ اللہ تعالیٰ قبور والوں پر پہاڑوں کی مانند نیکیاں داخل فرماتا ہے زمین والوں کی دعا کی وجہ سے اور بلا شبہ زندوں کا تحفہ اموات کے لیے ان کے حق میں بخشش چاہنا ہے۔ اخرجه البیھقی فی شعب الایمان و الدیلمی. (شرح الصدور ص ۱۲۷)

چوتھی حدیث

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سبع یجری للعبد اجرھا بعد موته وھو فی قبره من علم علما او اجری نھرا او حفر بئرا او غرس نخلا او بنی مسجدا او ورث مصحفا او ترک ولدا یستغفر لهٗ بعد موته۔ سات کام ہیں جن کا اجر بندے کے لیے جاری رہتا ہے اس کی موت کے بعد حالانکہ وہ اپنی قبر میں ہوتا ہے۔ جس شخص نے کوئی علم سکھایا۔ یا نہر جاری کی یا کنواں کھودایا درخت لگایا یا مسجد بنادی یا قرآن مجید ورثہ میں چھوڑا یا ایسی اولاد چھوڑی جو اس کے مرنے کے بعد اس کے گناہوں کی بخشش مانگتی ہو۔ اخرجہ ابونعیم والبزار۔

(شرح الصدور ص ۱۲۷)

پانچویں حدیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ان مما یلحق المؤمن من حسناته بعد موته علماً نشره و ولداً صالحا ترکه او مصحفاً ورثه او مسجداً بناه او بیتاً لابن السبیل بناه او نھراً اجراه او صدقة اخرجھا من ماله فی صحته تلحقه بعد موته۔ بلا شبہ موت کے بعد مومن کو اس کی نیکیوں میں سے جو کچھ ملتا ہے اس میں سے چند یہ ہیں علم جو اس نے پھیلایا، یا نیک اولاد جو اس نے چھوڑی، یا قرآن مجید جو اس نے ورثہ بنایا، یا مسجد جو اس نے تعمیر کی، یا مسافروں کا گھر جو اس نے بنایا، یا نہر جو اس نے بہائی یا وہ صدقہ جو اس نے صحت کی حالت میں اپنے مال سے نکالا۔ یہ نیکیاں اسے اس کی موت کے بعد ملتی ہیں۔ اخرجہ ابن ماجہ وابن خزیمہ۔

(شرح الصدور ص ۱۲۷)

چھٹی حدیث

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب کسی شخص کے والدین اس حال میں فوت ہو جائیں کہ وہ ان دونوں کا یا ان میں سے کسی ایک کا نافرمان تھا پھر وہ ان کے لیے دعاء مانگتا رہے اور ان کے گناہوں کی بخشش طلب کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ اسے فرمانبرداروں میں لکھ دیتا ہے۔ (مشکوٰۃ۔ جلد دوم ص ۱۳۴)

ساتویں حدیث

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ انا نتصدق عن موتانا ونحج عنهم وندعو لهم فهل يصل ذلك اليهم۔ یارسول اللہ ہم اپنے اموات کے لیے صدقہ کرتے ہیں، حج کرتے ہیں اور ان کے حق میں دعائیں مانگتے ہیں تو کیا یہ نیک کام ان تک پہنچتے ہیں؟ فرمایا. نعم انه يصل ويفرحون به كما يفرح احدكم بالطبق اذا اهدى اليه۔ ہاں۔ یہ چیزیں انہیں پہنچتی ہیں اور وہ ان کی وجہ سے اسی طرح خوش ہوتے ہیں جس طرح تم میں سے کوئی اس وقت خوش ہوتا ہے جب کوئی شئے تھال میں اسے بطور تحفہ پیش کی جاتی ہے۔ رواه ابو الحفص العكبرى (تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق للعلامة الزيلعي الحنفي رحمة الله تعالىٰ عليه۔

آٹھویں حدیث

اور حدیث شریف میں ہے من قرأ الاخلاص احد عشر مرة ثم وهب اجرها للاموات اعطى من الاجر بعدد الاموات۔ جو شخص گیارہ مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھے پھر اس کا ثواب اموات کو بخشے تو اسے اموات کی تعداد جتنا ثواب دیا جاتا ہے۔ (درمختار۔ جلد اول ص ٦٦٦)

نویں حدیث

حدیث شریف میں ہے۔ من دخل المقابر فقرأ سورة يٰسين خفف الله عنهم يومئذ وكان

لہ بعدد من فیھا حسنات ۔ جو شخص قبرستان میں داخل ہو پھر سورۃ یٰسین پڑھے تو اس دن اللہ تعالیٰ اموات سے تخفیف فرماتا ہے اور اس کے لیے ان کی تعداد جتنی نیکیاں ہیں۔ (ردالمحتار۔ جلد اول ص ۶۶۲)

دسویں حدیث

قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں۔ صحیح مسلم شریف میں حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب انسان مرتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے۔ مگر تین چیزیں۔ ایک صدقہ جاریہ یعنی وقف دوسرا علم کہ لوگ اس سے فائدہ اٹھائیں یعنی لوگ اس کے مرنے کے بعد اس کے علوم سے نفع پائیں یعنی تلاوت گذاشتہ یا کتب تصنیف کردہ گذاشتہ یعنی قرآن مجید یا تصنیف کی ہوئی کتابیں چھوڑ کر مرا۔ تیسرا اولاد صالح کہ وہ اس کے لیے دعا کرے۔

(تذکرہ الموتیٰ والقبور ص ۳۴)

(نوٹ) مزید احادیث ہمارے رسالہ ''اثبات ایصال ثواب'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

حکایات صالحین

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں صالحین کی چند حکایات بھی درج کردی جائیں وباللہ التوفیق۔

(۱) بعض صالحین نے فرمایا۔ میں نے ایک قبر پر قرآن مجید کا کچھ حصہ تلاوت کیا پھر میں نے کہا اے فلاں یہ ثواب تو میں نے تجھے بخشا ہے۔ اب بتاؤ اس کے عوض میں میرے لیے کیا ہے؟ فھبت علی ریح مسک فغشیتنی واقامت معی ثم انصرفت وھی معی فما فارقتنی الا وقد مشیت نصف الطریق۔ فوراً خوشبودار ہوا چلی اور اس نے مجھے گھیر لیا اور میرے ساتھ ٹھہری رہی پھر میں لوٹا تو نصف راستہ طے کرنے تک وہ میرے ساتھ رہی۔ (نزھۃ الناظرین ص ۲۹۸)

(۲) اور بعض صالحین فرماتے ہیں کہ میری ایک عورت فوت ہوگئی تو ایک رات میں نے قرآن مجید کی چند آیات پڑھیں اور ان کا ثواب اسے بخش دیا۔ اور اللہ سے دعا مانگی اور اس کے گناہوں کی بخشش چاہی۔ دوسرے دن مجھے ایک عورت نے بتایا جو مجھے بھی جانتی تھی اور میری بیوی کو بھی کہ میں نے گذشتہ رات تیری بیوی کو دیکھا کہ وہ ایک اچھی محفل میں اچھے گھر میں ہے۔ اس نے گھر کے اندر کی چارپائی کے نیچے سے ایک

تھال نکالا تو وہ تھال نور سے بھرا ہوا تھا۔ کہنے لگی یہ تحفہ مجھے میرے خاوند نے بھیجا ہے۔

(نزھۃ الناظرین ص ۲۹۸)

(نوٹ) ان دونوں حکایتوں کو امام قرطبی نے بھی اپنی کتاب تذکرہ میں ذکر فرمایا ہے۔

(۳) اور بعض صالحین فرماتے ہیں کہ میرا ایک بھائی فوت ہو گیا۔ میں نے خواب میں اسے دیکھا تو پوچھا تیرا کیا حال ہوا جب تو اپنی قبر میں رکھا گیا؟ کہنے لگا اتانی آت بشھاب من نار فلو لاان داعیاً دعالی لرأیت انه سیضر بنی به۔ آنے والا ایک شخص آگ کے شعلے کے ساتھ میرے پاس آیا اگر اس وقت ایک دعا کرنے والا میرے حق میں دعا نہ کرتا تو میرا خیال ہے کہ وہ مجھے شعلہ مار دیتا۔

(نزھۃ الناظرین ص ۲۹۸)

(۴) حضرت بشار بن غالب فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں حضرت رابعہ عدویہ کو دیکھا اور میں ان کے حق میں بہت دعائیں کیا کرتا تھا۔ مجھے فرمانے لگیں اے بشار تیرے تحفے مجھے ملتے رہتے ہیں ریشمی غلافوں میں نورانی تھالوں میں رکھے ہوئے۔ میں نے کہا۔ وہ کیسے۔ فرمایا۔ اسی طرح زندہ مومنوں کی دعا جب وہ اموات کے لیے کرتے ہیں پھر وہ دعا قبول ہو جاتی ہے تو اسے نورانی تھالوں میں رکھا جاتا ہے اور ریشمی پردوں سے ڈھانکا جاتا ہے پھر اسے میت کے پاس لایا جاتا ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ یہ فلاں کا تحفہ تیرے لیے ہے۔ (نزھۃ الناظرین ص ۲۹۸) (شرح الصدور ص ۱۲۸)

(۵) محدث ابن ابی الدنیا ابو قلابہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ میں شام سے بصرہ کی طرف آ رہا تھا میں ایک خندق میں اترا اور وضو کیا اور رات میں دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر میں نے اپنا سر ایک قبر پر رکھا اور سو گیا۔ پھر جاگا تو صاحب قبر شکایت کر رہا تھا۔ اور کہہ رہا تھا تو نے پوری رات مجھے اذیت دی ہے۔ پھر کہنے لگا۔ تم لوگ نہیں جانتے ہو اور ہم جانتے ہیں۔ اور ہم عمل پر قدرت نہیں رکھتے۔ تو تو نے جو دو رکعتیں پڑھی تھیں وہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہیں پھر کہنے لگا۔ جزی اللہ اھل الدنیا خیراً اقرأھم منی السلام فانه یدخل علینا من دعاء ھم نور مثل الجبال۔ اللہ تعالیٰ اہل دنیا کو اچھی جزا دے۔ سو تو میرا اسلام انہیں پہنچا دینا کیونکہ ان کی دعا کی وجہ سے ہماری قبروں میں پہاڑ جتنا نور داخل ہوتا ہے۔

(شرح الصدور ص ۱۲۸)

(۶) حضرت عباس بن یعقوب بن صالح انباری بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد گرامی کو یہ بات بیان کرتے ہوئے سنا کہ ایک نیک شخص نے خواب میں اپنے والد کو دیکھا۔ تو والد نے انہیں کہا تم نے ہمیں تحفے بھیجنے بند کیوں کر دیئے ہیں؟ عرض کیا اے ابا جان کیا اموات زندوں کے تحفوں کو جانتے ہیں؟ فرمایا یا بنی لو لا الاحیاء لهلکت الاموات ۔ اے پیارے بچے اگر زندہ لوگ نہ ہوتے تو مردے ہلاک ہو چکے ہوتے ۔ (شرح الصدور ص ۱۲۸)

(۷) امام عبد الرحمٰن صفوری لکھتے ہیں کہ ایک نیک شخص کی نیک والدہ تھی ۔ جب والدہ کی وفات کا وقت آ پہنچا تو اس نے کہا اے میرے لخت جگر مجھے موت کے وقت غمگین نہ کرنا اور قبر میں مغموم نہ کرنا۔ پھر جب وہ وفات پا گئی تو اس کے بیٹے نے اس کی قبر کی زیارت ہر جمعہ کے دن کرنی شروع کر دی۔ وہ ہر جمعہ وہاں جاتا اور والدہ کے لئے اور اس کے آس پاس مدفون لوگوں کے لئے دعا کرتا۔ ایک رات اس نے والدہ کو خواب میں دیکھا اور اس سے اس کا حال پوچھا تو والدہ نے کہا۔ موت کی سختی بہت سخت ہے۔ اور میں اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے اچھی جگہ میں ہوں ۔ میری قبر میں ریشمی بستر ا اور ریحان کے تکیے قیامت کے دن تک کے لئے ہیں۔ یا بنی لا تترک زیارتنا فی کل جمعة فانی افرح انا و جیرانی بزیارتک و دعاءک ۔ اے میرے پیارے بچے! تو ہر جمعہ کے دن میں ہماری زیارت کرنا نہ چھوڑ کیونکہ میں اور میرے پڑوسی تیری زیارت اور دعا سے بہت خوش ہوتے ہیں۔

(نزھۃ المجالس جلد اول ص ۲۰۵)

الحمد للہ۔ یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا ہے۔ اس سے تعزیت میں فاتحہ خوانی کا ثبوت اپنے ذروۂ کمال کو پہنچا۔ ثم الحمدلله علیٰ ذلک۔

فاتحہ خوانی کا تو یہ فائدہ ہے جو ہم نے عرض کیا۔ اب مانعین ہی بتائیں کہ تعزیت میں فاتحہ خوانی کے ترک میں کتنا اجر و ثواب ہے؟ جس کے حصول کے لیے وہ ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے ہدایت کا سوال ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲۲ رمضان ۱۴۲۳ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چونتیسواں مقالہ

بحالت روزہ

ٹیکہ لگوانے کا مسئلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا محمد مہر الدین صاحب دامت برکاتہم العالیہ شیخ الحدیث دار العلوم حزب الاحناف لاہور شہر۔

ھو الموفق للصواب۔ روزہ کی صورت میں انجکشن اور ٹیکہ شرعی نقطۂ نظر سے جواز میں ہے کیونکہ تحقیق سے یہی ثابت ہو رہا ہے کہ ٹیکہ سے دوا دماغ اور جوفِ معدہ میں نہیں جاتی اور فسادِ صوم میں علت یہی ہے کہ معدہ یا دماغ میں دوا کا وصول ہو۔ لہذا جو (کچھ) کہ میرے فاضل دوست مفتی احمد حسین صاحب دامت برکاتہم نے تحریر فرمایا ہے وہ درست ہے۔ **واللہ اعلم بالصواب**۔

(مولانا) محمد مہر الدین عفی عنہ چاہ میراں۔ لاہور

حرف آغاز

فقیر حیدری رضوی غفر اللہ تعالیٰ لہ نے ۱۳۹۸ھ میں ''روزہ اور انجکشن'' کے عنوان سے ایک فتویٰ لکھ کر حضرت علامہ مولانا شیخ الحدیث محمد مہر الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں جب کہ آپ جامعہ عثمانیہ سیکٹر ایف ون میر پور آزاد کشمیر میں دورۂ قرآن مجید پڑھانے کے لئے تشریف فرما تھے پیش کیا۔ حضرت مولانا موصوف نے اس مضمون کو ملاحظہ فرمانے کے بعد اس کی زبانی تصویب فرمائی۔ پھر اس فقیر کی التماس پر اپنے قلم مبارک سے اس پر تقریظ بھی تحریر کی۔ جس میں آپ نے اس مضمون کے مندرجات کی تصدیق فرمائی **فجزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء فی الآخرۃ** آمین۔

چونکہ یہ مسئلہ کثیر الوقوع ہے۔ اس لئے اس کو نئے انداز میں ترتیب دے کر اب دوبارہ شائع کرانے کی سعادت حاصل کی جارہی ہے اللہ تعالیٰ اسے ذریعۂ ہدایت بنائے آمین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدلله الذی هدانا للاسلام والصلوٰة والسلام علیٰ خیرا لانام وعلیٰ اٰله واصحابه ذوی المجد والاکرام. اما بعد:

روزہ کا شرعی مفہوم

امام ابوالاخلاص شرنبلالی حنفی کتاب مستطاب مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں لکھتے ہیں۔

هوالامساک نهاراً عن ادخال شئی سوآء کان یؤکل عادةً اوغیرها عمداً اوخطاءً سوآء ادخله بطناً من الفم اوالانف اومن جراحةٍ فی الباطن تسمی الجائفة اوادخله فی ماله حکم الباطن وهوالدماغ کدواء الآمة۔ یعنی روزہ اس چیز کا نام ہے کہ دن میں کسی شئے کو خواہ وہ عادتاً کھائی جاتی ہے یا اس کے کھائے جانے کی عادت نہیں۔ منہ، ناک، یا پیٹ کے زخم سے عمداً یا خطاء جوف معدہ یا سر کے گہرے زخم سے جوف دماغ میں داخل کرنے سے روکا جائے۔

امام احمد طحطاوی اس کی شرح میں لکھتے ہیں۔ (قولهٗ من الفم) متعلق بادخله ومثل ماذکرما ادخله فی دبره اواقطره فی احلیله او اذنه۔ یعنی دبر۔ ذکر اور کان کے راستہ سے کوئی شئے جوفِ معدہ یا جوفِ دماغ میں پہنچانے کا حکم بھی وہی ہے جو منہ، ناک وغیرہما کی راہ سے پہنچانے کا ہے یعنی اس سے بھی روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔

اور درمختار میں فرمایا۔ اواحتقن اواستعط فی انفه شیئاً اواقطر فی اذنه دهناً اوداوٰی جائفةً اوآمةً فوصل الدوآء حقیقةً الیٰ جوفهٖ اودماغهٖ اوابتلع حصاةً ونحوها مما لایأکله الانسان او یعافه اویستقذرهٗ یعنی اگر روزہ دار کوئی چیز دبر میں ڈالے یا ناک میں ٹپکائے یا کان میں تیل ڈالے یا پیٹ کے زخم میں یا دماغ کے زخم میں دوائی لگائے اور وہ حقیقی طور پر جوف معدہ یا جوف دماغ میں پہنچ جائے یا وہ کنکری وغیرہ ایسی شئے نگل لے جو کھائی نہیں جاتی یا اس کے کھانے سے طبیعت اکتائے یا اظہار نفرت کرے تو ان سب صورتوں میں روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔

امام ابن عابدین شامی اپنے حواشی میں لکھتے ہیں۔ المعتبر حقیقة الوصول یعنی دوا یا غذا کا جوف میں حقیقی طور پر پہنچنے کا اعتبار ہے۔

اورامام حدادی شرح قدوری میں لکھتے ہیں۔ وفی المصفے الاعتبار بالوصول رطباً کان اویابساً فان لم یتحقق وصول الرطب لایفطر ولوعلم وصول الیابس افطر وھذا ھو الصحیح ۔مصفٰے نامی کتاب میں ہے کہ اعتبار جوف میں دوا کے پہنچنے کا ہے۔خواہ وہ تر ہو یا خشک یہاں تک کہ اگر یہ معلوم ہوجائے کہ تر دوا جوف میں نہیں پہنچی ہے تو اس سے روزہ فاسد نہ ہوگا اور اگر یہ معلوم ہوجائے کہ خشک دوا جوف میں پہنچ گئی ہے تو فاسد ہوجائے گا۔اور یہی صحیح ہے۔

اور درمختار میں ہے ومفادہ ان استقرار الداخل فی الجوف شرط للفساد بدائع۔یعنی بدائع الصنائع میں ہے کہ روزہ ٹوٹنے کے لئے شرط یہ ہے کہ جوف میں داخل ہونے والی چیز وہاں حقیقی قرار پکڑے۔

ان سب عبارات کا ماحاصل یہ ہے کہ روزہ کی حالت میں اگر کوئی شئے جوف معدہ یا جوف دماغ میں منافذ اصلیہ یا منافذ غیر اصلیہ منہ، ناک، کان، دبر، فرج، ذکر اور پیٹ کے زخم یا دماغ کے زخم کی راہ سے پہنچ کر حقیقی قرار پکڑے تو اس سے روزہ فاسد ہوجاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

جو شئے مسام کے راستے سے داخل بدن ہو وہ مفسد صوم نہیں

علمائے احناف نے اس بات کی بھی تصریح کی ہے کہ جو شئے مسام کے راستہ سے بدن میں داخل ہو وہ مفسد صوم نہیں۔امام ابن عابدین شامی لکھتے ہیں قال فی النھر لان الموجود فی حلقہ اثر داخل من المسام الذی ھو خلل البدن والمفطر انما ھو الداخل من المنافذ ۔یعنی اگر روزہ دار سرمہ آنکھ میں ڈالے اور اس کا اثر حلق میں محسوس کرے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ کیونکہ یہ اثر مسام کی راہ سے پہنچا ہے۔ اور روزہ منافذ کی راہوں سے کسی شئے کے پہنچنے سے ٹوٹتا ہے۔

اورامام فخر الدین زیلعی لکھتے ہیں والداخل من المسام لاینافیہ ۔جو شئے مسام کی راہ سے بدن میں داخل ہو وہ روزہ کے منافی نہیں ہے۔

اورامام حسن شرنبلالی لکھتے ہیں اذلاعبرۃ بمایکون من المسام یعنی جو شئے مسام کی راہ سے داخل بدن ہو وہ روزہ کے منافی نہیں ہے۔

ٹیکہ لگوانے کی صورتیں

اس مختصر تمہید کے بعد اب ٹیکہ لگوانے کی صورتیں ذکر کی جاتی ہیں وباللہ التوفیق ٹیکہ لگوانے کی یہ تین صورتیں ہیں۔

(۱) ٹیکہ گوشت میں لگایا جائے۔ (۲) ٹیکہ خون میں لگایا جائے۔ (۳) ٹیکہ جوف معدہ یا جوف دماغ میں لگایا جائے۔ تیسری صورت کا حکم ہماری بیان کردہ تمہید ہی سے ظاہر ہے کہ اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ للوصول الی الجوف حقیقۃً ولانہ فی معنی الجائفۃ او الآمۃ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

باقی دو صورتوں میں ٹیکہ لگانے کا شرعی حکم

پہلی دو صورتوں میں روزہ فاسد ہونے کی کوئی وجہ موجود نہیں کیونکہ جو ٹیکہ گوشت یا خون میں لگایا جائے وہ خون میں متلاشی ہو جاتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ خون کا دورہ جوف معدہ یا جوف دماغ میں نہیں ہوتا اس لئے دوا کا جوف معدہ یا جوف دماغ میں پہنچنا نہ پایا جائے گا اس لئے روزہ فاسد نہیں ہوگا۔

علمائے اہل سنت کے فتاویٰ مبارکہ

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ کی مزید وضاحت کے لئے یہاں علمائے اہل سنت بریلی کے چند فتاویٰ مبارکہ پیش کئے جائیں۔ وباللہ التوفیق۔

مفتی اعظم پاکستان کا فتویٰ

حضرت مفتی اعظم پاکستان علامہ ابوالبرکات سید احمد شاہ صاحب قادری مہتمم حزب الاحناف لاہور لکھتے ہیں۔

سوال: فوج میں یہ قانون ہے کہ فوجی ملازموں کو انجکشن لگائے جاتے ہیں تو کیا ایک شخص روزے کی حالت میں ہے اگر وہ انجکشن لگوائے گا تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔ (سید محمد شاہ راولپنڈی)

جواب: جو چیز منافذ کے ذریعے جوف دماغ یا جوف معدہ میں داخل کی جائے گی روزہ کو فاسد کر دے گی اور انجکشن سے بعینہٖ دوا یا غذا جوف معدہ یا جوف دماغ میں نہیں داخل کی جاتی بلکہ خون میں مل کر اس کا اثر مرتب ہوتا ہے لہٰذا روزہ فاسد نہ ہوگا۔ البتہ بحالت صوم انجکشن سے منع کیا جائے گا کہ تعریض علی الفساد ہے کہ بعض انجکشنوں سے بخار وغیرہ عوارض لاحق ہو جاتے ہیں اور ان کی وجہ سے روزہ دار روزہ توڑنے پر مجبور ہو جاتا ہے لہٰذا احتراز کیا جائے واللہ اعلم اور جن انجکشنوں میں بعینہٖ دوا یا غذا جوف معدہ یا جوف دماغ میں داخل کی جاتی ہے وہ یقیناً مفسد صوم ہیں۔ (پندرہ روزہ رضوان۔ لاہور۔ بابت ۲ فروری ۱۹۶۱ء)

مفتی عبدالقیوم ہزاروی کا فتویٰ

اور علامہ مفتی عبدالقیوم ہزاروی ناظم اعلیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور اپنے فتویٰ میں لکھتے ہیں۔ اس تمہید کے بعد ٹیکہ کی صورت کوملحوظ رکھا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ ٹیکہ کی صورت یہ ہے کہ سوئی کے ذریعے گوشت یا عروق میں دوا داخل کی جاتی ہے جو کہ گوشت کی رطوبت میں مل کر بدن میں سرایت کرتی ہے اور عروق کی صورت میں بھی خون میں مل کر تمام بدن کی شرائین (عروق) میں دوران کرتی ہے اور بدن کو اثر پہنچاتی ہے۔ ان دونوں صورتوں میں سے کسی صورت میں بھی فساد صوم کی وجہ نہیں پائی جاتی کیونکہ بدن میں داخل ہونے والی چیز سے فسادِ صوم کے لئے معیار فطر صوری یا معنوی ہے ٹیکہ کی کسی صورت میں بھی یہ معیار نہیں کیونکہ گوشت اور عروق نہ تو جوف معدہ ہیں تاکہ حقیقۃً وصول الی الجوف پایا جائے اور نہ ہی یہ جوف معدہ یا جوف دماغ کے لئے منافذ اصلیہ ہیں تاکہ استقرار اور وصول الی الجوف کی دلیل پائی جائے اور نہ ہی منافذ غیر اصلیہ ہیں۔ (آمہ یا جائفہ یا کوئی بھی منافذ اصلیہ کے جوف تک گہرا زخم) تاکہ حقیقتاً وصول الی الجوف کا ظن غالب پایا جائے اور فقہاء نے مطلق اور عام جوف کو فساد صوم کے لئے معیار نہیں ٹھہرایا۔ تاکہ گوشت اور عروق کو جوف قرار دے کر روزہ کے فساد کا حکم کیا جائے۔ زیادہ سے زیادہ ٹیکہ یا انجکشن سے جوف میں اثر پہنچتا ہے اور وہ بھی مسام کے ذریعہ سے اور یہ معیار فساد صوم کے لئے نہیں ہے۔ فتح القدیر، شامی، مراقی الفلاح، طحطاوی اور بحرالرائق وغیرہ کتب میں ہے **لو اکتحل لم یفطر سوآء وجد طعمہ فی حلقہ او لونہ فی بزاقہ او نخامتہ لان الموجود فی حلقہ اثر داخل من المسام والمفطر الداخل من المنافذ کالمدخل والمخرج لا من المسام الذی ھو خلل البدن لاتفاق من اغتسل فی مآء بارد فوجد بردہ فی بطنہ لایفطر**۔ اگر روزہ دار سرمہ ڈالے تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا اگرچہ وہ اپنے حلق میں سرمہ کا ذائقہ پائے یا تھوک یا ناک کے پانی میں سرمہ کا رنگ دیکھے کیونکہ حلق میں جو سرمہ داخل ہوا ہے یہ مسام کی راہ سے داخل ہوا ہے۔ اور روزہ توڑنے والی وہ شئے ہوتی ہے جو منافذ مثلاً داخل اور خارج ہونے والی جگہوں سے داخل ہو نہ کہ مسام کی راہ سے کیونکہ فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر روزہ دار ٹھنڈے پانی سے غسل کرے اور پیٹ میں ٹھنڈک محسوس کرے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اس عبارت سے واضح ہو گیا کہ مسام کے ذریعہ پیٹ میں داخل ہونے والے اثر سے روزہ فاسد نہیں ہوتا بلکہ معینہ منافذ کے ذریعے داخل ہونے والی چیز سے ہی روزہ

فاسد ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ ٹیکہ یا انجکشن میں فساد صوم کی کوئی وجہ نہیں پائی جاتی۔ اور جو صورت اس میں پائی جاتی ہے وہ مفسد صوم نہیں ہے۔ باقی رہا یہ شبہ کہ ٹیکہ اور انجکشن سے قوت اور غذائیت حاصل ہوتی ہے لہذا روزہ کی غرض و غایت کے منافی ہے تو یہ درست ہے مگر اس کا فساد صوم سے کیا تعلق؟ حالانکہ کسی شئے کی غرض و غایت کے عدم سے نفس شئے کا عدم لازم نہیں آتا کیونکہ علت غائیہ کے بغیر بھی شئے کا وجود پایا جاسکتا ہے۔

(رسالہ رضائے مصطفٰے گوجرانوالہ۔ بابت ذیقعد ۱۳۸۶ھ)

الحمدللہ ان ہر دو فتاویٰ مبارکہ سے یہ روز روشن کی طرح روشن و عیاں ہوا کہ جلدی اور وریدی انجکشن سے روزہ فاسد نہیں ہوتا واللہ اعلم بالصواب۔

بحالت روزہ انجکشن لگوانا بعض صورتوں میں ممنوع ہے

اب رہا یہ سوال کہ آیا بحالت روزہ ٹیکہ لگوانا منع ہے یا نہیں تو اس بارہ میں ہمارے علمائے اہلسنت بعض صورتوں میں ممانعت کا قول کرتے ہیں۔ چنانچہ مفتی اعظم پاکستان مولانا سید ابوالبرکات شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ البتہ بحالت صوم انجکشن سے منع کیا جائے گا کہ تعریض علی الفساد ہے کہ بعض انجکشنوں سے بخار وغیرہ عوارض لاحق ہوجاتے ہیں اور ان کی وجہ سے روزہ دار توڑنے پر مجبور ہوجاتا ہے۔ لہذا احتراز کیا جائے۔

اس سے صاف معلوم ہوا کہ ٹیکہ لگوانے سے اگر اتمام صوم پر قوت ملتی ہو اور ٹیکے بوقت ضرورت لگوائے جائیں تو اس میں ممانعت کی کوئی وجہ نہیں۔ **واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔**

اور علامہ مفتی عبدالقیوم ہزاروی اپنے فتویٰ میں لکھتے ہیں۔ "ہاں عدم غایت عدم کمال کو ضرور مستلزم ہے۔ اسی لئے علماء کرام بغیر ضرورت ٹیکہ لگوانے سے منع کرتے ہیں۔

اس سے صاف ظاہر ہوا کہ ضرورت کے مطابق ٹیکے لگوانا ممنوع نہیں **لان مفهوم العبارات معتبر فی الفتاویٰ والمصنفات کمالا یخفی واللہ تعالیٰ اعلم۔**

اور مفتی سید مسعود علی شاہ صاحب قادری لکھتے ہیں۔ "روزہ کی حالت میں فصد کھلوانا ٹیکے لگوانا مکروہ نہیں، جبکہ ضعف کا اندیشہ نہ ہو۔ اور اگر کمزوری کا اندیشہ ہو تو مکروہ ہے۔ مغرب کے بعد لگوائے"۔

(ماہنامہ ترجمان اہل سنت بابت رمضان ۱۳۹۸ھ)

راقم الحروف کا مؤقف

فقیر راقم الحروف حیدری رضوی غفراللہ لہٗ کی رائے میں اس بارہ میں تفصیل کا لحاظ ضروری ہے یعنی ٹیکہ کو دیکھا جائے کہ وہ بخار آور ہے یا کہ قوت بخش۔ اگر بخار آور اور بدنی کمزوری پیدا کرنے والا ہے تو ضرور اس سے اجتناب کیا جائے گا۔ امام حسن شرنبلالی فرماتے ہیں **وکرہ لہٗ فعل ماظن انہٗ یضعفہٗ عن الصوم کالفصد والحجامۃ والعمل الشاق لمافیہ من تعریض الافساد**۔ یعنی روزہ دار کے لئے ہر وہ کام مکروہ ہے جس کی وجہ سے کمزوری پیدا ہو اور روزہ کا پورا کرنا دشوار ہو جیسا کہ فصد کھلوانا، پچھنے لگوانا یا کوئی محنت طلب کام کرنا، کیونکہ اس میں فساد صوم پر تعریض پائی جاتی ہے۔ (مراقی الفلاح)

اور اگر ٹیکہ قوت بخش ہے تو پھر جس شخص کو ٹیکہ لگایا جا رہا ہے اس کی بدنی حالت دیکھی جائے یعنی اگر وہ روزہ پورا کرنے کی قدرت رکھتا ہے تو اسے ٹیکہ نہ لگایا جائے کہ ابھی گزرا کہ علمائے کرام بے ضرورت ٹیکہ لگانے سے منع کرتے ہیں اور اگر وہ بیمار ہے یا کمزور یا بوڑھا ہے کہ بغیر ٹیکہ لگائے روزہ پورا نہیں کر سکتا اور دن میں ٹیکہ لگانے سے اسے اتنی قوت مل سکتی ہے کہ وہ اس کی وجہ سے روزہ مکمل کر سکے تو اس صورت میں اسے ٹیکہ لگانا جائز بلکہ مستحب ہے اس پر درج ذیل چار فقہی جزئیات شاہد عدل کی حیثیت رکھتی ہیں۔

وھی ھذہٖ

ا۔ سحری کھانے کو شرع نے مستحب قرار دیا ہے کیونکہ وہ اتمام صوم میں ممد و معاون ہے۔ علامہ شرنبلالی فرماتے ہیں۔ **ویستحب لہٗ ثلاثۃ اشیآء السحور**۔ روزہ دار کے لئے تین کام مستحب ہیں پہلا یہ کہ وہ سحری کھائے امام طحطاوی اس کی شرح میں لکھتے ہیں **والبرکۃ حصول التقویٰ بالسحور** یعنی سحری کھانے سے روزہ کے اتمام پر جو قوت ملتی ہے اسے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے برکت کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے بہر حال سحری کا جو کھانا اتمام صوم میں ممد و معاون ہوا سے شرع نے محبوب رکھا ہے واللہ اعلم۔

۲۔ تاخیر سحری کو شرع نے مستحب ٹھہرایا کیونکہ اس سے اتمام صوم میں مدد ملتی ہے۔ درمختار میں ہے۔ **ویستحب السحور وتاخیرہ** سحری کھانا اور سحری کھانے میں تاخیر کرنا مستحب ہے۔ علامہ شامی اس کی وجہ ان الفاظ میں لکھتے ہیں۔ **لان معنی الاستعانۃ فیہ ابلغ بدائع** یعنی بدائع الصنائع میں ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں روزہ کے اتمام میں مدد ملنے کا معنی زیادہ پایا جاتا ہے۔

۳۔ٹھنڈک حاصل کرنے اور گرمی دور کرنے کے لئے غسل اور کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا اور تر کپڑا جسم پر لپیٹنا بلا کراہت جائز ہے کیونکہ ان امور سے اتمام صوم پر معاونت ملتی ہے مراقی الفلاح میں ہے ولا یکرہ لہ المضمضة والاستنشاق وقد فعلهما بغير وضوء ولا الاغتسال ولا التلفف بثوب مبتل قصد ذلك للتبرد ورفع الحر علىٰ المفتىٰ به وهو قول ابى يوسف لان النبى صلے الله عليه وسلم صب علىٰ رأسه الماء وهو صائم من العطش او من الحر رواه ابو داؤد وكان ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما يبل الثوب ويلفه عليه وهو صائم ولان بهذا عوناً على العبادة دفعاً للضجر الطبعى وكرهها ابو حنيفة لمافيه من اظهار الضجر فى اقامة العبادة ۔یعنی اگر روزہ دار ٹھنڈک حاصل کرنے اور گرمی دور کرنے کے لئے کلیاں کرے یا ناک میں پانی ڈالے یا غسل کرے یا تر کپڑا جسم پر لپیٹے تو مفتیٰ بہ قول پر اس میں کراہت نہیں ہے اور یہ امام ابو یوسف کا قول ہے کیونکہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے گرمی یا پیاس کی وجہ سے روزہ کی حالت میں اپنے سر پر پانی ڈالا تھا اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روزہ کی حالت میں اپنے جسم پر تر کپڑا لپیٹا کرتے تھے اور اس کی عقلی وجہ یہ ہے کہ ایسا کرنے سے اتمام روزہ پر مدد ملتی ہے اور طبعی تنگ دلی بھی دور ہو جاتی ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایسا کرنا اس وجہ سے مکروہ قرار دیا ہے کہ اس سے ادائیگی عبادت میں تنگ دلی کا اظہار ہوتا ہے۔ پھر امام طحطاوی نے امام صاحب کی اس دلیل کا جواب دیتے ہوئے فرمایا واجيب بان فيه اظهار ضعف بنية وعجز بشرية فان الانسان خلق ضعيفاً وليس المقصد اظهار التضجر فى امر العبادة ۔یعنی تر کپڑا لپیٹنے سے اس بات کا اظہار ہوتا ہے کہ انسان کی خلقت کمزور ہے اور اس کی بشریت میں عجز موجود ہے کیونکہ انسان کو ضعف کی حالت میں پیدا کیا گیا ہے اور اس سے یہ مقصود نہیں ہوتا کہ عبادت کی ادائیگی میں تنگ دلی کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۴۔اگر کوئی شخص روزہ دار کو بھولے سے کھانا کھاتے ہوئے دیکھے تو اگر وہ کمزور ہے تو اسے روزہ یاد نہ دلایا جائے اور اگر قوی ہے تو یاد دلایا جائے۔ درمختار میں فرمایا ويذكره لو قويا والالا ۔یعنی اگر وہ روزہ پر قدرت رکھتا ہے تو اسے روزہ یاد دلائے ورنہ یاد نہ دلائے اور مراقی الفلاح میں ہے وان كان للناسى قدرة على اتمام الصوم الى الليل بلامشقة ظاهرة كشاب قوى يذكر به من راه ياكل وان تركه كره عدم تذكيره فى المختار كذا فى الفتح یعنی اگر روزہ کی حالت میں بھولے سے کھانے والے کو رات آنے

تک روزہ رکھنے کی بظاہر قدرت ہے مثلاً وہ قوت والا جوان ہے تو اسے دیکھنے والا روزہ یاد دلائے اور اگر وہ یاد نہ دلائے تو اس میں کراہت ہے اور فتح القدیر میں اس قول کو مختار بتایا ہے۔

امام طحطاوی اپنی شرح میں لکھتے ہیں قوله کره ای تحریماً یعنی مراقی الفلاح کی اس عبارت میں کراہت سے مراد تحریمی ہے واللہ اعلم بالصواب۔

الحاصل ان چار فقہی جزئیات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے فقہاء نے ہر اس عمل کو پسند رکھا ہے جو روزہ پورا کرنے میں ممد و معاون ہو بشرطیکہ اس سے روزہ کی حکمت فوت نہ ہوتی ہو۔ مراقی الفلاح میں ہے لاینبغی الافراط فی السحور لمنعه الحکمة المقصودة۔ سحری کھانے میں افراط سے کام نہیں لینا چاہیے کیونکہ اس سے روزہ کی حکمت مقصودہ فوت ہو جاتی ہے۔

امام طحطاوی حکمت مقصودہ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

یعنی روزہ کا مقصود تھوڑی سی بھوک کا مزہ چکھنا ہے تاکہ وہ مسکینوں پر رحم کرے اور اسے اس کی مشقت کے اندازہ پر ثواب ملے۔

اور ہمارے فقہاء نے ہر اس کام کو ناپسند رکھا ہے جو روزہ پورا کرنے میں خلل انداز ہو اور اس سے بدنی کمزوری پیدا ہو جانے کا امکان ہو۔ ولہذا آج کل کے دور میں ٹیکوں اور بیماریوں کے حالات پر پوری پوری نظر ڈال کر حکم لگانا چاہیے اور ہر قسم کے انسانوں اور ہر قسم کے ٹیکوں کے لئے ایک ہی حکم دینا مناسب نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

روزہ کی حالت میں نیکو کار مسلمان ڈاکٹر سے ٹیکہ لگوایا جائے

چونکہ روزہ کی حالت میں ٹیکہ لگانے کی اجازت صرف ضرورت کی موجودگی میں ہے اس لئے ضروری ہے کہ روزہ کی حالت میں صرف نیکو کار مسلمان حکیموں ڈاکٹروں سے جو علم الابدان کے حامل مرہم پٹی کی واقفیت رکھنے والے ہوں ان سے مشورہ لے کر ٹیکہ لگوایا جائے اور ہر ایرے غیرے کے کہنے پر ٹیکہ نہ لگوایا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۱۳ رجب ۱۴۱۲ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پینتیسواں مقالہ

داڑھی کی شرعی حدود

کا تحقیقی بیان

نظم

خدا کی خاص رحمت مومنو مسنون داڑھی ہے
سراپا خیر و برکت مومنو مسنون داڑھی ہے

شعارِ اہلِ سنت مومنو مسنون داڑھی ہے
دلیلِ نیک خصلت مومنو مسنون داڑھی ہے

ثوابِ صد شہیداں ہے اجر مسنون داڑھی کا
بہت اچھی عبادت مومنو مسنون داڑھی ہے

نہ منڈواؤ، نہ کترواؤ نصاریٰ کی طرح داڑھی
حبیبِ حق کی سنت مومنو مسنون داڑھی ہے

رکھو داڑھی نہ بدلو اپنی شکلیں داڑھی منڈوا کر
حقیقی زیب و زینت مومنو مسنون داڑھی ہے

ڈھالو اپنی شکلیں مصطفےٰ کی شکل وصورت میں
سعادت کی علامت مومنو مسنون داڑھی ہے

بچاتی ہے گناہوں سے، چھڑاتی ہے بلاؤں سے
دلاتی عزّ و عظمت مومنو مسنون داڑھی ہے

عورت کی ہے چوٹی جس طرح زینت اسی صورت
ہماری زیب و زینت مومنو مسنون داڑھی ہے

یہ قاسمؔ کا عقیدہ ہے خُدا کی مہربانی سے
کہ سامانِ قیامت مومنو مسنون داڑھی ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدلله ربّ العالمین والصلوٰة والسلام علیٰ رسوله محمد واله واصحابه اجمعین اما بعد:-

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارہ میں کہ ''نیچے کے ہونٹ کے نیچے وسط میں ذرا سے بال چھوڑ کر جو ادھر اُدھر سے منڈواتے ہیں۔ فنیکین۔ کیا یہ داخل ریش ہیں یا نہیں؟ ہمارے علاقہ میں ایک مولوی صاحب بایں روایت منع فرما رہے ہیں کہ حضرت امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اس کی گواہی رد فرماتے جو کوئی انہیں منڈواتا اور امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز نے بھی ایسے شخص کی گواہی رد فرمائی۔ بقول مولوی صاحب علماء نے بھی اس کی تصریح فرمائی ہے۔

اگر بقول مولوی صاحب اس فعل کو ممنوع قرار دیا جائے اور مذکورہ روایت کو صحیح مان لیا جائے تو پھر دور حاضر کے بہترین علمائے کرام، صوفیائے عظام اور مشائخ کرام جو ایسا کرتے نظر آتے ہیں تو کیا یہ سب کے سب ممنوع فعل کے مرتکب گردانے جائیں گے؟ جبکہ ان کی شان یہ ہے من احب العلم والعلماء لم یکتب خطیئتهٗ۔ (جو علم اور علماء سے محبت کرے اس کے گناہ لکھے نہیں جاتے)۔ (فوائد الفوائد ص۲۳۶) بینوا توجروا۔

(السائل محمد بشیر الدین علوی۔ ٹیکسلا کینٹ۔ ضلع راولپنڈی)

الجواب: بتوفیق اللہ الوھاب عزوجل۔

داڑھی مرد کی زینت ہے

اللہ تعالیٰ نے مردوں کو داڑھی سے زینت بخشی ہے۔ اور یہ عطیۂ خداوندی مرد اور عورت میں مابہ الامتیاز کی حیثیت رکھتا ہے۔ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی فرماتے ہیں۔ ''امام زیلعی تبیین الحقائق میں، علامہ اتقانی غایۃ البیان میں اور علامہ طوری تکملۂ بحر میں یہ سب علماء کتاب الجنایات میں اور امام حجۃ الاسلام محمد غزالی کیمیائے سعادت میں ذکر کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان

للہ ملائکۃ تسبیحھم سبحان من زین الرجال باللحی والنسآء بالقرون والذوائب لیس عند الاتقانی فی نسختی لفظ القرون ۔(ترجمہ) بے شک اللہ عزوجل کے کچھ فرشتے ہیں جن کی تسبیح یہ ہے۔ پاکی ہے اسے جس نے مردوں کو داڑھیوں سے اور عورتوں کو گیسوؤں سے زینت دی۔ بلکہ داڑھی چوٹی سے بھی زیادہ وجہ امتیاز ہے کہ مرد چوٹی بنا سکتا ہے۔ (یعنی کانوں کی لو تک سر کے بال رکھ سکتا ہے) اور عورت داڑھی نکال نہیں سکتی"۔ (فتاوٰی رضویہ۔ جلد دہم۔ حصہ اول ص ۱۳۳)

چونکہ داڑھی مرد کے حق میں زینت ہے اس لئے شرع شریف نے اسے مزید زینت بخشنے کے لئے درج ذیل کاموں کی ترغیب دی ہے۔

(۱) داڑھی کی لمبائی ایک قبضہ کی مقدار تک ہو۔ اس سے قدرے لمبی ہو جائے تو اس کی بھی اجازت ہے۔ بشرطیکہ یہ زیادتی بدنمائی کا سبب نہ بنے۔ عارف باللہ نابلسی کتاب مستطاب الحدیقۃ الندیۃ فی الطریقۃ المحمدیۃ میں لکھتے ہیں۔ وفی الاختیار شرح المختار والتقصیر فی اللحیۃ سنۃ وھو ان یقبض الرجل لحیتہٗ فمازاد علیٰ قبضتہ قطعہ لان اللحیۃ زینۃ وطولھا الفاحش خلاف الزینۃ ۔(ترجمہ) کتاب الاختیار شرح المختار میں ہے کہ داڑھی کو کم کرنا سنت ہے اور وہ اس طرح سے ہے کہ مرد اپنی داڑھی کو اپنی مٹھی میں لے پھر جو بال اس سے زائد ہوں انہیں کاٹ دے۔ کیونکہ داڑھی زینت ہے اور بے حد لمبی داڑھی زینت کے خلاف ہے۔ (الحدیقۃ الندیۃ۔ جلد دوم ص ۵۸۵)

(۲) داڑھی کے بال سفید ہو جائیں تو انہیں مہندی وغیرہ سے سرخ یا زرد کیا جائے۔ حضرت سعید بن ابی سعید سے روایت ہے کہ ابن جریج نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو اپنی داڑھی پیلا کرتے ہوئے دیکھا تو اس بارہ میں ان سے دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا اما تصفیری لحیتی فانی رأیت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یصفر لحیتہٗ ۔ میرا اپنی داڑھی کو زرد کرنا تو اس کا سبب یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ وہ اپنی داڑھی زرد کرتے ہیں۔ (سنن ابن ماجہ)

۳۔ داڑھی میں وضو کرتے وقت خلال کیا جائے۔ تاکہ خلال کرنے سے داڑھی کے بکھرے ہوئے بال سیدھے ہو جائیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں روایت ہے۔ کان یاخذ المسک ویکثر دھن رأسہ ویسرح لحیتہ۔ آپ خوشبو لیتے تھے۔ اپنے سر میں تیل بکثرت استعمال کرتے تھے اور اپنی داڑھی میں کنگھی کرتے تھے۔ (جامع صغیر)

اور ایک روایت میں ہر وضو کے بعد کنگھی کرنے کا بھی ذکر ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔
تسریح اللحیة عقب کل وضوء ینفی الفقر۔ ہر وضو کے بعد کنگھی کرنا فقر و فاقہ کو دور کرتا ہے۔
(کنوز الحقائق)

۵۔ داڑھی کو بہت بڑھا کر اس کے بالوں میں گرہ نہ لگائی جائے۔ رویفع بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یارویفع لعل الحیاة ستطول بک بعدی فاخبر الناس انہ من عقد لحیتہ اوتقلد وترا اواستنجیٰ برجیع دآبة اوعظم فان محمداً بریٔ منہ۔ اے رویفع! میں امید کرتا ہوں کہ میرے بعد تو عمر دراز پائے گا تو لوگوں کو یہ خبر دینا کہ جو اپنی داڑھی باندھے یا کمان کا چلہ گلے میں لٹکائے یا کسی جانور کی لید گوبر یا ہڈی سے استنجاء کرے تو بے شک محمد صلے اللہ علیہ وسلم اس سے بیزار ہیں۔ (فتاوٰی رضویہ۔ جلد دہم حصہ اول۔ ص ۱۲۸)

۶۔ داڑھی سنوارنے میں لاپرواہی نہ برتی جائے۔ امام مالک حضرت عطاء بن یسار سے روایت بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی شریف میں تشریف فرما تھے۔ فدخل رجل ثائرالرأس واللحیة فاشا رالیہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیدہ کانہٗ یأمرہ باصلاح شعرہ ولحیتہ ففعل ثم رجع فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الیس ھذا خیراً من ان یأتی احدکم وھو ثائر الرأس کانہٗ شیطان۔ ایک شخص اس حال میں داخل ہوئے کہ ان کے سر اور داڑھی کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے ان کے لئے اشارہ فرمایا گویا آپ انہیں سر اور داڑھی کے بال سنوارنے کا حکم دیتے ہیں۔ وہ شخص چلے گئے پھر بال سنوار کر آئے تو آپ نے فرمایا کیا یہ بات اس بات سے اچھی نہیں کہ کوئی شخص اپنے سر کے بال بکھیرے ہوئے ہو گویا وہ شیطان ہے۔ (مشکوٰة فی باب الترجل)

۷۔ داڑھی کا خط بنانے میں سستی نہ کی جائے۔ درج بالا حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ داڑھی کا خط بنانے میں سستی برتنا بھی شرع شریف کو ناپسند ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

داڑھی اپنی حدود شرعیہ میں باعث زینت ہوگی

یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس سے ثابت ہوا کہ داڑھی مرد کی زینت ہے پھر اس زینت کو

مزید مزین کرنے کے لئے شرع شریف نے چند افعال کی ترغیب دی ہے۔ظاہر ہے کہ شرع شریف نے داڑھی کو بطور زینت لازم کرنے کے لئے اس کے طول وعرض میں حدود قائم کی ہوں گی اس لئے ان حدود کو ہم بیان کرتے ہیں۔وباللہ التوفیق۔

داڑھی کا طول ایک قبضہ ہے

حدیقہ ندیہ کے حوالے سے کتاب الاختیار شرح المختار کی یہ عبارت پیچھے گزری ہے۔**والتقصير في اللحية سنة وهو ان يقبض الرجل لحيته فما زاد على قبضته قطعه لان اللحية زينة وطولها الفاحش خلاف الزينة۔** (ترجمہ) داڑھی کو کم کرنا سنت ہے۔اوروہ اس طرح سے ہے کہ مرد اپنی داڑھی کو اپنی مٹھی میں لے پھر جو بال اس سے زائد ہوں انہیں کاٹ دے کیونکہ داڑھی زینت ہے اور بے حد لمبی داڑھی زینت کے خلاف ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ شرع شریف نے لمبائی میں داڑھی کی حد ایک مشت رکھی ہے لہذا اس حد سے داڑھی کو کم کرنا شرعی حد کی خلاف ورزی ہے۔واللہ اعلم

داڑھی کے عرض کی حدود

داڑھی کے عرض کی حدود کے بارہ میں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے درج ذیل دو فتوے ملاحظہ ہوں۔

اعلیٰ حضرت کا پہلا فتویٰ

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا احمد رضا خان قادری قدس سرہٗ کے فتاوی مبارکہ کی جلد دہم حصہ اول ص ۸۶ پر یہ فتویٰ موجود ہے۔''مخدوم ومطاع نیاز مندانا''۔آداب نیاز کے بعد عرض پرداز مسائل ذیل کے جواب عنایت فرمائے جاویں۔

(۱) داڑھی کا ارسال تا بہ یک مشت تو معلوم ہے مگر اس کے حدود کہاں تک ہیں یعنی چہرہ پر کل بال خواہ آنکھوں تک کیوں نہ ہوں داخل ریش ہیں یا کہاں تک اور خط بنوانے میں کہاں تک احتیاط مناسب ہے؟

(۲) نیچے کے ہونٹ کے نیچے جو وسط میں ذرا سے بال چھوڑ کر ادھر اُدھر منڈواتے ہیں ان کا منڈوانا

درست ہے یا کچھ نہ منڈوائے خواہ لب زیریں کے نیچے سب بال ہی بال ہوں اور سوامنہ کے کوئی جگہ بچی نہ ہو؟

(۳) بال سر کے چھوڑنا تا بگوش خواہ دوش تک یا سارے سر کی حجامت کرانا تو معلوم ہے لیکن چھوٹے چھوٹے بال بقدر تین چار حجامتوں کے رکھنا جیسا کہ آج کل شائع ہے اور پھر گردن پر سے ان کی درستی اور گردن کی صفائی یہ کہاں تک جائز ہے؟ زیادہ نیاز۔

(مولوی نورالدین احمد صاحب محلہ ڈاگ۔ گوالیار)

الجواب

جواب سوال اول

داڑھی قلموں کے نیچے سے کنپٹیوں جبڑوں ٹھوڑی پر جمتی ہے۔ اور عرضاً اس کا بالائی حصہ کانوں اور گالوں کے بیچ میں ہوتا ہے۔ جس طرح بعض لوگوں کے کانوں پر رونگٹے ہوتے ہیں وہ داڑھی سے خارج ہیں۔ یونہی گالوں پر جو خفیف بال کسی کے کم کسی کے آنکھوں تک نکلتے ہیں وہ بھی داڑھی میں داخل نہیں۔ یہ بال قدرتی طور پر موئے ریش سے جدا و ممتاز ہوتے ہیں۔ اس کا مسلسل راستہ جو قلموں کے نیچے سے ایک مخروطی شکل پر جانب ذقن جاتا ہے۔ یہ بال اس راہ سے جدا ہوتے ہیں نہ ان میں موئے محاسن کے مثل قوت نامیہ۔ ان کے صاف کرنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ بسا اوقات ان کی پرورش باعث تشویہ خلق و تقبیح صورت ہوتی ہے۔ جو شرعاً ہرگز پسندیدہ نہیں۔ غرائب میں ہے۔ **کان ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما یقول للحلاق بلغ العظمین فانہما منتہی اللحیۃ یعنی حدھا و لذلک سمیت لحیۃ لان حدھا اللحی عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری باب تقلیم الاظفار میں تعریف علامہ ابن حجر ھی اسم لمانبت علی الخدین والذقن** کو موہم پا کر اس پر اعتراض فرمایا **قلت علی الخدین لیس بشئی ولو قال علی العارضین لکان صواباً اہ فتاوٰی عالمگیری میں ھے۔ ولا بأس باخذ الحاجبین وشعر وجھہ مالم یتشبہ بالمخنث کذا فی الینابیع واللہ تعالیٰ اعلم۔**

جواب سوال دوم

یہ بال بدایۂ سلسلۂ ریش میں واقع ہیں کہ اس سے کسی طرح امتیاز نہیں رکھتے تو انہیں داڑھی سے جدا ٹھہرانے کی کوئی وجہ وجیہ نہیں وسط میں جو بال ذرہ سے چھوڑے جاتے ہیں۔ جنہیں عربی میں عنفقہ اور ہندی میں بچی کہتے ہیں داخل ریش ہیں۔ **کما نص علیه الامام العینی وعنه نقل فی السیرة الشامیة** ۔ لہذا امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہوا کہ جو کوئی انہیں منڈواتا اس کی گواہی رد فرماتے **کما ذکره الشیخ المحدث فی مدارج النبوة**. توضیح میں یہ دونوں طرف کے بال جنہیں عربی میں **فنیکین** ہندی میں کوٹھے کہتے ہیں کیونکر داڑھی سے خارج ہو سکتے ہیں۔ علماء نے تصریح فرمائی کہ کوٹھوں کا نتف یعنی اوکھیڑنا بدعت ہے۔ امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسے شخص کی گواہی رد فرمائی۔ غرائب میں ہے **نتف الفنیکین بدعة وهما جانبا العنفقة وهی شعر الشفة السفلی وشهد رجل عند عمر بن عبدالعزیز وكان ینتف فنیکیه فرد شهادته اه وعنها نقل فی الهندیة الی قوله السفلی وظاهر انهٗ لااثر فی ذلک لخصوص النتف ففی معناه الحلق وانما وقع التعبیر به نظراً الی ماكانوا تعودوه كمافی قوله صلے الله علیه وسلم لاتنتفوا الشیب وقول الفقهآء یکره نتف الشیب مع كراهة قصه ایضاً لشمول العلة. وبه تبین ان ماوقع فی المدارج الشریفة من ان فی حلق العنفقة وتركها خلافاً والافضل تركها اما حلق طرفیها فلاباس به اه معرباً محل تامل حیث افاده بظاهره كراهة التنزیهة وبمقابلته فافضیلة الترک الاباحة الخالصة مع ان العنفقة وطرفیها جمیعاً من اجزاء اللحیة وهی واجبة الاعفاء فلا ینبغی الاقدام علیٰ ذلک مالم یثبت من حدیث صحیح او نصٍ من امام المذهب صریحاً فلیتامل** ۔

ہاں اگر بال یہاں اس قدر طویل وانبوہ ہوں کہ کھانا کھانے پانی پینے کلی کرنے میں مزاحمت کریں تو ان کو قینچی سے بقدر حاجت کم کر دینا روا ہے۔ خزانۃ الروایات میں تتارخانیہ سے ہے۔ **یجوز قص الاشعار التی كانت من الفنیكین اذا ازدحمت فی المضمضة والاكل والشرب** ۔ یہ روایت بھی

دلیل واضح ہے کہ بغیر اس مزاحمت کے ان بالوں کا کترنا بھی ممنوع ہے نہ کہ مونڈنا۔ فان المفاهیم معتبرة فی الکتب و کلام العلماء بالاجماع هذا ماعندی و الله سبحانهٗ و تعالیٰ اعلم۔

جواب سوال سوم

یہ نئی نئی تراشیں سب خلاف سنت ہیں۔ فی الهندیة عن التتار خانیه عن الروضة ان السنة فی شعر الرأس اما الفرق و اما الحلق ۔گردن کی صفائی سے اگر قفا یعنی گدی کے بال منڈانا مراد ہے جس طرح آج کل بعض جہال کا معمول تو یہ صرف پچھنوں کی ضرورت سے جائز ہے بلاضرورت مکروہ فی الهندیه عن الینابیع عن الامام الاعظم رضی الله تعالیٰ عنه یکره ان یحلق قفاه الاعند الحجامة۔اور اگر ان رونگٹوں کا صاف مقصود جو گدی کے نیچے صفحہ گردن پر تھوڑے تھوڑے متفرق نکلتے ہیں تو ظاہرا موئے سینہ و پشت کے حکم میں ہونا چاہیے کہ جائز ہے اور ترک بہتر فی الهندیة عن القنیة فی حلق شعر الصدر و الظهر ترک الادب اھ و الله تعالیٰ اعلم۔

اعلیٰ حضرت کا دوسرا فتویٰ

''داڑھی مونڈوانے والے۔کترنے والے۔لبوں کے بال بڑھانے والے لوگ کس خطاء کے مرتکب ہیں۔ان کی نسبت کیا حکم ہے۔نیز مثل داڑھی کی مقدار کے لبوں کے بال کی بابت کہ کس قدر ہوں کیا حکم ہے؟ اگر کوئی شخص لبوں کے بال مونڈوائے یا بہت باریک کرے تو کیا قباحت ہے۔(اکبر یار خان ازکہنہ محصل چندہ)

الجواب: حد شرع سے کم داڑھی رکھنا یا حد شرع سے زیادہ مونچھیں رکھنا سب خلاف شرع اور مجوسیوں کی سنت اور نصرانیوں کی عادت ہے۔آدمی اس سے گناہگار ہوتا ہے۔اور اس کی عادت رکھنے سے فاسق ہو جاتا ہے۔لبوں کی نسبت یہ حکم ہے کہ لبیں پست کرو کہ نہ ہونے کے قریب ہوں البتہ منڈانا نہ چاہیے اس میں علماء کا اختلاف ہے۔والله تعالیٰ اعلم۔

امام نووی کا ارشاد

امام نووی شافعی شرح مسلم شریف ۱۲۹ جلد اول میں لکھتے ہیں۔ وقد ذکر العلماء فی اللحیة اثنتی

عشرة خصلة مكروهة بعضها اشد قبحاً من بعض احداها خضابها بالسواد لالغرض الجهاد والثاينة خضابها بالصفرة تشبهاً بالصالحين لا لاتباع السنة والثالثة تبيضها بالكبريت اوغيره استعجالاً للشيخوخة لاجل الرياسة والتعظيم وايهام انه من المشائخ والرابعة نتفها وحلقها اول طلوعها ايثاراً للمردة وحسن الصورة والخامسة نتف الشيب والسادسة تصفيفها طاقة فوق طاقة تصنعاً ليستحسنه النسآء وغيرهن. السابعة الزيادة فيها والنقص منها بالزيادة في شعر العذار من الصدغين اواخذ بعض العذار فى حلق الرأس السابعة نتف جانبى العنفقة وغير ذلک والثامنة تسريحها تصنعاً لاجل الناس والتاسعة تركها شعثة متنفشة اظهاراً للزهادة وقلة المبالاة بنفسه والعاشرة النظر الى سوادها وبيضها اعجاباً وخيلاء وغرة بالشباب وفخراً بالمشيب وتطاولاً على الشباب الحادية عشر عقدها وضفرها الثاينة عشر حلقها الااذانبتت للمرأة لحية فيستحب لها حلقها والله اعلم ۔(ترجمہ) اور علمائے کرام نے داڑھی کے بارہ میں بارہ مکروہ باتیں ذکر کی ہیں ۔ان میں سے بعض بعض سے زیادہ بری ہیں۔

(۱) داڑھی سیاہ کرنا جبکہ جہاد کی غرض سے نہ ہو۔(۲) اتباع سنت کی نیت کے بغیر صالحین سے مشابہت کے لئے داڑھی زرد کرنا۔ (۳) چونے وغیرہ سے داڑھی سفید کرنا تا کہ بالوں میں سفیدی جلد آ جائے تو دوسروں پر حکومت ملے ۔ دوسرے لوگ اس کی تعظیم کریں اور مشائخ میں سے ہونے کا وہم پیدا ہو جائے۔ (۴) داڑھی اگنے پر خوبصورت امرد بننے کی غرض سے اسے اکھیڑنا یا مونڈنا۔ (۵) داڑھی کے سفید بال اکھیڑنا۔ (۶) داڑھی کو تہ بہ تہ بنانا تا کہ عورتیں وغیرہ اسے خوبصورت جانیں۔ (۷) داڑھی میں بالوں کی زیادتی یا کمی کرنا اس طرح سے کہ کنپٹیوں کے بعض بال عذار کے بالوں میں بڑھائے یا سر مونڈنے میں عذار کے بعض بال بھی مونڈے۔ (۸) بچی کے اغل بغل وغیرہ کے بال اکھیڑنا۔(۹) لوگوں کی خاطر بناوٹی طور پر داڑھی لٹکانا۔ (۱۰) داڑھی کے بال بکھرے ہوئے بے ڈھنگے رکھنا تا کہ اپنا تارک الدنیا اور اپنے آپ سے بے پرواہ ہونا ظاہر کرے۔(۱) داڑھی کی سیاہی یا سفیدی کو خود پسندی یا تکبر یا جوانی پر غرور یا سفیدی پر فخر کی وجہ سے دیکھنا۔ (۱۲) داڑھی کو مونڈنا ہاں عورت کے چہرہ پر داڑھی اگ آئے تو اسے مونڈنا مستحب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(تنبیہ) شامی ص ۲۸۸ جلد ۵ اور فتاویٰ عالمگیری ص ۳۵۸ جلد ۵ میں جو فنیکین کے اکھیڑنے کو بدعت لکھا ہے اس سے مراد بدعت مکروہ ہے جیسا کہ امام نوویؒ کی مندرجہ بالا عبارت سے معلوم ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

چہرہ کا خط بنوانا جائز ہے

مولانا صدر الشریعہ امجد علی صاحب لکھتے ہیں۔ ''بھوؤں کے بال اگر بڑے ہو گئے تو ان کو ترشوا سکتے ہیں۔ چہرہ کے بال لینا بھی جائز ہے۔ جس کو خط بنانا کہتے ہیں۔ سینہ اور پیٹھ کے بال مونڈوانا یا کتروانا اچھا نہیں۔ ہاتھ پاؤں پیٹ پر سے بال دور کر سکتے ہیں (ردالمحتار) اور بچی کے اغل بغل کے بال مونڈانا یا اکھیڑنا بدعت ہے۔ (عالمگیری)

(بہار شریعت حصہ شانزدہم ص ۱۹۷)

مونچھوں کے بالوں کا مسئلہ

مونچھوں کو کم کرنا سنت ہے۔ اتنی کم کرے کہ ابرو کی مثل ہو جائیں یعنی اتنی کم ہوں کہ اوپر والے ہونٹ کے بالائی حصہ سے نہ لٹکیں اور ایک روایت میں مونڈانا آیا ہے۔ (درمختار و ردالمحتار) مونچھوں کے دونوں کناروں کے بال بڑے بڑے ہوں تو حرج نہیں۔ بعض سلف کی مونچھیں اس قسم کی تھیں۔ (عالمگیری) داڑھی بڑھانا سنن انبیاء سے ہے۔ مونڈانا یا ایک مشت سے کم کرنا حرام ہے۔ ہاں ایک مشت سے زائد ہو جائے تو جتنی زیادہ ہے اس کو کٹوا سکتے ہیں۔ (درمختار)'' (بہار شریعت۔ حصہ شانزدہم ص ۱۹۷)

گلے کے بالوں کا مسئلہ

بعض لوگ داڑھی کے نیچے گلے کے بال بہت بڑھائے رکھتے ہیں۔ جو بہت بدنما نظر آتے ہیں اس بارہ میں امام صدر الشریعہ لکھتے ہیں۔ ''بہتر یہ ہے کہ گلے کے بال نہ مونڈوائے انہیں چھوڑ رکھے۔ ردالمحتار''

(بہار شریعت حصہ شانزدہم)

مگر ان کا بے حد چھوڑنا کہ بدنمائی پیدا کرے بھی مناسب نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بھوؤں کے بالوں کا مسئلہ

آنکھوں کے اوپر بھوؤں کے بال بھی اللہ تعالیٰ نے چہرہ کی خوبصورتی کے لئے پیدا فرمائے ہیں۔ان کے بارہ میں حکم شرع یہ ہے کہ ''بھوؤں کے بال اگر بڑے ہو گئے ہوں تو ان کو ترشوا سکتے ہیں (ردالمحتار)''

(بہار شریعت حصہ شانزدہم)

ناک کے بالوں کا مسئلہ

چہرہ کے بالوں کے ضمن میں ناک کے بال بھی آتے ہیں اس لئے ان کے بارہ میں شرعی مسئلہ یہ ہے کہ ''ناک کے بال نہ اکھاڑے جائیں کہ اس سے مرض آکلہ پیدا ہونے کا ڈر ہے۔ (بہار شریعت حصہ شانزدہم) لیکن اگر یہ بال بہت بڑھ جائیں اور بدنمائی پیدا کریں تو انہیں قینچی سے کتر دینا چاہیے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

الحمدللہ۔ یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس سے داڑھی کی شرعی حدود واضح ہو جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو توفیق عمل بخشے۔ آمین۔

سائل کے سوال کا جواب

سائل کے علاقہ کے مولوی صاحب جو بایں روایت فرنیکین مونڈنے سے منع فرمارہے ہیں کہ حضرت امیرالمؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اس کی گواہی رد فرماتے تھے جو کوئی انہیں منڈواتا اور امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز نے بھی ایسے شخص کی گواہی رد فرمائی یہ درست ہے اور ان دونوں بزرگوں کا اس فعل کے مرتکب کی گواہی کو رد فرمانا اعلیٰ حضرت کے پہلے فتویٰ میں بحوالہ مذکور ہے۔ سو اگر بالفرض اس دور کے بہترین علماء کرام صوفیائے عظام اور مشائخ کرام اس فعل کا ارتکاب کرتے ہیں تو یہ شرعی حکم ان پر بھی لاگو ہوگا' وہ شرعی ممنوع فعل کے مرتکب قرار دیئے جائیں گے اور ان کا یہ فعل جواز کی دلیل نہیں بنے گا۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے اور اس پر چلنے کی توفیق بخشے آمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲۶ رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
چھتیسواں مقالہ
سر کے مسنون بالوں
کا تحقیقی بیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد :- دورِ حاضر میں اکثر مسلمان اپنے سر پر انگریزی بال رکھتے ہیں۔ بچوں سے لے کر جوانوں تک کے سروں پر انگریزی بال نظر آتے ہیں۔ بعض عمر رسیدہ مسلمان بھی داڑھی منڈواتے اور سر پر انگریزی بال رکھنے کے عادی ہیں۔ بسا اوقات ایسے شخص بھی دیکھنے میں آتے ہیں جنہوں نے داڑھی بھی رکھی ہوتی ہے اور سر پر انگریزی بال بھی بدیں وجہ ضرورت ہے کہ ہم ان انگریزی بالوں کے بارہ میں شرعی حکم جانیں اور ''سر کے مسنون بالوں'' کے احکام کو سمجھیں اور اپنے سر پر اسلامی وضع قطع کے بال رکھ کر اللہ عز وجل اور اس کے رسول اکمل صلے اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی حاصل کریں۔ اس مختصر رسالہ میں ہم نے اسی ضرورت کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس سعی کو باعث ہدایت بنائے آمین بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم۔

انگریزی بالوں کی شرعی حیثیت

مولانا صدر الشریعہ امجد علی اعظمی لکھتے ہیں۔ '' آج کل سر پر گھبار کھنے کا رواج بہت زیادہ ہو گیا ہے کہ سب اطراف سے بال نہایت چھوٹے چھوٹے اور بیچ میں بڑے بال ہوتے ہیں۔ یہ نصاریٰ (عیسائیوں) کی تقلید میں ہے۔ اور ناجائز ہے۔ پھر ان بالوں میں بعض دائیں طرف یا بائیں جانب مانگ نکالتے ہیں یہ بھی سنت کے خلاف ہے۔ سنت یہ ہے کہ بال ہوں تو بیچ میں مانگ نکالی جائے اور بعض مانگ نہیں نکالتے سیدھے رکھتے ہیں یہ بھی سنت منسوخہ اور یہود و نصاریٰ کا طریقہ ہے جیسا کہ احادیث میں مذکور ہے''۔ (بہار شریعت حصہ شانزدہم۔ حجامت بنوانے کا بیان)

مولانا صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ آج کل کے انگریزی بال سر پر رکھنا ناجائز ہے لیکن اس کے برعکس جماعت اسلامی کے بانی ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے انہیں جائز قرار دیا ہے۔ اس بارہ میں مودودی صاحب کی چند عبارات ملاحظہ ہوں۔

مودودی صاحب کی عبارات

جماعت اسلامی کے بانی ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کی کتاب ''رسائل ومسائل'' میں لکھا ہے کہ

(۱) ''سوال ۔ مطالبہ کیا جاتا ہے کہ صحیح معنوں میں مسلمان بننے کے لئے آدمی کو لباس اور چہرے کی اسلامی وضع قطع اختیار کرنی چاہیے ۔ براہ کرم بتایئے کہ اس سلسلے میں اسلام نے کیا احکام دیئے ہیں؟

جواب ۔ لباس کے متعلق اسلام نے جس پالیسی کا تعین کر دیا ہے وہ یہ ہے کہ آپ ایسی وضع میں رہیں کہ جس میں آپ کو دیکھ کر ہر شخص معلوم کر سکے کہ آپ مسلمان ہیں ۔ بحیثیت مجموعی آپ کی وضع قطع کفار سے مشابہ نہ ہونی چاہیے ۔ داڑھی کے متعلق نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کوئی مقدار مقرر نہیں کی ہے ۔ صرف یہ ہدایت فرمائی ہے کہ رکھی جائے ۔ سر کے بالوں کے متعلق صرف یہ ہدایت ہے کہ کچھ منڈ وانا اور کچھ رکھنا منع ہے ۔ موجودہ زمانہ میں جس قسم کے بالوں کو پنجاب میں بودے کہتے ہیں اور جنہیں یوپی میں انگریزی بال کہا جاتا ہے ان کے ناجائز ہونے کی مجھے کوئی دلیل نہیں ملی ۔ لیکن ایک غیر مسلم قوم کی ایجاد کردہ وضع کو سر چڑھانے میں کراہت کا پہلو ضرور ہے اور اسی لئے میں نے اس وضع کو بدل دیا ہے ۔''

(رسائل ومسائل ص ۱۴۵ جلد اول)

(۲) ''کسی چیز کو شرعی حیثیت سے ناجائز کہنے کے لئے دو امور میں سے ایک کا پایا جانا ضروری ہے ۔ یا تو بعینہ اس چیز کے متعلق کوئی حکم کلامِ شارع میں موجود ہو ۔ یا شارع کی دی ہوئی کسی اصولی ہدایت کے تحت وہ ناجائز قرار پاتی ہو ۔ اگر ان دونوں امور میں سے کوئی بھی نہ ہو تو ایسی چیز کو ناجائز نہیں کہا جا سکتا خواہ وہ کسی شخص یا گروہ کے مذاق پر کتنی ہی گراں ہو ۔ اس قاعدۂ کلیہ کے تحت جب ہم تحقیق کرتے ہیں کہ انگریزی طرز کے بالوں کی شرعی حیثیت کیا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ بالا وجوۂ حرام میں سے کوئی بھی یہاں نہیں پائی جاتی'' ۔ (رسائل ومسائل ص ۲۶۳ جلد سوم)

(۳) ''جب ہم حدیث پر نگاہ ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم جزئی طور پر غیر مسلم قوموں کی کوئی چیز لے کر اپنی وضع ومعاشرت میں شامل کر لینے کو ناجائز نہیں سمجھتے تھے ۔ مثال کے طور پر شلوار ایران کی چیز تھی جو عرب میں پہنچ کر سراویل نام سے موسوم ہوئی اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے استعمال کو نہ صرف جائز رکھا بلکہ خود بھی استعمال فرمایا ۔'' (رسائل ومسائل ص ۲۶۳ جلد سوم)

(۴) ''اس سے یہ بات متعین ہوگئی کہ شریعت میں جو چیز بعینہ ممنوع ہے وہ کچھ سر کے بالوں کا مونڈنا اور کچھ بالوں کا رکھنا ہے اور ظاہر ہے کہ اس کا اطلاق ان بالوں پر نہیں ہوتا جو آج کل انگریزی بالوں کے نام سے مشہور ہیں ۔'' (رسائل ومسائل ص ۲۶۵ جلد سوم)

(۵) سر کے بالوں کے متعلق نص صریح میں جس چیز کی ممانعت وارد ہوئی ہے وہ قزع ہے اور قزع کی جو تعریف ائمہ حدیث وفقہ نے بیان کی ہے وہ یہ ہے ان یحلق بعض رأس الصبی ویترک بعض۔ یہ کہ بچے کے سر کا کچھ حصہ مونڈا جائے اور کچھ چھوڑ دیا جائے۔ ابوداؤد کی روایت میں یہ تشریح خود نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے مستنبط ہوتی ہے۔ اس میں ابن عمر فرماتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک بچے کو دیکھا جس کے سر کا کچھ حصہ منڈا ہوا تھا اور کچھ حصے پر بال چھوڑ دیئے گئے تھے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس فعل سے منع کیا اور فرمایا۔ احلقوا کلہ او اترکوا کلہ یا تو پورا سر مونڈ دو یا پورے سر کے بال چھوڑ دو۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص ۲۹۴ ج ۸) اس سے یہ بات متعین ہوگئی کہ شریعت میں جو چیز بعینہ ممنوع ہے وہ کچھ مونڈنا اور کچھ رکھنا ہے اور ظاہر ہے کہ اس کا اطلاق ان بالوں پر نہیں ہوتا جو آج کل انگریزی بالوں کے نام سے مشہور ہیں۔'' (رسائل ومسائل ص ۲۶۳ جلد سوم)

(۶) ''بلکہ تشبہ کا اطلاق صرف اس چیز پر ہو سکتا ہے کہ کوئی مسلمان اپنے آپ کو بحیثیت مجموعی کسی غیر مسلم قوم کی وضع وہیئت میں ڈھال لے حتی کہ اسے دیکھ کر ایک ناواقف آدمی یہ نہ سمجھ سکے کہ یہ مسلمان ہے۔ اب یہ صاف ظاہر ہے کہ جو شخص اپنی مجموعی وضع مسلمانوں کی سی معروف وضع رکھتا ہے اور اس میں صرف انگریزی بال اس کے سر پر ہوں تو اسے تشبہ کا الزام نہیں دیا جا سکتا۔'' (رسائل ومسائل ص ۲۶۷ جلد سوم)

(۷) ''بلاشبہ میرے اپنے مذاق پر بھی اب یہ بال گراں ہیں۔ اور اسی لئے میں نے ان کو چھوڑ دیا ہے۔ لیکن یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ حدود حرام وحلال اور چیز ہیں اور وہ مذاق اور چیز ہے جو اسلامی تہذیب کے نشوونما سے ابھرتا ہے۔ ان دونوں چیزوں کو خلط ملط نہیں کیا جا سکتا۔ ہم ایک اسلامی نظام میں جس چیز کو ضابطے کے طور پر حکماً نافذ کر سکتے ہیں وہ صرف حدود حلال وحرام ہیں''۔

(رسائل ومسائل ص ۲۶۷ جلد سوم)

(۸) ''شریعت تو صرف ان احکام کا نام ہے جو کتاب وسنت میں منصوص ہوں۔ منصوصات سے ماوراء جو اجتہادی یا ذوقی امور ہوں ان کو رائج کرنے کے لئے استدلال، تعلیم تربیت وغیرہ کے ذرائع استعمال کیے جا سکتے ہیں مگر ان کا حکم نہیں دیا جا سکتا۔'' (رسائل ومسائل ص ۲۶۸ جلد سوم)

یہ ہیں ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کے معتقدات دربارہ انگریزی بالوں کے جو خود ان کے اپنے الفاظ میں لکھے گئے ہیں اور یہ اتنے واضح ہیں کہ ان پر مزید حاشیہ آرائی کی ہمیں چنداں ضرورت نہیں ہے۔

ایک عام لکھا پڑھا آدمی بھی انہیں بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ اور مودودی صاحب کے نظریہ کی تہ تک پہنچ سکتا ہے۔
اب ہم اصل مسئلہ کی وضاحت کرتے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

پہلی آیت کریمہ

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ وما اتاکم الرسول فخذوہ ومانھاکم عنہ فانتھوا۔ اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لے لو اور وہ جس سے منع کریں اس سے رک جاؤ۔ (پ ۲۸۔ رکوع ۴)
مفسر احمد صاوی اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ "یہ آیت اپنے عموم پر ہے اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے تمام اوامر و نواہی کو شامل ہے۔ کیونکہ آپ اچھی بات ہی کا حکم دیتے ہیں اور بری بات ہی سے روکتے ہیں۔ سو اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ آپ کا ہر حکم اللہ تعالیٰ ہی کا حکم ہے اور آپ کی ہر ممانعت اللہ تعالیٰ ہی کی ممانعت ہے"۔
(تفسیر صاوی جلد چہارم ص ۱۶۰)

دوسری آیت کریمہ

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ فلا وربک لایؤمنون حتی یحکموک فی ما شجر بینھم ثم لایجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما ○ تو (اے محبوب) تمہارے ربّ کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک کہ وہ اپنے آپس کے جھگڑے میں آپ کو حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ آپ حکم فرمائیں اپنے دلوں میں اُس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔ (پ ۵۔ رکوع ۶)
مفسر ابن کثیر اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ "اللہ تعالیٰ اپنی ذات کی قسم کھا کر یہ بات بتاتا ہے کہ کوئی آدمی اس وقت تک مومن نہیں ہے جب تک وہ رسول اللہ کو جمیع امور میں حاکم تسلیم نہ کرلے۔ سو آپ جو حکم بھی دیتے ہیں حق ہے اور اس کو ظاہراً و باطناً ماننا واجب ہے۔ (تفسیر ابن الکثیر ص ۵۲۰ جلد اول)

تیسری آیت کریمہ

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔ جو شخص رسول کا حکم مانے وہ اللہ کا حکم مانتا ہے۔ (پ ۵۔ رکوع ۸)
اس کی تفسیر میں امام ابن کثیر لکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنے رسول حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے

بارہ میں بتاتا ہے کہ جوان کی فرمانبرداری کرے وہ اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار ہے اور جوان کی نافرمانی کرے وہ اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہے۔ اور اس کی وجہ یہی تو ہے کہ آپ اپنی زبان پاک سے جو کچھ بولتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہوتا ہے۔ ہوائے نفسانی سے نہیں بولتے ہیں۔ (تفسیر ابن الکثیر ص ۵۲۸ جلد اول)

الحمد للہ ان تین آیات کریمہ سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ہر حکم حکم الٰہی اور ہر ممانعت ممانعتِ الٰہی ہے۔ بدیں وجہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو شارع کہا جاتا ہے۔ سو جس طرح ہر حکم الٰہی پر چلنا اور ہر نہی الٰہی سے رکنا مامور بہ ہے اسی طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہر حکم پر چلنا اور ہر نہی سے رکنا بھی مامور بہ ہے۔

اب ہم غور کریں گے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سر کے بالوں کے بارہ میں کیا حکم دیا ہے اور کس بات سے منع فرمایا ہے تو خود مودودی صاحب نے ابوداؤد شریف کی روایت بدیں الفاظ نقل کی ہے۔ ''ابن عمر فرماتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک بچے کو دیکھا جس کے سر کا کچھ حصہ منڈا ہوا تھا اور کچھ حصے پر بال چھوڑ دیئے گئے تھے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس فعل سے منع کیا اور فرمایا۔ احلقوا کلہ او اترکوا کلہ یا تو پورا سر مونڈ دو یا پورے سر کے بال چھوڑ دو۔''

اس حدیث سے مودودی صاحب نے یہ تو سمجھ لیا کہ '' کچھ بال مونڈنا اور کچھ رکھنا شریعت میں منع ہے۔'' لیکن یہ نہ سمجھا کہ اسی حدیث سے یہ بھی دلالۃً ثابت ہوا کہ شریعت نے سر کے پورے بال مونڈنے یا پورے بال رکھنے کا حکم دیا ہے۔ یعنی اس حدیث سے امرِ ممنوع کو تو سمجھ لیا لیکن امرِ مامور بہ کو اپنے قصورِ فہم کی وجہ سے نہ سمجھا۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔ مودودی صاحب کو یہ کون بتائے کہ اگر انگریزی بال آپ کے بزعم قزع میں نہیں آتے تو حدیث احلقوا کلہ او اترکوا کلہ کے حکم کی زد میں تو ضرور آتے ہیں۔ کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کل بال مونڈنے یا کل بال رکھنے کا حکم دیا ہے اور انگریزی بال سر کے سارے بال مونڈنے یا سارے بال رکھنے میں نہیں آتے لہٰذا یہ شرعاً ممنوع ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق بخشے آمین۔

چوتھی آیت کریمہ

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ'' حسنۃ'' لمن کان

یرجو اللہ والیوم الاٰخر وذکر اللہ کثیراً ○ بے شک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے اس شخص کے لئے جو اللہ اور پچھلے دن کی امید رکھتا ہو اور اللہ کو بہت یاد کرے۔ (پ ۲۱ رکوع ۱۹)

مفسر ابن کثیر اس آیت کریمہ کے ماتحت لکھتے ہیں۔ ''یہ آیت کریمہ اس بارہ میں اصل کبیر ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے جملہ اقوال، افعال واحوال میں آپ کی پیروی کی جانی چاہیے۔''

(تفسیر ابن کثیر۔ جلد سوم ص ۴۷۴)

اور مفسر احمد صاوی لکھتے ہیں۔ ''بلکہ آپ کے جملہ افعال، اقوال اور احوال کی پیروی واجب ہے۔ کیونکہ آپ نہ اپنی خواہش نفس سے بولتے ہیں اور نہ کوئی اور کام کرتے ہیں بلکہ آپ کے جملہ افعال، اقوال واحوال آپ کے ربّ کی طرف سے ہوتے ہیں ولہذا ایک عارف ربانی نے آپ کے بارہ میں یہ شعر لکھا ہے۔ خصک بالھدیٰ فی کل امر. فلست تشآء الا مایشآء۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہدایت کے ساتھ ہر امر میں مختص کر دیا ہے۔ ولہذا آپ نہیں چاہتے مگر وہی جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔

(تفسیر صاوی جلد سوم ص ۲۲۶)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ ہر امر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے طریقہ وسنت کی پیروی امت پر لازم ہے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ سر کے بالوں کے بارہ میں خود آپ کی سنت کیا ہے۔ اور آپ کے صحابہ کی سنت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا علیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین تم پر میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت لازم ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سر کے بالوں کی کیفیت

اس بارہ میں امام علی قاری حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں۔ وکان لہ وفرۃ الی شحمۃ اذنیہ۔ بلاشبہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے سر کے بال آپ کے کانوں کی لوتک تھے۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص ۳۰۰ ج ۸)

اور مشکوٰۃ شریف میں انہی کا یہ ارشاد بھی مروی ہے۔ وکان لہ شعر فوق الجمۃ دون الوفرۃ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سر کے بال جمہ سے بلند اور وفرہ سے پست ہوا کرتے تھے۔ (مشکوٰۃ باب الترجل)

امام علی قاری اس حدیث کے ماتحت لکھتے ہیں۔ (قولہ فوق الجمۃ) بضم الجیم و تشدید

المیم ماسقط من المنکبین (ودون الوفرة) بفتح الواو وسکون الفاء وبعدها رآء ماوصل الی شحمة الاذان کذا فی جامع الاصول والنهایة وشرح السنة ۔یعنی جامع الاصول، نہایہ اور شرح السنۃ میں مذکور ہے کہ جمہ وہ بال ہیں جو کندھے کو چھوئیں اور وفرہ وہ بال ہیں جو کانوں کی لو تک پہنچیں۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص۳۰۸ ج ۸)

اور یہی امام لکھتے ہیں وهذا بظاهره یدل علیٰ ان شعره صلے الله علیه وسلم کان امراً متوسطاً بین الجمة والوفرة ولیس بجمة ولاوفرة اذ معنی فوق الجمة ان شعره لم یصل الی محل الجمة وهو المنکب و معنی دون الوفرة ان شعره کان انزل من شحمة الاذن لکن جآء فی بعض الروایات انه صلے الله علیه وسلم کان عظیم الجمة الی شحمة اذنیه وهذا ظاهر ان شعره کان جمة وعلی ان جمته مع عظمها الی اذنیه ولعل ذلک باعتبار اختلاف احواله صلے الله علیه وسلم. اور یہ حدیث اپنے ظاہر کے ساتھ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے بال درمیانی قسم کے ہوتے تھے ۔یعنی جمہ اور وفرہ کے درمیان ہوتے تھے۔اور وہ نہ جمہ ہوتے تھے اور نہ وفرہ کیونکہ فوق الجمہ کا معنی ہے کندھے سے اوپر اور دون الوفرہ کا معنی ہے کانوں کی لو سے نیچے اترنے والے بال لیکن بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بال بڑے جمہ کانوں کی لو تک ہوتے تھے اور اس روایت سے بظاہر ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے بال جمہ تھے اور اپنی بڑائی کے باوجود یہ جمہ کانوں کی لو تک ہوتا تھا۔اور شاید یہ روایات کا اختلاف آپ کے احوال کے اختلاف کی وجہ سے ہو۔

(مرقاۃ ص۳۰۸ ج ۸)

اور بخاری و مسلم کی روایت کے الفاظ یہ ہیں یبلغ شعره شحمة اذنیه۔سرکار مدینہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سر کے بال آپ کے کانوں کی لو تک پہنچتے تھے۔یعنی کانوں کی لو سے آگے نہ بڑھتے تھے۔اور خصائص کبریٰ میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ آپ نے سرکار مدینہ صلے اللہ علیہ وسلم کا حلیہ شریف بیان کرتے ہوئے فرمایا یفرق شعره الیٰ اذنیه۔آپ کے بالوں میں مانگ نکالی جاتی تھی اور وہ کانوں تک ہوتے تھے۔اور اسی میں حضرت ھند کی روایت میں ہے فلا یجاوز شعره شحمة اذنیه اذا هو وفرة ۔حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا وفرہ آپ کے کانوں کی لو سے تجاوز نہ کرتا تھا اور

شفا شریف میں حضرت برآء رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔ مارأیت من ذی لمة فی حلة حمرآء احسن من رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم. میں نے لمہ والا سرخ جوڑے میں کوئی شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوبصورت نہیں دیکھا ہے۔

ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کے بال یا وفرہ تھے یا لمہ یا جمہ۔ وفرہ وہ بال ہیں جو کانوں کی لو تک ہوں اور لمہ وہ ہیں جو وفرہ سے بڑھ جائیں لیکن کندھے کو نہ چھوئیں اور جمہ وہ ہیں جو لمہ سے بڑھ کر کندھے کو چھوئیں۔ ان روایات میں علامہ شہاب الدین خفاجی بدیں الفاظ تطبیق دیتے ہیں۔ واحوالہ مختلفة فی الطول ولذا قیل لہ لمة وجمة۔ یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بالوں کا حال مختلف اوقات میں مختلف ہوتا تھا اسی وجہ سے بعض نے لمہ کہا اور بعض نے جمہ۔ اور ملا علی القاری بھی تطبیق کی یہی صورت لکھتے ہیں۔ ولعل ذلک باعتبار اختلاف احوالہ صلے اللہ علیہ وسلم. اور شاید آپ کے بالوں کی مختلف صورتیں آپ کے احوال کے اختلاف کے اعتبار سے تھیں۔

نیز مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حلق کو پسند فرماتے تھے۔ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور باقی سب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے سروں پر بال ہوتے تھے۔ ہاں حج و عمرہ سے فراغت کے بعد آپ صلے اللہ علیہ وسلم حلق پسند فرماتے تھے۔ الحاصل سارے سر کے بالوں کا مونڈنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت اور سر پر پورے بال رکھنا حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور باقی صحابہ رضی اللہ عنہم کی سنت ہے۔

یہاں تک جو کچھ لکھا گیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ سر کے سارے بال مونڈنا یا سارے بال رکھنا شرع شریف کا حکم ہے لہٰذا تیسرا طریقہ کہ انگریزوں نے ایجاد کیا اور وہ یہ کہ سر کے اگلے حصہ کے بال بڑھائے جائیں اور اردگرد سے کاٹے جائیں غیر شرعی طریقہ ہے۔ اس غیر شرعی طریقہ کو جائز قرار دینا شرع شریف پر سخت افتراء ہے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔ آمین۔

مودودی عبارات کی تردید

اب ہم مودودی صاحب کے مذکورہ بالا اقتباسات کے رد میں ضروری باتیں عرض کرتے ہیں تاکہ قارئین کی ذہنی خلش دور ہو جائے وباللہ التوفیق۔

مودودی صاحب کی پہلی عبارت کا مہمل ہونا خود بخود ظاہر کہ اس میں خود مذکور کہ ''ان کے ناجائز ہونے کی دلیل مجھے نہیں ملی'' حالانکہ ہم اوپر ان کے ناجائز ہونے کی دلیل میں چار آیتیں اور ایک حدیث پیش کر چکے ہیں۔ نیز مودودی صاحب کا خود یہ لکھنا کہ ''ایک غیر مسلم قوم کی ایجاد کردہ وضع کو سر چڑھانے میں کراہت کا پہلو ضرور ہے اور اسی لئے میں نے اس وضع کو بدل دیا ہے''۔ بھی ان کے ناجائز ہونے کی دلیل ہے کہ شرعی طریقہ کی مخالفت میں غیر مسلم جو طریقہ ایجاد کریں وہ ضرور ناجائز ہوگا اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

مودودی صاحب کی دوسری عبارت کا ماحصل یہ ہے کہ انگریزی بالوں کی ممانعت میں نہ نص صریح وارد ہوئی ہے اور نہ وہ کسی اصولی ہدایت کے تحت ناجائز قرار پاتے ہیں اس لئے جائز ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ انگریزی بالوں کی ممانعت میں نص صریح موجود ہے اور وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے۔ احلقوہ کلہ او اترکوہ کلہ۔ یا تو سر کے سارے بالوں کو مونڈو یا سارے سر کے بال رکھو۔ رواہ ابو داؤد والنسائی عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کذا فی المرقاۃ شرح المشکوٰۃ عن الجامع الصغیر للسیوطی۔ نیز یہ بال آیت کریمہ وما اتاکم الرسول فخذوہ ومانھا کم عنہ فانتھوا کی اصولی اور عمومی ہدایت کے تحت آنے کی وجہ سے بھی ناجائز قرار پاتے ہیں۔ مودودی صاحب کا اس بارہ میں نص صریح اور عمومی واصولی ہدایت کی موجودگی کا انکار کرنا قطعاً مردود ہے۔

اور مودودی صاحب کے تیسرے اقتباس کا ماحصل یہ ہے کہ غیر مسلموں سے کلی تشبہ تو شرعاً ناجائز ہے لیکن جزوی تشبہ جائز ہے۔ اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ غیر مسلموں سے جس طرح کلی تشبہ ناجائز ہے اسی طرح جزوی تشبہ بھی ناجائز ہے۔ مثلاً حدیث شریف میں فرمایا۔ ''مشرکین کی مخالفت کرو اس طرح سے کہ داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں مٹاؤ'' اور دوسری حدیث میں فرمایا ''بلاشبہ یہود ونصاریٰ خضاب نہیں لگاتے تم خضاب لگا کر ان کی مخالفت کرو'' اور تیسری حدیث میں ہے کہ حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہفتہ اور اتوار کے دن جان بوجھ کر روزہ رکھتے اور فرماتے یہ دو دن کفار کی عید کے دن ہیں تو میں ان کی مخالفت کو پسند کرتا ہوں۔'' اور چوتھی حدیث میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہر اس بات میں جس کا آپ کو حکم خداوندی ملا نہ ہوتا تھا اہل کتاب کی موافقت کرتے تھے۔ اہل کتاب اپنے بالوں کو سیدھا رکھا کرتے تھے اور مشرکین مانگ نکالا کرتے تھے تو

آپ نے بھی بالوں کو سیدھا رکھا پھر جب آپ کو حکم خداوندی ہوا تو آپ نے مانگ نکالنی شروع فرمائی۔''

اس حدیث سے صراحۃً ثابت ہوا کہ جس بات کا حکم اللہ اور اس کا رسول دے دیں وہ ممنوع نہیں ہوتی اگرچہ اس کی جزوی یا کلی مشابہت اہل کفر کے فعل سے ہو۔ اور جو بات کفار سے جزوی یا کلی مشابہت رکھتی ہو اور اس بات کا حکم اللہ اور اس کے رسول نے نہ دیا ہو وہ ممنوع ہوگی ولہذا مودودی صاحب کا یہ قاعدہ کلیہ کہ کلی مشابہت تو ناجائز ہے مگر جزوی مشابہت جائز ہے درست نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

اور مودودی صاحب کے چوتھے اقتباس کا ماحصل یہ ہے کہ انگریزی بالوں کی ممانعت میں نہ نص صریح وارد ہوئی ہے اور نہ وہ کسی اصولی ہدایت کے تحت ناجائز قرار پاتے ہیں اس لئے جائز ہیں۔ اس کا جواب بعینہٖ مودودی صاحب کی دوسری عبارت کا جواب ہے کہ یہ بال نص صریح احلقوا کلہ او اترکوہ کلہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے ناجائز ہیں مودودی صاحب کا انکار نص صریح غلط ہے۔

اور مودودی صاحب کی پانچویں عبارت اور چھٹی عبارت کا جواب مذکورہ بالا چار عبارات کے جواب کے ضمن میں آگیا ہے اس لئے تکرار کی حاجت نہیں۔

اور مودودی صاحب کی ساتویں عبارت کا ماحصل یہ ہے کہ اسلامی مذاق سے ابھرنے والی ذہنیت اور چیز ہے اور ضابطہ کے طور پر حدود حلال وحرام اور چیز۔ لہذا دونوں کو خلط ملط کرنا ناجائز ہے۔ اور ضابطہ کے طور پر صرف مذکورہ حدود ہی کو نافذ کیا جاسکتا ہے اور اسلامی مذاق سے ابھرنے والی ذہنیت کے تقاضا پر کسی شئے کو بطور ضابطہ نافذ نہیں کیا جائے گا۔ اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ ہم نے یہاں تک جو کچھ لکھا ہے اس سے ثابت ہو گیا ہے کہ انگریزی بال صرف اسلامی مذاق سے ابھرنے والی ذہنیت ہی کی وجہ سے ناپسندیدہ نہیں ہیں بلکہ نص صریح کے ورود کی وجہ سے بھی یہ شرعاً ناجائز ہیں۔ نیز سنت رسول اور سنت صحابہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے بھی ناجائز قرار پاتے ہیں۔ ولہذا ان کی ممانعت حدود حلال وحرام کے اندر ہے۔ اس لئے بطور ضابطہ کے ان کا حکم بھی مسلمانوں پر لازم ہوگا۔

اور مودودی صاحب کی آٹھویں عبارت کا ماحصل یہ ہے کہ اجتہادی اور استنباطی یا مذاقی امور کو حکم شرع قرار نہیں دیا جاسکتا۔ صرف کتاب وسنت میں منصوص احکام ہی کو شرعی احکام مانا جائے گا۔ اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ یہ عقیدہ گمراہی ہے۔ احکام شرع دو قسم کے ہوتے ہیں احکام قطعیہ کہ وہ کتاب و سنت سے دلیل قطعی الثبوت قطعی الدلالۃ سے ثابت ہوتے ہیں اور ان کا انکار کفر تک پہنچا دیتا ہے اور دوسری

قسم کے احکام ظنیہ کہلاتے ہیں کہ ان کے منکر کو اگرچہ کافر قرار نہیں دے سکتے مگر وہ گمراہ ضرور قرار پاتا ہے۔ اس لئے استنباطی اور اجتہادی احکام کو ہلکا جاننا مودودی صاحب کی کم فہمی کی روشن دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق بخشے آمین۔

سر کے بالوں کی اسلامی وضع قطع

امام صدر الشریعہ بہار شریعت میں لکھتے ہیں۔ ''مرد کو اختیار ہے کہ سر کے بال مونڈائے یا بڑھائے اور مانگ نکالے (ردالمختار) حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم سے دونوں باتیں ثابت ہیں۔ اگرچہ سر کے بال مونڈانا صرف احرام سے باہر ہونے کے وقت ثابت ہے۔ دیگر اوقات میں مونڈانا ثابت نہیں۔ ہاں بعض صحابہ سے مونڈانا ثابت ہے مثلاً حضرت علی رضی اللہ عنہ بطور عادت کے مونڈایا کرتے تھے۔ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کبھی نصف کان تک، کبھی کان کی لو تک ہوتے اور جب بڑھ جاتے تو شانہ مبارک سے چھو جاتے تھے اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم سر کے بالوں کے بیچ میں مانگ نکالتے تھے۔ مرد کو یہ جائز نہیں کہ عورتوں کی طرح بال بڑھائے۔ بعض صوفی بننے والے لمبی لمبی لٹیں بڑھا لیتے ہیں جوان کے سینہ پر سانپ کی طرح لہراتی ہیں اور بعض چوٹیاں گوندتے ہیں یا جوڑا بنا لیتے ہیں یہ سب ناجائز کام ہیں۔ اور خلاف شرع ہیں۔ تصوف بالوں کو بڑھانے اور رنگے ہوئے کپڑے پہننے کا نام نہیں بلکہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی پوری پوری پیروی کرنے اور خواہشات نفس کو مٹانے کا نام ہے۔ ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ نہ پورے بال رکھتے ہیں اور نہ مونڈاتے ہیں بلکہ قینچی یا مشین سے بال کترواتے ہیں یہ ناجائز نہیں مگر افضل وبہتر وہی ہے کہ سارا سر مونڈائے یا بال رکھے''۔

(بہار شریعت۔ حصہ شانزدہم۔ باب حجامت کا بیان)

الحمدللہ یہاں تک جو کچھ لکھا گیا ہے اس سے ایک طرف انگریزی بالوں کا شرعاً ناجائز ہونا ثابت ہوا ہے اور دوسری طرف مودودی صاحب کی غلط فہمیوں کا ازالہ بھی کر دیا گیا ہے۔ اب بھی انگریزی خوان طبقہ مودودی صاحب کی ہی مانے جائے تو اس کا کیا علاج۔ وما علینا الا البلاغ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۷ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سینتیسواں مقالہ

سبز عمامہ کی شرعی حیثیت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدلله رب العالمين والصلوٰة والسلام علىٰ رسوله محمد واله واصحابه اجمعين اما بعد ۔ڈاکٹر سید محمد عامر گیلانی صاحب کا لکھا ہوا ایک کتابچہ ''سنت عمامہ'' مطبوعہ شبیر برادرز ۴۰۔بی اردو بازار لاہور ہماری نظر سے گذرا ہے۔مؤلف موصوف نے اس کتابچہ میں جہاں عمامہ کی شرعی حیثیت اور اکیلی ٹوپی کی سنیت کے بارہ میں اپنا غلط مؤقف پیش کیا ہے وہاں عمامہ کے رنگوں کے بیان میں بھی سخت غلطی کا ارتکاب کیا ہے۔ مقام تعجب ہے کہ جو لوگ سنتیں قائم کرنے اور ان پر عامل ہونے کے دعوی دار ہیں وہی عمامہ کے اصل مسنون رنگ یعنی سفید رنگ کے تارک اور غیر مسنون رنگوں پر اپنا ایڑی چوٹی کا زور صرف کر رہے ہیں۔ ہم نے اس مختصر مقالہ میں سبز رنگ کے عمامہ کی شرعی حیثیت کو واضح کرنے کی سعادت حاصل کی ہے اور سفید عمامہ کے مقابلہ میں سبز عمامہ پر زور دینے والوں کے دلائل کا جواب بھی لکھا ہے۔اللہ تعالیٰ اسے شرف قبولیت بخشے اور ذریعۂ ہدایت بنائے آمین۔

عمامہ میں بھی اصل سنت سفید رنگ ہے

عمامہ میں اصل مسنون رنگ سفید رنگ ہے بحمد اللہ تعالیٰ ہم نے اس کی پوری وضاحت اپنے مقالہ'' سفید عمامہ کی فضیلت دلائل کی روشنی میں'' کے اندر کر دی ہے۔اب سبز عمامہ کے حامیوں کے دلائل کے جوابات ملاحظہ ہوں وباللہ التوفیق۔

''سنت عمامہ'' کے مؤلف کی پہلی دلیل

یہ ہے کہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سرکار مدینہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عمامہ شریف کے بارہ میں فرماتے ہیں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا عمامہ مبارک اکثر سفید کبھی سیاہ اور کبھی سبز رنگ کا ہوتا۔ (ضیاء القلوب فی لباس المحبوب،سنت عمامہ ص ۱۴)

الجواب

مؤلف کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا عمامہ اکثر اوقات میں

سفید ہوتا تھا ولہٰذا یہی رنگ اصل سنت ہے۔ سیاہ رنگ کا عمامہ اور سبز رنگ کا عمامہ جائز ہے مسنون نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ حق قبول کرنے کی توفیق بخشے آمین۔

''سنت عمامہ'' کے مؤلف کی دوسری دلیل

یہ ہے کہ حضرت علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کتاب اللباس میں فرماتے ہیں کہ سبز رنگ پہننا سنت ہے جیسا کہ شرعہ میں ہے۔ (سنت عمامہ ص ۱۵)

الجواب

سبز لباس کو سنت قرار دینا بعض علماء کا قول ہے لیکن مفتی بہ قول یہ ہے کہ سنت سفید لباس ہے اور باقی رنگوں کے لباس صرف درجۂ جواز میں ہیں۔ شامی کی عبارت کا جو ترجمہ حضرت مولانا امجد علی صدرالشریعہ نے کیا ہے اس سے اس کا ثبوت ملتا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں سفید کپڑے بہتر ہیں کہ حدیث میں اس کی تعریف آئی ہے اور سیاہ کپڑے بھی بہتر ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن جب مکہ معظمہ میں تشریف لائے تو سر اقدس پر سیاہ عمامہ تھا سبز کپڑوں کو بعض کتابوں میں سنت لکھا ہے۔ (ردالمحتار)

(بہار شریعت ص ۴۷ ج ۱۶)

اور اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ جن علماء نے سبز لباس کو سنت کہا ہے ان کی مراد یہ ہے کہ اس لباس کا جواز سنت سے ثابت ہے یعنی اس لباس کا پہننا رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے نہ یہ کہ اصل سنت سبز لباس ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سنت عمامہ کے مؤلف کی تیسری دلیل

یہ ہے کہ یہ وارد ہوا ہے کہ رنگوں میں سبز رنگ تاجدار مدینہ صلے اللہ علیہ وسلم کا محبوب ترین رنگ تھا۔ (سنت عمامہ ص ۱۵)

الجواب

امام طبرانی اوسط میں ابن السنی اور ابو نعیم طب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان

کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کان احب الالوان الیہ الخضرۃ ۔رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا سب سے زیادہ محبوب رنگ سبز تھا۔ (مرقاۃ شرح مشکوۃ ص ۲۲۵ ج ۸)

یہ حدیث ضعیف ہے امام خاتمۃ المحدثین جلال الدین سیوطی اس حدیث کے بارہ میں فرماتے ہیں ''ضعیف'' یہ حدیث ضعیف ہے۔ (الجامع الصغیر جلد دوم ص ۱۰۰)

ولہذا یہ ضعیف حدیث سفید رنگ کی احبیت ثابت کرنے والی صحیح حدیثوں کے مقابل میں متروک ہوگی۔

اور اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ یہاں احبیت اضافی مراد ہے نہ کہ حقیقی یعنی سفید رنگ تو آپ کو سب سے زیادہ محبوب تھا۔اس کے علاوہ رنگوں میں سے سب سے زیادہ محبوب سبز رنگ تھا۔اسی وجہ سے آپ نے حکم ارشاد فرمایا علیکم بالبیاض من الثیاب ۔تم پر سفید لباس کا پہننا لازم ہے۔اس حدیث کو امام جلال الدین سیوطی نے الجامع الصغیر کے ص ۶۳ ج ۲ میں صحیح قرار دیا ہے۔اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق بخشے آمین۔

''سنت عمامہ'' کے مؤلف کی چوتھی دلیل

یہ ہے کہ حضرت علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوۃ میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حبرہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو یوں محبوب تھا کہ سبز رنگ اہل جنت کے لباسوں میں سے ہے۔

(سنت عمامہ ص ۱۵)

الجواب

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پسندیدہ لباسوں میں ایک لباس حبرہ تھا۔حبرہ کی تعریف اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نظر میں اس کی پسندیدگی کی کئی وجہیں علماء نے لکھی ہیں ان وجہوں میں سے ایک وجہ وہ ہے جو کہ مؤلف نے نقل کی ہے۔اس سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ سبز رنگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پسندیدہ رنگوں میں سے ایک رنگ ہے اور یہ ثابت نہیں ہوتا کہ سبز رنگ سفید رنگ سے زیادہ آپ کو پسندیدہ تھا۔ لہذا مؤلف کا مدعا اس دلیل سے ثابت نہیں ہوتا۔تفصیل کے لئے مرقاۃ ص ۲۲۴ ج ۸ ملاحظہ فرمائیں۔

کہ ملا علی قاری کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ حبرہ میں اصل سرخ رنگ ہوتا ہے اور کبھی کبھی سبز یا زرد رنگ بھی ہوتا ہے۔ اس لئے اس سے مؤلف کا دلیل پکڑنا درست نہیں۔

''سنت عمامہ'' کے مؤلف کی پانچویں دلیل

یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ غزوۂ حنین کے دن ملائکہ کی نشانی سبز عمامے تھے''۔ (سنت عمامہ ص ۱۵)

الجواب

شیخ عبدالرحمٰن صفوری لکھتے ہیں قال فی شرح المھذب یجوز لبس الثوب الابیض والاحمرو الاصفر والا خضرو غیر ذلک من الالوان و لا کراھة فی شئی منه و رایت فی سیرة ابن ھشام قال علی رضی الله تعالیٰ عنه العمائم تیجان العرب و کانت عمائم المائکة یوم بدر بیضاء و یوم حنین حمرآء۔ (نزھۃ المجالس جلد اول ص ۱۳۳)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب شرح المھذب میں لکھا ہے کہ سفید، سرخ، زرد اور سبز وغیرہا رنگوں کے کپڑے پہننا جائز ہے اور ان میں سے کسی بھی رنگ کے کپڑوں میں کوئی کراہت نہیں ہے اور میں نے کتاب سیرۃ ہشام میں یہ لکھا دیکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا پگڑیاں اہل عرب کا تاج ہیں اور جنگ بدر کے دن فرشتوں کے عمامے سفید اور جنگ حنین کے دن سرخ تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جنگ حنین کے دن فرشتوں کے عماموں کے رنگ میں اختلاف روایت ہے لہذا اس اختلاف کی بناء پر سبز رنگ والی روایت سے استدلال درست نہیں ہے۔ کما لا یخفی علی من له ادنی فھم فی اصول الشرع المتین والله تعالیٰ اعلم.

''سنت عمامہ'' کے مؤلف کی چھٹی دلیل

یہ ہے کہ ''حضرت امام غزالی'' فرماتے ہیں کہ سرکار صلے اللہ علیہ وسلم کو سبز رنگ کے کپڑے خوش لگتے تھے (احیاء العلوم) آپ احیاء العلوم ہی میں آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں کہ سرکار مدینہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سندس

(ایک قسم کا کپڑا) کی پوشاک تھی جس کو آپ صلے اللہ علیہ وسلم پہنتے تو آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے سفید رنگ پر اس کا سبز رنگ حسین لگتا تھا۔ (سنت عمامہ ص ۱۵)

الجواب

اس سے سبز رنگ کے لباس کا جائز ہونا ثابت ہوتا ہے۔ سفید لباس پر اس کی فضیلت ثابت نہیں ہوتی۔ لہذا اسے دلیل بنانا صحیح نہیں ہے واللہ تعالیٰ اعلم

''سنت عمامہ'' کے مؤلف کی ساتویں دلیل

یہ ہے کہ ''حضرت ابی رمثہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ پر دو سبز چادریں ہیں۔ (شمائل ترمذی) (سنت عمامہ ص ۱۵)

الجواب

اس کا جواب بھی یہی ہے کہ اس سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ سرکار مدینہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دو سبز چادریں زیب تن فرمائی ہیں۔ پھر اس سے یہ کیسے ثابت ہوگا کہ اصل سنت سبز لباس ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

''سنت عمامہ'' کے مؤلف کی آٹھویں دلیل

یہ ہے کہ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں کہ ابن بطال نے کہا ہے کہ سبز کپڑے اہل جنت کا لباس ہے اور اس کے لئے یہی شرف کافی ہے آگے فرماتے ہیں میں کہتا ہوں کہ اسی وجہ سے سبز رنگ کے کپڑے بزرگوں کا لباس ٹھہرا۔ (جمع الوسائل) (سنت عمامہ ص ۱۵)

الجواب

اہل جنت کا لباس سبز ہوگا یہ اس بات کی دلیل نہیں بن سکتا کہ دنیا میں سب سے زیادہ اچھا رنگ سبز ہے کیونکہ دنیا کے احکام آخرت کے احکام سے الگ ہیں۔ جنت میں مرد سونا، چاندی اور ریشم پہنیں گے حالانکہ یہ چیزیں ان پر دنیا میں حرام کی گئی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

''سنت عمامہ'' کے مؤلف کی نویں دلیل

یہ ہے کہ حضرت یعلی بن امیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ شریف کا سبز چادر کے ساتھ اصطباغ فرماتے ہوئے طواف کیا۔ترمذی ابوداؤد۔ابن ماجہ۔

(سنت عمامہ ص ۱۶)

الجواب

اس سے بھی سبز چادر کا پہننا جائز ثابت ہوا اور یہ ثابت نہیں ہوا کہ سبز لباس اصل سنت ہے بلکہ اصل سنت سفید لباس ہی ہے جس کے پہننے کا حکم صحیح حدیثوں میں خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

''سنت عمامہ'' کے مؤلف کی دسویں دلیل

یہ ہے کہ بعض علمائے کرام کا فرمان ہے کہ لباس میں سرکار مدینہ صلے اللہ علیہ وسلم سبز رنگ محبوب ترین تھا اسی لئے سرانور پر سبز عمامہ شریف سجایا اور اپنی پیاری مسجد نبوی شریف کے گنبد مبارک کا رنگ بھی سبز پسند فرمایا۔ (سنت عمامہ ص ۱۷)

الجواب

خدا جانے وہ کون سے بعض علماء ہیں جنہوں نے یہ فرمایا ہے ہم اس کے جواب میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ سرکار مدینہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سفید رنگ محبوب ترین تھا اسی لئے سرانور پر اکثر اوقات میں سفید عمامہ شریف سجایا۔رہا مولف کا یہ لکھنا کہ اپنی پیاری مسجد نبوی شریف کے گنبد مبارک کا رنگ بھی سبز پسند فرمایا۔دو وجہوں سے غلط ہے۔ایک یہ کہ مسجد نبوی شریف کا کوئی گنبد ہی نہیں بلکہ روضۂ انور کا گنبد ہے۔اور دوسری یہ کہ آپ نے اپنے گنبد کا رنگ پسند نہیں فرمایا بلکہ آپ کی وفات کے بعد جب گنبد خضریٰ تعمیر کیا گیا تو بنانے والوں نے سفید رنگ پسند کیا پھر بعد کے لوگوں نے سبز رنگ پسند کیا۔اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق بخشے آمین واللہ تعالیٰ اعلم۔

مؤلف کا بیان کردہ نتیجۂ بحث

یہ ہے کہ ''ان تمام روایات سے یہ بالکل واضح ہوتا ہے کہ سبز رنگ کا لباس سرکار مدینہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لباس میں داخل ہے اور ملائکہ اور اہل جنت کا لباس ہے۔ یعنی سرکار مدینہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت کے علاوہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اور ملائکہ کرام کی سنت مبارکہ ہے۔ (سنت عمامہ ص ۱۶)

الجواب

ہم کہتے ہیں کہ سبز عمامہ ان تمام معزز ہستیوں سے ثابت ہے مگر یہ ان کی اصل دائمی سنت نہیں ہے بلکہ کبھی کبھار کا عمل ہے جیسا کہ مولف نے خود شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عبارت نقل کی ہے کہ ''رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا عمامہ مبارک اکثر سفید کبھی سیاہ اور کبھی سبز رنگ کا ہوتا'' اس لئے سفید عمامہ کو بالکلیہ ترک کر دینا اور ہر وقت سبز عمامہ سر پر سجائے رکھنا ہرگز سنت اصلیہ پر عمل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ سمجھنے کی توفیق بخشے آمین۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔

عاشقِ رسول ہونے کی نشانی

مؤلف لکھتا ہے آج کل سبز رنگ مسلمانوں کا شناختی رنگ بن گیا ہے کیونکہ ساری دنیا کے جھنڈوں میں سبز رنگ کی موجودگی اس ملک میں مسلمانوں کے تناسب کی نشان دہی کرتی ہے۔ اس لئے سر پر مسنون سبز عمامہ سجائے ہوئے جب کبھی کوئی مسلمان دنیا کے کسی بھی ملک میں جائے گا تو دور سے پہچانا جائے گا کہ باعمل مسلمان اور سچا عاشق مدینہ چلا آرہا ہے''۔ (سنت عمامہ ص ۱۷)

الجواب

آج کل سبز رنگ کا عمامہ نہیں بلکہ مطلق عمامہ باعمل مسلمان ہونے کی نشانی ہے اسی لئے اگر کوئی مسلمان سر پر مسنون سفید عمامہ سجائے ہوئے کسی ملک میں جائے گا تو دور سے پہچانا جائے گا کہ باعمل مسلمان اور سچا عاشق مدینہ چلا آرہا ہے۔ یعنی کسی خاص رنگ سے یہ پہچان تعلق نہیں رکھتی بلکہ عمامہ سے رکھتی ہے کہ غیر مسلم

تقریباً ہر جگہ تارک عمامہ ہوتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

دعوت اسلامی کو رضائے مصطفیٰ کا مفید مشورہ

ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ ربیع الآخر ۱۴۱۶ھ کی اشاعت میں ''دعوت اسلامی کے نام مخلصانہ پیغام'' کے عنوان سے دعوت اسلامی کو یہ مفید مشورہ دیا گیا ہے کہ ''سبز عمامہ کے مسئلے پر بھی دعوت اسلامی کو نظر ثانی کرنی چاہیے کیونکہ یہ چیز تحقیق شدہ ہے کہ سفید عمامہ کی سنیت کی تصریح کی گئی ہے اور سفید لباس کو افضلیت حاصل ہے اور مستقل طور پر سبز عمامہ ہی کو معمول بنانے اور دعوت اسلامی کے ارکان و متعلقین کے لئے سبز عمامہ پر اصرار کرنے سے دعوت اسلامی کے زیر اثر حضرات پر اندیشہ ہے کہ ہمیشہ کے لئے سبز عمامہ ہی ان کے ذہن نشین رہے گا اور سفید عمامہ کی سنیت کا علم و عمل متروک ہو جائے گا۔ جو کہ دعوت اسلامی کے شایان شان نہیں کیونکہ ماشاء اللہ اس کا پروگرام سنت اور اشاعت سنت ہے (نہ کہ اماتت سنت اصلیہ) دعوت اسلامی کے تشخص کے لئے بازو یا سینہ پر کوئی نشانی لگائی جا سکتی ہے۔ بہر حال سفید عمامہ کو سبز عمامہ کے غلبہ میں مغلوب و متروک نہیں ہونا چاہیے۔ دعوت اسلامی کے مرکزی اجتماع کے موقع پر یا دیگر اوقات میں سفید عمامہ کی سنت کا مظاہرہ ہونا چاہیے''۔

سبحان اللہ رضائے مصطفےٰ نے دعوت اسلامی کو یہ کتنا درست اور مفید مشورہ دیا ہے مگر افسوس اس جماعت نے ابھی تک اس مشورہ کو قبول نہیں کیا ہے ہماری دعا ہے کہ سفید عمامہ کو غلبہ نصیب ہو۔ آمین۔

دعوت اسلامی کو ہمارا مشورہ

یہ ہے کہ آپ کی جماعت جب تبلیغ کے لئے نکلے تو امیر کے سر پر سبز عمامہ اور باقی عام شرکاء کے سروں پر سفید عمامہ ہونا چاہیے۔ اس سے سفید عمامہ کی سنیت بھی زندہ ہوگی اور سبز عمامہ سے اس جماعت کا تشخص بھی قائم رہے گا۔ جنگ بدر میں دو قسم کے عماموں والے فرشتے تھے حضرت جبرائیل علیہ السلام کا عمامہ زرد رنگ کا تھا اور باقی فرشتوں کے عمامے سفید تھے۔ دیکھو تفسیرات صاویہ جلد اول ص ۱۱۵۷۔ کاش اگر دعوت اسلامی بدری فرشتوں کے اس طرز عمل کو اختیار کرے تو سفید عمامہ کی سنیت بھی فوت نہیں ہوگی اور اس کا اپنا تشخص بھی قائم رہے گا اور کسی کو دعوت اسلامی کے اس طرز عمل پر اعتراض کی گنجائش بھی نہیں رہے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

درس فیضان سنت

ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ بابت جمادی الاولی ۱۴۱۶ھ میں درس فیضان سنت کے نام سے ایک مضمون شائع ہوا ہے۔ سبز عمامہ پر زور دینے والوں کی چشم کشائی کے لئے اسے یہاں نقل کیا جاتا ہے۔ وباللہ التوفیق۔

''درس فیضان سنت'' سفید عمامہ سنت کی روشنی میں مولانا محمد الیاس قادری امیر دعوت اسلامی نے بعنوان ''لباس کی سنتیں اور آداب'' لکھا ہے کہ سفید لباس سرکار صلے اللہ علیہ وسلم کو پسند ہے حضرت سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ سرکار مدینہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ سفید کپڑے پہنا کرو۔ کیونکہ یہ پاکیزہ اور صاف وشفاف ہوتے ہیں اور اپنے مُردوں کو سفید کپڑوں میں کفن دیا کرو۔ (نسائی) اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ تاجدار مدینہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے لئے مسجدوں اور قبروں میں تمہارے لئے سب سے بہترین لباس سفید لباس ہے۔ (ابن ماجہ)

اس کے بعد لباس کی اٹھارہ سنتیں اور آداب کے عنوان کے ماتحت پہلی سنت یہ بیان فرمائی کہ سفید لباس ہر لباس سے بہتر ہے اور سرکار مدینہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پسندیدہ سنت ہے۔ اور پھر لباس کے مضمون کے بعد عمامہ کے فضائل بیان فرمائے ہیں۔

مذکورہ بالا احادیث مبارکہ اور فیضان سنت کے ان عنوانات والفاظ سے کہ سفید لباس سرکار صلے اللہ علیہ وسلم کو پسند ہے۔ سفید لباس ہر لباس سے بہتر ہے اور سرکار مدینہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پسندیدہ سنت ہے۔ سفید لباس کا ہر لباس سے بہتر اور پسندیدہ سنت ہونا ظاہر و باہر ہے۔ اور بالخصوص دوسری حدیث کے یہ الفاظ بہت واضح ہیں کہ مسجدوں اور قبروں میں سب سے بہترین لباس سفید لباس ہے۔ اور یہ بات بھی بالکل واضح ہے کہ عمامہ و پگڑی شریف بھی لباس میں داخل اور لباس کا اعلیٰ وافضل حصہ ہے لہذا عمامہ شریف کا سفید ہونا بھی یقیناً بہترین و پسندیدہ سنت قرار پائے گا۔

سفید عمامہ کے متعلق بطور خاص ایک اور روایت امام خالد بن معدان تابعی سے مروی ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے اس امت کو پگڑیوں اور جھنڈوں سے عزت بخشی اور سفید

پگڑیوں (اور سفید کپڑوں) سے بڑھ کر کوئی محبوب چیز نہیں جس سے تم اپنی مسجدوں اور اپنی قبروں کو آباد کرتے ہو۔ (کتاب الدعاء امام محمد بن جعفر کتانی علیہ الرحمۃ)

اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کان اکثر لباسه البیاض ۔آپ کا لباس اکثر (اوقات) سفید ہوتا تھا صلے اللہ علیہ وسلم۔ (احیاء العلوم ص ۳۷۲ ج ۲)

اور امام عراقی نے فرمایا یہ حدیث کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم کا لباس اکثر اوقات سفید ہوتا تھا اور فرماتے تھے کہ سفید لباس اپنے زندوں کو پہناؤ اور اپنے مُردوں کو اس سے کفن دو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی صحیح الاسناد ہے۔

(کتاب المغنی عن حمل الاسفار)

تفصیل مذکور اور فیضان سنت و دیگر مدلل حوالہ جات کی روشنی میں سفید لباس اور بالخصوص سفید عمامہ کی سنیت افضلیت اور محبوبیت و پسندیدگی بڑی وضاحت سے ثابت ہوگئی ہے لہذا جو لوگ بالخصوص علماء و مشائخ و طلباء رنگ برنگے جوڑے اور سوٹ پہنتے ہیں انہیں بھی اس رسم و رواج کی بجائے سفید لباس یا کم از کم سفید کا کچھ حصہ سفید شلوار استعمال کرنی چاہیے۔ اسی طرح جن لوگوں بالخصوص جن حضرات نے باجماعت طور پر سبز رنگ کے عمامے یا کسی اور رنگ کو مستقل و مختص کر لیا ہے اور ان کا مشن بھی پیغام سنت ہے انہیں بھی چاہیے کہ وہ اپنی اس روش میں تبدیلی و اعتدال کی راہ اختیار کریں اور سبز رنگ کے عمامہ کی طرح اگر مستقل طور پر سفید عمامہ اختیار نہ کر سکیں تو کم از کم موقع بموقع سفید عمامہ شریف کی سنیت و افضلیت و محبوبیت کا مظاہرہ کریں تاکہ سبز رنگ کے غلبہ میں سفید عمامہ کی سنیت مغلوب اور ترک و نسیان کا شکار نہ ہو جائے اور اس کی جگہ سبز عمامہ کو افضلیت و فوقیت حاصل نہ ہو"۔ (ماہنامہ رضائے مصطفےٰ بابت جمادی الاولیٰ ۱۴۱۶ھ)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتوی

دعوت اسلامی کے احباب اپنی تحریر و تقریر میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نام لیتے رہتے ہیں بلکہ انہیں اپنے سلسلۂ طریقت کے مشائخ میں شمار کرتے ہیں اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ میں اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا ایک فتویٰ مبارکہ بھی پیش کر دیا جائے وباللہ التوفیق۔

مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم کا عمامہ شریف کے گز کا لانبا تھا اور وہ گز کتنا لانبا تھا بینوا توجروا۔

الجواب:

رنگ سبز و سرخ بھی ثابت ہے اور محبوب تر سفید۔ حدیث میں ہے **البسوا الثیاب البیاض فانھا اطھر و اطیب و کفنوا منھا موتاکم** ۔ سفید کپڑے پہنو کہ وہ زیادہ پاکیزہ اور خوب ہیں اور اپنے اموات کو سفید کفن دو۔ رواہ احمد والاربعۃ عن سمرۃ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

عمامہ اقدس کے طول میں کچھ ثابت نہیں امام ابن الحاج مکی سات ہاتھ یا اس کے قریب کہتے ہیں اور حفظ فقیر میں کلمات علماء سے ہے کہ کم از کم پانچ ہاتھ اور زیادہ سے زیادہ بارہ ہاتھ اور شیخ عبدالحق کے رسالہ لباس میں اکتیس ہاتھ تک لکھا ہے اور ہے یہ کہ یہ امر عادت پر ہے جہاں علماء و عوام کی جیسی عادت ہو اور اس میں کوئی معذور شرعی نہ ہو اس قدر اختیار کریں۔ **فقد نص العلماء ان الخروج عن العادۃ شھرۃ و مکروۃ** (کیونکہ علماء نے فرمایا ہے کہ لوگوں کی عادت سے نکلنا شہرت اور مکروہ ہے)"۔ **واللہ تعالیٰ اعلم.**

(فتاویٰ رضویہ جلد دہم حصہ اول ص ۱۰۴)

حرف آخر

الحمدللہ یہاں تک جو کچھ پیش کیا گیا ہے اس سے روز روشن کی طرح یہ روشن ہوا کہ سفید رنگ کا عمامہ سنت افضل اور زیادہ محبوب و پسندیدہ ہے۔ ولہذا سنت پر عمل کے دعوی دار مسلمانوں کو سفید عمامے باندھنے چاہیں اور مختلف رنگوں کے لباسوں اور عماموں پر اصرار نہیں کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق بخشے آمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲۳ رمضان المبارک ۱۴۱۸ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اڑتیسواں مقالہ

گھڑی کے چین کا مسئلہ

علماء کی عدالت میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارہ میں کہ

(۱) گھڑی کلائی پر باندھنی جائز ہے یا نہیں؟

(۲) جس گھڑی کا چین اسٹیل وغیرہ دھات کا ہو اُسے کلائی پر پہننا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) اگر کلائی پر گھڑی باندھنی جائز ہے تو چین پہننا کیوں ناجائز ہے جبکہ یہ دونوں لوہا کے بنے ہوئے ہوتے ہیں؟ جواب با دلائل دے کر اجر حاصل کریں۔

(پیش کردہ ہیڈ ماسٹر محمد حنیف ہاشمی بیور تحصیل کہوٹہ ضلع راولپنڈی)

الجواب: بتوفیق الملک الوھاب عزوجل

علمائے حق ڈورا والی گھڑی کلائی پر باندھنے کو جائز اور لوہے وغیرہ کے چین والی گھڑی کلائی پر پہننے کو ناجائز بتاتے ہیں۔ ڈورا والی گھڑی کلائی پر باندھنے کے جائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آج کل دنیا بھر میں تمام کاروبار گھڑی کے مقررہ اوقات پر ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ نماز وروزہ کے اوقات کو بھی گھڑیوں کے اوقات کے لحاظ سے متعین کیا جاتا ہے۔ اس لئے گھڑی پاس رکھنے کی ضرورت شدیدہ ہے پھر چونکہ بار بار وقت دیکھنا پڑتا ہے اور بار بار جیب سے گھڑی نکال کر وقت دیکھنے میں حرج عظیم ہے اس لئے اس حرج عظیم کے دفع کے لئے علمائے ربانی کلائی پر گھڑی باندھنے کی اجازت دیتے ہیں۔ چنانچہ

(۱) اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ لکھتے ہیں۔ ''گھڑی کی چین بھی عام ازیں کہ چاندی کی ہو یا پیتل کی (ناجائز ہے) ہاں ڈورا باندھ سکتا ہے۔''

(ماہنامہ رضائے مصطفےٰ بابت صفر ۱۳۸۹ھ)

(۲) اور مفتی محمد اعظم رضوی مفتی دارالافتاء بریلی شریف لکھتے ہیں۔ ''اب رہا یہ امر کہ کیا واقعی چین دار دستی گھڑی کا استعمال خلاف شرع ہے تو اس سلسلہ میں ہم مرجع انام مفتی اسلام سرکار شاہزادۂ اعلیٰ حضرت شاہ مصطفےٰ رضا خان مفتی اعظم ہند سجادہ نشین آستانہ عالیہ قادریہ رضویہ بریلی شریف کا مصدقہ فتویٰ ماہنامہ

استقامت کانپور بابت جنوری وفروری ۱۹۷۸ء اولیاء نمبر جلد دوم ص ۲۵۷ سے ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل مندرجہ ذیل میں کہ (۱) گھڑی پہننا جائز ہے یا نہیں؟ (۲) گھڑی پہن کر نماز پڑھنے سے نماز ہوگی یا نہیں؟''

الجواب: (۱) جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (۲) بے کراہت درست ہے۔ مگر وہ گھڑی جس کی چین سونے، چاندی یا سٹیل وغیرہ کسی دھات کی ہو اس کا استعمال ناجائز ہے اور اس کو پہن کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے یعنی پڑھنا گناہ اور جو پڑھی گئی اس کا اعادہ واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ محمد اعظم رضوی دارالافتاء بریلی شریف۔ الجواب صحیح واللہ تعالیٰ اعلم فقیر مصطفےٰ رضا خان غفرلہٗ''

(ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ بابت ربیع الآخر ۱۴۰۰ھ)

(۳) اور مولانا محمود احمد رضوی شارح صحیح البخاری مہتمم حزب الاحناف لاہور لکھتے ہیں۔'' چاندی سونے کے علاوہ کسی اور دھات کی گھڑی رکھنا تو جائز ہے مگر اس کی زنجیر کسی دھات کی بھی جائز نہیں۔ گھڑی اور بوتاموں میں کسی دھات کی زنجیر لگانا ممنوع اور ناجائز ہے اور نماز اور امامت اس کے ساتھ مکروہ ہوتی ہے۔ صدہا امام ایسے بھی ہیں کہ ان باتوں کے ترک کرنے اور بجانہ لانے سے خود اپنی اور اپنے مقتدیوں کی نمازیں ضائع اور خراب کرتے ہیں۔'' (ماہنامہ رضوان لاہور بابت ۱۷ اگست ۱۹۷۲ء)

اور چین والی گھڑی پہننے کے ناجائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ شرع شریف نے لوہا وغیرہ دھات کی بنی ہوئی اشیاء کا بے ضرورت پہننا ممنوع قرار دیا ہے۔ چونکہ چین پہننے میں وہ ضرورت موجود نہیں جو گھڑی پہننے میں ہے کہ چین کی بجائے ڈورا بھی پہنا جا سکتا ہے اس لئے چین کا استعمال ناجائز ہے۔ **لان الضرورات تقدر بقدرها والله تعالىٰ اعلم وعلمه اتم واكمل عزوجل۔**

یہ اِن سوالات کا اجمالی جواب ہے۔ اور چونکہ چین کے مسئلہ سے عوام بہت لاپرواہی برتتے ہیں بلکہ اچھے خاصے مولویان حضرات کو بھی دیکھا گیا ہے کہ وہ چین پہنے ہوتے ہیں اس لئے اس مسئلہ کا تفصیلی جواب بھی لکھا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ہدایت ملنے کی دعاء ہے۔ آمین۔

احادیث مبارکہ

(۱) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے فرمایا جس نے پیتل

کی انگوٹھی پہن رکھی تھی۔ مالی اجد منک ریح الاصنام۔ میرے لئے کیا ہے کہ میں تجھ سے بتوں کی بدبو پاتا ہوں؟ پس اس شخص نے وہ انگوٹھی پھینک دی۔ پھر وہ لوہے کی انگوٹھی پہن کر آیا تو آپ نے فرمایا مالی اری علیک حلیۃ اھل النار میرے لئے کیا ہے کہ میں تجھ پر دوزخیوں کا زیور دیکھتا ہوں؟ پھر اس نے عرض کیا یا رسول اللہ میں کس شے کی انگوٹھی بنواؤں؟ فرمایا من ورق ولا تتمہ مثقالاً۔ چاندی سے اور وہ مثقال کے وزن کو نہ پہنچے۔ (مشکوۃ ص ۹۸ ج ۲، نسائی ص ۲۸۸ ج ۲، ابوداؤد ص ۲۲۴ ج ۲)

(۲) امام ترمذی نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت میں یہ اضافہ روایت کیا ہے۔ ثم اتاہ وعلیہ خاتم من ذھب فقال مالی اری علیک حلیۃ اھل الجنۃ۔ پھر وہ شخص سونے کی انگوٹھی پہن کر آیا۔ تو آپ نے فرمایا میرے لئے کیا ہے کہ میں تجھ پر جنتیوں کا زیور دیکھتا ہوں۔

(ترمذی ص ۲۴۸ ج ۲)

۳۔ اور حضرت عمرو بن شعیب اپنے دادا سے روایت بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس سونے کی انگوٹھی پہن کر بیٹھا تو آپ نے اس سے اپنا رخ انور موڑ لیا۔ پھر اس نے (سونے کی انگوٹھی اتار کر) لوہے کی انگوٹھی پہنی تو یہ دیکھ کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ھذا لبسۃ اھل النار یہ تو دوزخیوں کا پہناوا ہے۔ پھر اس نے (لوہے کی انگوٹھی اتار کر) چاندی کی انگوٹھی پہنی تو آپ خاموش رہے۔

(شرح معانی الآثار ص ۳۸۶ ج ۲)

(۴) اور عامل بصرہ زیاد کا بیان ہے کہ ہم اشعری کے ہمراہ وفد کی صورت میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ پر سونے کی انگوٹھی دیکھ کر تین بار فرمایا لقد تشبھتم بالعجم تختموا بھذا الورق۔ بلاشبہ تم نے اہل عجم سے مشابہت کی ہے۔ تم اس چاندی کی انگوٹھیاں بنواؤ۔ پھر اشعری نے کہا میری انگوٹھی تو لوہے کی ہے۔ فرمایا۔ ذالک اخبث وانتن یہ تو زیادہ پلید اور زیادہ بدبودار ہے۔ (شرح معانی الآثار ص ۳۸۷ ج ۲)

(۵) اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا۔ حالانکہ اس پر سونے کی انگوٹھی تھی آپ نے اس سے رخ انور موڑ لیا۔ پھر وہ اس حال میں لوٹا کہ اس پر لوہے کی انگوٹھی تھی۔ سو آپ نے فرمایا ھذا شر منہ ھذہ حلیۃ اھل النار۔ یہ (لوہے کی انگوٹھی) اس (سونے کی انگوٹھی) سے بھی زیادہ بری ہے۔ یہ دوزخیوں کا پہناوا ہے۔ (تبیین الحقائق ص ۱۵ ج ۶)

ان پانچ احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ لوہے کی انگوٹھی پہننی شرعاً ممنوع ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ لوہا دوزخیوں کا پہناوا ہے۔ سو یہ علت صرف لوہے کی انگوٹھی میں منحصر نہیں مانی جائے گی۔ بلکہ ہر وہ زیور جو لوہے کا بنا ہوگا اس کی ممانعت بھی اس علت سے ثابت ہو جائے گی۔ پس لوہے کا چین اس لئے ممنوع قرار پائے گا کہ یہ بھی دوزخیوں کے پہناوا کی قسم ہے۔ واللہ یھدی من یشآء الیٰ صراط مستقیم۔

فقہائے حنفیہ کے ارشادات

مندرجہ بالا پانچ احادیث متبرکہ کی بناء پر ہمارے فقہائے حنفیہ کثرھم اللہ تعالیٰ الیٰ یوم القیامۃ نے لوہے وغیرہ دھاتوں کی انگوٹھی پہننے کو ناجائز بلکہ مکروہ بلکہ حرام لکھا ہے۔ قارئین کے اطمینان قلب کے لئے بعض عبارات نقل کی جاتی ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

(۱) محرر مذہب حنفی حضرت امام محمد بن حسن شیبانی لکھتے ہیں۔ لاینبغی للرجل ان یتختم بذھب ولاحدید ولا صفر ولا یتختم الا بالفضۃ۔ مرد کو نہ چاہیے کہ وہ سونے کی انگوٹھی پہنے اور نہ لوہے کی اور نہ پیتل کی اور وہ چاندی کی انگوٹھی کے علاوہ اور کوئی انگوٹھی نہ پہنے۔ (موطائے امام محمد ص ۲۷۲)

(۲) اور امام ابوالبرکات نسفی لکھتے ہیں وحرم التختم بالحجر والحدید والصفر والذھب۔ اور حرام ہے (مرد کے لئے) کہ پتھر اور لوہے اور پیتل اور سونے کی انگوٹھی پہنے۔ (کنز الدقائق ص ۳۵۰)

(۳) اور شرح وقایہ میں ہے۔ ولا یتختم بالحجر والحدید والصفر اور مرد پتھر اور لوہے اور پیتل کی انگوٹھی نہ پہنے۔ (شرح وقایہ ص ۴۹ ج ۴)

(۴) اور ہدایہ میں ہے۔ وفی الجامع الصغیر ولایتختم الا بالفضۃ وھذا نص علیٰ ان التختم بالحجر والحدید والصفر حرام اور امام محمد نے کتاب جامع صغیر میں فرمایا اور مرد انگوٹھی نہ پہنے مگر چاندی کی اور یہ نص ہے اس بات پر کہ پتھر اور لوہے اور پیتل کی انگوٹھی پہننی حرام ہے۔ (ہدایہ شریف ص ۴۵۷ ج ۴)

(۵) اور درمختار میں ہے۔ ولایتختم بغیرھا کحجر وذھب وحدید وصفر ورصاص وزجاج وغیرھا۔ اور مرد چاندی کے علاوہ مثلاً پتھر اور سونا اور لوہا اور پیتل اور سکہ اور شیشہ وغیرہ کی انگوٹھی نہ پہنے۔ (درمختار ص ۲۵۳ ج ۵)

(۶) اور علامہ شامی ملا خسرو کا یہ قول نقل کرتے ہیں فالحاصل ان التختم بالفضۃ حلال للرجال

وبالذهب والحديد والصفر حرام وبالحجر حلال علی اختيار شمس الائمه وقاضی خان و حرام علی اختيار صاحب الهداية والکافی ۔پس حاصل کلام یہ ہے کہ مردوں کے لئے چاندی کی انگوٹھی پہننی حلال اور سونے اور لوہے اور پیتل کی حرام اور پتھر کی شمس الائمہ سرخسی اور امام قاضی خان کے مختار قول پر حلال اور صاحب ہدایہ اور صاحب کافی کے مختار قول پر حرام ہے۔ (ردالمختار ص۲۵۳ ج۲)

(۷) اور امام حدادیمنی لکھتے ہیں اوز جندی کی کتاب میں ہے کہ مردوں کے لئے لوہے اور پیتل اور کانسے اور سکے کی انگوٹھی پہننی مکروہ ہے کیونکہ یہ دوزخیوں کا پہناوا ہے۔ (جوهرہ نیرہ ص۳۸۳ ج۲)

(۸) اور امام زیلعی فرماتے ہیں ۔ولا يتختم بغير الفضة كالحجر والحديد والصفر اور مرد چاندی کے علاوہ کسی شئے پتھر اور لوہے اور پیتل کی انگوٹھی نہ پہنے۔ (تبیین الحقائق ص۱۵ ج۶)

(۹) اور امام عینی لکھتے ہیں۔ حرم التختم بالحجر والحديد والصفر والرصاص والقزدير ونحو ذلك ۔پتھر، لوہے، پیتل، اور سکے وغیرہ کی انگوٹھی پہننی حرام ہے۔(رمزالحقائق ص۳۰۹ ج۲)

(۱۰) اور فتاویٰ خانیہ میں ہے وكذا التختم بالحديد لانه خاتم اهل النار ۔اور یونہی لوہے کی انگوٹھی پہننا (ناجائز ہے) کیونکہ لوہے کی انگوٹھی دوزخیوں کی انگوٹھی ہے۔(فتاویٰ قاضی خان ص۴۱۳ ج۳)

الحمدللہ فقہ حنفی کی دس کتب عالیہ کی ان عبارات متبرکہ سے ثابت ہوا کہ لوہا وغیرہ دھات کی بنی ہوئی انگوٹھی پہننا مردوں اور عورتوں سب کے لئے حرام ہے۔ اور اس کی علت یہ بتائی گئی ہے کہ یہ دوزخیوں کا پہناوا ہے۔اللہ کریم آج کل کے مسلمانوں کو اس آفت سے بچائے آمین۔

لوہے کے چین کو لوہے کی انگوٹھی پر قیاس کیا جائے گا

چونکہ لوہے کا چین لوہے کی انگوٹھی کی طرح ہے کہ دونوں کو ہاتھ میں پہنتے ہیں اس لئے اس کا حکم لوہے کی انگوٹھی کے حکم پر قیاس کیا جائے گا۔اسی قیاس پر علمائے حق لوہے کے چین کے استعمال کو ناجائز بلکہ مکروہ تحریمی تک قرار دیتے ہیں۔ یہاں قارئین کے اطمینان قلب کے لئے علمائے حق کے چند فتاویٰ مبارکہ لکھے جاتے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

(۱) اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ کی کتاب احکام شریعت کے ص۱۷۰ میں ہے۔

''مسئلہ۔کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سونے چاندی، پیتل، کانسہ وغیرہ کی انگوٹھی یا چھلا یا

گھڑی کی زنجیر مرد کو پہننا جائز ہے یا نہیں؟ اور ان کو پہن کر نماز پڑھنا یا پڑھانا درست ہے یا نہیں؟

بینوا توجروا۔

الجواب: چاندی کی ایک انگوٹھی ایک نگ کی ساڑھے چار ماشہ سے کم وزن کی مرد کو پہننا جائز ہے اور دو انگوٹھیاں یا کئی نگ کی ایک انگوٹھی یا ساڑھے چار ماشہ خواہ زائد چاندی کی اور سونے، کانسے، پیتل، لوہے یا تانبے کی مطلقاً ناجائز ہیں۔ گھڑی کی زنجیر (چین) سونے چاندی کی مرد کو حرام اور دھاتوں کی ممنوع ہے اور جو چیز ممنوع کی گئی ہیں ان کو پہن کر نماز اور امامت مکروہ تحریمی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) اور مولانا امجد علی اعظمی قدس سرہٗ لکھتے ہیں۔ ''سونے چاندی کی زنجیر (چین) گھڑی میں لگا کر اس کو گلے میں پہننا یا کاج میں لٹکانا یا کلائی پر باندھنا منع ہے (ردالمحتار) بلکہ دوسری دھات مثلاً پیتل لوہے وغیرہ کی چینوں کا بھی یہی حکم ہے۔ کیونکہ ان دھاتوں کا بھی پہننا ناجائز ہے اور اگر ان چیزوں کو لٹکایا نہیں اور نہ کلائی پر باندھا بلکہ جیب میں پڑی رہتی ہیں تو ناجائز نہیں کہ ان کے پہننے سے ممانعت ہے۔ جیب میں رکھنا منع نہیں''۔ (بہار شریعت ص ۵۱ ج ۱۶)

(۳) مفتی اعظم ہند مولانا مصطفےٰ رضا خان بریلوی قدس سرہٗ لکھتے ہیں۔ ''مگر وہ گھڑی جس کی چین سونے چاندی یا اسٹیل وغیرہ کسی دھات کی ہو اس کا استعمال ناجائز ہے اور اس کو پہن کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے یعنی پڑھنا گناہ اور جو پڑھی گئی اس کا اعادہ واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔''

(ماہنامہ رضائے مصطفےٰ بابت ربیع الآخر ۱۴۰۰ھ)

(۴) اور مفتی اعظم پاکستان سید ابوالبرکات احمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ''تمام دھاتیں (لوہا، پیتل، تانبہ، اسٹیل وغیرہ) عورت و مرد کو ممنوع ہیں۔ گھڑی کا چین ہو یا انگوٹھی چھلہ یا حلقہ و کڑا ہو۔ سب ممنوع ہیں''۔

(ماہنامہ رضائے مصطفےٰ بابت رمضان ۱۳۹۲ھ)

(۵) اور مولانا عبدالمصطفےٰ ازہری لکھتے ہیں۔ ''گھڑی کی چین سونے یا چاندی کی حرام ہے اور لوہے پیتل کی مکروہ (تحریمی) ہے''۔ (ماہنامہ رضائے مصطفےٰ مذکور بالا)

(۶) اور مفتی محمد اعظم رضوی مفتی بریلی شریف لکھتے ہیں۔ ''چاندی اور سونے کا زیور عورت استعمال کرسکتی ہے اور چاندی سونے کے علاوہ دھاتوں کا استعمال اس طرح مرد و عورت کوئی نہیں کرسکتا۔ یہ نص حدیث سے ثابت ہے''۔ (ماہنامہ رضائے مصطفےٰ بابت ربیع الاول ۱۳۹۳ھ)

(ے)اور مفتی محمد خلیل برکاتی لکھتے ہیں۔ ''سونے چاندی کے علاوہ دھاتوں کا زیور یا زینت کے طور پر استعمال کرنا بہرحال اسلام میں پسندیدہ نہیں رہا۔لوہا، تانبا، پیتل نص صریح سے ممنوع ہیں۔مرد کے لئے بھی اور عورت کے لئے بھی لہذا ان کو جائز اور مباح نہیں کہا جائے گا''

(ماہنامہ رضائے مصطفےٰ بابت شوال ۱۳۹۲ھ)

(۸)اور مفتی جلال الدین احمد امجدی لکھتے ہیں۔'' حالانکہ شرعی اعتبار سے ایسے چین (لوہا وغیرہ دہات کے بنے ہوئے چین) کا استعمال ناجائز وممنوع ہے اور اسے باندھے ہوئے نماز مکروہ تحریمی ہے''۔

(ماہنامہ رضائے مصطفےٰ بابت ربیع الآخر ۱۴۰۰ھ)

(۹)اور مولانا محمد عبداللہ قصوری لکھتے ہیں۔''سونے چاندی کی زنجیر گھڑی میں لگا کر اس کو گلے میں پہننا یا کاج میں لٹکانا یا کلائی پر باندھنا منع ہے۔ان اشیاء ممنوعہ کے استعمال کے لئے عموم بلوی کو حیلہ بنانا شرعاً غلط ہے''۔ (ماہنامہ رضائے مصطفےٰ بابت رمضان ۱۳۹۲ھ)

(۱۰)اور مولانا ابوداؤد محمد صادق لکھتے ہیں۔''لوہے، پیتل، اسٹیل وغیرہ دھات کا چین باندھنا اور کاج میں زنجیر لٹکانا ناجائز وممنوع ہے۔اور اس کے ساتھ نماز مکروہ ہے۔الیٰ ان قال ہم نے اس مسئلہ کو اس لئے وضاحت سے نقل کیا ہے کہ آج کل بہت سے جدید علماء ومقررین بھی اس گناہ میں مبتلاء ہیں اور سنی بریلوی حضرات بھی فیشن کی اس رو میں بہے جارہے ہیں۔اور انہیں اس بات کا بھی احساس نہیں کہ اس طرح چین وزنجیر پہننے کے گناہ کے علاوہ ان کی اپنی نمازیں اور ان کے پیچھے نماز پڑھنے والے مقتدیوں کی نمازیں مکروہ تحریمی وواجب الاعادہ ہوتی ہیں اور کئی جاہل عوام مولوی کے ہاتھ میں اس قسم کا چین دیکھ کر اسے جائز تصور کر لیتے ہیں گویا جن علماء کا کام لوگوں کو ہدایت دینا تھا وہ اب ان کے لئے ذریعۂ معصیت بن رہے ہیں۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ منہ مولیٰ ہدایت نصیب فرمائے۔آمین۔ (رضائے مصطفےٰ ۲۸ ذیقعدہ ۱۳۸۵ھ)

الحاصل لوہے کی بنی ہوئی گھڑی کا پہننا مردوں اور عورتوں سب کے لئے جائز ہے بشرطیکہ اس میں لوہے پیتل وغیرہ کا چین نہ لگا ہو۔ورنہ مردوں اور عورتوں سب کے لئے اس کا کلائی پر باندھنا ناجائز اور گناہ ہے۔ہاں جیب میں رکھیں تو کوئی حرج نہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲۳ رمضان المبارک ۱۴۰۹ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
انتالیسواں مقالہ
کیمرہ کی عکسی تصویر
کی صحیح شرعی حیثیت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ ربّ العالمین و الصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین امابعد:

ڈاکٹر پروفیسر محمد طاہر القادری بانی تحریک منہاج القرآن لاہور نے کیمرہ وغیرہ سے جاندار کی تصویریں کھینچنے کو جائز قرار دیا ہے۔ چنانچہ اس نے اپنے ایک مضمون ''تصویر اور ویڈیو کی شرعی حیثیت'' میں لکھا ہے کہ

''تصویر کے بارے میں علماء کے دو مؤقف ہیں۔ بعض علماء اسے مطلقاً ناجائز سمجھتے ہیں جبکہ بعض کے نزدیک دہات سے بنی ہوئی یا تراشدہ مورتی تو ناجائز ہے البتہ کیمرے سے بنی ہوئی وہ تصاویر جو عبادت یا تعظیم کی نیت سے نہ ہوں مباح ہیں۔ جو علماء اسے مطلقاً حرام سمجھتے ہیں وہ تصویر کی حرمت کے احکام فوٹو گرافی پر لاگو کرتے ہیں اس طرح حاصل شدہ تصویر کو عکسی (تصویر) قرار دیتے ہیں حالانکہ اس دور میں اس تصویر کا وجود نہیں تھا۔ جس کی حرمت حدیث مبارکہ میں آئی ہے یہ وہ تصویر ہے جو کسی دہات یا پتھر وغیرہ سے تراشی جائے جسے مورتی کہتے ہیں''۔ (روزنامہ جنگ راولپنڈی بابت ۱۱ جولائی ۱۹۹۷ء اقراء ایڈیشن)

پھر اس مضمون کے اندر دوسری جگہ لکھا ہے کہ

''فوٹو گرافی بھی ماضی کی یادگار کے طور پر کی جاتی ہے۔ اس لیے اس میں بھی حرمت کی علت (عبادت و تعظیم کا تعلق) نہ ہونے کی وجہ سے یہ حرام نہ ہوئی بلکہ مباح ہوئی''۔

اور پھر آخر پر لکھا ہے کہ

''مسئلہ کی وضاحت کے باوجود جو لوگ تصویر کی حرمت کے قائل ہیں میں ان کے مؤقف کو باطل یا غلط نہیں تصور کرتا اور جو عکسی تصویر کے جواز کے قائل ہیں ان کے پاس یہ حدیث دلیل شرعی ہے۔ دونوں کے پاس اپنے دلائل ہیں میں خود دوسرے مؤقف (جواز) کو ترجیح دیتا ہوں''۔

طاہر القادری کے اس مؤقف کی حمایت میں ادارہ منہاج القرآن لاہور کے دارالافتاء کے رئیس مفتی عبدالقیوم صاحب نے اپنے مضمون ''تصویر کی شرعی حیثیت'' میں لکھا ہے کہ

''الحمدللہ مسئلہ شرعیہ خوب واضح ہو گیا کہ ہر ذی روح کی تصویر نہ بنانا حرام ہے نہ گھر میں یا دفتر دکان یا جیب میں رکھنا حرام ہے۔ حرمت تصویر کا حکم مطلق اور عام ہرگز نہیں جس طرح نادانی سے سمجھ لیا گیا ہے۔ اس عام تخصیص اور اطلاق میں تقیید ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ غلط تصویر ہو یا غلط مقصد کے لیے ہو تو بنانی بھی حرام اور رکھنی بھی حرام صحیح ہو اور صحیح مقاصد کے لیے ہو تو بنانی بھی جائز اور رکھنی بھی جائز۔ نیز ہر تصویر کی

توہین جائز نہیں۔ جن بزرگوں کی تعظیم وتکریم ہوتی ہے ان کی تصویر کی بھی ہوگی اور ہر تکریم حرام ہرگز نہیں۔ وہی تکریم حرام ہوگی جو شرعاً منع ہے مثلاً سجدہ کرنا اس کا طواف کرنا اس کے آگے رکوع کرنا وغیرہ ہم اپنے حقیقی دینی وملی قائدین کی تصویروں کی ہرگز توہین وتنقیص نہیں کر سکتے بلکہ ان کی تعظیم وتکریم ہی کریں گے مگر حدود شرعی میں رہ کر''۔ (ماہنامہ منہاج القرآن لاہور بابت اکتوبر ۱۹۹۷ء صفحہ نمبر ۵۱)

طاہر القادری اور مفتی عبدالقیوم صاحب کی ان ہر دو عبارات کے رد میں ہم اپنے پانچ رسالے ''مجوزین فوٹو بازی کے دلائل کا علمی محاسبہ''۔ ''حرمت تصویر کا مدلل بیان''۔ ''مجوزین فوٹو بازی کے نئے دلائل کا تنقیدی جائزہ''۔ ''تعظیم تصویر کی شرعی حیثیت'' اور ''فوٹو بازی کا وبال'' شائع کروا کر مفت تقسیم کر چکے ہیں۔ آج کل منہاج القرآن علماء کونسل گوجرانوالہ نے طاہر القادری اور مفتی عبدالقیوم صاحب کے مذکورہ بالا نظریہ کی تائید میں پروفیسر محمد غلام فرید سیفی ہزاروی صاحب سے ایک فتویٰ لکھوا کر کتاب ''مسئلہ ویڈیو والتصویر'' کے اندر شائع کروایا ہے۔

حیرت ہے کہ پروفیسر سیفی صاحب نے پہلے دو حضرات کی قصراپنے اس فتویٰ میں نکال دی ہے۔ اور نہایت ہی بے خوفی اور بے باکی سے کیمرہ کی عکسی تصویروں کے بنانے بنوانے اور انہیں اعزازاً پاس رکھنے کے مطلق جواز واباحت کو اپنے بے بنیاد دلائل اور بزرگان دین کی عبارات میں ہیر پھیر اور کتر بیونت کے ذریعہ سے ثابت کیا ہے۔ پروفیسر صاحب کے اس فتویٰ کا مکمل رد تو ہم نے اپنے رسالہ ''مجوزین فوٹو بازی کے نئے فتویٰ کا تحقیقی جواب'' میں بحمد اللہ تعالیٰ لکھ دیا ہے۔ اس کے مطالعہ سے قارئین پر خوب واضح ہو جائے گا کہ پروفیسر سیفی صاحب نے پروفیسر طاہر القادری اور مفتی عبدالقیوم صاحب کے غلط موقف کو صحیح ثابت کرنے کے لیے کس طرح احادیث مبارکہ اور عبارات علماء کرام میں مغالطہ دہی اور ہیر پھیر سے کام لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی ایسے نام نہاد محققین کے شر سے مسلمانوں کے ایمان کو محفوظ رکھے آمین بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم۔

اس مختصر مقالہ میں ہم نے علمائے اہل سنت کے وہ فتاویٰ مبارکہ جمع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے جن سے ''کیمرہ کی عکسی تصویر کی صحیح شرعی حیثیت'' واضح ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس سعی کو شرف مقبولیت بخشے اور ذریعۂ ہدایت بنائے آمین بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم۔

(۱) ماہنامہ ضیائے حرم لاہور کا فتویٰ

''نہایت کثیر التعداد قوی الاسناد احادیث سے یہ ثابت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ذی

روح اشیاء کی تصویر بنانے اور رکھنے کو قطعی حرام قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو یہ چیز انتہائی مبغوض ہے کہ کوئی اس کی صفت خلق میں مشابہت کرے۔ پھر انسانی تاریخ اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ ان فنون نے ہمیشہ انسان کو طرح طرح کی ذہنی اور عملی گمراہیوں اور پستیوں میں مبتلاء کیا ہے۔ شرک اور بت پرستی کا موجب بننے کے علاوہ یہ فنون شہوانیت کو پھیلانے اور اخلاق وحیاء جیسی شریف قدروں کو انسانی ذہنوں سے محو کرنے کا ایک بڑا سبب رہے ہیں۔ ہمارے لیے کسی طرح جائز نہیں کہ ہم اپنی طرف سے اس حکمت کی علت خود تجویز کر کے اس کے لحاظ سے بعض تصویروں (یعنی دستی تصویروں) کو حرام اور بعض (یعنی عکسی تصویروں) کو حلال قرار دینے لگیں۔ یہ بات بالکل واضح ہے کہ قرآن اور اسلام کی رو سے جاندار اشیاء کی مجسمہ گیری اور تصویر سازی کا کوئی جواز نہیں ڈھونڈا جا سکتا البتہ بے جان اشیاء کی تصویر کشی یا نقل اور مجسمہ بنانے پر کوئی پابندی نہیں ہے جیسا کہ فقہاء نے اس کی تصریح کر دی ہے''۔ (ماہنامہ ضیائے حرم لاہور بابت جولائی ۱۹۷۳ء بحوالہ ماہنامہ رضائے مصطفےٰ بابت جمادی الاولیٰ ۱۴۰۴ھ صفحہ نمبر ۱۳)

(۲) شیخ الحدیث مولانا غلام رسول رضوی صاحب کا فتویٰ

''اسلام میں تصویر (لینے) کا جواز ہرگز نہیں ہے۔ سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے مصورین پر لعنت اور سخت زجر و تہدید فرمائی ہے۔ لہٰذا تصویر لینا ملعون اور حرام فعل ہے۔ حرام شئے تبلیغ اور اصلاح کا ذریعہ نہیں ہو سکتی۔ جامعہ رضویہ کے فارغ جس شخص نے وی۔ سی۔ آر اور ویڈیو وغیرہ (کیمرہ) کا جواز بیان کیا ہے وہ جامعہ رضویہ کی تعلیم نہیں اس کا اپنا فاسد اجتہاد ہے۔ اور اپنی جہالت وغوایت سے ذاتی ہوس کا شکار ہے۔ جامعہ رضویہ ایسے استدلالات کرنے والوں سے بری الذمہ ہے''۔

(ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ۔ بابت ربیع الاول ۱۴۱۳ھ)

(۳) حضرت مولانا محمد عبد اللہ قصوری کا فتویٰ

سرکار دو عالم سید الانبیآء شارع علیہ التحیۃ والسلام نے تصویر لینے کو مطلقاً حرام فرمایا ہے۔ اس حکم کو مقید نہیں رکھا ہے کہ بحیثیت مبلغ دین اور باندازِ اصلاح معاشرہ جائز ہے بصورت دیگر ناجائز ہے۔ اور مطلق کا حکم یہ ہے **المطلق یجری علی اطلاقہ** مطلق اپنے اطلاق پر جاری رہتا ہے۔ لہٰذا ہر لحاظ سے تصویر (کھینچنا) منع ہے۔ تصویر کا بنانا اور بنوانا، تصویر کا اتارنا یا اتروانا اور پھر تصویر دستی ہو یا عکسی تصویر مکمل تصویر ہو یا

نصف حصہ اوپر کا۔ تبلیغی سلسلہ سے ہو یا اصلاح معاشرہ کے لیے، بصورت وی سی آر، ٹی وی ہو یا ویڈیو فلم ہر طرح سے حرام ہے اور شدید حرام ہے۔ اس حکم مطلق کو مقید کرنا اور کسی حیثیت سے بھی اس کو جائز قرار دینا یہ مداخلت **فی الشریعۃ المطہرۃ الغرآء** ہے اور خود کو شارع قرار دینا ہے۔ جو سراسر باطل ہے۔

وی سی آر اور ویڈیو فلم بنانا بنوانا یہ تو انتہائی مخرب اخلاق اور تضیع اوقات ہیں اور اسلامی معاشرہ کا قالع اور قامع اور قاطع ہیں۔ بھلا ان سے اصلاح معاشرہ اور تبلیغ اسلام کیا ہو گی جبکہ ان آلات کی ایجاد ہی اسلامی معاشرہ کو مغربی تہذیب سے بدلنے کے لیے ہے اور مسلمانوں کو اسلامی تہذیب سے دور لے جانے کے لیے ہے۔ احادیث نبویہ جو تصویر کی حرمت میں حکم مطلق رکھتی ہیں ملاحظہ ہوں۔

(۱) سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ''لوگوں میں زیادہ سخت از روئے عذاب کے اللہ تعالیٰ کے نزدیک مصورین ہیں'' الامان۔ تصویریں بنانے والے غور فرمائیں۔ مصورین مطلقاً ہے کوئی قید جواز کی نہیں ہے۔ اور نہ ہی کوئی استثناء ہے اور نہ ہی کوئی خص عنہ البعض ہے۔

(۲) ''جس نے تصویر بنائی تو وہ عذاب دیا جائے گا۔ اور تکلیف دیا جائے گا اس میں جان ڈال اور وہ جان ڈالنے والا نہیں ہو گا'' اس حدیث میں بھی تصویر کی حرمت کا حکم مطلق ہے اس میں کوئی وجہ جواز نہیں ہے۔

(۳) ''قیامت کے دن آگ سے ایک گردن نکلے گی۔ اس کے لیے دو آنکھیں دیکھتی ہوں گی۔ دو کان ہوں گے سننے والے اور زبان ہو گی بولتی ہوئی کہے گی میں تین شخصوں کے لیے مسلط کی گئی ہوں۔ ہر ظالم متکبر کے لیے، ہر اس شخص کے لیے جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کی عبادت کرے اور مصورین کے لیے''۔ تصویریں بنانے والے (ان کے لیے میں بصورت عذاب ہوں) اس میں بھی مصورین کو مطلقاً ذکر فرمایا:

(۴) ''لوگوں میں زیادہ سخت از روئے عذاب کے وہ لوگ ہیں جنہوں نے نبی کو قتل کیا یا جن کو نبی نے قتل کیا اور تصویریں بنانے والے اور علماء جو اپنے علم سے کسی کو منتفع نہ کریں''۔ اس میں بھی المصورون مطلق ہے۔ **المطلق یجری علی اطلاقہ**۔ مطلق اپنے اطلاق پر جاری رہتا ہے۔

ان احادیث نبویہ سے ثابت ہوا کہ المصورون زیادہ سخت عذاب میں ہیں۔ تصویروں کے بنانے والوں کو حکم ہو گا کہ ان میں جان ڈالو تو جان نہ ڈال سکیں گے تو سخت عذاب ہو گا۔ بڑی سخت وعید ہے تصویر کے بنانے کا عذاب ایسے ہو گا جیسا عذاب اسے ہو گا جس نے نبی کو قتل کیا کتنی سخت وعید لہذا فوٹو بازی وی۔ سی۔ آر کا استعمال اور وڈیو فلم بنانا حرام ہے۔ اشد العذاب میں مبتلاء ہوتا ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم''۔ الجواب صحیح۔ [illegible]

القرآن مولانا فیض احمد اویسی بہاولپور''۔(ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ بابت ربیع الاول ۱۴۱۳ھ)

(۴) حافظ غلام نبی صاحب کا فتویٰ

تصویر کا معنی صورت بنانا ہے۔صورت ایسے امر کو کہتے ہیں جو ذی صورت کی حکایت کرے۔کسی بھی جاندار چیز کی صورت بنانا مطلق بلا تقیید بلا تخصیص حرام اور باعث لعنت ہے۔عام ازیں کہ وہ صورت ہاتھ سے بنائی جائے یا کیمرہ سے وڈیو صورت بنانے والا کیمرہ ہو یا عام کیمرہ وہ صورت بغیر آلہ کے دکھائی دے یا ٹیلی ویژن یا وڈیو مشین جیسے آلہ سے دکھائی دے۔بوقت رؤیت وہ صورت متحرک ہو یا ساکن۔چونکہ وہ ذی روح کی صورت ہے اس لیے حرام ہے بلکہ کیمرہ سے بنی ہوئی صورت ذی صورت کو بدرجۂ اتم واضح کرتی ہے لہذا وہ بدرجۂ اولیٰ حرام ہوگی۔واللہ اعلم''۔(ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ بابت ربیع الاول ۱۴۱۳ھ)

(۵) مفتی ریحان رضا صاحب بریلوی کا فتویٰ

احادیث کریمہ اور کتب فقہ سے علماء متقدمین نے جانداروں کی ہر طرح کی تصویر کی حرمت پر استدلال کیا ہے اور اس زمانے میں تصویر سازی کے جتنے بھی طریقے رائج تھے ان سب کا احاطہ کیا ہے۔تحریم صرف ان ہی صورتوں (دستی تصویروں) میں منحصر نہیں بلکہ سائنس کی ترقی کے ساتھ تصویر سازی یا صورت گری کے جتنے طریقے صادر ہوں گے حکم (تصویر یعنی حرمت) ان سب کو عام ہوتا جائے گا۔کیمرے سے جاندار کے عکس کو محفوظ کر لینا اور پھر بجلی کی شعاعوں سے اسے پردۂ فلم پر منعکس کرنا صورت گری کی ایک شکل ہے۔اسی طرح ٹیلی ویژن کے آلہ تصویر کشی کے ذریعہ کسی کی صورت کو شعاعوں میں اور پھر ان شعاعوں کو صورت میں بدل دینا بھی سب تصویر سازی کی جدید صورتیں ہیں اور حکم تحریم جب جامد و ساکن تصویر کو شامل ہے تو جو زندوں کی طرح چلنے پھرنے والی تصاویر ہیں ان کو بدرجۂ اولیٰ شامل ہونا چاہیے۔مختصر یہ کہ ٹی۔وی وڈیو وغیرہ (کیمرہ) کی اصل وضع ہی لہو ولعب کے لیے ہوئی ہے اور اس کا کوئی پروگرام جانداروں کی تصاویر سے خالی نہیں ہوتا اور یہ سب اسراف وتبذیر کی اشیاء ہیں اس لیے ان کا خریدنا رکھنا دیکھنا حرام حرام اشد حرام ہے۔نئے نئے احتمالات نکال کر ان کے جواز کی صورتیں پیدا کرنا فتنوں کا دروازہ کھولنا اور ابنائے زمانہ کی روش سے غافل ہونے کے مترادف ہے۔ہذا ما عندی والصواب عند اللہ تعالیٰ الفقیر محمد ریحان رضا خان رحمانی۔الجواب صحیح محمد اعظم غفر اللہ الجواب صحیح محمد فاروق قادری خادم

الافتاء منظر اسلام بریلی شریف۔ الجواب صحیح محمد عبید الرحمٰن عفی عنہ۔

(ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف بحوالہ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ ذوالحجہ ۱۴۱۰ھ)

(۶) اعلیٰ حضرت کا احتیاطی عمل

محمد عبدالمبین نعمانی اپنے مضمون ''مولانا احمد رضا اور حزم واتقاء'' میں لکھتے ہیں۔ ''اعلیٰ حضرت کے برادر زادہ اور تلمیذ وخلیفہ حضرت مولانا حسنین رضا صاحب وقت وصال موجود تھے۔ فرماتے ہیں کہ ایک بج کر چھپن منٹ پر اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ گھڑی سامنے رکھ دو گویا پہلے ہی سے وقت معلوم ہے اور اب شدت سے وقت معین کا انتظار ہے اور کیوں نہ واقف ہوں کہ بارگاہ نبوت کے محبوب خاص تھے ورنہ جانکنی کا وقت اور سامنے گھڑی ہونے کی خواہش چہ معنی دارد؟

پھر فرمایا۔ ''تصاویر ہٹا دو۔ لوگوں نے سوچا یہاں تصاویر کیا کیا کام؟ لوگ سوچ ہی رہے تھے کہ خود ہی فوراً ارشاد فرمایا۔ ''یہی لفافے۔ کارڈ اور روپے پیسے وغیرہ'' (جن میں تصویریں ہوتی ہیں)

یہاں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی احتیاط وتقویٰ قابل دید ہے کہ حدیث میں ہے جس گھر میں تصویر اور کتا ہوتا ہے اس میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ مگر سکوں کو بدرجۂ مجبوری اس حکم سے الگ رکھا گیا ہے جیسا کہ علماء عظام کا قول ہے۔ لیکن اعلیٰ حضرت نے اس مبارک ومسعود وقت میں اسے بھی گوارا نہ کیا اور احتیاط وتقویٰ کی روح پیش فرمادی اور کلیۃً تصویر کے شائبے سے بھی اجتناب فرمایا''۔

(ماہنامہ ضیائے حرم لاہور بابت صفر ۱۴۰۳ھ صفحہ نمبر ۲۲)

مقام غور ہے کہ اعلیٰ حضرت نے سکوں روپے پیسوں اور لفافوں اور کارڈوں پر بنی ہوئی تصویروں سے بھی اجتناب فرمایا ہے۔ کون نہیں جانتا کہ ان چیزوں پر تصویریں عکسی بنی ہوتی ہیں۔ نہ کہ دستی۔ خود اس مسئلہ میں ہم ان شاء اللہ العزیز اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا صریح فتویٰ بھی عنقریب پیش کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب رکھے آمین۔

(۷) مولانا ابوداؤد محمد صادق صاحب کا فتویٰ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ تصویر ذی روح کی دستی ہو یا

عکسی (فوٹو) کا بنانا، بنوانا اور رکھنا جائز ہے یا حرام؟ کیا دستی تصویر اور عکسی تصویر (فوٹو) میں شرعاً تفریق یا ان کے حکم میں کوئی فرق ہے؟ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ تصویر بت پرستی کی وجہ سے حرام کی گئی ہے۔ اور ہم چونکہ نہ تصویر کی پوجا کرتے ہیں اور نہ پرستش کے لیے بناتے ہیں اس لیے ہمارا تصویر بنانا اور رکھنا ممانعت کی زد میں نہیں آتا کیا ان کا یہ کہنا صحیح ہوسکتا ہے؟

(المستفتی ابوسعید محمد جلال الدین عفی عنہ رضوی۔ مقام چوہدو ڈاک خانہ کھاریاں ضلع گجرات)

الجواب: ذی روح کی تصویر کا بنانا بنوانا اور محبت و اعزاز کے ساتھ رکھنا شرعاً سخت ممنوع اور شدید حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ (**وما اتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا**)

رسول پاک جو (حکم) تمہیں دیں وہ لے لو اور جس (بات) سے منع فرمائیں اس سے رک جاؤ۔

اور (ذی روح کی تصویر کے بارہ میں) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں **ان اصحاب ھذہ الصور یعذبون یوم القیامۃ فیقال لھم احیوا ما خلقتم وقال ان البیت الذی فیہ الصور لایدخلہ الملائکۃ**.

یعنی تصویر بنانے والوں کو قیامت کے دن عذاب ہوگا اور ان سے کہا جائے گا کہ تم نے جو کچھ پیدا کیا ہے اس میں جان ڈالو (لیکن نہ وہ جان ڈال سکیں گے اور نہ عذاب سے رہائی پائیں گے) اور فرمایا بے شک جس گھر میں تصویریں ہوں اس میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ (بخاری مسلم وغیرہما)

علاوہ ازیں تصویر کی مذمت و وعید میں بکثرت احادیث صحیحہ مروی ہیں جو عام شامل محیط کامل ہیں اور ان میں اصلاً کسی تصویر اور کسی طریقے کی تخصیص نہیں ہے۔ شرعاً دستی تصویر اور مروجہ عکسی تصویر (فوٹو) میں نہ کوئی تفریق ہے نہ ان کے حکم میں فرق عکس کو جب تصویر (فوٹو) بنا لیا جائے اس پر بھی تصویر ہی کا حکم عائد ہوتا ہے اور مصور (فوٹوگرافر) کے عمل دخل اور تکلف اور بناوٹ کے بعد وہ بھی دستی تصویر ہی ہو جاتی ہے۔ اس کے باوجود اس کو عکسی تصویر کہہ کر محض عکس سمجھنا اور عکس پر قیاس کرنا غلط اور قیاس مع الفارق ہے۔ اور اس قسم کے حیلوں بہانوں مغرب زدگی اور نفسانی ڈھکوسلوں سے مضبوط و مستحکم احکام اسلام و اصول شریعت میں توڑ پھوڑ نہیں کی جاسکتی۔ معظمین دین اور اولیائے کاملین کی تصویروں کو خدا اور رسول کے احکام سے خارج گمان کرنا باطل اور وہم عاطل ہے۔ بلکہ شرع مطہر میں زیادہ شدت عذاب انہیں تصاویر کی تعظیم پر ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ منہ۔ اس سلسلہ میں شرعاً کسی تصویر اور کسی طریقے کی تخصیص نہیں لہذا احادیث نبویہ

کے تحت فقہاء کرام کا بیان بھی ہر ذی روح کی تصویر کو شامل ہوگا۔ چاہے وہ دستی ہو یا عکسی اس لیے جس طرح مکان میں دستی تصویر لٹکانے سے نماز میں کراہت آتی ہے اسی طرح عکسی تصویر لٹکانے سے بھی نماز مکروہ ہو گی۔ مسلمان کا کام بت شکنی ہے نہ کہ بت سازی و بت فروشی حدیث پاک میں ہے۔ ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم لم یکن یترک فی بیتہ شیئا فیہ تصالیب الانقضہ۔ یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم گھر کی جس چیز میں تصویر ملاحظہ فرماتے اس کی تصویر کو مٹائے بغیر نہ چھوڑتے۔ (بخاری۔ ابوداؤد)

واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلی اعلم جل جلالہ وصلے اللہ علیہ وسلم۔ اھ ملتقطاً۔

(رسالہ رضائے مصطفٰے گوجرانوالہ بابت رجب المرجب ۱۳۸۶ھ)

عکسی تصویر کے بارہ میں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت کا اصل فتویٰ

چہ می فرمایند علمائے دین و مفتیان شرع متین اندرایں مسئلہ کہ از جناب سید عالم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم امتناع تصاویر مطلقاً بہ ثبوت رسیدہ است یا مقید یعنی کامل یا ناقص کہ عکسی و دستی مشہور است جابجا دریں امر معارضہ ومباحثہ بوقوع رسیدہ بعض می گویند کہ مطلق تصویر ممنوع است وبعض می گویند کہ تصویرے کہ مثل سایہ برکاغذ یا بردیوار کشیدہ شدہ باشد و دستی نباشد وسطح نیز ہموار باشد آن تصویر کشیدن وباخود داشتن جائز است و آنچہ جسم می دارد کہ از ہیزم وآہن ساختہ باشد کہ سطح آن ہموار نہ باشد جائز نباشد ونگاہ داشتن آن نیز ممنوع و غیر مشروع است بینوا توجروا۔

الجواب: صورتگری جاندار مطلقاً حرام است سایہ دار باشد یا بے سایہ۔ دستی باشد یا عکسی درزمان برکت نشان سیدالانس والجان صلے اللہ علیہ وسلم مردماں ہر دوگانہ تصویر می ساختند ہم بجسم وہم مسطح ودر احادیث از مطلق صورتگری نہی اکید و برصنعت او وعید شدید بے تخصیص و تقیید ورود یافت پس جمیع اقسام او زیر منع درآمد۔

تصویر بے سایہ را رواداشتن مذہب بعض روافض است وبس۔ ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ عنہا وسادہ باتصویر خرید سیدالمرسلین صلے اللہ علیہ وسلم ملاحظہ فرمود درون خانہ قدم مبارک نہ نہاد۔ ام المؤمنین چوں اثر خشم وملال درچہرۂ محبوب ذی الجلال صلے اللہ علیہ وسلم می بنید برخود ہمچوبید می لرزد و عرضہ می دارد یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من توبہ می کنم بسوئے خدا و رسول کہ چہ گناہ کر دم؟ سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم فرمود این صورت گراں روز قیامت عذاب کردہ شوند وایشاں راگفتہ شود کہ زندہ کنید آنچہ آفریدہ اید و فرمود کہ خانہ کہ درو تصویر است فرشتگاں درو نیایند۔ پیدا است آنچہ بروساند باشد ہمیں تصویر منقوش وبے سایہ است نہ منحوت و مجسم۔ لاجرم علماء بتحریم مطلق تصریح فرمودہ اند مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری در مرقاۃ فرمود قال اصحابنا وغیرہم من العلماء تصویر صورۃ الحیوان حرام شدید التحریم وہو من الکبائر لانہ متوعد علیہ بہذا الوعید الشدید المذکور فی الاحادیث سوآء صنعہ فی ثوب اوبساط اودرہم او دینار او غیر ذلک۔ علامہ شامی در ردالمحتار فرمود فعل التصویر غیر جائز مطلقاً لانہ مضاہاۃ بخلق اللہ تعالیٰ۔ ہمدران از بحرالرائق است صنعتہ حرام بکل حال لانہ فیہ مضاہاۃ بخلق اللہ تعالیٰ وسوآء کان فی ثوب اوبساط او درہم وانآء وحائط و غیرہا وچوں علت مشابہت بخلق الہی است تفاوت نمی کند کہ بخامہ کشند یا عکس رامنطبع ساز نہ زیراکہ علت ہمہ جا حاصل است۔ سید عالم فرمود اشد الناس عذاباً یوم القیامۃ الذین یضاہؤن بخلق اللہ۔ روز قیامت سخت عذاب آناں باشد کہ مشابہت می کنند بآفرینش خداوند عزوجل۔ عبارات ردالمحتار حالا گذشت وہم درآں است علۃ حرمۃ التصویر المضاہاۃ بخلق اللہ تعالیٰ

وہی موجودۃ فی کل ماذکر این حکم تصویر گری و صورت کشی است۔ اما تصویر پیش خود یا درخانہ نگاہداشتن این جاتفصیل ست تحریم ومنع او رابچند شرط مشروط کردہ اند کہ اگرہمہ بہم آیدنگاہداشتن ناروا باشدورنہ جائز یکے آنکہ صورت جاندار بحالت جانداری باشد نہ چنانچہ بدیدن نفس صورت بے جان بودنش پیدا بود چنانچہ تصویر چہرنہ بخلاف آنکہ دست یا پائے یا چشم یا بینی یا گوش ندار دکہ عد آین ہا موجب خروج از اعضائے ظاہریہ از سرنساختہ اندیا ساختہ راقطع یا محو نمودہ اند۔ نگاہ داشتن روا باشد۔ دوم آنکہ تصویر در نہایت صغر و باریکی نباشد بحدیکہ اگر برزمین نہادہ ایستادہ بیند تفصیل اعضاء ش پدیدار نشود ہمچو صورت ساختن حرام وداشتن جائز۔ سوم آنکے صورت را خوار نداشتہ باشد چنانکہ در فرش پانداز یا دربساط پامال یا برونے خاک وامثال ذلک کہ ایں چنیں داشتن محظور نیست فی ردالمحتار لایکرہ لوکانت تحت قدمیہ او محل جنوسہ لانہا مہانۃ اھ فی رد المحتاروکذا لوکانت علی بساط یوطأ وہی علی الارض کبیرۃ ذکرہ الحلبی اومقطوعۃ الرأس او الوجہ او ممحوۃ عضو لا تعیش بدونہ اھ و تمام تفاصیلہ فی حواشیہ واللہ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ جلد دہم حصہ اول ص ۱۸)

اعلیٰ حضرت کے اس فتویٰ کا اُردو ترجمہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارہ میں کہ جناب سید عالم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے تصاویر کی ممانعت مطلقا ثابت ہے یا مقید طور پر یعنی اکمل یا ناقص کہ عکسی اور دستی مشہور ہے۔ اس بارہ میں جگہ جگہ مناظرے اور مباحثے ہورہے ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ مطلق تصویر منع ہے اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ جو تصویر کاغذ یا دیوار پر سایہ کی طرح کھینچی گئی ہو اور دستی نہ ہو اور اس کی سطح بھی ہموار ہو ایسی تصویر کھینچنا اور اپنے ساتھ رکھنا جائز ہے۔ اور جو جسم رکھتی ہے کہ وہ لکڑی یا لوہے وغیرہ سے بنائی

گئی ہو اور اس کی سطح ہموار نہ ہو جائز نہیں اور اس کا پاس رکھنا بھی ممنوع اور ناجائز ہے **بینوا توجروا۔**

الجواب جاندار شئے کی تصویر کھینچنا مطلقاً حرام ہے۔ سایہ دار ہو یا بے سایہ دستی ہو یا عکسی۔ سید الانس والجان صلے اللہ علیہ وسلم کے برکت نشان دور میں لوگ دونوں قسم کی تصویریں بناتے تھے۔ مجسم بھی اور مسطح بھی اور احادیث میں مطلق تصویر کشی سے سخت ممانعت اور اس کو پیشہ بنانے پر سخت وعید بغیر کسی تخصیص وتقیید کے وارد ہوئی ہے۔ بس تصویر کشی کی سب صورتیں ممانعت کے تحت آتی ہیں۔ بے سایہ تصویر کو جائز رکھنا بعض روافض کا مذہب ہے۔ اور حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک تکیہ تصویروں والا خریدا سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرمایا تو گھر میں قدم مبارک نہ رکھا۔ ام المؤمنین نے جب غصے اور ملال کے آثار چہرۂ باجمال میں دیکھے تو بید کی طرح کانپنے لگیں اور عرض کیا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں اللہ اور اس کی رسول کی بارگاہ میں توبہ کرتی ہوں۔ سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ''تصویر کھینچنے والے لوگ قیامت کے روز عذاب دیے جائیں گے انہیں کہا جائے گا کہ جو کچھ تم نے پیدا کیا اسے زندہ کرو'' اور فرمایا ''وہ گھر جس میں تصویر ہو اس میں فرشتے نہیں آتے'' ظاہر ہے کہ جو کچھ تکیہ پر تھا وہ منقوش اور بے سایہ تصاویر ہی تو تھیں مجسم مورتیاں تو نہ تھیں۔ لامحالہ علمائے امت نے مطلق تصویر کی حرمت کی تصریح فرمائی ہے۔ چنانچہ مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرمایا ہمارے حنفی اصحاب اور ان کے غیر علماء نے فرمایا ''حیوان کی تصویر کھینچنا سخت حرمت کے ساتھ حرام ہے اور وہ کبائر سے ہے۔ کیونکہ اس پر ان احادیث میں مذکور وعید شدید کے ساتھ وعید فرمائی گئی ہے برابر ہے کہ جاندار کی تصویر کپڑے میں ہو یا چٹائی میں یا درہم یا دینار وغیرہ میں بنائے''۔ علامہ شامی نے ردالمحتار میں فرمایا ''تصویر بنانا مطلق ناجائز ہے کیونکہ یہ اللہ کی خلقت سے مشابہت ہے'' اسی میں بحر الرائق سے یہ منقول ہے کہ ''جاندار کی تصویر کھینچنا ہر حال میں حرام ہے کیونکہ اس میں اللہ کی خلقت سے مشابہت پائی جاتی ہے اور اس حکم میں برابر ہے کہ تصویر کپڑے میں بنائے یا چٹائی میں یا درہم ودینار اور دیوار وغیرہ میں'' اور جب علت حرمت مشابہت بخلق الٰہی ہے تو اس میں کوئی فرق نہیں ہوگا کہ وہ قلم سے بنائیں یا عکس کو منقش کر لیں۔ کیونکہ علت دونوں جگہوں میں حاصل ہے۔ سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے روز وہ لوگ سخت ترین عذاب میں ہوں گے جو اللہ کی خلقت سے مشابہت کرتے ہیں۔ ردالمحتار کی عبارتیں ابھی گذریں اور اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ ''تصویر کھنچوانے کی علت

مشابہت بخلق الٰہی ہے۔اور یہ مذکورہ سب چیزوں میں موجود ہے"۔ یہ حکم تصویر بنانے اور تصویر کھینچنے کا ہے بنی بنائی تصویر اپنے سامنے رکھنے یا گھر میں محفوظ رکھنے کے بارہ میں تفصیل ہے۔اس کے ممنوع ہونے کے لیے چند شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے۔اگر یہ سب شرطیں پائی جائیں گی تو تصویر کو پاس رکھنا ناجائز ہوگا ورنہ جائز۔ایک شرط تو یہ ہے کہ جاندار کی تصویر اس کی زندہ حالت کی ہو جیسے چہرہ کی بخلاف اس کے ہاتھ یا پاؤں یا آنکھ یا کان یا ناک کی تصویر ہو مگر اس کے ساتھ سر نہ بنایا گیا ہو یا سر بنایا گیا ہو پھر اسے مٹا دیا گیا ہو تو ایسی تصویر کا رکھنا جائز ہے۔دوسری شرط یہ ہے کہ تصویر اس قدر چھوٹی نہ ہو کہ اگر اسے زمین پر رکھیں اور کھڑے ہو کر دیکھیں تو اس کے اعضاء کی تفصیل ظاہر نہ ہو ایسی تصویر کا بنانا تو حرام ہے لیکن پاس رکھنا حرام نہیں۔اور تیسری شرط یہ ہے کہ اہانت کی جگہ میں نہ رکھی ہو جیسا کہ فرش میں یا پامال چٹائی میں یا مٹی وغیرہ پر کیونکہ اس حالت میں تصویر رکھنا ممنوع نہیں ہے۔ درمختار میں ہے۔اگر تصویر قدموں کے نیچے یا بیٹھنے کی جگہ میں ہو تو مکروہ نہیں کیونکہ یہ اہانت والی ہے۔اور ردالمحتار میں ہے۔اور اسی طرح اگر تصویر پامال چٹائی پر یا ٹیک لگائے جانے والے تکیہ پر ہو تو مکروہ نہیں جیسا کہ بحرالرائق میں ہے۔اور درمختار میں ہے یا تصویر اتنی چھوٹی ہو کہ کھڑے ہو کر اسے دیکھنے والے پر اس کے اعضاء کی تفاصیل ظاہر نہ ہوتی ہوں اسے امام حلبی نے ذکر کیا یا تصویر ایسی ہو کہ اس کا چہرہ یا سر کٹا ہو یا اس کا کوئی ایسا عضو مٹا ہوا ہو کہ وہ اس کے بغیر زندہ نہیں ہوتی اور اس کی تمام تفاصیل اس کے حواشی یعنی ردالمحتار میں ہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

اس فتویٰ کے فوائد عظیمہ

اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے اس تفصیلی مدلل فتویٰ سے درج ذیل فوائد حاصل ہوئے۔

(۱) تصویر کھینچنے اور بنی بنائی تصویر اپنے پاس رکھنے کے احکام مختلف ہیں۔تصویر کا کھینچنا تو ہر حال میں ممنوع ہے لیکن بنی بنائی تصویر کا پاس رکھنا اس وقت ممنوع ہوگا جبکہ وہ جاندار کی تصویر ہو۔بڑی ہو اور عزت کی جگہ میں رکھی گئی ہو۔ان دونوں مسئلوں کو آپس میں خلط ملط کرنا سراسر غلطی ہے۔

(۲) جاندار کی تصویر کشی کی حرمت کی علت مضاہاۃ بخلق اللہ تعالیٰ ہے اور بنی بنائی تصویر پاس رکھنے کی حرمت کی علت جاندار کی بڑی تصویر کی تعظیم ہے۔جن صورتوں میں بنی بنائی تصویر پاس رکھنا جائز ہے ان صورتوں میں بھی تصویر کھینچنا حرام ہے کیونکہ تصویر کشی کی علت مضاہاۃ بخلق اللہ تعالیٰ اس میں بھی پائی جاتی ہے۔

(۳) کیمرہ کی عکسی تصویر اگرچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں موجود نہ تھی لیکن یہ دستی تصویر کی طرح حرام ہے کیونکہ اس میں بھی تصویر کشی کی حرمت کی علت مضاہاۃ بخلق اللہ تعالیٰ پائی جاتی ہے بلکہ دستی تصویر سے زیادہ پائی جاتی ہے۔ واللہ اعلم۔

حضرت مولانا صدر الشریعہ امجد علی صاحب کے ارشادات

''رہا تصویروں کا رکھنا اس کی نسبت صحیح حدیث میں ارشاد ہوا کہ جس گھر میں کتا یا تصویر ہو اس میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے جب کہ توہین کے ساتھ نہ ہوں اور نہ اتنی چھوٹی تصویریں ہوں۔ مسئلہ روپے اشرفی اور دیگر سکے کی تصویریں بھی فرشتوں کے داخل ہونے سے مانع ہیں یا نہیں امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ نہیں اور ہمارے علمائے کرام کے کلمات سے بھی یہی ظاہر ہے (درمختار وردالمحتار) مسئلہ یہ احکام تو تصویر کے رکھنے میں ہیں کہ صورت اہانت وضرورت وغیرہا مستثنیٰ ہیں رہا تصویر بنانا یا بنوانا بہرحال حرام ہے۔ (ردالمحتار) خواہ دستی ہو یا عکسی دونوں کا حکم ایک ہے۔

(بہار شریعت حصہ سوم ص ۱۶۶)

اور یہی بزرگ لکھتے ہیں۔ ''مکان میں ذی روح کی تصویر لگانا جائز نہیں اور غیر ذی روح کی تصویر سے مکان آراستہ کرنا جائز ہے جیسا کہ طغرے اور کتبوں سے مکان سجانے کا رواج ہے۔ (عالمگیری)''

(بہار شریعت حصہ شانزدہم ص ۲۰۸)

الحمد للہ علمائے اہل سنت کے ان فتاویٰ مبارکہ اور ارشادات عالیہ سے روز روشن سے زیادہ روشن ہوا کہ ذی روح کی عکسی تصویر یعنی فوٹو اسی طرح حرام اور واجب الاحتراز ہے جس طرح اس کی دستی تصویر۔ ان دونوں میں کوئی فرق نہیں اور نہ ان کے حکموں میں کوئی تفریق کی جاسکتی ہے ولہذا قائد تحریک اور تحریکی طائفہ کے مفتیوں اور مولویوں کے فتوے اور تحقیقیں سراسر گمراہی اور تباہی کا ساز وسامان ہیں۔ مسلمان جلیل القدر علمائے اہل سنت کے برحق فتوؤں اور ارشادات پر عمل کریں۔ نئے نئے گمراہ کن مفتیوں کی ملمع ساز تحقیق پر کان نہ دھریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حق پر چلنے اور علمائے حق کی پیروی کرنے کی توفیق بخشے آمین بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲۸ رمضان المبارک ۱۴۲۰ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چالیسواں مقالہ

ویڈیو فلم

بنانے کی حرمت کا مسئلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد والہٖ واصحابہٖ اجمعین

اما بعد۔ ہماری کتاب ''مسئلہ تصویر و وڈیو فلم'' مطبوعہ مکتبہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ کے جواب میں ان دنوں منہاج القرآن علماء کونسل، اسلامک سنٹر پیپلز کالونی گوجرانوالہ نے پروفیسر غلام فرید سیفی ہزاروی کی کتاب مسئلۃ الوڈیو والتصویر ''تصویر کیمرہ کی شرعی حیثیت'' شائع کی ہے۔ اس کتاب میں پروفیسر صاحب نے وڈیو فلم کی عکسی تصویروں کے جواز میں حضرت مدنی میاں کچھوچھوی صاحب کا ایک فتویٰ نقل کیا ہے۔ ہم نے اس مختصر رسالہ ''وڈیو فلم بنانے کی حرمت کا مسئلہ'' میں مدنی صاحب کے اس فتویٰ کا جواب لکھنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے ذریعۂ ہدایت بنائے آمین بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم۔

مدنی صاحب کا فتویٰ

استفتاء۔ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ وڈیو کیمرہ کے ذریعہ سے جو تصویریں بنائی جاتی ہیں ان پر حرمت اور شرعی ممانعت کا حکم لگے گا یا نہیں؟

علمائے کرام کی تقاریر اور بیاہ شادی کے موقع پر تصاویر نکالنا اور وڈیو کیسٹ پر پروگرام کو ریکارڈ کرنا یادگار کے طور پر علمائے کرام کی تقاریر تبلیغ و ہدایت کی نسبت سے وڈیو بنانا ناجائز ہے یا نہیں؟

(المستفتی محمد نبی بخش اشرفی صدر جمعیت الاسلام ڈین ھاگ۔ ہالینڈ)

الجواب: مذکورہ بالا سوال سے ظاہر ہوتا ہے کہ سائل وڈیو کیمرے کی حقیقت و نوعیت سے واقف کار نہیں ہے۔ جب ہی اس نے اس کو تصویر کشی کا آلہ سمجھ لیا ہے۔ اور اس کے خیال میں وڈیو کیسٹ کے فیتے میں تصویریں ہوتی ہیں۔ جنہیں ٹی۔ وی کے ذریعہ دکھایا جاتا ہے۔ حالانکہ تحقیق اس کے خلاف ہے۔ میں نے اس سلسلہ میں بذات خود وڈیو اور ٹی وی کے مسلم اور غیر مسلم ماہرین سے رابطہ قائم کیا۔ اور معلومات حاصل کیں۔ تحقیق کے بعد یہ بات واضح ہو گئی کہ وڈیو کیسٹ میں کسی طرح کوئی تصویر نہیں چھپتی بلکہ اس کے ذریعہ اس کے سامنے والی چیزوں کی ریز (Rays) شعاعوں کو ٹیپ کر لیا جاتا ہے۔ جس طرح آواز کو ٹیپ کر لیا جاتا ہے۔ ٹیپ ہونے کے باوجود جس طرح آواز کی کوئی صورت نہیں ہوتی۔ اسی طرح ان ریز کی بھی کوئی صورت نہیں ہوتی جنہیں دیکھا جا سکے۔ الختصر وڈیو کیمرہ کا کام غیر مرئی ریز اور آوازوں کی ٹیپ کرنا

ہے۔ لہٰذا ان فلمی فیتوں پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے جن میں باقاعدہ تصویریں چھپتی ہیں اور دیکھی بھی جاتی ہیں اور جنہیں پردۂ سکرین پر بڑا کر کے دکھایا جاتا ہے۔ وڈیو کیسٹ میگنٹک (مقناطیسی) ہوتے ہیں جو مذکورہ ریز کو جذب کر لیتے ہیں پھر انہی جذب شدہ کرنوں کو ٹی وی سے متعلق کیا جاتا ہے تو ٹی وی ان ریز کو صورت میں بدل کر اپنے آئینے سے ظاہر کر دیتا ہے۔ چونکہ یہ صورت متحرک و غیر قار ہوتی ہے یعنی نہ ٹھہرنے والی تصویر اس لئے اس کو عام آئینوں کی صورت پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔ جب تک آئینے کے روبرو ہو اس میں صورت رہے گی اور ہٹ جانے کی شکل میں ختم ہو جائے گی۔ یونہی جب تک وڈیو کا رابطہ صورت سے رہے گا تصویر نظر آئے گی اور رابطہ منقطع ہوتے ہی تصویر فنا ہو جائے گی۔ رہ گئی یہ بات کہ مذکورہ رابطہ پیدا کرنے کے لئے بھی بٹن وغیرہ حرکت میں لایا جاتا ہے۔ تب جا کے صورت نظر آتی ہے تو یہ ایسا ہی ہے جیسے کہ پردہ آئینے میں پردہ ہٹانے کے بعد صورت کے لئے پردہ ہٹانے کا عمل ناگزیر ہے۔

ان متحرک و غیر قار تصویروں کو پردہ فلم کی متحرک و غیر قار تصویروں پر قیاس نہیں کیا جا سکتا اس لئے کہ پردہ فلم کی تصویریں در حقیقت جامد ساکن ہوتی ہیں جن کی حرکت محض نگاہوں کا دھوکہ ہے۔ جیسے ٹرین پر چلنے والا باہر کے درختوں اور زمینوں کو پیچھے بھاگتا ہوا دیکھتا ہے ویسے بھی پردہ فلم پر جن جامد و غیر متحرک تصویروں کو بڑا کر کے دکھایا جاتا ہے۔ ان کے غیر متحرک و جامد ہونے میں کسی کو شک نہیں ہوتا، وڈیو کیسٹ کا معاملہ اس کے بالکل برخلاف ہے۔ اس میں کسی طرح کی کوئی تصویر منعکس ہوتی ہی نہیں اور جب اس کے ریز ٹی۔ وی میں پہنچ کر تصویر کی شکل اختیار کرتے ہیں تو وہ متحرک و غیر قار ہوتے ہیں اس لئے ٹی وی کی تصویروں کے حقیقی طور پر جامد ہونے کا شبہ تک نہیں کیا جا سکتا۔ اس مقام پر یہ بات بھی خالی از فائدہ نہیں کہ جن پروگراموں کو وڈیو کیسٹ کے بغیر براہ راست ٹی وی سے نشر کیا جاتا ہے۔ ان میں بھی یہی ہوتا ہے کہ کیمروں اور مشینوں کے ذریعے ان ہی ریز کو ٹی وی تک پہنچایا جاتا ہے۔ ٹی وی ٹاور انہیں اکٹھا کر کے ٹی وی بکس کی طرف منتقل کر دیتا ہے۔ پھر وہی صورت ہو جاتی ہے جو وڈیو کیسٹ کے رابطے کی صورت میں ٹی وی سے ظاہر ہوتی ہے۔ اور سارے مناظر آنے لگتے ہیں۔ چونکہ یہ آلات جدیدہ ہیں اس لئے مذکور بالا تحقیق نہایت ضروری تھی اور مزید یہ کہ آئینے اور ٹی وی کے ناپائیدار ہونے سے پہلے عکس صرف عکس ہی رہتا ہے۔ تصویر نہیں بنتا اور جب اسے کسی طرح پائیدار کر لیا جائے تو وہی تصویر بن جاتا ہے۔ اب رہ گیا ناظرین کے اعتبار سے ناپائیدار عکس کو اگر تصویر تمثال مجسمہ وغیرہ کا نام دیا جائے تو یہ مجاز ہو گا اور ظاہر ہے کہ جب

تک حقیقت کا مراد لینا متعذر مہجور نہ ہو یا مجاز مراد لینے پر کوئی واضح قرینہ نہ ہو حقیقی معنی ہی مراد لینا صحیح ہے۔

جن نصوص میں جاندار کی تصاویر و تماثیل کی حرمت مذکور ہے ان میں ان کے سر بریدہ کر دینے، ٹکڑے کر دینے اور پامال کر دینے کی ہدایت بھی ہے اگر وہ جائے اہانت میں ہو تو اس کو رکھ چھوڑنے کی رخصت بھی ہے۔ اس سے اندازہ لگتا ہے کہ تصاویر ممنوعہ وہی ہیں جو حقیقی معنوں میں تصاویر یعنی پائیدار ہوں جنہیں سر بریدہ بھی کیا جا سکے۔ جن کو موضع اہانت میں رکھا جا سکے۔ ظاہر ہے کہ ناپائیدار عکوس کے ساتھ ان میں سے کوئی بھی سلوک نہیں کیا جا سکتا، المختصر حرمت تصاویر کے نصوص کے عموم میں سرے سے ناپائیدار عکوس داخل ہی نہیں کہ ان کے نکالنے کے لئے کسی مخصص کی ضرورت ہو۔

موجودہ معروف و متعارف آئینہ بالکلیہ انسانی صنعت گری ہے۔ لہذا اس میں بھی عکوس کے ظہور میں قطعی طور پر جعل انسانی کا دخل ہے اس لئے ٹی۔ وی کے آئینے پر عکوس کا حکم آئینے پر عکوس کی طرح ہونا چاہیے۔ کیونکہ غیر قار و ناپائیدار ہونے میں دونوں بالکل ایک طرح ہیں۔

اس تحقیق کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ویڈیو اور ٹی۔ وی کے استعمال کرنے کا معاملہ بالکل گراموفون ٹیپ ریکارڈ اور آئینوں کے استعمال کرنے کی طرح ہے۔ جس طرح بالاتفاق گراموفون اور ٹیپ ریکارڈ سے ہر بات سنی جا سکتی ہے جس کا سننا ان کے بغیر بھی جائز ہے۔ اور جس طرح آئینہ کے اندر ہر اس چیز کو دیکھا جا سکتا ہے جس کا دیکھنا آئینے کے بغیر بھی جائز ہے بالکل اسی طرح ویڈیو اور ٹی وی کے ذریعہ ہر ایسی چیز کو دیکھا اور سنا جا سکتا ہے جس کا دیکھنا سننا جائز ہے۔ رہ گئے وہ امور جن کا دیکھنا سننا ناجائز وحرام ہے تو ویڈیو اور ٹی۔ وی کے ذریعہ بھی ان کا سننا دیکھنا ناجائز وحرام ہے۔

چونکہ فلموں میں جامد و غیر متحرک تصویر ہی بنیاد ہیں اس لئے اس کو دیکھنے اور سننے کے تعلق سے جائز و ناجائز کا مذکورہ بالا فرق نہیں کیا جا سکتا ہاں اگر بالفرض کوئی ایسی فلم تیار کی جائے جس میں ایک بھی جاندار کی تصویر نہ ہو اور وہ حرام اور ناجائز نغمات و حرکات سے ملوث نہ ہو تو اس کو بھی دیکھنے میں بالاتفاق کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

ان تفصیلات کے بعد سائل کے سوال کو سامنے رکھتے ہوئے جواب کی صورت یہ ہوئی کہ ویڈیو کیمرہ کے ذریعہ کسی کی کوئی تصویر نہیں بنائی جاتی لہذا جاندار کی تصویر کشی کی حرمت و ممانعت کے جو نصوص ہیں اس کا اطلاق اس پر ہوتا ہی نہیں۔ بیاہ شادی کے موقعہ کے وہ جائز مناظر جن کو دیکھنے اور سننے میں شرعاً کوئی مضائقہ نہیں ویڈیو اور ٹی۔ وی کے ذریعے بھی دیکھے اور سنے جا سکتے ہیں۔ اس صورت میں احتیاط

ضروری ہے کہ آج کل شادی بیاہ میں بے پردگی و بے حجابی کے سبب عورتیں ہر پروگرام میں پیش پیش نظر آتی ہیں اور گاتی بجاتی بھی ہیں۔ ویڈیو کو ان مناظر سے بچایا جائے اس لئے کہ جس طرح نامحرموں کے سامنے آنا اور نامحرموں کو ان کا دیکھنا ان کا گانا سننا حرام و ناجائز ہے اسی طرح ٹی۔وی پر ان کو دیکھنے اور ان کے گانے بجانے کے سننے کا یہی حکم رہے گا۔ علمائے کرام کی تقاریر نیز دینی و مذہبی پروگرام کی نشر و اشاعت کے لئے ویڈیو کا استعمال بالکل جائز ہے بلکہ جن علاقوں میں کوئی گھر ٹی وی سے خالی نہ ہو نیز ان کے بچے بھی دیکھا دیکھی اس روش پر چل رہے ہوں نہایت مناسب عمل ہوگا اگر ویڈیو کے ذریعے تبلیغ و ہدایت اور تعلیم و اصلاح کا کام انجام دیا جائے اس طرح ایک طرف لوگوں کو ٹی۔وی کے صحیح استعمال سے روشناس کرایا جا سکتا ہے تو دوسری طرف حدود شرع میں رہ کر عظیم کام بھی سرانجام دیئے جاسکتے ہیں۔'' بشکریہ نور الحبیب مئی ۱۹۹۷ء بمطابق محرم الحرام ۱۴۱۸ھ جلد ۹ شمارہ نمبر ۵'' (سیفی صاحب کا رسالہ صفحہ نمبر ۶۷)

علمائے بریلی شریف کا جوابی فتویٰ

مدنی صاحب کا مذکورہ بالا فتویٰ علمائے بریلی کی خدمت میں پیش ہوا تو انہوں نے اس کے جواب میں یہ فتویٰ صادر فرمایا

''ٹیلی ویژن اور ویڈیو کو وہ لوگ بھی جائز نہیں سمجھتے جو ان کا شوق رکھتے ہیں بلکہ انہی لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا ہے کہ ٹیلی ویژن ایک طرح کا سینما ہی ہے لہذا جو لوگ اس کا استعمال کرتے ہیں وہ اس کو ناجائز ہی سمجھتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ اکثر خدا کے بندے استطاعت کے باوجود انہیں خریدنے سے اجتناب کئے ہوئے ہیں۔ اب اس کے جواز کا قول کرنا ایک بدعت کا دروازہ کھول کر اس حدیث پاک کے مصداق بننا ہے کہ جس نے اسلام میں برا طریقہ نکالا تو اس پر اس کا اور اس پر عمل کرنے والوں کا گناہ ہے۔ بغیر اس کے کہ اس پر عمل کرنے والوں کے گناہوں میں کچھ کمی آئے۔ (مشکوٰۃ)

ہر شئے کی حلت و حرمت کا تعلق اس کی اصل وضع سے ہے اگر اس کی وضع کسی جائز کام کے لئے ہوئی تو جائز اور ناجائز کے لئے ہوئی تو ناجائز۔ دنیا جانتی ہے کہ ٹیلیویژن اور ویڈیو وضع کے اعتبار سے سینما وغیرہ کا ہی حکم رکھتے ہیں۔ اور اس حقیقت کا بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ بغیر کسی آلے کی مدد سے اسے نمایاں طور پر نہیں دیکھا جاسکتا۔ سینما بھی تعیش وقت گزاری، تماشہ بینی لہو و لعب وغیرہ کا سامان ہے اور ٹیلی ویژن اور وڈیو سے بھی

یہ نقائص حاصل ہوتے ہیں۔ سینمابین لوگ بھی پروگرام میں منہمک ہوکر دین ودنیا سے غافل ہوجاتے ہیں اور ٹیلی ویژن ووڈیو کا شوق رکھنے والے بھی پروگرام کے وقت تک دین ودنیا سے بے خبر ہوجاتے ہیں بہرحال سینمااورٹیلی ویژن کی وضع کا مقصد ایک ہے۔فرق صرف ٹیکنیک اور طریقۂ کار کا ہے۔

وڈیوکیسٹ کے فیتے میں تصویر کا نظر نہ آنا اس بات کی دلیل نہیں بن سکتا کہ وہاں کوئی صورت ہے ہی نہیں کیونکہ جب اس کیسٹ کا رابطہ ٹیلی ویژن سے کیا جائے تو یہ تصویر کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اور اس کا تصویر بن جانا اس بات کی دلیل ہے کہ وڈیوکیسٹ میں بھی تصویر ہے جسے چھوٹا کر دیا گیا ہے تو اس پر اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ جب تک شعاع وڈیو کے فیتے کے اندر رہے گی اس پر کوئی حکم نہیں لگایا جائے گا لیکن جب وہی شعاع ٹیلی ویژن کے آئینے پر بشکل تصویر نمایاں ہوگی تو اسے کوئی محقق شعاع نہیں کہے گا بلکہ عرف عام میں تصویر ہی کہی جائے گی اور اس پر تصویر کا حکم جاری ہوگا۔ جب کہ احادیث کریمہ اور کتب فقہ سے علمائے متقدمین نے جانداروں کی ہر طرح کی تصویر کی حرمت پر استدلال کیا اور اس زمانے میں تصویر سازی کے جتنے طریقے رائج تھے ان سب کا احاطہ کیا ہے۔تحریم صرف ان ہی صورتوں میں منحصر نہیں بلکہ سائنس کی ترقی کے ساتھ تصویر سازی یا صورت گری کے جتنے طریقے صادر ہوں گے حکم ان سب کو عام ہوتا جائے گا۔ کیمرے سے جاندار کے عکس کو محفوظ کر لینا اور پھر بجلی کی شعاعوں سے اسے پردہ فلم پر منعکس کرنا صورت گری کی ایک شکل ہے۔اسی طرح ٹیلی ویژن کے آلۂ تصویر کشی کے ذریعہ کسی کی صورت کو شعاعوں میں اور پھر ان شعاعوں کو صورت میں بدل دینا یہ سب تصویر سازی کی جدید صورتیں ہیں اور حکم تحریم جب جامد وساکن تصویروں کو شامل ہے تو جوزندوں کی طرح چلنے پھرنے والی تصویریں ہیں ان کو بدرجۂ اولیٰ شامل ہونا چاہیے۔

مختصر یہ کہ ٹی وی ویڈیو وغیرہ کی اصل وضع ہی لہوولعب کے لئے ہوئی ہے۔ اور اس کا کوئی پروگرام جانداروں کی تصاویر سے خالی نہیں ہوتا اور یہ سب اسراف وتبذیر کی اشیاء ہیں۔ ان کا خریدنا رکھنا دیکھنا حرام حرام اشد حرام ہے۔ نئے نئے احتمالات نکال کر ان کے جواز کی صورتیں اختیار کرنا فتنوں کا دروازہ کھولنا ہے اور ابنائے زمانہ کی روش سے غافل ہونے کے مترادف ہے ومن لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل ھذا ماعندی والصواب عنداللہ تعالیٰ الفقیر محمد ریحان رضا خان رحمانی الجواب صحیح محمد اعظم غفرلہٗ الجواب صحیح محمد عبدالرحمٰن عفی عنہ۔

(ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف دسمبر ۱۹۸۵ء)

وڈیو کا استعمال تبلیغی غرض کے لئے بھی جائز نہیں جب کہ علماء و مشائخ کی تصویریں دکھائی جائیں۔ وڈیو اور ٹی وی سے نظر آنے والی تصاویر جاندار کی اسی طرح حرام ہیں جیسے سینما کے پردہ پر انسان وحیوان کی تصویریں ناجائز وحرام ہیں اوران دونوں میں اس لحاظ سے کوئی فرق نہیں کہ دونوں ساختہ انسان ہیں تو بلاشبہ دونوں حرام ہیں اوران کا وہی حکم ہے جو سینما کا ہے اور جواز کے فتوے سے سینما کی اجازت لازم آتی ہے۔ جیسا کہ ظاہر ہے واللہ تعالیٰ ھوالھادی وھو تعالیٰ اعلم فقیر محمد اختر رضا خان القادری الازھری غفرلہٗ. الجواب صحیح واللہ تعالیٰ اعلم ۔قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ مرکزی دارالافتاء نمبر ۸۲ سوداگراں بریلی شریف۔ الجواب صحیح واللہ تعالیٰ اعلم محمد ناظم علی قادری بارہ بنکوی مرکزی دارالافتاء نمبر ۸۲ سوداگراں بریلی شریف۔ (ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف) (بحوالہ ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ)

علماء بریلی شریف کے اِس جواب کا سیفی صاحب کی طرف سے جواب

علمائے بریلی شریف کے اس فتویٰ کے جواب میں پروفیسر غلام فرید سیفی اپنے رسالہ مذکورہ میں لکھتے ہیں کہ'' اور یہ کہنا کہ ہر شئے کی حلت وحرمت کا تعلق اس کی اصل وضع سے ہے اگر اس کی وضع کسی جائز کام کے لئے ہوئی تو جائز اور ناجائز کام کے لئے ہوئی تو ناجائز یہ بالکل درست ہے۔ مگر ہم یہ نہیں مانتے کہ ٹی وی۔ وی سی آر وغیرہ کی اصل وضع فحاشی وعریانی کے لئے ہے۔ اصل وضع تو ابلاغ صوت یعنی آواز کو دور تک لے جانے کے لئے ہے اور یہ کام جائز ہے درست ہے لہذا اس قاعدہ کی روشنی میں بھی جواز ہی ثابت ہوتا ہے''۔ (تصویر کیمرہ کی شرعی حیثیت ص ۶۲)

ہماری طرف سے سیفی صاحب کے اس جواب کا جواب

یہ ہے کہ ٹی وی اور وڈیو کی اصل وضع فحاشی وعریانی کے لئے نہیں بتائی گئی ہے بلکہ علمائے بریلی نے فرمایا ان کی اصل وضع لہو ولعب کے لئے ہے۔ لہو ولعب عام ہے۔ فحاشی اور عریانی کے علاوہ بہت سے دوسرے کاموں کو بھی شامل ہے مثلاً تعیش، وقت گزاری، تماشہ بینی، اور وقت کا ضیاع وغیرہ کونسا عقل مند انسان اس حقیقت سے انکار کرے گا کہ یہ آلات اصل وضع میں لہو ولعب کے لئے ہی ہیں۔ صرف سیفی صاحب جیسے فہیم لوگ اس کا انکار کریں گے۔ نیز سیفی صاحب نے ان آلات کی اصل وضع ابلاغ صوت بتائی ہے۔ یہ ریڈیو کے متعلق تو کہا جا سکتا ہے جس میں تصویریں نظر نہیں آتی ہیں۔ لیکن وڈیو اور ٹیلی ویژن کے

بارہ میں سیفی صاحب کو یوں کہنا چاہیے تھا کہ ان کی اصل وضع ابلاغ صوت اور نمائش وصنعت تصاویر کے لئے ہے۔ تو کیا تصاویر وڈیو کے ذریعہ سے بنانا اور ٹیلی ویژن کے ذریعہ سے دکھانا جائز ہوگا۔ ہرگز نہیں کیونکہ یہاں بھی تصویر سازی کی حرمت کی علت مضاھات بخلق اللہ تعالیٰ بدرجۂ اولیٰ موجود ہے۔

مدنی صاحب کی دس معروضات

علمائے بریلی شریف کے مذکورہ بالا جواب میں مدنی میاں صاحب نے ایک اور مضمون لکھا جس میں انہوں نے اپنی دس معروضات اور پانچ سوالات پیش کیے ہیں۔ ہم یہ مضمون بھی ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔ پھر اس کا جواب عرض کریں گے وباللہ التوفیق۔ چنانچہ مدنی میاں صاحب لکھتے ہیں۔

(۱) اس ناچیز کے خیال میں آئینے اور ٹی۔وی کے ناپائیدار عکوس کو حقیقی معنوں میں تصویر ''تمثال'' مجسمہ اسٹیچو وغیرہ کہنا صحیح نہیں اس لئے کہ پائیدار ہونے سے پہلے عکس صرف عکس ہی رہتا ہے۔ تصویر نہیں بنتا اور جب اسے کسی طرح پائیدار کرلیا جائے تو وہی تصویر بن جاتا ہے۔

اب رہ گیا فہم ناظرین کے اعتبار سے ناپائیدار عکوس کو اگر تصویر ''تمثال'' مجسمہ وغیرہ کا نام دیا جائے تو یہ مجاز ہوگا اور ظاہر ہے کہ جب تک حقیقت مراد لینا متعذر مہجور ہو یا مجاز مراد لینے میں کوئی واضح قرینہ نہ ہو حقیقی معنی میں مراد لینا صحیح ہے۔ ہر صاحب علم بخوبی واقف ہے کہ جن نصوص میں جاندار کی تصاویر و تماثیل کی حرمت مذکور ہے اس میں اس کے سر بریدہ کردینے ٹکڑے ٹکڑے کردینے اور پائمال کردینے کی ہدایات بھی ہیں اور اگر وہ جائے اہانت میں ہوں تو ان کو رکھ چھوڑنے کی رخصت بھی ہے۔ اس سے اندازہ لگتا ہے کہ تصاویر ممنوعہ وہی ہیں جو حقیقی معنوں میں تصاویر ہوں یعنی پائیدار ہوں جنہیں سر بریدہ بھی کیا جا سکے۔ جن کے عضو کاٹے بھی جا سکیں جن کے ٹکڑے ہو سکیں اور جنہیں موضع اہانت میں رکھا جا سکے۔ ظاہر ہے کہ ناپائیدار عکوس کے ساتھ ان میں سے کوئی بھی سلوک نہیں کیا جا سکتا۔ المختصر حرمت تصاویر کے نصوص کے عموم میں سرے سے ناپائیدار عکوس داخل ہی نہیں کہ ان کو نکالنے کے لئے کسی مخصص کی ضرورت ہو۔

(۲) موجودہ معروف ومتعارف آئینہ بالکلیہ انسانی صنعت گری ہے۔ لہٰذا اس میں بھی عکوس کے ظہور میں قطعی طور پر فعل انسانی کا دخل ہے۔ اس لئے اگرچہ ٹی۔وی کے آئینے میں عکوس کے ظہور میں فعل انسانی دخیل ہے جب بھی اس کا حکم آئینے کے عکوس کے حکم کی طرح ہونا چاہیے۔ کیونکہ غیر قار و ناپائیدار ہونے میں دونوں بالکل ایک طرح ہیں۔

(۳) رئیس الفقہاء والمفسرین حکیم الامت حضرت علامہ مفتی احمد یار خان صاحب قدس سرہ العزیز نے تصویر کشی کے ایک سوال کے جواب میں واضح لفظوں میں ارشاد فرمایا ہے کہ
''باقی رہنے والی صورت کشی حرام ہے'' فتاویٰ نعیمہ ص ۴۸)۔ پتہ چلا کہ آپ کے نزدیک بھی تصاویر کی حرمت کے نصوص کے عموم سے ناپائیدار عکوس خارج ہیں۔

(۴) جس طرح آئینے کے عکوس کی اصل قریب ریز (کرنیں) ہیں بالکل اسی طرح ٹی وی کے عکوس کی اصل قریب ریز ہیں۔ جس طرح آئینے کے عکوس متحرک وغیر قار ہیں اسی طرح ٹی وی کے عکوس بھی متحرک وغیر قار ہیں جس طرح آئینے میں عکوس کے ظہور کے لئے ریز کا وجود ضروری ہے۔ اسی طرح ٹی وی میں بھی ظہور عکوس کے لئے ریز کا وجود ضروری ہے۔ جس طرح آئینے کے عکوس کے ظہور میں بھی فعل انسانی دخیل ہے اسی طرح ٹی وی میں بھی فعل انسانی دخیل ہے۔ جس طرح ریز کے غیر متعلق ہو جانے کی صورت میں آئینوں سے عکوس غائب ہو جاتے ہیں اور پھر کہیں بھی نہیں رہتے۔ اسی طرح ریز کے غیر متعلق ہو جانے کی صورت میں ٹی۔ وی سے عکوس غائب ہو جاتے ہیں اور پھر کہیں بھی نہیں رہتے۔ جس طرح آئینے میں نظر آنے والے جاندار کے عکوس حکم وثن اور معنی بت میں نہیں ہیں بالکل اسی طرح ٹی۔ وی میں نظر آنے والے عکوس کو بھی حکم وثن اور معنی بت میں نہیں رکھا جا سکتا۔ اس لئے کہ پائیداری ہی حقیقی معنوں میں تصویر ہونے کی بنیاد ہے اور وہ دونوں جگہ میں مفقود ہے لہٰذا حرمت وحلت کے تعلق سے بھی دونوں کا حکم ایک ہی ہوگا۔ نیز جس طرح آئینوں کے عکوس کی حرمت کی کوئی نص نہیں ہے بالکل اسی طرح ٹی وی کے عکوس کی حرمت کے لئے بھی کوئی نص نہیں ہے۔

(۵) یہاں عقلاً کئی احتمالات نکالے جا سکتے ہیں۔ پہلا تو یہ کہ عکس عام ہو اور تصویر خاص ہو۔ اس صورت میں ہر تصویر عکس لیکن ہر عکس تصویر نہیں مثلاً آئینوں کے عکوس اور ظاہر ہے کہ خاص کی حرمت عام کی حرمت کو مستلزم نہیں۔ لہٰذا پائیدار عکوس یعنی تصاویر کی حرمت ثابت نہ ہوگی۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ تصویر کا اطلاق پائیدار اور ناپائیدار دونوں طرح کے عکوس پر بطور اشتراک لفظی ہو۔ اس صورت میں عند الاطلاق تصویر کے متعدد معانی میں سے کوئی ایک ہی معنی مراد ہوگا تو اب اگر حرمت کے نصوص میں تصاویر و تماثیل سے مراد پائیدار عکوس ہیں تو پھر ناپائیدار عکوس خود بخود ضابطۂ حرمت سے نکل گئے۔ اور اگر ان نصوص میں تصویر سے مراد ناپائیدار عکوس ہیں تو پھر پائیدار عکوس دائرہ حرمت سے باہر ہو گئے۔ ویسے بھی ان قرائن کی طرف واضح اشارہ کر چکا ہوں کہ تصویر کو لفظ مشترک قرار دینے کی صورت میں بھی نصوص حرمت میں اس سے پائیدار عکوس ہی مراد لینا صحیح ہے تیسرا

احتمال یہ ہے کہ عکس و تصویر دونوں متباین ہوں یعنی جو عکس ہے وہ تصویر نہیں ہے اور جو تصویر ہے وہ عکس نہیں تو اس صورت میں تصویر بول کر عکس مراد لینا اور بھی ظاہر البطلان ہوگا۔ چوتھا احتمال یہ ہے کہ دونوں میں تساوی کی نسبت ہو یعنی ہر عکس تصویر ہے اور ہر تصویر عکس ہے اس صورت میں حرمت تصاویر کے نصوص جملہ پائیدار ناپائیدار عکوس کو شامل ہوں گے لہذا آئینوں کے عکوس بھی قطعی حرام قرار پائیں گے۔ اب اگر آئینوں کے عکوس کو ضابطۂ حرمت سے نکالنے کے لئے کوئی ایسی مضبوط دلیل پیش کی گئی جو نصوص حرمت کے عموم کی مخصص بن سکی تو پھر جملہ ناپائیدار عکوس علت تخصیص میں اشتراک کے سبب دائرہ حرمت سے نکل جائیں گے اور اگر کہا جائے کہ عکس و تصویر میں عام خاص من وجہ کی نسبت ہے یعنی کہیں ایسا ہوگا کہ عکس ہوگا تصویر نہ ہوگی اور کہیں ایسا ہوگا کہ تصویر ہوگی اور عکس نہ ہوگا اور کہیں ایسا بھی ہوگا کہ ایک ہی چیز تصویر بھی ہوگی اور عکس بھی مادہ اجتماع میں تو بات ظاہر ہے کہ ان عکوس کو جو پائیدار کر لئے جائیں تصویر بھی کہا جا سکتا ہے اور عکس بھی۔ رہ گئے مادہ ہائے افتراق تو اس میں ہوسکتا ہے کہ یہ کہہ دیا جائے کہ پانی کے اندر کے عکوس عکس تو ہیں مگر تصویر نہیں۔ اور آئینوں کے اندر صورت تصویر ہے عکس نہیں۔ یہ بات صحیح ہے کہ ہوش و حواس کی سلامتی کے ساتھ کوئی اس آخری بات کا اعادہ نہیں کر سکتا لیکن اگر کوئی کر ہی لے جب بھی آئینوں کی صورتیں دائرہ حرمت میں آ جاتی ہیں اور ساتھ ہی ساتھ آئینوں کے عکوس کو عکوس نہ قرار دینے کی حماقت الگ سے گلے لگ جاتی ہے۔ حقیقت و مجاز والے احتمال پر تفصیلی گفتگو عرض کی جا چکی ہے لہٰذا اس پر مزید گفتگو کی ضرورت نہیں۔ المختصر جملہ احتمالات میں سے کوئی ایک ہی احتمال صحیح ہوگا اب جو جس احتمال کو صحیح باور کرے اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ زبان و بیان کے معروف ضابطوں کی روشنی میں اس کی صحت کو ثابت کرے۔ ثبوت کے مرحلوں سے گزر جانے کے بعد اس پر کسی تحقیقی کلام کی بنیاد رکھی جا سکتی ہے۔ نیز ناچیز کے نزدیک جو صحیح ہے وہ ظاہر کر چکا ہے۔

(۶) ویڈیو کیسٹ میں نہ تصویر ہوتی ہے اور نہ عکس اس میں صرف ریز ہوتے ہیں۔ شعاعوں اور کرنوں کو نہ تصویر کہا جا سکتا ہے نہ عکس۔

(۷) یہ حقیقت ہے کہ عکوس و ظلال اپنے ارباب کے تابع ہیں مگر ایک درمیانی کڑی کو بھی نظر انداز کر دینا مناسب نہیں وہ یہ کہ عکوس تابع ہیں ریز کے اور ریز تابع ہیں ذی صورت کے۔ پہلے پہلے ریز کے مرآۃ کے سامنے ہونے کے لئے ضروری تھا کہ ذی صورت مرآۃ کے روبرو ہو اور دونوں کے درمیان کوئی حجاب نہ ہو لیکن جب سے سائنسی ترقی نے ان ریز کو محفوظ کر لینے کی صورت نکالی ہے اسی فلسفے کے تحت عکوس کی اصل

قریب ریز ہیں نہ کہ ذی صورت تو جب ہم ان ریز کو ٹیپ کر لیں گے تو پھر عکوس کے ظہور کے لئے ذی صورت کا مرأۃ کے روبرو ہنا ضروری نہ رہ جائے گا۔اب حقیقت حال کو صحیح تعبیر یہ ہوئی کہ یہ قدیم صورت تھی کہ رائی جب تک مرأۃ کے سامنے ہے مرئی ہے اس کے ہٹتے ہی مرئی ہونا مفقود مگر جدید ترقی نے ثابت کر دیا کہ مرئی ہونے کے لئے اب ذی صورت کا مرأۃ کے سامنے ہونا ضروری نہیں۔اور جب یہ چیز مشاہدے میں آچکی ہے تو پھر اس سے انکار بھی ممکن نہیں۔اس کو یوں بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ گراموفون وغیرہ کی ایجاد سے پہلے ہم کسی کی آواز اسی وقت تک سن سکتے تھے جب تک وہ بولتا رہے اور ہمارے سامعہ تک اس کی آواز پہنچتی رہے لہذا ادھر بولنے والا خاموش ہوا اور ادھر آواز کا سننا ختم ہو گیا۔اب کے حالات میں کسی کی آواز سننے کے لئے اس کا بذات خود بولنا تو درکنار اس کے وجود کی بھی ضرورت نہ رہی۔

(۸) یہ صحیح ہے کہ کیسٹوں میں ٹیپ شدہ ریز نہ عکوس ہیں نہ تصاویر لیکن ان ریزوں میں یہ صلاحیت ہے کہ ٹی وی بکس میں لگا ہوا آلہ ان کو ذی صورت کے عکوس میں منتقل کر کے اپنے آئینے سے ظاہر کر دیتا ہے جیسے ہر ناتراشیدہ پتھر میں بالقوہ جاندار کا مجسمہ ہونے کی صلاحیت ہے مگر صرف اسی صلاحیت کی بناء پر نہ اسے بالفعل مجسمہ کہا جا سکتا ہے اور نہ اس پر مجسمہ کے احکام نافذ کر سکتے ہیں۔

(۹) یہ صحیح ہے کہ عکوس واظلال اپنے ارباب کے تابع ہیں جس طرح کہ رائی جب تک مرأۃ کے سامنے ہے مرئی ہے اس کے ہٹتے ہی اس کا مرئی ہونا مفقود بس مرأۃ ہی مرئی ہے۔ویڈیو سے قطع نظر ٹی وی کے عکوس کا بھی بالکل یہی حال ہے جب تک ذی صورت ٹی وی کیمرے کے سامنے سے ہٹتے ہی اس کا مرئی ہونا مفقود ہو جاتا ہے۔بس ٹی وی مرئی رہ جاتا ہے۔ڈائرکٹ والی صورت میں ہوتا یہ ہے کہ مثلاً آپ کیمرے کے سامنے کھڑے ہیں اس کے ذریعہ آپ کے ریز ٹی وی تک پہنچ گئے۔ٹی وی ٹاور نے انہیں ٹی وی بکس تک پہنچا دیا اور پھر ٹی وی بکس کے آلات نے انہیں متحرک عکوس کی شکل میں ظاہر کر دیا۔اب آپ جب کیمرے کے سامنے سے ہٹ گئے تو ٹی وی تک ریز پہنچنے کا سلسلہ ٹوٹ گیا لہذا ٹی وی سے آپ کا عکس غائب ہو گیا۔ اس طرح ٹی وی کے عکوس بھی بنیادی طور پر اپنے ارباب ہی کے تابع ہوئے۔ویڈیو کی ایجاد سے صرف اتنا ہوا کہ ٹی وی بکس تک بے روک ٹوک پہنچنے والے ریز کو ٹیپ کر لینے کی صورت نکال لی گئی اور چونکہ درحقیقت یہی ریز آئینہ اور ٹی وی کے عکوس کی اصل قریب ہیں تو جب ان کے محفوظ کر لینے کی صورت پر قابو پا لیا گیا تو اس ٹی وی پر ظہور عکوس میں ان عکوس کی اصل بعید یعنی ذی صورت کے وجود کی بھی ضرورت نہ رہ گئی۔

(۱۰) میرے نزدیک یہ بڑی ہی ناقابل فہم اور ناقابل تسلیم بات ہے کہ اگر ریز بے روک ٹوک ٹی وی تک پہنچیں تو ٹی وی کے متحرک عکوس عکوس رہیں اور اگر یہی ریز روک کر پہنچائے جائیں تو یہ عکوس عکوس نہ رہ جائیں۔ وہ عکس جو تصویر ہے وہ عکس جو تصویر نہیں ہے ان کے درمیان مابہ الامتیاز خود ان عکوس کی صرف پائیداری و ناپائیداری ہے۔ ریز کو ٹیپ کر لینے سے عکس تصویر نہیں بن جائے گی۔

یہ دس معروجات ہیں۔ میرے اصل جواب کے ساتھ ان کو بغور ملاحظہ فرما لیجئے۔ پھر علامہ ازھری صاحب کی تحریر از اول تا آخر پڑھ ڈالیے اگر علامہ موصوف کی اس تحریر سے میرے مندرجہ ذیل سوالات کے جواب مل جاتے ہیں تو وہ یقیناً میرے جواب کا مکمل رد ہے اور اگر جواب نہیں ملتے تو پھر اس کو میرے جواب کا رد ہی کیوں سمجھا جائے اسے کوئی بھی ایسا نام دے دیجئے جس سے علامہ کی حیثیت عرفی کا ازالہ نہ ہو۔

(۱) ویڈیو کیسٹ میں ٹیپ شدہ پائیدار ریز کا تصویر ہونا ثابت کیجئے اور ثابت نہ کر سکنے کی صورت میں ان غیر جاندار ریز کو ٹیپ کر لینے کی حرمت کی دلیل پیش کیجئے۔

(۲) ناپائیدار عکوس کے ظہور میں اگر فعل انسانی دخیل ہو تو وہ حرام ہیں۔ اس کو نصوص سے مدلل و مبرہن فرمائیے۔

(۳) ثابت کیجئے کہ جہاں جہاں نصوص میں تصاویر و تماثیل کا لفظ آیا ہے اس سے اس کا حقیقی معنی مراد نہیں۔

(۴) اگر نصوص میں تصاویر و تماثیل سے مراد ہر طرح کے پائیدار و ناپائیدار عکس ہیں تو ایک طرف یہ ثابت کیجئے کہ ایک ہی لفظ سے ایک ہی وقت میں حقیقت و مجاز دونوں مراد لیے جا سکتے ہیں۔ یا بصورت دیگر ایک ہی لفظ سے ایک ہی وقت میں اس کے متعدد معانی مراد لیے جا سکتے ہیں تو دوسری طرف اس صورت میں آئینوں کے عکوس کو ضابطۂ حرمت سے نکالنے کی علت پیش کی جائے۔

(۵) آئینہ اور ٹی وی کے عکوس میں بے پناہ مماثلت و مشابہت کے باوجود (جن میں بعض کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے) ٹی وی کے عکوس کو آئینوں کے عکوس پر قیاس کرنا صحیح کیوں نہیں؟

اھ بلفظہ. ماہنامہ تبیان کراچی بابت فروری ۱۹۸۷ء۔ صفحہ نمبر ۱۲)

شائع کردہ مولانا شاہ حسین گردیزی۔ دارالعلوم مہریہ۔ صحافی سوسائٹی گلشن اقبال۔ کراچی۔

مدنی صاحب کی دس معروضات کی حقیقت

مدنی صاحب کی مذکورہ دس معروضات کی حقیقت بیان کی جاتی ہے تاکہ حق روشن ہو اور شکوک وشبہات دور ہوں وباللہ التوفیق۔

ٹی وی کے عکوس پائیدار ہوتے ہیں

مدنی صاحب نے ٹی وی کے عکوس کو آئینے کے عکوس کی طرح ناپائیدار سمجھا ہے۔ یہ درست نہیں اوراس کے نادرست ہونے پر خود مدنی صاحب کی درج ذیل عبارات بالتصریح دلالت کرتی ہیں۔

(۱) یہ حقیقت ہے کہ عکوس وظلال اپنے ارباب کے تابع ہیں مگر ایک درمیانی کڑی کو بھی نظر انداز کر دینا مناسب نہیں وہ یہ کہ عکوس تابع ہیں ریز کے اور ریز تابع ہیں ذی صورت کے۔ پہلے پہلے ریز کے مرأۃ کے سامنے ہونے کے لئے ضروری تھا کہ ذی صورت مراۃ کے روبرو ہو اور دونوں کے درمیان کوئی حجاب نہ ہو لیکن جب سے سائنسی ترقی نے ان ریز کو محفوظ کر لینے کی صورت نکالی ہے اسی فلسفے کے تحت عکوس کی اصل قریب ریز ہیں نہ کہ ذی صورت تو جب ہم ان ریز کو ٹیپ کرلیں گے تو پھر عکوس کے ظہور کے لئے ذی صورت کا مرأۃ کے روبرو ہونا ضروری نہ رہ جائے گا۔ اب حقیقت حال کی صحیح تعبیر یہ ہوئی کہ یہ قدیم صورت تھی کہ رائی جب کہ مرأۃ کے سامنے ہے مرئی ہے اس کے ہٹتے ہی مرئی ہونا مفقود مگر جدید ترقی نے ثابت کر دیا کہ مرئی ہونے کے لئے اب ذی صورت کا مرأۃ کے سامنے ہونا ضروری نہیں۔ اور جب یہ چیز مشاہدے میں آچکی ہے تو پھر اس سے انکار بھی ممکن نہیں۔ اس کو یوں بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ گراموفون وغیرہ کی ایجاد سے پہلے ہم کسی کی آواز اسی وقت تک سن سکتے تھے جب تک وہ بولتا رہے اور ہمارے سامعہ تک اس کی آواز پہنچتی رہے لہذا ادھر بولنے والا خاموش ہوا اور ادھر آواز کا سننا ختم ہو گیا۔ اب کے حالات میں کسی کی آواز سننے کے لئے اس کا بذات خود بولنا تو درکنار اس کے وجود کے بھی ضرورت نہ رہی۔

(۲) ویڈیو کی ایجاد سے صرف اتنا ہوا کہ ٹی وی بکس تک بے روک ٹوک پہنچنے والے ریز کو ٹیپ کر لینے کی صورت نکال لی گئی اور چونکہ درحقیقت یہی ریز آئینہ و ٹی وی کے عکوس کی اصل قریب ہیں تو جب ان کے محفوظ کر لینے کی صورت پر قابو پالیا گیا تو اس ٹی وی پر ظہور عکوس میں ان عکوس کی اصل بعید یعنی ذی صورت کے وجود کی بھی ضرورت نہ رہ گئی۔

(۳) تحقیق کے بعد یہ بات واضح ہو گئی کہ ویڈیو کیسٹ میں کسی طرح کی کوئی تصویر نہیں چھپتی بلکہ اس کے ذریعہ سے اس کے سامنے والی چیزوں کی ریز (شعاعوں) کو ٹیپ کر لیا جاتا ہے"۔ (ماہنامہ تبیان کراچی بابت فروری ۱۹۸۷ء)

(۴) اس مقام پر یہ بات بھی خالی از فائدہ نہیں کہ جن پروگراموں کو وڈیو کیسٹ کے بغیر براہ راست ٹی وی سے نشر کیا جاتا ہے۔ ان میں بھی یہی ہوتا ہے کہ کیمروں اور مشینوں کے ذریعے ان ہی ریز کو ٹی وی تک پہنچایا جاتا ہے۔ ٹی وی ٹاور انہیں اکٹھا کر کے ٹی وی بکس کی طرف منتقل کر دیتا ہے۔ پھر وہی صورت ہو جاتی ہے جو ویڈو کیسٹ کے رابطے کی صورت میں ٹی وی سے ظاہر ہوتی ہے۔ اور سارے مناظر آنے لگتے ہیں۔

(سیفی صاحب کا رسالہ مسئلہ وڈیو ص ۶۸)

ان مذکورہ بالا چار عبارات میں خود مدنی صاحب نے یہ بتا دیا کہ عام آئینوں کے عکوس کے ریز ٹیپ نہیں کیے جاتے اس لئے وہ اسی وقت تک صورت کو ظاہر کرتے ہیں کہ جب کہ ذی صورت آئینے کے سامنے رہتا ہے۔ جونہی ذی صورت آئینے کے آگے سے ہٹ جاتا ہے آئینے سے اس کی صورت غائب ہو جاتی ہے۔ لیکن اس کے برعکس ویڈیو کیمرہ۔ ٹی وی کے عکوس کے ریز کو ٹیپ کر لیتا ہے۔ اسی وجہ سے ذی صورت کے سامنے سے ہٹ جانے کے باوجود اس کی صورت ٹی وی کے آئینے پر باقی رہتی ہے۔ مدنی صاحب کی اس تفصیل سے ہر ذی عقل انسان سمجھ سکتا ہے کہ آئینے کے عکوس ناپائیدار ہوتے ہیں۔ اور ٹی وی کے عکوس پائیدار لہذا ٹی وی کے آئینے کو عام آئینے پر قیاس کرنا درست نہیں ہے کہ یہ قیاس مع الفارق ہے۔
مقام تعجب ہے کہ مدنی صاحب کی اپنی توضیح ہی سے آئینوں کے عکوس اور ٹی وی کے عکوس میں زمین و آسمان جتنا فرق ثابت ہوا لیکن اس کے باوجود وہ ٹی وی کے عکوس کو آئینے کے عکوس کی طرح ناپائیدار ہی کہہ رہے ہیں۔
اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق بخشے آمین بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم۔

پائیداری کے مفہوم میں مدنی صاحب کا مغالطہ

مدنی صاحب کا یہ لکھنا کہ ''ہر صاحب علم بخوبی واقف ہے کہ جن نصوص میں جاندار کی تصاویر و تماثیل کی حرمت مذکور ہے ان میں سب کے سر بریدہ کر دینے، ٹکڑے ٹکڑے اور پامال کر دینے کی ہدایات بھی ہیں۔ اور اگر وہ جائے اہانت میں ہوں تو ان کو رکھ چھوڑنے کی رخصت بھی ہے۔ اس سے اندازہ لگتا ہے کہ تصاویر ممنوعہ وہی ہیں جو حقیقی معنوں میں تصاویر ہوں یعنی پائیدار ہوں جنہیں سر بریدہ کیا جا سکے الخ'' پائیداری کے مفہوم میں ان کی غلط فہمی کی روشن دلیل ہے۔
پائیداری کے یہ معنی نہیں کہ تصویر کے ٹکڑے ٹکڑے ہو سکیں یا سر بریدہ کی جا سکے بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ تصویر ذی صورت کے سامنے سے ہٹ جانے کے بعد بھی باقی رہے۔ مفتی احمد یار خان صاحب کی

جو یہ عبارت مدنی میاں صاحب نے پیش کی ہے کہ ''باقی رہنے والے تصویر کشی حرام ہے'' اس کا معنی یہ ہے کہ تصویر ایسی بنی ہو کہ ذی صورت سامنے سے ہٹ جائے تو پھر بھی وہ تصویر باقی رہے۔ لہذا ویڈیو ٹی وی کی تصویروں کو ناپائیدار عکوس سمجھنا پائیداری کے مفہوم سے اپنے بے خبر ہونے کی دلیل پیش کرنا ہے۔

آئینے اور ویڈیو میں انسانی صنعت گری کا فرق

یہ درست ہے کہ ''موجود معروف ومتعارف آئینہ بالکلیہ انسانی صنعت گری ہے'' اور ویڈیو ٹی وی بھی بالکلیہ انسانی صنعت گری ہے لیکن آئینے میں انسانی صنعت گری سے جو تصویر بنتی ہے وہ ناپائیدار ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آئینے کے سامنے سے شئے ہٹ جائے تو آئینے سے اس کی صورت غائب ہو جاتی ہے۔ لیکن ویڈیو اور ٹی وی میں انسانی صنعت گری سے جو تصویر بنتی ہے وہ پائیدار ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ ذی صورت کے ہٹ جانے کے باوجود ان میں صورت باقی رہتی ہے۔ جب ان دونوں میں انسانی صنعت گری کا یہ فرق ہے تو ان میں سے ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا درست نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق بخشے آمین۔

ٹی وی کی متحرک تصویر سے غلط فہمی

مدنی صاحب نے ٹی وی کے آئینے سے ظاہر ہونے والی متحرک تصویروں کو اس لئے ناپائیدار عکوس سمجھا ہے کہ وہ آئینے کی تصویروں کی طرح حرکت کرتی ہیں۔ حالانکہ ٹی وی کی تصاویر کی حرکت ویڈیو کیسٹ کے فیتے میں ٹیپ شدہ ریزوں کی حرکت کی بناء پر ہوتی ہے۔ چونکہ فیتے کی حرکت کی وجہ سے یہ شعاعیں حرکت کرتی ہیں اس وجہ سے جس شئے کی ریزیں آئینے کے سامنے آتی ہیں اس کی تصویر آئینے میں ظاہر ہوتی ہے۔ اور جس شئے کی ریزیں آئینے کے سامنے سے ہٹ جاتی ہیں اس کی تصویر آئینے سے غائب ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کسی شئے کی ریزوں کو حرکت نہ دی جائے تو ٹی وی کے آئینے پر اس کی تصویر حرکت نہ دیے جانے کی مدت تک نمایاں اور ثابت رہتی ہیں۔ پس مدنی میاں صاحب کا یہ کہنا کہ ''غیر قار و ناپائیدار ہونے میں دونوں بالکل ایک طرح ہیں'' قطعاً غلط ہے اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق بخشے آمین۔

ٹیپ شدہ ریزوں میں تصویر موجود ہوتی ہے

مدنی صاحب کا یہ کہنا کہ ''ویڈیو کیسٹ میں نہ تصویر ہوتی ہے نہ عکس اس میں صرف ریز

(شعاعیں) ہوتی ہیں۔ شعاعوں اور کرنوں کو نہ تصویر کہا جا سکتا ہے نہ عکس''۔ بلا دلیل ہے۔ جب ویڈیو کیسٹ کا تعلق ٹی وی بکس سے جوڑا جاتا ہے تو اس کے پردہ پر تصویروں کا ظاہر ہونا ثابت کرتا ہے کہ ریزوں کے اندر تصویریں ضرور موجود ہوتی ہیں۔ اگر تصویریں موجود نہ ہوتیں تو ٹی وی کے پردہ پر تصویریں ظاہر کیونکر ہوتیں۔ اور یہ بات ہے کہ شعاعوں کے اندر موجود تصویریں اتنی چھوٹی ہوتیں ہیں کہ وہ دیکھنے میں نہیں آتیں۔ علمائے بریلی شریف نے اپنے جواب میں کتنی وضاحت کے ساتھ یہ لکھا ہے کہ

''ویڈیو کیسٹ کے فیتے میں تصویر کا نظر نہ آنا اس بات کی دلیل نہیں بن سکتا کہ وہاں کوئی صورت ہے ہی نہیں۔ کیونکہ جب اس کیسٹ کا رابطہ ٹی وی سے کیا جائے تو یہ تصویر کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اور اس کا تصویر بن جانا اس بات کی دلیل ہے کہ ویڈیو کیسٹ میں بھی تصویر ہے جسے چھوٹا کر دیا گیا ہے۔ تو اس پر اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ جب تک شعاع ویڈیو کے فیتے کے اندر موجود ہے اس پر کوئی حکم نہیں لگایا جائے گا۔ لیکن جب وہی شعاع ٹیلی ویژن کے آئینے پر بشکل تصویر نمایاں ہوگی تو اب اسے کوئی محقق شعاع نہیں کہے گا بلکہ عرف عام میں تصویر ہی کہی جائے گی اور اس پر تصویر ہی کا حکم جاری ہوگا۔''

صورت ٹیپ کرنے کو آواز ٹیپ کرنے پر قیاس مع الفارق ہے

مدنی صاحب کا صورت ٹیپ کرنے کو آواز ٹیپ کرنے پر قیاس کرنا اور یہ لکھنا کہ ''اس کو یوں بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ گراموفون وغیرہ کی ایجاد سے پہلے ہم کسی کی آواز اسی وقت تک سن سکتے تھے جب تک وہ بولتا رہے اور ہمارے سامعہ تک اس کی آواز پہنچتی رہے لہذا ادھر بولنے والا خاموش ہوا ادھر آواز کا سننا ختم ہوگیا۔ اب کے حالات میں کسی کی آواز سننے کے لئے اس کا بذات خود بولنا تو درکنار اس کے وجود کی بھی ضرورت نہ رہی'' قیاس مع الفارق ہے۔ کیونکہ آواز کی کوئی صورت ہوتی ہی نہیں جسے ٹیپ کیا جا سکے جب کہ ذی صورت کی صورت ہوتی ہے جسے ٹیپ کرلیں تو تصویر ظاہر ہوتی ہے۔ شرع شریف نے پائیدار تصویر بنانے کو حرام قرار دیا ہے نہ کہ کسی کی آواز کو پائیدار اور باقی رہنے والا بنانے کو ولہذا آواز پر تصویر کو قیاس کرنا درست نہیں ہے۔

پائیدار تصویر بنانے کا حکم مطلق ہے

جن احادیث نبویہ سے جاندار کی تصویر کشی کی حرمت کا حکم حاصل ہوا ہے وہ مطلق واقع ہوئی ہیں۔ اس لئے ٹی وی، ویڈیو فلم کی پائیدار تصویروں کی حرمت بھی انہی احادیث نبویہ کے اطلاق سے ثابت

ہوتی ہے لہٰذا مدنی میاں صاحب کا یہ لکھنا کہ

''جس طرح آئینوں کے عکوس کی حرمت کی کوئی نص موجود نہیں ہے اسی طرح ٹی وی کے عکوس کی حرمت کے لئے بھی کوئی نص نہیں ہے'' علم اصول فقہ کے اس قاعدہ المطلق یجری علی اطلاقہ سے اپنی بے خبری کا ثبوت دینا ہے۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق بخشے آمین۔

ٹیپ شدہ ریزوں میں تصویروں کو بالقوہ ماننا بلا دلیل ہے

مدنی میاں صاحب کا یہ لکھنا کہ ''ان (ٹیپ شدہ) ریزوں میں یہ صلاحت ہے کہ ٹی وی بکس میں لگا ہوا آلہ ان کو ذی صورت کے عکوس میں منتقل کر کے اپنے آئینے سے ظاہر کرتا ہے۔ جیسے ہر نا تراشیدہ پتھر میں بالقوہ جاندار کا مجسمہ ہونے کی صلاحیت ہے'' بلا دلیل ہے۔ بلکہ صحیح یہ ہے کہ خود ریزوں میں یہ صلاحیت ہوتی ہے کہ جب ان کا ٹی وی بکس سے رابطہ قائم کیا جائے تو وہ اپنے اندر موجود چھوٹی صورتوں کو بڑا کر کے ٹی وی کے آئینے پر ظاہر کر دیتی ہیں۔ کیونکہ خود مدنی میاں صاحب نے بتایا ہے کہ عکوس اگرچہ اپنے ارباب کے تابع ہیں لیکن ان کی اصل قریب یہی ریزیں ہوتی ہیں تو مدنی صاحب کے اس بتائے ہوئے قاعدہ ہی سے پتہ چلا کہ ٹی وی کے آئینے میں جو تصویر دکھائی دیتی ہے اس کی اصل قریب ویڈیو کیسٹ کی ریزیں ہیں جن میں جاندار کی تصویریں موجود ہوتی ہیں ویڈیو کیسٹ سے ٹیپ کی جاتی ہیں اس لئے ویڈیو فلم چلانے والا شخص مصورین کے حکم میں آتا ہے اور اس پر تصویر کشی کی حرمت کا حکم لاگو ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق بخشے آمین۔

ٹی وی کی تصویر حقیقی معنی میں تصویر ہے

مدنی صاحب کا متعدد احتمالات بیان کرنا اور ٹی وی کی تصویروں کو نصوص حرمت سے نکالنے کا سارا پاپڑ بیلنا بے سود ہے۔ علمائے بریلی شریف نے کیسے پیارے انداز میں یہ لکھا ہے کہ

''جب وہی شعاع ٹیلی ویژن کے آئینے پر بشکل تصویر نمایاں ہوگی تو اب اسے کوئی محقق شعاع نہیں کہے گا بلکہ عرف عام میں تصویر ہی کہی جائے گی اور اس پر تصویر ہی کا حکم (حرمت) جاری ہوگا۔''

آئینے کے عکس اور ٹی وی کی تصویر میں فرق

مدنی صاحب کا یہ کہنا کہ ''میرے نزدیک یہ بڑی ہی نا قابل فہم اور نا قابل تسلیم بات ہے کہ اگر ریز بے روک ٹوک ٹی وی تک پہنچیں تو ٹی وی کے متحرک عکوس عکوس رہیں اور اگر یہی ریز روک کر پہنچائے جائیں تو یہ

عکوس عکوس نہ رہ جائیں۔ وہ عکس جو تصویر ہے اور وہ عکس جو تصویر نہیں ہے ان کے درمیان مابہ الامتیاز خود ان عکوس کی صرف پائیداری وناپائیداری ہے۔ ریز کو ٹیپ کر لینے سے عکس تصویر نہیں بن جائے گا''۔

تعجب خیز ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ ٹی وی تصویر کشی کا آلہ ہے اس کے آئینے میں جو تصویر بنتی ہے اس کا بنانا مقصود ہوتا ہے۔ٹیپ ہو جانے سے ریزوں میں پائیداری آجاتی ہے۔اس لئے اس کی تصویر تصویر ہی سمجھی جائے گی۔تصویر ہی کہلائے گی اور اس پر تصویر کا حکم حرمت ہی لگے گا۔ برخلاف آئینے کے کہ وہ تصویر کشی کا آلہ نہیں اس میں بننے والا عکس ناپائیدار ہوتا ہے۔ نہ اس کے عکس کو تصویر سمجھا جاتا ہے اور نہ تصویر کہا جاتا ہے اس لئے اس پر تصویر کا حکم حرمت نہیں لگے گا۔

رئیس الفقہاء والمفسرین حکیم امت حضرت علامہ مفتی احمد یار خان صاحب قدس سرہٗ نے تصویر کشی کے متعلق جہاں یہ لکھا ہے کہ ''باقی رہنے والی صورت کشی حرام ہے'' وہاں اس سے پہلے یہ بھی لکھا ہے کہ ''آئینہ میں صورت لینے سے تصویر لینا مقصود نہیں ہوتا بلکہ اپنے چہرہ کے نقائص وعیوب یا خوبیاں معلوم کر کے نقائص کو دور کرنا ہوتا ہے، لہٰذا اس کو تصویر سازی کہنا ہی بے جا ہے۔ بخلاف فوٹو کے کہ اس میں صورت ہی مقصود ہے'' (فتاویٰ نعیمہ ص ۴۸) اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق بخشے آمین۔

مدنی صاحب کے سوالات کا جواب

مدنی صاحب کے دس معروضات کے جوابات عرض کرنے کے بعد ہم ان کے پیش کردہ پانچ سوالات کے جوابات بھی افادۂ عامۃ المسلمین کے لئے دے رہے ہیں وباللہ التوفیق۔

(۱) سوال: ویڈیو کیسٹ میں ٹیپ شدہ پائیدار ریز کا تصویر ہونا ثابت کیجئے اور ثابت نہ کر سکنے کی صورت میں ان غیر جاندار ریز کو ٹیپ کر لینے کی حرمت کی دلیل پیش کیجئے۔

الجواب: ٹی وی اور ویڈیو کیسٹ میں ٹیپ شدہ پائیدار ریزیں اپنے اندر ذی صورت کی صورت محفوظ رکھتی ہیں جو ٹی وی بکس میں لگے ہوئے آلہ کے ذریعہ سے ٹی وی کے پردہ پر ظاہر ہوتی ہے اس لئے یہ عمل بلاشبہ جاندار کی تصویر کشی کا عمل ہے۔اور جاندار کی تصویر کشی کسی بھی طریقہ سے ہو شرعاً حرام ہے۔تصویر کشی کی حرمت کی علت مضاہاۃ بخلق اللہ تعالیٰ ہے جیسا کہ ہم نے اپنی کتاب ''مسئلہ تصویر و ویڈیو فلم'' میں تفصیل سے لکھا ہے۔اور اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فرمایا ہے کہ۔

''لاجرم علماء بتحریم مطلق تصریح فرمودہ اند مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری فرمود وقال اصحابنا وغیرھم من العلماء تصویر صورۃ الحیوان حرام شدید التحریم وھو من الکبائر لانہ متوعد علیہ بھذا الوعید المذکور فی الاحادیث سوآء صنعہٗ فی ثوب او بساط او درھم او دینار او غیر ذلک۔ علامہ شامی در رد المحتار فرماید فعل التصویر غیر جائز مطلقاً لانہ مضاھاۃ لخلق اللہ تعالیٰ وسوآء کان فی ثوب او بساط او درھم او دینارٍ او حائط وغیرہ، وچوں علت تحریم مشابہت بخلق الٰہی است تفاوت نمی کند کہ بخامہ کشند یا عکس را منطبع سازند زیراکہ علت ھمہ جا حاصل است۔ این حکم تصویر گری وصورت کشی است''۔

(فتاویٰ رضویہ جلد دھم حصہ اول ص ۸۲)

الحمدللہ اس عبارت میں جو لفظ او غیر ذلک واقع ہوا ہے۔ یہ اپنے اندر بڑی وسعت رکھتا ہے۔ جس بھی شئے پر حیوان کی تصویر بنائی جائے گی اس کو شامل ہے تو وہ کرنیں جن کو ٹیپ کیا گیا ہے اور حیوان کی تصویر ان میں محفوظ کر دی گئی ہے وہ بھی اس میں ضرور داخل ہیں لہٰذا ویڈیو فلم میں تصویر بنانا ناجائز وحرام ہی ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال نمبر۲: ناپائیدار عکوس کے ظہور میں اگر فعل انسانی دخیل ہو تو وہ حرام ہیں۔ اس کو نصوص سے مدلل ومبرہن فرمائیے۔

الجواب: جاندار کی تصویر کی حرمت کے نصوص وہ احادیث نبویہ ہیں جن میں اس عمل سے ممانعت فرمائی گئی ہے۔ اور تصویر بنانے والوں کے متعلق فرمایا گیا ہے۔ اشد الناس عذاباً عنداللہ المصورون۔ اللہ کے پاس سب سے زیادہ سخت عذاب میں تصویریں بنانے والے ہوں گے۔ متفق علیہ۔ (مشکوٰۃ ص ۴۰۱ ج ۲)

اس نص میں المصورون فرمایا گیا ہے تو ظاہر ہے کہ جاندار کی تصویر سازی میں تصویر ساز کے فعل کو دخیل مانا گیا ہے ورنہ وہ مستحق عذاب کیوں ٹھہرے گا۔ ہاں ویڈیو کیسٹ کے جن عکوس کو مدنی صاحب نے ناپائیدار کہا ہے وہ ناپائیدار نہیں بلکہ پائیدار ہیں۔ اس لئے ویڈیو پر تصویر سازی کا عمل ضرور حرام ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال نمبر۳: ثابت کیجئے کہ جہاں جہاں نصوص میں تصاویر وتماثیل کا لفظ آیا ہے اس سے اس کا حقیقی معنی مراد نہیں۔

الجواب: وڈیو کیسٹ کے ذریعہ سے بنائی جانے والی تصویر پر تصویر کا لفظ حقیقی معنوں میں بولا جاتا ہے۔ اس کو اس وجہ سے مجاز کہنا کہ یہ تصویر ناپائیدار عکوس سے بنتی ہے مدنی صاحب کی غلطی ہے بلکہ یہ تصویر ٹیپ شدہ ریزوں سے بنتی ہے جن میں تصویر موجود ہوتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال نمبر ۴: اگر نصوص میں تصاویر و تماثیل سے مراد ہر طرح کے پائیدار و ناپائیدار عکوس ہیں تو ایک طرف یہ ثابت کیجئے کہ ایک ہی لفظ سے ایک ہی وقت میں اس کے متعدد معانی مراد لیے جاسکتے ہیں تو دوسری طرف اس صورت میں آئینوں کے عکوس کو ضابطہ حرمت سے نکلنے کی علت پیش کیجئے۔

الجواب: تصویر و تماثیل سے مراد ایسی تصویر ہے جو تصویر کشی کے آلہ کے ذریعہ سے پائیدار عکوس سے بنی ہو۔ وڈیو فلم کے ذریعہ سے ٹیپ ہونے والی ریزوں کے سبب سے ٹی وی کے آئینے پر جو تصویر بنتی ہے وہ پائیدار عکوس سے بنتی ہے۔ ولہذا اس پر تصویر کا لفظ حقیقی معنوں میں بولا جاتا ہے نہ کہ مجاز یا عموم المجاز کے طور پر اس کے برعکس آئینے میں بننے والی تصویر ناپائیدار عکوس سے بنتی ہے لہذا اسے تصویر مجازاً کہا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال نمبر ۵: آئینہ اور ٹی وی کے عکوس میں بے پناہ مماثلت و مشابہت کے باوجود ٹی وی کے عکوس کو آئینوں کے عکوس پر قیاس کرنا صحیح کیوں نہیں؟

الجواب: آئینہ آلہ تصویر کشی نہیں نہ اس کے عکوس پائیدار ہوتے ہیں اس لئے اس کے اندر ظاہر ہونے والا عکس تصویر نہیں ہے نہ تصویر کا حکم حرمت اس پر لاگو ہوتا ہے۔ اس کے برعکس ٹی وی کے آئینے پر ٹیپ شدہ ریزوں سے بننے والی تصویر حقیقی معنوں میں تصویر ہوتی ہے اس لئے اس پر تصویر کا حکم حرمت لاگو ہوتا ہے۔ آئینوں کے ناپائیدار عکوس اور ٹی وی کے پائیدار عکوس میں مدنی صاحب کا بے پناہ مماثلت و مشابہت کا دعویٰ غلط ہے۔

الحمدللہ یہاں تک جو کچھ لکھا گیا ہے اس سے اس مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر ضرورت سے بھی زیادہ روشنی پڑ گئی ہے۔ یہ اہل انصاف اہل دانش اشخاص کی ہدایت کے لئے کافی وافی ہے۔ پھر ٹی وی کے عکوس کو پائیدار مانو تو اس کی تصاویر حرام ہیں اور ناپائیدار مانو تو حلال، تو جب مسئلہ حرمت و حلت میں دائر ہے تو ترجیح حرمت ہی کو دی جائے گی۔ ولہذا وڈیو فلم بنانے سے بچنے ہی میں دین و ایمان کی سلامتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲۱ رمضان ۱۴۲۰ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اکتالیسواں مقالہ

ٹیلی ویژن

علمائے اسلام کی نظر میں

نظم

شرافت سوز تصویروں کی عریانی نہیں جاتی
ادب کی آڑ میں ترغیبِ رُومانی نہیں جاتی

خدا معلوم نسلِ نو کا کیا انجام ہونا ہے
وطن سے فحش نغموں کی فراوانی نہیں جاتی

مزے لے لے کہ دُہراتے ہیں افسانے جوانی کے
بڑھاپے میں بھی داناؤں کی نادانی نہیں جاتی

عذاب آئے تو اس میں سینکڑوں کی جان جاتی ہے
نہیں جاتی تو شیطانوں کی شیطانی نہیں جاتی

بڑا اندھیر ہے اکثر مسلماں یہ سمجھتے ہیں
کہ بداعمال ہو کر بھی مسلمانی نہیں جاتی

جہاں کے ذرّے ذرّے سے نمایاں ہیں صفات اُس کی
مگر ہم سے خدا کی ذات پہچانی نہیں جاتی

حقیقت میں جدھر دیکھو تنزل ہی تنزل ہے
ترقی کی طرف تہذیبِ انسانی نہیں جاتی

جو کل تک راہزن تھے آج منزل کے نگہباں ہیں
مسافر لٹ گئے اُن کی نگہبانی نہیں جاتی

یہی سب سے بڑا باعث ہے ملت کی تباہی کا
بہت کچھ ہو چکا لیکن تن آسانی نہیں جاتی

زمانہ اس طرح قائل ہوا ہے فیضؔ جھوٹوں کا
جو سچ کہتے ہیں ان کی ایک بھی مانی نہیں جاتی

(بشکریہ پرچہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ بابت ۲۰ محرم ۱۳۸۵ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد استاذنا المحترم المکرم حضرت مولانا محمد شفیع حیدری مدظلہ العالی فاضل جامعہ رضویہ مظہر اسلام بریلی شریف وسجادہ نشین دربار عالیہ نارہ شریف تحصیل کہوٹہ ضلع راولپنڈی نے فقیر راقم الحروف کو ٹیلی ویژن سے متعلق سات سوالات پر مشتمل ایک استفتاء بھیجا اوران کے جواب لکھنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ چونکہ ایک مستند جید عالم دین کی طرف سے یہ سوالات پیش کیے گئے تھے اس لئے ہم نے چاہا کہ ان کا جواب مفتیان اہل سنت اور علمائے ربانی سے حاصل کیا جائے۔ چنانچہ ہم نے اس استفتاء کو متعدد جگہوں میں بھیجا اور جواب حاصل کیا۔ اپنے طور پر کتب مبارکہ اور رسائل متبرکہ سے بھی مواد حاصل کرنے کی کوشش کی گئی تو مفید مواد جمع ہو گیا۔ اس مختصر رسالہ میں ہم نے علمائے ربانی ومفتیان حقانی کے ارشادات وملفوظات کے اقتباسات پیش کیے ہیں تا کہ عام فہم قاری کو فائدہ تامہ حاصل ہو اور یہ دینی سعی ہمارے لئے سعادت بن جائے۔ **وباللہ التوفیق ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔**

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارہ میں کہ

(۱) ٹی وی یعنی ٹیلی ویژن میں قاری صاحب قرأت کرتے ہیں اور نیز بچوں کو قرأت سکھاتے ہیں ان کا دیکھنا اور سننا شرعاً کیسا ہے؟ ثواب یا عذاب؟

(۲) نیز علمائے کرام وعظ فرماتے ہیں ان کا دیکھنا اوران کا وعظ سننا مردوں اور عورتوں کو جائز اور کار ثواب ہے یا نہیں؟

(۳) نیز مسجدوں، خانہ خدا اور کئی دریا اور کئی پہاڑیاں سبز وغیرہ کا دیکھنا کیسا ہے؟

(۴) نیز عورتیں خبریں دیتی ہیں اور گانے گاتی اور ناچتی ہیں اور جلوے دکھلاتی ہیں ان کا دیکھنا سننا کیسا ہے؟ مردوں عورتوں کو جائز ہے یا ناجائز منع ہے یا حرام مطلق؟

(۵) مرد گاتے بجاتے ہیں ناچتے جلوے دکھاتے ہیں خوبصورت بن کر کھیل دکھاتے ہیں۔ مردوں عورتوں کو دیکھنا سننا کیا معنی رکھتا ہے۔ جائز یا ناجائز یا حرام مطلق؟

(۶) بعضے نیم ملاں خود بھی دیکھتے ہیں اور اوروں کو بھی دکھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کیا ہے یہ ویسے تصویریں وغیرہ ہیں۔ نقشے ہیں کوئی حقیقۃً مرد عورتیں نہیں تاکہ ان سے پردہ کیا جائے۔ ان کو نہ دیکھا جائے نہ سنا جائے۔

(۷) اس آلہ میں یعنی ٹی وی میں غیر محرم مرد خوبصورت غیر محرم عورتوں کو دیکھتے سنتے ہیں اور غیر محرم عورتیں خوبصورت مردوں کو دیکھتی سنتی ہیں۔ یہ شرعاً کیسا ہے؟

ان سب شقوں کا الگ الگ خوب ٹھوس جواب دیا جائے تاکہ کسی کو شک وشبہ باقی نہ رہے **بینُوا توجروا**۔

(پیش کردہ استاذ نا المکرم از نارہ شریف تحصیل کہوٹہ ضلع راولپنڈی)

الجواب بتوفیق الملک الوھاب عزوجل۔

جواب سوال نمبر ا۔ حضرت مولانا علامہ محمد ریحان رضا خان صاحب بریلوی لکھتے ہیں۔

''ٹیلی ویژن اور وڈیو کو وہ لوگ بھی جائز نہیں سمجھتے جو ان کا شوق رکھتے ہیں بلکہ انہی لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا ہے کہ ٹیلی ویژن ایک طرح کا سینما ہی ہے۔ لہٰذا جو لوگ اس کا استعمال کرتے ہیں وہ ان کو ناجائز ہی سمجھتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اکثر خدا کے بندے استطاعت کے باوجود انہیں خریدنے سے اجتناب کئے ہوئے ہیں۔ اب اس کے جواز کا قول کرنا ایک بدعت کا دروازہ کھول کر اس حدیث کا مصداق بنتا ہے کہ جس نے اسلام میں برا طریقہ نکالا تو اس پر اس کا اور اس پر عمل کرنے والوں کا گناہ ہے۔ بغیر اس کے کہ اس پر عمل کرنے والوں کے گناہوں میں کچھ کمی کی جائے۔ (مشکوٰۃ شریف)

ہر شئے کی حلت وحرمت کا تعلق اُس کی اصل وضع سے ہے۔ اگر اس کی وضع کسی جائز کام کے لئے ہوئی تو جائز اور ناجائز کام کے لئے ہوئی تو ناجائز۔ دنیا جانتی ہے کہ ٹیلی ویژن اور وڈیو وضع کے اعتبار سے سینما وغیرہ ہی کا حکم رکھتے ہیں اور اس حقیقت کا بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ بغیر کسی آلے کی مدد کے اسے نمایاں طور پر نہیں دیکھا جا سکتا۔ سینما بھی تعیش، وقت گزاری، تماشہ بینی، لہو ولعب وغیرہ کا سامان ہے اور ٹیلیویژن اور وڈیو سے بھی یہ نقائص حاصل ہوتے ہیں۔ سینما بین لوگ بھی پروگرام میں منہمک ہو کر دین و دنیا سے غافل ہو جاتے ہیں اور ٹیلی ویژن اور وڈیو کا شوق رکھنے والے بھی پروگرام کے وقت تک دین و دنیا سے بے خبر ہو جاتے ہیں بہرحال سینما اور ٹیلی وژن کی وضع کا مقصد ایک ہے فرق صرف ٹیکنیک اور طریقہ

کارکا ہے"

پھر آخر پر لکھتے ہیں۔ "مختصر یہ کہ ٹی وی، وڈیو وغیرہ کی اصل وضع ہی لہو ولعب کے لئے ہوئی ہے اور اس کا کوئی پروگرام جانداروں کی تصاویر سے خالی نہیں ہوتا اور یہ سب اسراف وتبذیر کی اشیاء ہیں اور ان کا خریدنا رکھنا دیکھنا حرام، حرام، اشد حرام ہے۔ نئے نئے احتمالات نکال کر ان کے جواز کی صورتیں پیدا کرنا، فتنوں کا دروازہ کھولنا اور ابنائے زمانہ کی روش سے غافل ہونے کے مترادف ہے۔

(ماہنامہ "اعلیٰ حضرت" بریلی شریف بحوالہ، ماہنامہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ)

جب یہ ثابت ہو گیا کہ ٹیلی ویژن۔ وڈیو۔ وی سی آر۔ وغیرہ آلات لہو ولعب ہیں تو اب آلات لہو ولعب سے قرآن مجید سننے کے بارہ میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ کے ملفوظات سنیئے۔ فرماتے ہیں۔

"عرض:۔ گراموفون کا کیا حکم ہے؟

ارشاد: بعض باتوں میں اصل کا حکم ہے۔ بعض میں نہیں۔ گراموفون میں اگر قرآن عظیم ہو، اس کا سننا فرض نہیں بلکہ ناجائز۔ اور آیت سجدہ اس سے اگر سنی سجدہ واجب نہیں۔ حالانکہ یوں استماع قرآن مبین اور آیت سجدہ پر سجدہ واجب۔ اور قرآن عظیم کا سننا تو حد ہے کہ عبادت ہے اور گراموفون سے سننا لہو ہے۔ وہ موضوع ہی اس لئے ہے اگرچہ کوئی نیت لہو نہ کرے مگر اصل وضع کی تبدیلی کوئی نہیں کر سکتا۔ پھر جو مصالحہ اس میں بھرا ہوتا ہے اُس میں اکثر اسپرٹ کا میل ہوتا ہے اور اسپرٹ شراب ہے اور شراب نجس ہے تو قرآن عظیم کا بھرنا حرام ہوا"   (ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ سوم ص ۶۷)

اور مفتی غلام محمد صاحب مدرس گولڑہ شریف اپنے فتویٰ میں لکھتے ہیں۔

"(گراموفون کا بجانا اور اس میں نعتیہ غزلیں بجا کر سننا) یہ سب بدعت سیئہ ہے اور قرآن مجید اس میں بجا کر سننا بھی بدعت سیئہ ہے۔ بجا کر سننے والا اور سنانے والا ہر دو ملعون"۔ (ماہنامہ رضائے مصطفیٰ)

اور حضرت مولانا حشمت علی لکھنوی تلمیذ اعلیٰ حضرت بریلوی اپنے فتویٰ میں لکھتے ہیں۔

"گراموفون بھی آلۂ لہو ولعب ہے اور اس میں قرآن عظیم کے رکوع یا حمد ونعت بھر کر بجانا سخت بے ادبی و بے حرمتی ہے بلکہ اگر قصداً بنیت لہو ولعب ایسا کیا جائے تو کفر ہے۔ شرح فقہ اکبر میں خلاصہ سے منقول ہے۔

من قراء القرآن علیٰ ضرب الدف والقضیب یکفر قلت ویقرب منه ضرب الدف

والقضیب مع ذکر اللہ تعالیٰ و نعت المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم و کذا التصفیق علی الذکر۔ اگرچہ اس جزئیہ کا حکم گراموفون پر کلیۃً صادق نہیں ہے تاہم مشابہت ضرور ہے''۔

اور مفتی اعظم پاکستان مولانا سید ابوالبرکات احمد شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ ''گراموفون سنانا بجانا عام طور پر لہو ولعب ہے اور تفریح کے طور پر ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ اس صورت میں بجانا سنانا اور اس پر روپیہ پیسہ صرف کرنا ناجائز ہے۔ حدیث شریف میں ہے ان اللہ کرہ لکم ثلاثاً قیل وقال و کثرۃ السوال واضاعۃ المال۔ قرآن حکیم کے رکوع ریکارڈوں میں بھرنا اور پھر ان کا سننا سنانا دوسری وجہ سے بھی ناجائز ہے کہ اس صورت میں قرآن عزیز کی ہتک حرمت ہے۔ لہو ولعب کی صورت پیدا ہو جاتی ہے اس میں بلاشبہ قرآن کریم کی توہین ہے۔''

اور مفتی عبدالعزیز صاحب خطیب مزنگ لاہور لکھتے ہیں۔ ''گراموفون میں نعتیہ غزلیں اور قرآن کریم کے بھروانے کے عدم جواز میں مولوی سلامت اللہ صاحب نے چونسٹھ صفحات کا فتویٰ لکھا ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ سلطان عبدالحمید خان مرحوم نے شیخ الاسلام کے حکم سے ایسے فعل کے مرتکب کو چھ ماہ جیل بھیجنے کا حکم صادر فرمایا۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب سوال نمبر ۲: مولانا محمد ریحان رضا خان صاحب لکھتے ہیں۔

''تبلیغی بہانہ۔ اب رہ گئی یہ بات کہ جب علاقوں میں کوئی گھر ٹی وی سے خالی نہ ہو اور لوگ غیر شرعی پروگرام دیکھ دیکھ کر اپنے اخلاق و کردار خراب کر رہے ہوں۔ ایسی جگہوں پر وڈیو اور ٹیلی ویژن کے استعمال کی مشروط اجازت دینی ایسی ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ جس معاشرہ میں سینما بینی عام ہو اور چھوٹے بھی اپنے بڑوں کی روش پر چل کر مخرب اخلاق فلمیں دیکھ کر اپنے کردار کو خراب کر رہے ہوں۔ نہایت مناسب عمل ہوگا کہ سینما کے ذریعہ سے خالص دینی مذہبی و علمی و اخلاقی پروگرام ان تک پہنچا کر ان کے افکار و نظریات کی اصلاح کی جائے اس طرح جائز چیزوں کو دیکھنے کی اجازت دینا ایسا ہی ہے جیسے کسی سینما بین کو سینما میں دیار حبیب اور حج وغیرہ کی فلمیں دیکھنے کی اجازت دی جائے۔ حالانکہ اس قسم کی اجازت دینا اسراف و تبذیر کی اشیاء کی خرید و استعمال کی اجازت دینا ہے اور عیاشی کی راہوں کو ہموار کرنا ہے۔ جو ایک محتاط مفتی کی شان سے بعید ہے''۔ (ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی بحوالہ ماہنامہ رضائے مصطفےٰ)

اور حضرت مولانا مفتی محمد ریاض الدین قادری شیخ الحدیث اٹک اپنے جواب میں لکھتے ہیں۔

''حدود شریعت کو پھاند کرٹی۔ وی تک پہنچنے کے بعد تعلیم دینا یا وعظ کرنا ایک ایسا لاعلاج اور عام مرض ہے جس میں بہت سے ایسے لوگ مبتلاء ہو گئے ہیں جو دیگر اوصاف حمیدہ کی وجہ سے بلاشبہ قابل قدر تھے فقیر کے ناقص خیال کے مطابق بہت سے قابل قدر لوگوں کو شہرت کی ہوس اور جلب زر کی بے جا حرص نے اس مقام پر لا کھڑا کیا ہے جہاں سے نہ وہ واپس آسکتے ہیں اور نہ ہی وی سی آر اور ٹی وی جیسی مہلک اور اخلاق سوز چیزوں کے خلاف کلمۂ حق کہہ سکتے ہیں''۔ اھ بلفظہ۔

اور مولانا مفتی محمد اختر رضا خان صاحب بریلوی فرماتے ہیں۔ ''اور وڈیو کا استعمال تبلیغی غرض کے لئے بھی جائز نہیں جبکہ علماء و مشائخ کی تصویریں دکھائی جائیں۔ وڈیو اور ٹی وی سے نظر آنے والے تصاویر جاندار اسی طرح حرام ہیں[1] جیسے سینما کے پردہ پر انسان وحیوان کی تصویریں ناجائز و حرام ہیں اور ان دونوں میں اس لحاظ سے کوئی فرق نہیں کہ دونوں ساختہ انسان ہیں تو دونوں بلاشبہ حرام ہیں اور ان کا وہی حکم ہے جو سینما کا ہے اور جواز کے فتویٰ سے سینما کی اجازت لازم آتی ہے۔ جیسا کے ظاہر ہے''۔ (ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف) واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب سوال نمبر ۳: چونکہ ٹی وی اور وی سی آر سینما کی طرح آلات لہو ولعب ہیں اس لئے ان میں مسجدیں، خانہ کعبہ اور دریا پہاڑ وغیرہ کا دیکھنا بھی لہو ولعب میں داخل ہو کر ناجائز ہو جاتا ہے۔ فلم خانۂ خدا کے دیکھنے کے متعلق حضرت مولانا ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی لکھتے ہیں۔ ''گو ناچ گانا نہیں۔ مگر حاجیوں کی تصویریں ضرور ہیں۔ لہذا یہ کہنا کہ لغویات کچھ نہیں صحیح نہیں اور یونہی فلم خانہ خدا کا دیکھنا جائز بلکہ کار ثواب کا دعویٰ بھی کھل جاتا ہے اور پھر اس کے دیکھنے سے یہ غلط فہمی بھی پیدا ہو رہی ہے کہ گھر بیٹھے حج کر لو۔ حج ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اس سے پرہیز ضروری ہے''۔ (فتاویٰ نوریہ ص ۴۱۶ ج ۳)

اور حضرت مولانا ابو داؤد محمد صادق صاحب لکھتے ہیں۔ ''فلم خانہ خدا اور سینما کا کاروبار اور اس کا دیکھنا دکھانا شرعاً ناجائز اور فلم خانۂ خدا اور زیادہ مذموم ہے کیونکہ اس میں تصویر جیسی لعنت کے علاوہ فریضۂ حج ادا۔

---

[1] یہ حرمت اس وجہ سے ہے کہ یہ جاندار کی تصویریں لہو ولعب کے آلہ میں دکھائی جاتی ہیں۔ کما لا یخفیٰ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کرنے والی مستورات کی بے پردگی، سینما کے ناپاک ماحول میں شعائر اسلام کی بے حرمتی عبادات کو لہو و لعب کے انداز میں پیش کرنے کی جسارت اور سینما سے پرہیز کرنے والے سادہ لوح مرد و زن کو سینما کا عادی بنانے کی سازش کارفرما ہے اور ان میں کوئی پہلو بھی ایسا نہیں جس کے ناجائز ہونے میں کسی دین دار کو تامل ہو''۔(ماہنامہ رضائے مصطفےٰ بابت ۲۸ جمادی الاخری ۱۳۸۸ھ) واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب سوال نمبر۴: حضرت مولانا مفتی محمد اختر رضا خان صاحب بریلوی لکھتے ہیں۔

''جس ٹی وی سے مخلوط پروگرام نشر ہوتے ہوں اور ان کو نشر کرنے والے مرد اور نیم عریان نامحرم عورتیں ہوں ان کی نمائش بھی جائز نہیں۔ اگر چہ اس سے بعض پروگرام خلاف شرع نشر نہ ہوتے ہوں۔ اگر ان پروگراموں کا سننا ناشروں کی صورت کے بغیر دیکھے ناممکن ہے تو سبیل ممانعت ہے''۔

(ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف)

اور مفتی غلام محمد صاحب گولڑوی لکھتے ہیں۔''بائیسکوپ (سینما) میں جو تصویریں دکھائی جاتی ہیں جن کا اکثر حصہ برہنہ یا نیم برہنہ ہوتا ہے نیز عورتوں اور مردوں کے فحش مذاق اور اختلاط دکھائے جاتے ہیں۔ اس قسم کے تماشوں کا دیکھنا لغویات میں سے ہے اور مومن کی شان سے بعید ہے کہ ایسے تماشے دیکھے اور عذاب سے نجات نہ پائے لقولہٖ تعالیٰ والذین ھم عن اللغو معرضون۔ جو لوگ ایسی تماشہ بینی میں مبتلا ہیں وہ جب تک توبہ نہ کریں عذاب سے مخلص نہیں۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ ایسے تماشے دیکھنا بدعت اور گناہ کبیرہ ہے''۔

اور حضرت مولانا حشمت علی لکھنوی لکھتے ہیں۔''بائیسکوپ (سینما) محض لہو ولعب اور تماشا ہے۔ مسلمانوں کو اس میں جانا اور اسے دیکھنا شرعاً ممنوع و ناجائز ہے کہ حدیث شریف میں وارد ہے۔ کل لھو المسلم حرام الحدیث۔ علاوہ ازیں اس سے عوام کے خیالات خراب ہوتے ہیں اور ان کے اخلاق پر برا اثر پڑتا ہے اور جو چیز مسلمانوں کے خیالات خراب کرے اور ان کے اخلاق و عادات کو بگاڑے وہ شرعاً جائز نہیں۔ اگر چہ وہ اس میں اچھے خیال سے جائیں مگر بری چیز اپنا اثر کیے بغیر نہیں رہ سکتی''۔

اور حضرت مفتی اعظم پاکستان اپنے فتویٰ میں لکھتے ہیں۔''سینما یا بائیسکوپ یا ٹاکیز وغیرہ دیکھنا

دکھانا اس میں نوکری کرنا ناجائز وحرام ہے کہ محض لہو ولعب ہے اور کل لھو حرام حدیث میں وارد ہے۔ اور نیم برہنہ یا برہنہ تصاویر کا دیکھنا دکھانا بھی کمال بے حیائی اور بد اخلاقی ہے۔ اس قسم کے منظر انسان کو تباہ کرنے اور جذبات شہوانیہ کو برانگیختہ کر کے قسم قسم کے جرائم کے ارتکاب کا سبب بن جاتے ہیں۔ ان کی عادت و کثرت مالی تباہی و بربادی پیدا کر دیتی ہے۔ اس لئے ان تمام وجوہ سے سینما میں جانا حرام ہے''۔

اور مولانا عزیز الحق صاحب سابق امام شاہی مسجد لاہور لکھتے ہیں ''سینما تھیٹر۔ ٹاکیز وغیرہ جس میں نامحرم عورتوں کی ننگی تصویریں ناچ گانا۔ باجہ گاجہ بھی بجایا جاتا ہے۔ سب قطعاً حرام ہے۔ حدیث شریف میں صاف لکھا ہے کہ جس طرح بدکاری زنا ہے۔ اسی طرح آنکھوں سے دیکھنا۔ کانوں سے سننا۔ پاؤں سے چلنا وغیرہ ان سب سے زنا کا گناہ ہوتا ہے۔ نامحرم عورتوں کو دیکھنا یہ آنکھ کا زنا ہے۔ اس کے گانے کی آواز سنتے ہیں یہ کان کا زنا ہے۔ اس کی طرف چل کر جاتے ہیں یہ پاؤں کا زنا ہے۔''

اور مفتی عبد العزیز صاحب خطیب مزنگ لاہور اپنے فتویٰ میں لکھتے ہیں ''ننگی تصویروں کو دیکھنا اور دکھانا باعث لعنت اور بے حیائی ہے۔ الحیاء شعبة من الایمان۔ حیاء ایمان کی ایک شاخ ہے۔ لہٰذا اہل اسلام کو اس سے اجتناب چاہیے''۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب سوال نمبر ۵: حضرت مولانا محمد ریاض الدین قادری اپنے فتویٰ میں لکھتے ہیں۔

''عورتوں کا خبریں دینا ایسا ہی حرام ہے جیسا کہ ان کا گانا بجانا ہے اور مردوں عورتوں کا مل جل کر کھیلنا جلوے دکھانا گانا بجانا حرام در حرام ہے''۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب سوال نمبر ۶ حضرت مولانا مفتی محمد ریاض الدین قادری لکھتے ہیں۔

''جو لوگ ٹی۔ وی پر خلط ملط ناچنے کودنے والے مردوں عورتوں نیز اپنے حسن و جمال کا خوب مظاہرہ کرنے والی نیم عریاں گانے بجانے والی عورتوں کو محض تصویریں اور نقشے کہہ کر دیکھنا دکھانا جائز بتاتے ہیں وہ درحقیقت اپنے عقلوں کا ماتم کر رہے ہیں۔ تصویریں اور نقشے گاتے بجاتے ناچتے کودتے تعلیم دیتے وعظ کرتے اور غیر محرموں کے ساتھ ملتے جلتے ہیں اور انہیں دیکھتے دکھاتے ہیں اور اگر ان کو بالغرض تصویریں ہی تسلیم کر لیا جائے تو کیا تصویریں بنانا بنوانا وغیرہ از روئے شریعت جائز ہے کیا ایسا کرنے والوں

-کو حضور پر نور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ملعون قرار نہیں دیا۔''

اور میرے استاذ محترم حضرت مولانا محمد مختار احمد مرحوم اپنے فتویٰ میں لکھتے ہیں۔''جس طرح تمام حالات میں مرد کو غیر محرم عورت اور عورت کو غیر محرم مرد کا دیکھنا شرعاً ممنوع ہے اسی طرح غیر محرم کی تصویر دیکھنا بھی ممنوع ہے۔ ٹی وی پر عام طور پر درس دینے والے حضرات وخواتین چونکہ خود شریعت پر عامل نہیں ہوتے جیسا کہ درس دینے والے داڑھی منڈے ہوتے ہیں اور خواتین بے حجاب ہوتی ہیں اس لئے ان کا درس سننا کسی طرح مفید نہیں ہوسکتا''۔

اور مفتی محمد اسلم صاحب فیصل آبادی اپنے فتوے میں لکھتے ہیں''یہ جاہل ملاں غلط کہتا ہے۔ حضور نبی پاک صاحب لولاک علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ایک گھر میں تشریف لے گئے دروازہ پر پردہ لٹکا ہوا تھا جس پر دھاگے سے تصویر بنی ہوئی تھی آپ صلے اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے آئے (نسائی) غور کا مقام ہے کہ پردے پر دھاگے سے بنی ہوئی تصویر تھی وہ کوئی حقیقۃً مرد یا عورت تو نہیں تھی جس سے آپ سرکار نے بیزاری ظاہر فرمائی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اور مفتی عبدالعزیز حنفی دارالعلوم امجدیہ کے دارالافتاء سے اپنے فتویٰ میں لکھتے ہیں۔''اجنبی عورتوں کا دیکھنا جس طرح جائز نہیں۔ اسی طرح ان کی تصاویر کا دیکھنا بھی جائز نہیں۔ ہمارے فقہائے کرام نے اس بارہ میں کتب فقہ میں یہ جزیہ بیان فرمایا ہے کہ اجنبی عورت کا عکس پانی پر پڑ رہا ہو تو اس کا دیکھنا بھی جائز نہیں لہٰذا ان لوگوں کا یہ کہنا کہ عورت کی تصویر کا دیکھنا حقیقۃً عورت کا دیکھنا نہیں۔ غلط ہے۔''

جواب سوال نمبر ۷: حضرت مولانا مفتی محمد ریاض الدین قادری لکھتے ہیں۔

''غیر محرموں کا خوبصورت ہونا یا بدصورت غیر محرم عورتوں کو دیکھنا اسلام کی رو سے جائز نہیں۔ یہ فرنگی تعلیم کا بدترین کرشمہ ہے۔ خلاصہ درخلاصہ یہ ہوا کہ ٹی وی کی کارروائی بدترین بدعت ہے۔ مسلمانوں کو اسے دیکھنے سے پرہیز کرنے ہی میں نفع ہے اور اس کے ساتھ سنت نبوی پر عمل کرنا نور''علیٰ نور ہے۔'' واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۱۷ رمضان المبارک ۱۴۱۳ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیالیسواں مقالہ

دینی مجالس میں فلم سازی کی قباحت کا بیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد والہ واصحابہٖ اجمعین اما بعد۔

الاستفتاء

السلام علیکم! ازراہِ کرم شریعت مطہرہ کے مطابق فتویٰ دے کر مسلمانوں کو ایک عظیم فتنے سے بچایئے۔

جب میں نے ماہنامہ فیض عالم بہاولپور کے صفحہ نمبر ۱۳ پر (شمارہ ذوالحجہ ۱۴۱۶ھ ہجری المقدس بمطابق اپریل ۱۹۹۶ء) یہ اشتہار پڑھا کہ ''حضرت خواجہ سلطان پیر محمد اصغر علی جگر گوشہ حضور حضرت سخی سلطان محمد باہو رحمۃ اللہ علیہ کی زیر سرپرستی امسال بھی اصلاحی جماعت کے زیر اہتمام ۱۲، ۱۳، ۱۴ اپریل ۱۹۹۶ء بروز جمعہ، ہفتہ عظیم الشان سالانہ اصلاحی اجتماع بمقام دربار عالیہ حضور حضرت سلطان العارفین سخی سلطان محمد باہو رحمۃ اللہ علیہ منعقد ہو رہا ہے۔ ۱۳ اپریل کو شیخ القرآن علامہ الحاج محمد فیض احمد اویسی رضوی صاحب کا خصوصی خطاب ہوگا۔ تو اس اجتماع میں ناچیز کو بھی شمولیت کا شرف حاصل ہوا جب پروگرام کے مطابق بحر العلوم شیخ القرآن محدث دوراں استاذ العلماء حضرت علامہ الحاج ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی قادری صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا ایمان افروز باطل سوز بیان شروع ہوا تو دو آدمیوں نے یہود و نصاریٰ کا لباس پہنے ہوئے اور اپنے کندھوں پر بڑے بڑے کیمرے اٹھائے ہوئے حاضرین جلسہ کی تصاویر لینی شروع کر دیں تو حضرت علامہ فیض احمد اویسی صاحب نے اپنی تقریر کو جاری وساری رکھتے ہوئے فرمایا کہ فوٹو لینا شریعت مطہرہ میں منع ہے۔ اسلام اس چیز کو ختم کرنے کے لئے آیا ہے ہم یہاں اس لئے اکٹھے ہوئے ہیں کہ اپنی اصلاح کریں اور اس جماعت کا نام بھی اصلاحی جماعت ہے۔ ہماری اس اصلاحی جماعت کو دوسروں کی اصلاح کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی بھی اصلاح کرنی چاہیے۔ اور اس بات کو محسوس بھی نہیں کرنا چاہیے کیونکہ مسلمان شریعت کے آگے سر تسلیم خم کرنے والا ہوتا ہے حضرت اویسی صاحب کی تقریر سن کر حاضرین کا ایمان تازہ ہوا لیکن ایک شخص جس کی ریش مبارک سفید تھی اور اپنے آپ کو سنی عالم کہلاتا تھا جس کا نام مولانا ۔۔۔۔۔ تھا نے حضرت اویسی صاحب کے فوراً بعد دھواں دھار تقریر صرف اس عنوان پر شروع کر دی کہ فوٹو لینا جائز ہے اور کہا کہ میں یہ ثابت کروں گا کہ تصویر لینا اور بنانا جائز

ہے اور یہ کہ تصویروں کی تین قسمیں ہیں جلسہ گاہ میں حاضرین کی جو تصاویر لی جارہی ہیں یہ جائز ہیں اور کہا کہ اویسی صاحب کو اس قسم کے جلسوں میں ایسی بات نہیں کرنی چاہیے تھی (یعنی فوٹو شریعت کے خلاف ہے) کیونکہ یہاں ہر قسم کے لوگ موجود ہوتے ہیں اور جھگڑا پیدا ہوجاتا ہے مولوی صاحب نے کہا کہ میں قرآن وحدیث سے یہ ثابت کروں گا کہ فوٹو شریعت کے خلاف نہیں ہے بلکہ شریعت میں جائز ہے۔ قرآن کریم سے یہ حوالہ دیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے لکڑی کا تابوت (صندوق) بنایا گیا تھا لہذا تصویریں بنانا جائز ہے اور پھر ایک آدھ احادیث بیان کیں کہ حدیث میں تصویر بنانا پہلے منع تھا پھر فلاں حدیث کے تحت فوٹو بنانا جائز ہوگیا۔ لہذا تصویریں لینا بنانا شریعت کے عین مطابق ہے۔ مولوی صاحب کی اس تقریر کو سن کر لوگ تنگ آگئے کہ کب اس سے ہماری جان چھوٹتی ہے اور لوگ بہت پریشان ہوگئے کہ پندرہویں صدی میں ایک حرام کام کیسے حلال اور جائز ہوگیا ہے۔ اور یہ ہزار بلکہ لاکھوں کی تعداد میں لوگ آپس میں بحث کرنے لگے یہ کیسا مولوی ہے کہ تمام لوگوں کو شک وشبہ میں ڈال دیا ہے اور لوگوں کے ایمان کو خراب کررہا ہے اور یہ بھی بحث ہورہی تھی کہ اصلاحی جماعت کے سربراہ جناب حضرت پیر محمد اصغر علی مد ظلہ کو چاہیے کہ وہ آئندہ احتیاط کریں کہ اس قسم کے مولوی کو ایسے روحانی ونورانی اور اصلاحی اجتماع میں ہرگز شمولیت کی دعوت نہ دیں کیونکہ ایسے مولوی بجائے اصلاح کے لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔

ناچیز علمائے حق کے پاس یہ داستان غم ارسال کررہا ہے تاکہ علمائے حق اس اہم مسئلہ پر صدائے احتجاج بلند فرمائیں اور علمائے اہلسنت کی خدمت میں درخواست ہے کہ شریعت مطہرہ کا حکم واضح کریں کہ تصویر کا بنانا جائز ہے یا ناجائز ہے؟

اور یہ شخص مولانا۔۔۔۔۔۔۔۔۔ جو تصویر بنانے کو جائز قرار دے رہے ہیں تو اس کے بارے میں فرمائیں کہ یہ شخص اہلسنت سے ہے یا نہیں؟ اس کی صحبت اختیار کرنا اس کی تقریر میں شمولیت کرنا اور اس کو اپنا امام بنانا یعنی اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ براہ کرم آیت قرآن اور احادیث ذیشان کی ضوء میں مفصل اور مدلل جواب عنایت فرما کر مسلمانوں کی اس پریشان کو دور فرمائیں اور عندالناس مشکور اور عنداللہ ماجور ہوں۔ **بینوا بیاناً شافیاً وتوجروا اجراً وافیاً والسلام مع الاکرام سگ** بارگاہ غوث ورضا محمد اسماعیل القادری الرضوی عفی عنہ ضلع ڈیرہ اسماعیل خان۔

الجواب بتوفیق الملک الوھاب

احادیث مبارکہ

(۱) حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **لا تدخل الملائکة بیتاً فیه کلب ولا صورة** ۔فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا ہو اور نہ اس گھر میں جس میں تصویر ہو۔ (صحیح مسلم شریف جلد دوم صفحہ نمبر ۲۰۸ ۔مشکوٰۃ شریف جلد دوم صفحہ نمبر ۱۰۳)

امام جلال الدین سیوطی اس حدیث کے بارہ میں لکھتے ہیں۔ رواہ احمد والبخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجہ عن ابی طلحہ وھذا حدیث صحیح۔ (جامع صغیر جلد دوم صفحہ ۲۰۰)

(۲) اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ایک چھوٹا تکیہ جس میں تصاویر تھیں خریدا پھر جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھا تو دروازے پر کھڑے ہو گئے اور اندر داخل نہ ہوئے فوراً میں نے آپ کے چہرہ پر ناپسندیدگی کے آثار دیکھے تو عرض کیا یا رسول اللہ میں اللہ اور اس کے رسول کی بارگاہ میں توبہ کرتی ہوں میں نے کیا گناہ کیا ہے؟ فرمایا اس تکیہ کا کیا معاملہ ہے؟ میں نے عرض کیا میں نے یہ آپ کے لئے خریدا ہے کہ آپ اس پر بیٹھیں گے اور ٹیک لگائیں گے۔فرمایا **ان اصحاب ھذه الصور یعذبون یوم القیامة یقال لھم احیو اما خلقتم** ۔ بلاشبہ ان تصویروں کے بنانے والوں کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا اور انہیں کہا جائے گا کہ جو کچھ تم نے پیدا کیا اسے زندہ کرو۔ پھر فرمایا۔ بلاشبہ جس گھر میں تصویر ہو اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔متفق علیہ۔ (مشکوٰۃ ص ۱۰۴ جلد دوم)

(۳) اور انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **اشد الناس عذاباً یوم القیامة الذین یضاھؤن بخلق الله** ۔قیامت کے دن سب سے سخت عذاب میں وہ لوگ ہوں گے جو اللہ کی صفت خلق کی مشابہت کرتے ہیں۔یعنی تصویر کشی کرتے ہیں۔متفق علیہ۔ (مشکوٰۃ جلد دوم ص ۱۰۴)

(۴) اور حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **ومن اظلم ممن ذھب یخلق کخلقی فلیخلقوا ذرة ولیخلقوا حبة او شعیرة** ۔ اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہے جو میری مخلوق کی طرح مخلوق بنانے لگے سوا سے ایک چھوٹی سی چیونٹی بنانی چاہیے اور اسے کوئی ایک دانہ یا جو کا ایک دانہ پیدا کرنا چاہیے۔متفق علیہ۔ (مشکوٰۃ ص ۱۰۴ جلد دوم)

(۵) اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ اشد الناس عذاباً عندالله المصورون۔ اللہ کے پاس (قیامت کے دن) سب سے زیادہ سخت عذاب میں تصویریں بنانے والے لوگ ہوں گے۔ متفق علیہ۔ (مشکوٰۃ ص ۱۰۴ ج ۲)

(۶) اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کل مصور فی النار یجعل له بکل صورة صورها نفساً فیعذ به فی جهنم۔ ہر تصویر بنانے والا شخص آگ میں ہے۔ اس نے جو بھی تصویر بنائی ہوگی اس کے بدلے میں ایک جان پیدا کی جائے گی جو جہنم میں اسے عذاب دے گی۔ پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ فان کنت لابد فاعلاً فاصنع الشجر ومالا روح فیه۔ پھر اگر تجھے تصویر کشی سے چارہ نہیں ہے تو پھر تو درخت اور ہر وہ چیز جس میں روح نہیں اس کی تصویر بنا۔ متفق علیہ۔ (مشکوٰۃ جلد دوم ص ۱۰۴)

(۷) اور حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ یخرج عنق من النار یوم القیامة لها عینان تبصران واذنان تسمعان ولسان ینطق یقول انی وکلت بثلاثة بکل جبار عنید وبکل من دعا مع الله الهاً آخر وبالمصورین۔ قیامت کے روز آگ سے ایک گردن نکلے گی اس کی دو آنکھیں ہوں گی جس سے وہ دیکھے گی اور دو کان ہوں گے جس سے وہ سنے گی اور ایک زبان ہوگی جس سے وہ بولے گی۔ وہ کہے گی مجھے تین شخصوں پر مسلط کیا گیا ہے۔ ہر ظالم متکبر پر اور ہر اس شخص پر جس نے اللہ کے ساتھ دوسرا معبود پوجا اور تصویریں بنانے والوں پر۔ رواہ الترمذی۔ (مشکوٰۃ جلد دوم ص ۱۰۵)

(۸) ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس موجود تھا کہ ایک شخص حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا اے ابن عباس میں ایسا شخص ہوں جس کی روزی اس کے اپنے ہاتھ کی کمائی ہے اور میں یہ تصویریں بناتا ہوں فرمایا کیا میں تجھے صرف وہی حدیث نہ سناؤں جو میں نے خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے؟ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ من صور صورةً فان الله معذبهٗ حتی ینفخ فیه الروح ولیس بنافخ فیها ابداً۔ جو شخص تصویر بنائے اللہ تعالیٰ اسے اس وقت تک عذاب دے گا جب تک وہ اس میں روح پھونکے گا اور وہ اس میں کبھی بھی روح پھونکنے والا نہ ہوگا۔ یہ سن کر وہ شخص اونچا اونچا سانس لینے لگا اور اس کا چہرہ زرد ہونے لگا تو آپ نے فرمایا۔ تیری خرابی اگر تو تصویر

بنانا ہی چاہتا ہے تو اس درخت اور ہر اس چیز کی تصویر بنا جس میں روح نہیں۔ رواہ البخاری۔

(مشکوٰۃ ص ۱۰۵ ج ۲)

(۹) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم لم یکن یترک فی بیتہ شیئاً الا نقضہٗ۔ بلاشبہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے گھر کی ہر اس شئے کو توڑ دیتے تھے جس میں تصویریں ہوتی تھیں۔ رواہ البخاری۔

(مشکوٰۃ ص ۱۰۴ ج ۲)

(۱۰) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ بلاشبہ قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب اس شخص کو دیا جائے گا جس نے کسی نبی کو قتل کیا یا کسی نبی نے اسے قتل کیا یا جس نے اپنے والدین کو قتل کیا اور تصویر بنانے والوں کو اور اس عالم کو جس کو اس کے علم نے فائدہ نہ دیا۔ رواہ البیھقی فی الشعب۔

(مشکوٰۃ ص ۱۰۵ ج ۲)

(۱۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مرض وفات کے دوران ایک گرجے کا ذکر ہوا جس میں جاندار کی تصویریں بنی تھیں تو آپ نے سر مبارک اٹھا کر فرمایا۔ ان لوگوں میں جب کوئی نیک شخص فوت ہو جاتا تھا تو وہ اس کی قبر پر سجدہ گاہ بناتے تھے پھر وہ اس کی یہ تصویر بناتے تھے اولٰئک شرار خلق اللہ یہ لوگ اللہ کی مخلوق میں سب سے زیادہ برے ہیں۔ متفق علیہ۔

(مشکوٰۃ ص ۱۰۵ ج ۲)

(۱۲) حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے عرض کیا میں گذشتہ رات آپ کے گھر آیا تھا پھر مجھے اس میں داخل ہونے سے نہ روکا مگر اس بات نے کہ دروازہ پر تصویریں تھیں اور گھر میں ایک پردہ تھا جس میں تصویریں تھیں اور اندر ایک کتا تھا سو آپ حکم فرمائیں کہ گھر کے دروازہ پر کی تصویر کا سر کاٹ دیا جائے تاکہ وہ درخت کی شکل پر ہو جائے اور پردہ کو کاٹ کر دو تکیے بنا دیئے جائیں تاکہ انہیں پائمال کیا جائے اور کتے کو نکال دیا جائے سو آپ نے یہ سب کام کیے۔ رواہ الترمذی وابوداؤد۔ (مشکوٰۃ ص ۱۰۴ ج ۲)

فقہائے امت کا فتویٰ

بخاری، مسلم اور ترمذی کی ان بارہ احادیث معتبرہ کی بناء پر فقہائے امت نے جاندار اشیاء کی تصویر بنانا حرام قرار دیا ہے۔ چنانچہ امام محی الدین النووی پہلی حدیث شریف کے ماتحت لکھتے ہیں۔ **قال اصحابنا وغیرهم من العلماء تصویر صورة الحیوان حرام شدید التحریم وهو من الکبائر لانه متوعد علیه بهذا الوعید الشدید المذکور فی الاحادیث سوآء صنعهٗ بما یمتهن اوبغیره فصنعتهٗ حرام بکل حال لان فیه مضاهاة لخلق الله تعالیٰ وسوآء ما کان فی ثوب اوبساط او درهم او دینار اوفلس اواناء او حائط اوغیرها** ۔ ہمارے اصحاب شافعی اور ان کے علاوہ علماء کرام نے فرمایا ہے کہ جاندار شئے کی تصویر بنانا سخت حرمت کے ساتھ حرام ہے کیونکہ احادیث میں مذکور بالا سخت وعیدیں بیان کی گئی ہیں برابر ہے کہ وہ ایسی تصویر بنائے جس کی اہانت کی جاتی ہے یا ایسی بنائے جس کی اہانت نہیں کی جاتی۔ سو تصویر کشی کا کام ہر حال حرام ہے۔ کیونکہ اس میں اللہ کی صفتِ خلق سے مشابہت پائی جاتی ہے اور اس میں حکم برابر ہے کہ وہ تصویر کپڑے میں بنائی جائے یا چٹائی میں یا درہم و دینار میں یا فلوس میں یا برتن میں یا دیوار میں یا کسی اور چیز میں۔

(شرح مسلم شریف جلد دوم صفحہ ۲۰۷)

پھر آگے فرماتے ہیں۔ **اما تصویر صورة الشجر ورحال الابل وغیر ذلک مما لیس فیه صورة حیوان فلیس بحرام هذا حکم نفس التصویر** ۔ اور درخت یا اونٹوں کے کجاووں وغیرہ کی تصویر بنانا جن میں جاندار کی کوئی تصویر نہ ہو حرام نہیں ہے اور یہ تصویر بنانے کا شرعی حکم بیان ہوا ہے۔

پھر آگے لکھتے ہیں۔ **اتخاذ المصور فیه صورة حیوان فان کان معلقاً علی حائط اوثوباً ملبوساً اوعمامة ونحوذلک ممالایعد ممتهنا فهو حرام وان کان فی بساط یداس ومخدة ووسادة ونحوها مما یمتهن فلیس بحرام ولا فرق فی هذا کله بین ماله ظل اولا** ۔ اور جاندار کی تصویر والی شئے پاس رکھنے کے بارہ میں شرعی حکم یہ ہے کہ وہ اگر دیوار پر لٹکی ہوئی ہو یا پہنے ہوئے کپڑے میں ہو یا عمامہ وغیرہ میں ہے کہ اس شئے میں اس تصویر کی اہانت نہ ہوتی ہو تو حرام ہے

اور اگر چٹائی یا تکیہ وغیرہ میں ہے کہ اس پر پاؤں رکھے جاتے ہوں اور اس کی اہانت کی جاتی ہو تو حرام نہیں ہے اور اس میں کوئی فرق نہیں کہ تصویر سایہ والی ہو یا سایہ والی نہ ہو۔

پھر آگے لکھتے ہیں۔ هذا تلخيص مذهبنا في المسئلة وبمعناه قال جماهير العلماء من الصحابة والتابعين ومن بعدهم وهو مذهب الثوري ومالك وابي حنيفة وغيرهم ۔اس مسئلہ میں ہمارے مذہب کے حکم کا یہ خلاصہ ہے اور اس کے معنی میں جمہور صحابہ تابعین اور ان کے بعد اور علماء کا قول ہے اور یہی امام ثوری امام مالک اور امام ابوحنیفہ وغیرہم کا مذھب ہے۔

ہمارے حنفی علماء نے امام نووی کے اس فتویٰ کو برقرار رکھا ہے

امام محی الدین نووی رحمۃ اللہ علیہ شافعی المذہب بزرگ ہیں۔ انہوں نے تصویر بنانے اور بنی ہوئی تصویر کو اپنے پاس رکھنے کے بارہ میں جو مندرجہ بالا فتویٰ لکھا ہے اس کو ہمارے فقہائے احناف نے بھی برقرار رکھا ہے۔

(۱) چنانچہ حضرت ملاعلی القاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس فتویٰ کو مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۸ ص ۳۲۶ پر ملخصاً ذکر فرمایا اور اسے برقرار رکھا ہے۔

(۲) اور یہی امام اپنی اسی کتاب میں حدیث نمبر ۲ کے تحت لکھتے ہیں فدل على ان التصوير حرام وهو مشعربان استعمال المصور ممنوع لانه سبب ذلك ۔پس اس حدیث نے اس بات پر دلالت کی کہ تصویر بنانا حرام ہے اور یہ حدیث اس طرف بھی اشارہ کرتی ہے کہ بنی ہوئی تصویر کو استعمال کرنا بھی ممنوع ہے۔ کیونکہ یہ تصویر بنانے کا سبب ہے۔

(مرقاۃ جلد ۸ ص ۳۲۸)

(۳) اور یہی امام حدیث نمبر ۵ کے ماتحت لکھتے ہیں۔ قال النووي هذا محمول على من صور الاصنام لتعبد فلهٗ اشد عذاباً لانه كافر وقيل هذا في من قصد المضاهة بخلق الله تعالىٰ واعتقد ذلك وهو ايضاً كافر وعذابه اشد وامامن لم يقصد هما فهو فاسق لايكفر كسائر المعاصي ۔امام نووی نے فرمایا یہ حدیث اس شخص کے بارہ میں ہے جو تصویر اس لئے بنائے کہ اسے پوجا جائے۔ کیونکہ یہ مصور کافر ہے اور بعض کا کہنا ہے کہ یہ اس مصور کے بارہ میں ہے جو اللہ

تعالیٰ کی مخلوق کی مشابہت کا قصد اور عقیدہ کرے کیونکہ یہ بھی کافر ہے اور اس کا عذاب سب سے زیادہ ہے۔اور اگر کوئی تصویر بنانے والا ان دونوں باتوں کا قصد نہ کرے تو وہ فاسق ہے اس کی تکفیر نہ کی جائے گی جیسا کہ تمام گناہوں کا معاملہ ہے۔ (مرقاۃ جلد ۸ صفحہ نمبر ۴۳۰)

(۴) اور امام عبدالغنی نابلسی لکھتے ہیں وفی شرح مسلم للنووی رحمه الله تعالیٰ قال اصحابنا وغیرهم من العلماء تصویر صورة الحیوان حرام شدید التحریم وهو من الکبائر الخ ۔امام نووی نے شرح مسلم میں فرمایا کہ ہمارے شافعی اصحاب اور دوسرے علماء نے فرمایا کہ جاندار کی تصویر بنانا سخت قسم کا حرام فعل ہے اور کبیرہ گناہوں میں داخل ہے۔

(الحدیقۃ الندیہ جلد دوم ص ۴۱۴)

(۵) اور امام ابن عابدین الشامی رحمۃ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں۔ وظاهر کلام النووی فی شرح مسلم الاجماع علی تحریم تصویر الحیوان وقال وسوآء صنعه لمایمتهن اولغیره فصنعتهٗ حرام بکل حال لان فیه مضاهاة لخلق الله تعالیٰ الخ فینبغی أن یکون حراماً لامکروهاً ان ثبت الاجماع او قطعیة الدلیل بتواتره اه کلام البحر ملخصاً. امام نوویؒ نے شرح مسلم میں جو کچھ کہا اس کے ظاہر سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ جاندار کی تصویر بنانے کی حرمت پر امت کا اجماع ہے۔ برابر ہے کہ تصویر موضع اہانت میں بنائی جائے۔ یا موضع عزت میں اور ہر حال میں تصویر بنانے کا پیشہ حرام ہے۔ کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی خلق سے مشابہت پائی جاتی ہے۔ پس اگر اجماع یا دلیل قطعی سے یہ ثابت ہو جائے تو پھر تصویر بنانا مکروہ نہ ہوگا۔ بلکہ حرام ہوگا۔

(ردالمحتار جلد اول ص ۴۷۹)

اور یہی امام لکھتے ہیں۔وکلام النووی فی فعل التصویر ولا یلزم من حرمته حرمة الصلوٰة بدلیل ان التصویر یحرم ولو کانت الصورة صغیرة کالتی علی الدرهم او کانت فی الید او مستترة او مهانة مع ان الصلوٰة بذلک لاتحرم ولا تکره لان علة حرمة التصویر المضاهاة بخلق الله تعالیٰ وهی موجودة فی کل ماذکر وعلة کراهة الصلوٰة بها التشبه وهی مفقودة فی ماذکر کما یأتی فاغتنم اه ملخصاً ۔امام نووی کی کلام تصویر بنانے کے بارے میں ہے اور اس کے حرام ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس میں نماز پڑھنا حرام

ہو۔اس دلیل کے ساتھ کہ تصویر بنانا حرام ہے۔اگر چہ تصویر چھوٹی ہو جیسے ہاتھ میں بنائی جائے۔یا درہم پر یا تصویر پوشیدہ رکھی جائے۔یا اہانت کی جگہ میں۔اس کے باوجود اس قسم کی تصویروں کے ساتھ نماز حرام بلکہ مکروہ بھی نہیں ہوتی۔کیونکہ ان سب صورتوں میں تصویر بنانے کی علت حرمت موجود ہے اور وہ اللہ کی خلق کے ساتھ مشابہت کرنا ہے۔اور نماز کے مکروہ ہونے کی علت بت پرستوں سے مشابہت ہے۔اور یہ علت ان تصاویر میں موجود نہیں ہے''۔ (ردالمحتار جلد اول ص ۴۷۹)

اور یہی امام لکھتے ہیں ھذا کلہ فی اقتناع الصورة واما فعل التصویر فھو غیر جائز مطلقاً لانہ مضاھاۃ لخلق اللہ تعالیٰ کمامر ۔یہ سب تصویر سنبھالنے کے بارہ میں بیان ہوا ہے۔رہا تصویر بنانا تو وہ مطلقاً ناجائز ہے۔کیونکہ یہ فعل اللہ کی خلق کے ساتھ مشابہت کرنا ہے جیسا کہ پیچھے گزرا ہے''۔ (ردالمحتار جلد اول ص ۴۸۰)

(۲)اور امام عبدالغنی نابلسی لکھتے ہیں۔واما روایۃ اشد عذاباً فقیل ھی محمولۃ علی من فعل الصورة لتعبدوھو صانع الاصنام ونحوھا فھو کافر وھو اشد عذاباً وقیل ھی فی الذی قصد المعنی الذی جآء فی الحدیث من مضاھاۃ خلق اللہ تعالیٰ واعتقد ذلک فھذا کافر لہ من اشد العذاب ماللکفار ویزید عذابا بزیادۃ قبیح کفرہ فاما من لم یقصدبھا العبادۃ ولاالمضاھاۃ فھوفاسق صاحب ذنب کبیرۃ ولایکفر کسائر المعاصی۔

(الحدیقہ ص ۴۱۵ ج ۲)

اشد عذاباً کی روایت اس صورت پر محمول ہے کہ مصور تصویر اس نیت سے بنائے کہ اس کی عبادت کی جائے تو یہ کفر ہے۔اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ کی صفت میں شریک بننے کی نیت سے تصویر بنائے تو یہ بھی کفر ہے۔اور اگر عبادت اور مضاہات کی نیت نہ ہو تو مصور فاسق گناہگار ہے۔دوسرے گناہوں والوں کی طرح اس کی تکفیر نہ کی جائے گی۔

امام صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات

امام صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔''یہ احکام تو نماز کے ہیں۔رہا تصویروں کا رکھنا۔اس کی نسبت صحیح حدیث میں ارشاد ہوا کہ جس گھر میں کتا یا تصویر ہو اس میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔جب کہ توہین کے ساتھ نہ ہوں''۔اور نہ اتنی چھوٹی ہوں۔یہ احکام تصویر کے رکھنے میں

ہیں کہ صورت اہانت وضرورت میں تو مستثنیٰ ہیں۔ رہا تصویر بنانا یا بنوانا بہر حال حرام ہے۔ (ردالمحتار) خواہ دستی ہو یا عکسی [1] دونوں کا حکم ایک ہے"۔

(بہار شریعت حصہ سوم ص ۱۶۵)

(۲) مسئلہ: مکان میں ذی روح کی تصویر لگانا جائز نہیں۔ اور غیر ذی روح کی تصویر سے مکان آراستہ کرنا جائز ہے۔ جیسا کہ طغرے اور کتبے سے مکان سجانے کا رواج ہے۔ (عالمگیری) (بہار شریعت ص ۲۰۸ ج ۱۶)

دھواں دھار تقریر کرنے والے مولوی صاحب سے سوال

استفتاء میں مذکور دھواں دھار تقریر کرنے والے مولوی صاحب سے اب یہ کون پوچھے کہ بخاری مسلم اور ترمذی کی صحیح صریح حدیثوں میں تصویر سازی کی سخت ترین سزائیں بیان فرمائی گئی ہیں۔ اور فقہائے امت انہی حدیثوں کی بنیاد پر دستی وعکسی ہر طرح کی تصویریں بنانے کی حرمت شدیدہ کا حکم شرع سنا رہے ہیں تو پھر آپ تصویر سازی کو کیسے جائز ثابت کریں گے؟ اولاً تابوت سکینہ میں جو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تصاویر تھیں وہ قدرتی طور پر بنی ہوئی تھیں۔ کسی انسان نے تو بنائی نہیں تھیں۔ اس لیے اس سے تصویر سازی کا جواز کیسے ثابت کیا جا سکتا ہے؟ ثانیاً پہلی شریعتوں میں جاندار کی تصویر بنانا مباح تھا ہماری شریعت میں ناجائز ہوا۔ تو پھر ہم پہلی شریعتوں کے حکم پر اپنی شریعت کا حکم کس طرح قیاس کریں گے"۔

(۱) تفسیر صاوی میں ہے۔ واعلم ان اتخاذ ھا الصور اولاً کان لمقصد حسن فلما ساء المقصد بسبب اتخاذھا الھۃً تعبد من دون اللہ حرم اللہ اتخاذھا علی العباد۔ اور جاننا چاہیے کہ تصویر سازی ابتداء میں اچھے مقصد کے ساتھ تھی۔ پھر جب قصد برا ہو گیا۔ اس سبب سے کہ ان کی پوجا ہونے لگی تو اللہ تعالیٰ نے اسے بندوں پر حرام کر دیا۔ (صاوی جلد سوم ص ۲۴۴)

(۲) اور تفسیر جلالین میں ہے۔ ولم یکن اتخاذ الصور حراماً فی شریعتہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی شریعت میں تصویر سازی حرام نہیں تھی۔ (جلالین پارہ نمبر ۲۲ رکوع نمبر ۸)

---

[1] قولہ عکسی دونوں صورتوں میں حرمت کی علت مضاہاۃ لخلق اللہ تعالیٰ پائی جاتی ہے۔ لیکن عکسی صورت میں دستی صورت سے زیادہ پائی جاتی ہے کہ اصل چیز سے دستی تصویر جتنی مشابہت رکھتی ہے عکسی تصویر اس سے زیادہ رکھتی ہے۔ کما لا یخفیٰ واللہ تعالیٰ اعلم"۔

(۳) اور مفتی احمد یار خان لکھتے ہیں کہ تانبہ، بلور، پتھروں سے پرندوں کی تصاویر، ایسے ہی فرشتوں اور انبیاء کرام کی تصاویر کیونکہ اس شریعت میں تصویر سازی اور تصویر رکھنی حرام نہ تھی''۔ (نور العرفان ص ۶۸۵)

اور امام ابوبکر جصاص حنفی لکھتے ہیں۔ **قولہ تعالیٰ یعملون مایشآء من محاریب۔**

یہ آیت کریمہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ تصویریں بنانا مباح تھا۔ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں ممنوع ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر ہو۔ اور فرمایا جو شخص تصویر بنائے گا اسے اس بات پر مجبور کیا جائے گا کہ وہ اسے زندہ کرے۔ ورنہ دوزخ میں ہوگا۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے تصویر بنانے والوں پر لعنت کی ہے۔ اور اس کی وجہ میں کہا گیا ہے کہ اس میں اللہ کی خلق سے مشابہت ہے۔ (تفسیر احکام القرآن ص ۳۷۲ ج ۳)

ثالثاً: ان مولوی صاحب کا یہ دعویٰ کہ ابتدائے اسلام میں تصویر سازی منع تھی۔ پھر اس کی اجازت ہوگئی۔ شرع شریف پر سخت افترٰی ہے۔ اگر یہی بات ہوتی تو پھر فقہائے امت آج تک تصاویر کی حرمت کا حکم کیوں سناتے چلے آرہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس قسم کے مولویوں سے شریعت پاک کو بچائے۔ دھواں دھار تقریر کرنے والے ان مولوی صاحب نے چونکہ شریعت کے ایک ناجائز کام کو مطلقاً جائز کہا ہے اس لیے ان پر توبہ فی الفور فرض ہے۔ اگر توبہ نہ کریں تو مسلمان ان کو منصب امامت سے الگ کر کے ان سے مکمل بائیکاٹ رکھیں۔ تاوقتیکہ وہ سچی توبہ کریں۔ اور آئندہ علمائے حق کے مقابلہ میں بے دلیل دھواں دھار تقریر کرنے سے باز آجائیں۔

دینی مجالس میں فلم سازی قبیح فعل ہے

آج کل مسلمانوں کی حالت افسوس ناک ہے کہ وہ دینی مجالس میں فلم سازی جیسے شرعاً قبیح فعل کا ارتکاب کرتے ہیں پھر جو دینی مجالس مسجدوں میں منعقد ہوتی ہیں ان میں فلم سازی کا گناہ بڑھ جاتا ہے اور مسجد کی توہین کا گناہ بھی وبال جان بنتا ہے اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب فرمائے آمین۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲۷ رمضان المبارک ۱۴۱۷ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تینتالیسواں مقالہ

سگریٹ نوشی

شرع شریف کی نظر میں

حقہ نوشی چھوڑ دے

ہے یہ تلقینِ شریعت، حقہ نوشی چھوڑ دے
رکھ نہ حقے سے محبت ، حقہ نوشی چھوڑ دے

بُودار چیزوں کو شریعت نے کیا ہے ناپسند
چھوڑ یہ بُودار بدعت، حُقہ نوشی چھوڑ دے

حُقہ نوشی کی وجہ سے خوبیاں بے کار ہیں
تا کہ ہو تو نیک خصلت، حُقہ نوشی چھوڑ دے

حُقہ نوشی کی وجہ سے ربّ تعالیٰ کے ملائک
کر رہے ہیں تجھ سے نفرت، حُقہ نوشی چھوڑ دے

ہر قسم کا مرض کر دیتی ہے پیدا جسم میں
حُقہ نوشی کی یہ لعنت، حُقہ نوشی چھوڑ دے

حُقہ نوشی ہے سبب فقر و فاقہ اے عزیز
کر نہ ضائع مال و دولت، حُقہ نوشی چھوڑ دے۔

حُقہ نوشی لغویاتِ زندگی میں ہے شمار
اے مسلمان! سُن نصیحت، حقہ نوشی چھوڑ دے

نسوار ، بیڑی اور تمباکو دشمنِ انسان ہیں،
رکھ سدا ان سے عداوت، حقہ نوشی چھوڑ دے

گر سُنے گا تو یہ قاسم کی نصیحت تُو رہے گا
دین و دنیا میں سلامت حقہ نوشی چھوڑ دے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدلله ربّ العالمین والصلوٰة والسلام علیٰ رسوله محمد واله واصحابه اجمعین اما بعد :- آج کل کے دور میں جہاں مسلمانوں میں بے شمار دینی خرابیاں اور اخلاقی بیماریاں پیدا ہوگئی ہیں وہاں حقہ، بیڑی، نسوار اور سگریٹ وغیرہ کا استعمال اتنا عام ہو چکا ہے کہ شاید ہی کوئی گھر ہو جس کے جملہ افراد ان مضر بدعات کی زد سے پوری طرح محفوظ ہوں۔ چھوٹے چھوٹے نادان بچے ان دشمنِ انسان لعنتوں کے شوقین بلکہ عادی نظر آتے ہیں۔ جن نادار لوگوں کو دو وقت کی روٹی بمشکل میسر ہوتی ہے وہ ان بدعات کے دلدادہ ہو چکے ہیں۔ جب دیکھو ان کی جیب میں سگریٹ کی ڈبیہ یا نسوار کی پڑیا ضرور ہوگی۔ جب کسی دوست، یا رشتہ دار سے ملاقات ہوتی ہے سگریٹ یا نسوار سے ان کی ضیافت کی جاتی ہے۔ شادی و ماتم کے مواقع میں حُقہ نسوار پیش نہ کیا جانا توہین سمجھا جاتا ہے۔ نجی محفلوں میں حقہ و نسوار کا خصوصیت سے دور چلتا ہے۔ کاروبار سے ذرا فرصت ملی تو فوراً حُقہ نوشی سے دل بہلانا شروع کر دیا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ منه۔ پھر اگر ایک طرف تمباکو، سگریٹ اور نسوار کی بھاری قیمتوں کو اور دوسری طرف ان اشیاء کے کثرت استعمال کو دیکھا جائے تو نادان مسلمانوں کے حال زار پر رونا آ جاتا ہے۔ اگر دوسری اشیاء صرف پر ماہوار دو صد روپیہ خرچ آتا ہے تو ان بدعات سگریٹ، حقہ، نسوار وغیرہ کا خرچہ کئی گنا بڑھا ہوتا ہے۔ اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون۔ اسی قسم کے لوگوں کے متعلق ربّ کائنات جل مَجدُهٗ یہ ارشاد فرماتا ہے۔ ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین ط وَکَانَ الشیطانُ لِرَبِّهٖ کفورًا ہ بلاشبہ فضول خرچی کرنے والے لوگ شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا نافرمان ہے۔ (پ ۱۰-۳)

پھر کون نہیں جانتا کہ ان بدعات (سگریٹ نسوار وغیرہ) میں سخت ناپسندیدہ بو پائی جاتی ہے۔ اور ان اشیاء کے بکثرت استعمال سے دانت بھی میلے کچیلے اور بدنما ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے اس سے انسان اور فرشتے نفرت کرتے ہیں کتاب درالثمین مؤلفہ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کے صفحہ ۹ میں لکھا ہوا ہے کہ ایک شخص نے صرف مہمانوں کے لئے حقہ اپنے گھر میں بنا رکھا تھا۔ اس نے دیکھا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے اور آپ نے اس شخص سے اپنا چہرۂ انور پھیر لیا اور اس مکان سے باہر تشریف لے گئے۔ راوی کہتا ہے کہ میں نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے دوڑا اور عرض کیا یا رسول اللہ مجھ سے کیا خطا سرزد ہوئی ہے۔ فرمایا فی بیتک القدرۃُ ونحن نکرھھا۔ تیرے گھر میں حقہ ہے جو

ہمیں برا معلوم ہوتا ہے۔

(انوار شریعت۔ جلد پنجم۔ ص ۲۷۳)

طبی تحقیق

آج کل کے ماہرین طب و ڈاکٹری نے تمباکو کو جسم انسانی کے لئے بے حد نقصان دہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ محمد حسن صاحب قرشی لکھتے ہیں۔ "تمباکو انسانی جسم کے لئے بے حد مضر ہے۔ تمباکو میں بے حد زہریلے اجزاء انکوٹین، فیرفورال، پاسٹریڈن وغیرہ ہوتے ہیں۔ یہ زہریلے اجزاء انسانی جسم پر بری طرح اثر انداز ہو کر فاسد مادے پیدا کرتے ہیں۔ تمباکو کے استعمال سے خون کا قوام اور رنگ متاثر ہوتے ہیں۔ خون پتلا اور زردی مائل ہو جاتا ہے۔ اس سے عضلات ڈھیلے اور کمزور ہو جاتے ہیں۔ تمباکو کے استعمال سے سوداوی مادہ میں اضافہ ہوتا ہے۔ تمباکو کے زیادہ استعمال سے دل کے افعال میں بے ترتیبی ہو جاتی ہے۔ معمول محنت سے تمباکو نوش کا سانس پھولنے لگتا ہے۔ تمباکو کے استعمال سے دل کا کام دس فیصدی بڑھ جاتا ہے۔ اور اس طرح عمر دس فیصد کم ہو جاتی ہے۔ اس کے استعمال سے دل کی طاقت کم ہو جاتی ہے۔ تمباکو نوشی سے سونگھنے کی طاقت کم ہو جاتی ہے۔ اور پھیپھڑوں کے مختلف امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔ ایک معروف ڈاکٹر کی تحقیق کے مطابق بچپن میں دق کا باعث تمباکو نوشی ہے۔ تمباکو معدہ اور آنتوں کی اندرونی سطح پر ایک قسم کا چپکدار مادہ جمع کر کے انکی ساخت کو متغیر کر دیتا ہے۔ اس طرح معدہ خراب اور بھوک کم ہو جاتی ہے۔ ہضم کی خرابی کا شکار بیشتر تمباکو نوش ہیں۔ ایسے لوگ جب تک تمباکو کا استعمال ترک نہ کریں ان پر کوئی دوا اثر نہیں کرے گی۔ اطباء نے مشاہدہ کیا ہے کہ بعض تمباکو استعمال کرنے والوں کی زبان اور ہونٹوں پر سرطان پیدا ہو جاتا ہے اگر تمباکو ترک نہ کیا جائے تو یہی سرطان موت کا باعث ہوتا ہے تمباکو کا استعمال آنکھوں کے لئے مضر ہے۔ تمباکو کے کارخانے میں کام کرنے والے مزدوروں کی بصارت بالعموم کمزور ہو جاتی ہے تمباکو اعصاب پر پوری طرح اثر انداز ہوتا ہے۔ گھبراہٹ، ضد، خوف، ڈر، دہشت، بدمزاجی، چڑچڑاپن، بے خوابی، سستی اور رعشہ پیدا کرتا ہے۔ تمباکو کا استعمال نزلہ، زکام کا ایک بڑا سبب ہے اور تمباکو نوش کا نزلہ و زکام مزمن صورت اختیار کر لیتا ہے۔ مندرجہ بالا بیان سے یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ تمباکو انسانی جسم کے لئے بے حد مضر ہے۔ یہ امر بے حد تعجب انگیز ہے کہ اس قدر ضرر کے باوجود لوگ تمباکو نوشی

کے عادی ہیں''۔

(رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ، بابت ۲۳ ذوالقعد ۱۳۸۳ھ)

حقہ نوشی کی شرعی حیثیت

اگر حقہ، چلم، بیڑی، نسوار اور سگریٹ کے استعمال سے منہ میں ناپسندیدہ بو پیدا ہو جائے جیسا کہ آج کل عموماً دیکھنے میں آتا ہے تو اس بارہ میں فقہائے امت کی آراء مختلف ہیں۔

پہلا قول

یہ ہے کہ حقہ نوشی خالص مباح ہے۔ یعنی اس میں نہ ثواب ہے اور نہ عذاب۔ اس کی بو طبعاً مکروہ ہے شرعاً مکروہ نہیں۔ لیکن چونکہ قرونِ خیر میں اس کا وجود نہ تھا اس لئے یہ بدعات عادیہ میں سے ہے اور اس کا ترک بہتر اور اس کا ارتکاب خلاف اولیٰ ہے۔ عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی حنفی اس بارہ میں فرماتے ہیں۔ واما البدعة فی العادة فلیس فعلها ضلالة'' ولا وعید البدعة شامل لهابل فعلها ترک اولیٰ عند اهل الورع والاحتیاط فترکها اولیٰ من فعلها الی ان قال ومن ذلک استعمال التتن والقهوة الشائع ذکرهما فی هذا الزمان بین الاسافل والاعیان والصواب انهٗ لا وجه لحرمتهما ولا لکراهتهما فی الاستعمال بل هما من البدع فی العادة. یعنی بدعت عادیہ کا کرنا گمراہی نہیں اور نہ بدعت کی وعیدیں اسے شامل ہیں بلکہ اس کا کرنا متقی اور محتاط فی الدین اشخاص کے لئے خلاف اولیٰ ہے اور اس کا ترک اولیٰ ہے اور اسی قبیل سے تمباکو اور چائے کا استعمال بھی ہے۔ جن کا چرچا عوام وخواص میں پایا جاتا ہے۔ اور ان دونوں کے متعلق صحیح حکم شرعی یہ ہے کہ ان کے استعمال میں نہ حرمت کی کوئی وجہ موجود ہے اور نہ کراہت کی۔ بلکہ ان دونوں کو بدعات عادیہ میں شمار کیا جائے گا۔ (الحدیقۃ الندیہ ص ۱۴۲ المجلد الاول)

اور یہی جلیل القدر امام فرماتے ہیں۔ وفی هذا دلالة'' واضحة'' علیٰ اباحة نحوالقهوة والتتن مما تستلذه بعض الطباع وتجدلهٗ نفعاً ولیس هو من المسکرات لها ولیس فی حرمته نص آیةٍ ولا حدیثٍ ولا قیاسٍ علیٰ ثابتٍ باحدهما. یعنی آیت کریمہ قل من حرم زینة اللہ الآیة میں اس بات پر دلیل موجود ہے کہ چائے اور تمباکو وغیرہ وہ تمام اشیاء مباح ہیں جن سے بعض

لوگ لذت اٹھاتے اور نفع پاتے ہیں۔ اور نہ وہ نشہ آور ہیں اور نہ ان کی حرمت میں کوئی آیت یا حدیث یا قیاس علی المنصوص موجود ہے۔ (الحدیقۃ الندیۃ ص۱۹۲۔ الجلد الاول)

اور علامہ ابن عابدین شامی حنفی فرماتے ہیں۔ وللعلامۃ الشیخ علی الاجھوری المالکی رسالۃ'' فی حلہٖ فقال فیھا انہٗ افتی بحلِّہٖ من یعتمد من ائِمَّۃِ المذاھب الاربعۃ. یعنی شیخ علی اجھوری مالکی نے حقہ نوشی کی حلت میں ایک مستقل رسالہ لکھا اور اس میں یہ بات نقل کی کہ اس کی حلت کا قول چاروں مذاہب کے معتبر علماء نے اختیار کیا ہے۔ (ردالمحتار فی کتاب الاشربۃ)

اور یہی امام علامہ عبدالغنی نابلسی کا یہ قول نقل فرماتے ہیں۔ فالذی ینبغی للانسان اذا سئل عنہ سوآء'' کان ممن یتعاطاہ او لا کھذا الضعیف و جمیع من فی بیتہٖ ان یقول ھو مباح لکن رائحتہٗ تستکرھھا الطباع فھو مکروہ'' طبعاً لا شرعاً الی آخر ما اطال بہٖ رحمۃ اللہ تعالیٰ۔ یعنی جس شخص سے حقہ نوشی کا حکم پوچھا جائے خواہ وہ خود حقہ پیتا ہو یا میری اور میرے تمام گھر والوں کی طرح حقہ نہ پیتا ہو اس پر یہ کہنا واجب ہے کہ حقہ نوشی مباح ہے اور اس کی بو طبعاً مکروہ ہے شرعاً مکروہ نہیں۔

اور یہی امام فرماتے ہیں۔ وھذا الذی یعطیہ کلام الشارح ھنا حیث اعقب کلام شیخہٖ النجم بکلام الاشباہ و بکلام شیخہٖ العمادی یعنی صاحب درمختار کی طرز تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے نزدیک علامہ نابلسی کا یہ قول معتبر ہے کیونکہ انہوں نے شیخ نجم کے قول کے بعد اشباہ والنظائر اور شیخ عمادی کے کلام کو ذکر فرمایا۔

دوسرا قول

اور حقہ نوشی کے متعلق دوسرا قول یہ ہے کہ وہ حرام یعنی مکروہ تحریمی ہے اور اسے استعمال کرنے والا گناہگار اور فاسق و فاجر ہے۔ علامہ شامی فرماتے ہیں۔ قال شیخنا العمادی فی فصل الجماعۃ و یکرہ الاقتداءُ بالمعروف باکل الربا اوشیٔ من البدع المکروھات کالدخان المبتدع فی ھذا الزمان و لا سیما بعد صدور منع السلطان اہ اقول ظاھر کلام العمادی انہٗ مکروہ'' تحریماً ویفسق متعاطیہ اھ۔ یعنی شیخ عمادی نے فصل فی الجماعۃ میں یہ فرمایا ہے کہ جو شخص سود خوری یا

کسی دوسرے حرام کام میں مشہور ہو یا وہ مکروہ بدعات میں سے کسی ایک کا عادی ہو تو اس کی اقتداء میں نماز مکروہ ہے مثلاً وہ حقہ نوشی کا عادی ہے جو آج کل ایجاد ہوئی۔ خصوصاً جبکہ بادشاہ اسلام کی طرف سے اس کی ممانعت صادر ہو چکی ہو۔ (ردالمحتار فی کتاب الاشربۃ)

اور علامہ علاء الدین حصکفی حنفی فرماتے ہیں۔ ثم قال شیخنا النجم و التتن الذی حدث وکان حدوثہٗ بدمشق فی سنۃ خمسۃ عشر بعد الالف یدعی شاربہٗ انہٗ لا یسکر وان سلم لہٗ فانہٗ مفتر" وھو حرام" لحدیث احمد عن ام سلمۃ رضی اللہ عنھا قالت نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن کل مسکرٍ و مفترٍ قال ولیس من الکبائر تناولہٗ المرۃ او المرتین ومع نھی ولی الامر عنہ حرم قطعاً علیٰ ان استعمالہٗ ربما اضر بالبدن نعم الاصرار علیہ کبیرۃ" کسائر الصغائر. یعنی ہمارے شیخ نجم نے فرمایا ہے کہ تمباکو ۱۰۱۵ھ میں دمشق کے شہر میں ایجاد ہوا۔ حقہ پینے والے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ حقہ نشہ آور نہیں ہوتا۔ سو اگر ان کا یہ دعویٰ صحیح مان لیا جائے تو یہ بات ضرور ہے کہ وہ حواس انسانی میں اختلال پیدا کر دیتا ہے۔ اس وجہ سے وہ حرام ہوگا کیونکہ امام احمد نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر نشہ آور اختلال پیدا کر دینے والی چیز سے منع فرمایا۔ پھر شیخ مذکور نے فرمایا کہ تمباکو کا ایک یا دو بار استعمال کبیرہ گناہ نہیں ہے۔ اور اگر حاکم وقت نے اس سے ممانعت کر رکھی ہے تو پھر وہ قطعاً حرام ہوگا۔ علاوہ ازیں تمباکو بعض وفعہ جسم کو ضرر پہنچاتا ہے۔ ہاں تمباکو پینے کی عادت اختیار کرنا اور اس پر اصرار کرنا اسے ضرور کبیرہ گناہ بنا دیتا ہے۔ جیسا کہ جملہ صغائر کا حکم ہے۔ (درمختار شرح تنویر الابصار فی کتاب الشربۃ)

اور رسالہ اعلام الرحمٰن میں ہے۔ ینبغی ان یکون شرب الدخان وادخالہٗ فی الجوف حراماً او مکروھاً تحریماً لانہٗ اجتمع فیہ وجوہ" اذا وجد العلماء واحدًا منھا حکموا بحرمتہ الیٰ آخر ما اطال۔ یعنی حقہ پینا یا اس کا دھواں پیٹ میں داخل کرنا حرام یا مکروہ تحریمی ہونا چاہیے کیونکہ اس میں چند ایسی وجوہات پائی جاتی ہیں کہ اگر علمائے امت کسی امر میں ان وجوہ میں سے کوئی ایک وجہ پائیں تو وہ اسے حرام قرار دے دیتے ہیں۔

(فتاویٰ جامع الفوائد مصنفہ مولوی گل محمد صاحب ص ۲۱۸)

تیسرا قول

حقہ نوشی کے متعلق تیسرا قول یہ ہے کہ اس کا استعمال مکروہ ہے چنانچہ علامہ حصکفی درمختار کتاب الاشربۃ میں فرماتے ہیں۔ وقد کرھہٗ شیخنا العمادی فی ھدیتہٖ الحاقاً لہٗ بالثوم والبصل بالاولیٰ. یعنی شیخ عمادی نے حقہ نوشی کو تھوم اور پیاز کی کراہت پر قیاس کر کے مکروہ قرار دیا ہے۔ اس پر علامہ شامی فرماتے ہیں۔ فقول الشارح الحاقاً بالثوم والبصل فیہ نظر" اذلایناسب کلام العمادی نعم الحاقہٗ بما ذکر ھوالا نصاف قال ابو السعود فتکون الکراھۃ تنزیھیۃ" والمکروہ تنزیھاً یجامع الاباحۃ۔ یعنی چونکہ عمادی کے کلام میں بظاہر کراہت تحریمی معلوم ہوتی ہے اس لئے شارح کا یہ کہنا ہے کہ عمادی نے حقہ نوشی کو تھوم اور پیاز پر قیاس کر کے مکروہ کہا ہے مناسبت نہیں رکھتا۔ ہاں انصاف یہی ہے کہ حقہ تھوم اور پیاز کے حکم میں ہے علامہ ابوالسعود نے فرمایا ہے کہ جب یہ معلوم ہوگیا کہ حقہ پیاز و تھوم کے حکم میں ہے تو پھر اس کی کراہت تنزیھی ہوگی اور کراہت تنزیھیہ مباح کے ساتھ جمع ہوتی ہے۔

اور علامہ ابوالاخلاص شرنبلالی شرح وھبانیہ میں فرماتے ہیں۔ ویمنع من بیع الدخان وشربہٖ۔ یعنی تمباکو بیچنے اور تمباکو پینے سے ممانعت کی جائے گی۔ کذا فی ردالمحتار علی الدرالمختار و فیہ ایضاً عن عبدالغنی النابلسی وقد افتی بالمنع من شربہٖ شیخ مشائخنا المیسری وغیرہ واللہ عزوجل وتعالیٰ اعلم وعلمہٗ تعالیٰ اکمل واتم۔

مفتیٰ بہ قول

حقہ، چلم، بیڑی، نسوار اور سگریٹ کے متعلق مفتیٰ بہ قول یہ ہے کہ حقہ نوشی وغیرہ کی مختلف صورتیں ہیں اور ہر صورت کا حکم الگ ہے۔ سو اگر کوئی ان اشیاء کا استعمال کسی الگ تھلگ جگہ میں کرے کہ کسی کو اذیت نہ ہو۔ یا تمباکو میں مشک وغیرہ آمیزش کر کے اس کی بدبو کو خوشبو میں بدل دے۔ غرضیکہ منہ میں ناپسندیدہ بو پیدا نہ ہو تو اس صورت میں حقہ نوشی خالص مباح ہے۔ اور تنہائی میں اس طرح پینے کو منہ میں ناگوار بو پیدا ہو جائے تو اس صورت میں حقہ نوشی مکروہ تنزیھی ہے۔ اور بدبودار منہ لے کر کسی مجمع یا مسجد میں جانا مکروہ تحریمی ہے۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ من اکل ثوماً اوبصلاً فلیعتزلنا

او قال فلیعتزل مسجد نا او لیقعد فی بیتہ. یعنی جو شخص تھوم یا پیاز کھائے اسے ہم سے جدا رہنا چاہیے یا فرمایا اسے ہماری مسجد سے دور رہنا چاہیے۔ یا فرمایا اسے اپنے گھر میں بیٹھے رہنا چاہیے۔

(مشکوۃ المصابیح الجلد الثانی ص ۸۷)

اور سنن ابن ماجہ جلد اول ص ۲۴۱ میں ہے کہ ایک دفعہ چند آدمی نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آئے۔ آپ نے ان سے گندنے کی بو محسوس فرما کر فرمایا کیا میں نے تمہیں اس درخت کے کھانے سے منع نہیں کیا تھا؟ بلاشبہ فرشتے ہر اس شئے سے اذیت پاتے ہیں جس سے انسان اذیت پاتے ہیں۔

اور امام طحاوی حنفی اس قسم کی متعدد احادیث نقل کرنے کے بعد فقہ حنفی کا یہ حکم بیان فرماتے ہیں۔

فقد دل ماذکرنا علیٰ اباحة اکلها مطبوخاً او غیر مطبوخ لمن قعد فی بیتہ وکراهة حضور المسجد وریحهٗ موجود'' لئلا یوذی بذالک من یحضرہٗ الملائکة وبنی آدم فبهٰذا ناخذ وهو قول ابی حنیفة وابی یوسف ومحمدٍ رحمهم الله تعالیٰ۔ یعنی جو حدیثیں ہم نے یہاں ذکر کی ہیں ان سب کی دلالت اس بات پر ہے کہ بودار سبزیوں کا کھانا کچی ہوں یا پختہ اس شخص کے لئے مباح ہے جو اپنے گھر میں بیٹھا ہوا ہو اور اس حال میں مسجد میں آنا کہ منہ میں ان کی بو ہو مکروہ ہے۔ کیونکہ ایسا نہ ہو کہ اس سے حاضرین فرشتوں یا انسانوں کو اذیت پہنچے۔ سو ہم اس قول کو اختیار کرتے ہیں اور یہی ہمارے تینوں اماموں کا قول ہے۔

(شرح معانی الآثار ص ۳۳ جلد ۲)

جب پیاز، تھوم، مولی وغیرہ کھانے والے کے متعلق شرع شریف کا یہ حکم ہے تو پھر حقہ نسوار اور سگریٹ استعمال کرنے والے کے متعلق یہی شرعی حکم بدرجۂ اولیٰ ثابت ہوگا۔

اور سگریٹ، نسوار کا استعمال مجلس میں یا مسجد میں حرام ہے کہ پہلی صورت میں اذیت اور دوسری صورت میں بے ادبی لازم آتی ہے اور یہ دونوں باتیں شرعاً حرام ہیں۔ جو لوگ سفر کے دوران مجلس وغیرہ میں سگریٹ جلا کر اپنا شوق پورا کرنے لگتے ہیں اور سگریٹ کے دھوئیں سے اپنے ہم سفروں کو اذیت پہنچانا شروع کر دیتے ہیں انہیں اپنے اس فعل کی قباحت اور برائی کا اندازہ کر لینا چاہئے۔ اللهم اهد قومی فانهم لا یعلمون۔

اور اگر ان اشیاء کا استعمال اس طور پر کیا جائے کہ بے حواسی طاری ہو جائے تو اس صورت میں

وہ حرام ہوں گی بقول ام سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھا نھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عن کل مسکر و مفتر کما تقدم واللہ اعلم بالصواب۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین وملت حضرت مولانا الشاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی قدس اللہ سرہ ونور ضریحہ ومرقدہ کی کتاب مستطاب احکام شریعت کے ص ۸ میں یہ فتویٰ مذکور ہے۔

سوال: کیا حکم ہے اہل شریعت کا کہ تمبا کو کھانا حرام ہے یا مکروہ؟ جو لوگ تمبا کو پان کھانے کے عادی ہوتے ہیں وہ اگر تمبا کو پان کھا کر تلاوت قرآن عظیم و دیگر وظائف درود شریف وغیرہ پڑھیں تو کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: بقدر ضرر و اختلال حواس کھانا حرام ہے۔ اور اس طرح کہ منہ میں بو آنے لگے مکروہ۔ اور اگر تھوڑی خصوصاً مشک وغیرہ سے خوشبو کر کے پان میں کھائیں اور ہر بار کھا کے کلیوں سے خوب منہ صاف کر دیں کہ بو نہ آنے پائے تو خالص مباح ہے۔

بو کی حالت میں کوئی وظیفہ نہ کرنا چاہیے۔ منہ اچھی طرح صاف کرنے کے بعد ہو۔ اور قرآن عظیم تو حالت بدبو میں پڑھنا اور بھی سخت ہے۔ ہاں جب بدبو نہ ہو تو درود شریف و دیگر وظائف اس حالت میں بھی پڑھ سکتے ہیں کہ منہ میں پان تمبا کو ہو۔ اگر چہ بہتر صاف کر لینا ہے۔ لیکن قرآن عظیم کی تلاوت کے وقت ضرور منہ صاف کر لیں۔ فرشتوں کو قرآن عظیم کا بہت شوق ہے اور عام ملائکہ کو تلاوت کی قدرت نہیں دی گئی۔ جب مسلمان قرآن شریف پڑھتا ہے فرشتہ اس کے منہ پر منہ رکھ کر تلاوت کی لذت لیتا ہے۔ اس وقت اگر منہ میں کھانے کی کسی چیز کا لگاؤ ہوتا ہے تو فرشتہ کو ایذا ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ طیبوا افواھکم بالسواک فان افواھکم طرق القرآن۔ رواہ السنجری من الابانۃ عن بعض الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھم بسند حسن یعنی تم اپنے منہ ستھرے کرو۔ کیونکہ تمہارے منہ قرآن عزیز کا راستہ ہیں۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اذا قام احدکم یصلی من اللیل فلیستسک ان احدکم اذا قرا فی صلاتہ وضع ملک" فاہ علیٰ فیہ ولا یخرج من فیہ شئی " الا دخل فی فم الملک. رواہ البیھقی فی الشعب۔

یعنی جب تم میں سے کوئی تہجد کو اٹھے تو وہ مسواک کر لے کیونکہ جو کوئی نماز میں تلاوت کرتا ہے فرشتہ اس کے منہ پر اپنا منہ رکھتا ہے۔ جو اس کے منہ سے نکلتا ہے وہ فرشتہ کے منہ میں داخل ہوتا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے۔ لیس شئی ''اشد علیٰ الملک من ریح الثمر ماقام عبد'' الیٰ صلوٰۃ قط الا التقم فاہ ملک ولا یخرج من فیہ آیۃ'' الا یدخل فی فی الملک. یعنی فرشتہ پر کوئی چیز کھانے کی بو سے زیادہ سخت نہیں۔ جب کبھی مسلمان نماز کو کھڑا ہوتا ہے تو فرشتہ اس کا منہ اپنے منہ میں لے لیتا ہے۔ جو آیت اس کے منہ سے نکلتی ہے وہ فرشتہ کے منہ میں داخل ہو جاتی ہے''۔

یہ تو تھا اعلیٰ حضرت کا تمبا کو کھانے کے متعلق فتویٰ مبارکہ۔ اب حقہ پینے کے بارہ میں آپ کا فتویٰ متبرکہ ملاحظہ فرمائیں۔ چنانچہ آپ کے رسالہ عرفان شریعت کے صفحہ گیارہ پر مذکور ہے۔

سوال: ''حقہ پینا افیون کھانا کوئی دوسری شے نشے والی کھانا جائز ہے یا نہیں۔؟''

الجواب: افیون وغیرہ کوئی نشے کی چیز کھانا پینا مطلقاً حرام ہے۔ حقہ کا دم لگانا جس سے حواس پر خلل آ جائے جیسا بعض جاہل رمضان شریف میں کرتے ہیں۔ حرام ہے۔ بغیر اس کے حقہ مباح ہے۔ ہاں بودار کثیف ہو تو خلاف اولیٰ ہے۔''

مفتی نظام الدین ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

سوال: حقہ نوشی مباح ہے یا حرام اور کیا نزدیک حکماء کے اس میں نقصان ہے یا نہیں؟

الجواب: اس مسئلہ میں بہت اختلاف ہے۔ بعض نے قطعی حرام لکھا ہے اور بعض نے مکروہ تحریمی اور خادم شریعت کی تحقیق اس میں یہ ہے کہ اس کو چھوڑ دینا بہتر ہے کیونکہ اس میں نہایت درجہ کا اختلاف ہے۔ چنانچہ اس کی حرمت پر صاحب الفتن نے بہت دلائل لکھے ہیں وھو ھذا الدخان حرام مطلقاً وعلیہ الفتویٰ ولا یجوز استعمالہ مطلقاً الی آخرہ نقل از واقعات الحسامی۔
(ترجمہ) دھواں (حقہ نوشی) حرام مطلق ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور اس کا استعمال بھی مطلقاً ناجائز ہے۔

اور شاہ عبدالعزیز صاحب نے بایں طور لکھا ہے کہ حقہ کشی کو تین امر لازم ہیں۔ ایک بدبو کا آنا حقہ کش کے منہ سے۔ دوسرا ملابست آتش کی۔ تیسر دھواں نکلنا منہ سے کہ یہ مشابہ ہے اہل دوزخ کے۔ ہر

چند یہ کراہت تنزیہی کا موجب ہے لیکن باجماع امور ثلاثہ کراہت تحریمی ثابت ہوتی ہے۔

اور حکماء نے بھی اس کو مضر لکھا ہے۔ چنانچہ فتاوی جامع الفوائد میں بایں طور مسطور ہے۔ قال افلاطون لولاالغبار والطین والدخان لعاش الناس دھراً طویلاً وقال جالینوس اجتنبوا عن ثلاث الدخان والطین والغبار وقال حکیم ابو علی سینا لولا الدخان والطین والغبار لعاش ابن آدم الف عام فثبت باجماع الحکماء انهٗ مضر والمضر حرام۔ بہر صورت فقیر کے نزدیک بھی اس سے پرہیز کرنا بہتر ہے لقوله علیه الصلوٰۃ والسلام الحلال بین والحرام بین وبین ذلک مشتبہات لایعلمھن کثیر من الناس فمن اتقی الشبہات الی آخرہ۔ یعنی جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حلال ظاہر ہیں اور حرام ظاہر ہیں اور ان کے درمیان شبہ والی چیزیں ہیں۔ اکثر لوگ ان کو نہیں جانتے۔ پس جو بچ گیا مشتبہات سے پاک ہوا دین اس کا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ (انوار شریعت جلد اول ص ۳۱۹)

امام صاوی کا ارشاد

امام احمد صاوی مالکی فرماتے ہیں۔ ''جن چیزوں کی حرمت وحلت منصوص نہیں وہ حلال کے قبیل سے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام چیزیں ذکر فرما کر ان سے حرام چیزوں کا استثناء فرمایا۔ سو حرام چیزیں محدود و معروف ہیں۔ اس وجہ سے قہوہ اور تمباکو جیسی اشیاء حرام نہیں مگر اس وقت کہ انہیں حرام کر دینے والی کوئی اور شئے ان سے لاحق ہو جائے مثلاً فضول خرچی یا نشہ سو حاصل کلام یہ ہوا کہ اگر تمباکو نوش تمباکو پینے کا عادی ہو گیا ہے اور تمباکو اس کے حق میں بمنزلۂ دوا ہو گیا ہے۔ تو اسے بقدر ضرورت تمباکو پینا جائز ہے۔ اور اگر وہ اس کے جسم کے لئے ضرر رساں ہے یا وہ تمباکو نوشی میں فضول خرچی کرے تو حرام ہے اور اگر حقہ نوشی کی وجہ سے کوئی مستحب عبادت چھوٹ جائے تو مکروہ ہے۔ اور حقہ نوشی کی کثرت حرام ہوگی یا مکروہ۔''

(تفسیر صاوی ص ۳۷ جلد ۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲۷ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۰ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چوالیسواں مقالہ

تاش، چوسر اور شطرنج کا شرعی حکم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد: ۔اس مختصر مقالہ ''تاش، چوسر اور شطرنج کا شرعی حکم'' میں ہم نے آج کل کے معاشرہ میں کھیلی جانے والی ان تین قسم کی ناجائز کھیلوں کے بارہ میں علمائے دین کے فتاوی مبارکہ جمع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ تاکہ ان کھیلوں کے دلدادہ لوگ شرعی حکم سن کر ان ناجائز کھیلوں سے باز آئیں اور اپنی عاقبت سنواریں۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس سعی کو باعث ہدایت بنائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم۔

اعلیٰ حضرت کا پہلا فتویٰ

سوال۔ جو شخص شطرنج اور تاش بازی میں مصروف رہتا ہو وہ قابل تولیت ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: ۔شطرنج اگر ترک جماعت وغیرہ منکرات کی طرف مؤدی یا ان پر مشتمل ہو بالاتفاق حرام ہے۔ اور اس کی عادت مطلقاً ممنوع اور بحکم تجربہ ضرور دواعی معاصی۔ تاش اور اس طرح گنجفہ بوجہ اشتمال واعزاز تصاویر مطلقاً بلا شرط ممنوع و ناجائز ہے اور مصروف رہنا فسق۔ درمختار میں ہے **کرہ کل لھو لقولہ صلے اللہ علیہ وسلم کل لھو المسلم حرام الا ثلاثۃ. ملاعبتہ اھلہ وتأدیبہ لفرسہ ومنا ضلتہ بقوسہ۔** ہر لہو مکروہ ہے کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مسلمان کا ہر لہو حرام ہے مگر تین کام اپنی بیوی سے ملاعبت، اپنے گھوڑے کو ادب سکھانا اور اپنے تیروں کو پھینکنا۔ (فتاوی رضویہ حصہ ہشتم ص ۵۰۴)

اعلیٰ حضرت کا دوسرا فتویٰ

سوال: ۔کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں

(۱) شادی وغیرہ میں آتش بازی چھوڑنا ناجائز ہے یا نہیں؟ (۲) اعلان کے لئے شادی میں بندوق چھوڑنا ناجائز ہے یا نہیں؟ (۳) تاش وشطرنج کھیلنا ناجائز ہے یا نہیں؟ **بینوا للہ توجروا عنداللہ۔**

الجواب: ۔(۱) ناجائز ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **ولا تبذر تبذیراً ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین وکان الشیطان لربہ کفوراً** ۔اور فضول نہ اڑا۔ بے شک فضول اڑانے والے شیطانوں

کے بھائی ہیں۔ اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔ (پ ۱۵ رکوع ۳)

اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اللہ تعالیٰ حرم علیکم عقوق الامھات ووأدالبنات ومنعاً وھات وکرہ لکم قیل وقال و کثرۃ السوال واضاعۃ المال ۔ (بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تم پر حرام کیا ہے۔ ان باتوں کو۔ ماؤں کی نافرمانی کو، بیٹیوں کو زندہ درگور کرنے کو، بخیل بننے کو، بلاوجہ مانگنے کو اور تمہارے لئے ناپسند کیا ہے قیل وقال کو، سوال کی کثرت کو اور مال ضائع کرنے کو) رواہ الشیخان عن المغیرۃ بن شعبۃ رضی اللہ عنہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب سوال دوم :۔ جائز ہے۔ اخرج الترمذی عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ عنھا قالت قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اعلنوا ھذا النکاح واجعلوہ فی المساجد واضربوا علیہ بالدفوف ۔ (اس نکاح کا اعلان کرو اور اسے مسجد میں پڑھوایا کرو اور اس پر دف بجایا کرو) واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب سوال سوم ۔ دونوں ناجائز ہیں۔ اور تاش زیادہ گناہ وحرام کہ اس میں تصاویر بھی ہیں۔ ومسئلۃ الشطرنج مبسوطۃ فی الدروغیرھا من الحظر والشھادات والصواب اطلاق المنع کما اوضحۃ فی ردالمحتار واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

(فتاوٰی رضویہ جلد ششم حصہ اول ص ۱۹۱)

اعلیٰ حضرت کا تیسرا فتویٰ

سوال :۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ گنجفہ۔ تاش ھگور کھیلنے والے کے واسطے کیا حکم ہے؟

الجواب :۔ گنجفہ تاش حرام مطلق ہیں کہ ان میں علاوہ لہو واجب کے تصویروں کی تعظیم ہے۔ اور بکھور یا جیون کمینوں کا کھیل ہے۔ اور منع۔ اور صحیح یہ ہے کہ شطرنج بھی جائز نہیں مگر چھ شرطوں سے اولاً شرط باندھ کر نہ ہو۔ ثانیاً اس پر قسم نہ کھائی جائے۔ ثالثاً فحش نہ بکا جائے رابعاً اس کے سبب نماز باجماعت میں تاخیر نہ ہو خامساً سرِ راہ نہ ہو۔ گوشے میں ہو۔ سادساً نادراً کبھی کبھی ہو۔ پہلی تین شرطیں تو آسان ہیں۔ مگر پچھلی تین پر عمل نادر ہے بلکہ ششم پر عمل سخت دشوار ہے۔ شوق کے بعد نادراً ہونا کوئی معنی نہیں۔ لہذا راہ راست یہ ہے کہ مطلقاً منع ہے۔ (فتاوٰی رضویہ جلد ششم حصہ دوم ص ۲۷۶)

اعلیٰ حضرت کا چوتھا فتویٰ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ گنجفہ چوسر شطرنج کھیلنا کیسا ہے؟ اوران میں کچھ فرق ہے یا سب ایک سے ہیں اور گناہ صغیرہ ہیں یا کبیرہ یا عبث اور فعل عبث کا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب۔ یہ سب کھیل ممنوع و ناجائز ہیں۔ اوران میں چوسر اور گنجفہ بدتر ہیں۔ گنجفہ میں تصاویر ہیں اور انہیں عظمت کے ساتھ رکھتے اور وقعت وعزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ یہ امر اس کے سخت گناہ کا موجب ہے۔ اور چوسر کی نسبت حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من لعب بالنرد فقد عصی اللہ ورسولہ. جس نے چوسر کھیلی اس نے خدا اور رسول کی نافرمانی کی۔ اخرجہ احمد وابوداؤد وابن ماجۃ والحاکم عن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ۔ چوسر بالاجماع حرام وموجب فسق ورد شہادت ہے۔ فی ردالمحتار عن القھستانی النرد حرام مسقط للعدالة بالاجماع یہی حال گنجفہ کا سمجھنا چاہیے کماذکرنا۔ شطرنج کو اگرچہ بعض علماء نے بعض روایات میں چند شرطوں کے ساتھ جائز بتایا ہے۔ مگر تحقیق یہ ہے کہ مطلقاً منع ہے۔ اسی طرح ہر کھیل اور عبث فعل جس میں نہ کوئی غرض دین نہ کوئی منفعت جائزہ دنیوی ہو سب مکروہ وبے جا ہیں۔ کوئی کم کوئی زیادہ۔ درمختار میں ہے کرہ کل لھو الخ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ جلد ششم حصہ اول ص۴۴)

اعلیٰ حضرت کا پانچواں فتویٰ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تاش وشطرنج کھیلنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ دونوں ناجائز ہیں اور تاش زیادہ گناہ وحرام کہ اس میں تصاویر بھی ہیں ومسئلة الشطرنج مبسوطة فی الدر وغیرھا من الحظر والشھادات والصواب اطلاق المنع کما اوضحه فی ردالمحتار واللہ تعالیٰ اعلم اتم واحکم۔ (احکام شریعت ص۲۳۳)

مفتی اعظم ہند کا پہلا فتویٰ

سوال۔ تاش جو عام طور سے کھیلا جاتا ہے بغیر ہار جیت کے یہ درست ہے یا کس قدر گناہ ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ۔ تاش کھیلنا حرام ہے۔ سخت گناہ ہے۔ اور اس میں بازی لگانا اور جوا کھیلنا حرام در حرام ہے۔ سخت شنیع خبیث کام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم"۔ (فتاوی مصطفویہ ص ۴۵۳)

مفتی اعظم ہند کا دوسرا فتویٰ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید داڑھی منڈاتا ہے برج بھی کھیلتا ہے یعنی تاش پر روپیہ کی بازی لگا کر کھیلتا ہے۔ جس میں کافی روپیہ کی ہار جیت ہوتی ہے۔ آیا یہ برج شرعاً قمار یا جوا ہے یا نہیں؟ ماہ رمضان المبارک میں بازار اور شارع عام پر سگرٹ پیتا ہوا نکلتا ہے۔ اور پردہ کو غیر ضروری خیال کرتا ہے۔ نیز نماز کا بھی پابند نہیں ہے۔ اس کو ووٹ دینا شرعاً جائز ہے یا نہیں۔ **بینوا بالتفصیل توجروا بالاجر الجزیل۔**

الجواب :۔ داڑھی شعار اسلام ہے۔ تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت کریمہ ہے۔ اس پر عظیم جبل و بال کے ہوتے ہوئے پھر اس کا دامن اور پتھروں کے نیچے دبا ہونے کا کیا ذکر کہ وہ جوا (تاش) کھیلتا ہے۔ ضرور وہ حرام جوا ہی ہے۔ رمضان المبارک میں شارع عام پر سگرٹ پیتا ہے پردہ کو غیر ضروری خیال کرتا ہے۔ اور ان سب سے بڑھ کر یہ کہ نماز کا پابند نہیں۔ **ماعلی مثله یعد الخطأ** ۔ ایسے شخص کو دخیل کار سربراہ کار بنانا حرام ہے۔ ایسے شخص کو والیٔ امور بنانا اس کو سپرد اپنے دینی دنیوی کام کرنا حرام ہے۔ شرعاً اسے ووٹ دینا اس کی مدد کرنا اور یہ اس لئے ہے کہ اسے اپنا ناصر و معین مددگار دیا ور ٹھہرانا ہے اور یہ سب حرام۔ علماء اعلام ائمہ کرام کی عبارات سے واضح واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاوی مصطفویہ خورد ص ۱۲۳)

شیخ عبدالرحمٰن صفوری کے ارشادات

تفسیر قرطبی میں میں نے لکھا دیکھا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **من لعب بالشطرنج فقد عصی الله ورسوله** جس نے شطرنج کھیلا اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی او، اس حدیث کو ابو منصور نے مسند الفردوس میں ذکر کیا اور اسے شیخ الاسلام ابن حجر نے ضعیف قرار دیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شطرنج کھیلنے والوں کو دیکھ کر فرمایا۔ **ماهذه التماثيل التی انتم لها عاكفون** ۔ یہ کیا تصویریں ہیں جن پر تم جھکے جا رہے ہو؟ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا شطرنج کے بارہ میں یہی سب

سے زیادہ صحیح قول ہے۔ (نزھۃ المجالس حصہ اول ص ۱۷۲)

امام حصکفی کا قول

وکرہ تحریماً اللعب بالنرد وکذا الشطرنج الا نادراً۔ اور چوسر کھیلنا مکروہ تحریمی ہے اور اسی طرح شطرنج کھیلنا بھی مگر جبکہ کبھی کبھار ہو۔ (درمختار جلد پنجم ص ۲۷۹)

علامہ شامی کا قول

اللعب بالاربعة عشر حرام وھو قطعة من خشب یحفر فیھا ثلاثة اسطر ویجعل فی تلک الحفر حصی صغار یلعب بھا قلت الظاھر انھا المسماة الآن بالمنقلة لکنھا تحفر سطرین کل سطر سبع حفر۔ سات کھڑ کھیلنا حرام ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ دو قطاروں میں سات سات گڑھے کھودے جائیں اور ان میں چھوٹے پتھر رکھ کر کھیلا جائے۔

(ردالمحتار۔ جلد پنجم ص ۲۷۹)

صدر الشریعہ کا ارشاد

گنجفہ چوسر کھیلنا ناجائز ہے۔ شطرنج کا بھی یہی حکم ہے۔ اسی طرح لہو ولعب کی جتنی قسمیں ہیں سب باطل ہیں۔ صرف تین قسم کے لہو کی حدیث میں اجازت ہے۔ بی بی سے ملاعبت، گھوڑے کی سواری اور تیر اندازی کرنا۔ (درمختار وغیرہ) (بہار شریعت حصہ شانزدہم ص ۱۳۱)

تاش، چوسر اور شطرنج کے بارہ میں یہاں تک علمائے دین کے ارشادات اور مفتیانِ شرع متین کے فتویٰ جات نقل کیے گئے ہیں۔ ذیل میں تاش کے کھیل کے برے اثرات کے بارہ میں بھی ایک مضمون پڑھیے۔

تاش کا کھیل

تاش کا کھیل ایسا جادو ہے کہ جو کھیلے اس پر چڑھ جاتا ہے۔ اور جو دیکھے اس پر بھی اس کا چڑھا طلسم کبھی نہیں ٹوٹتا۔ اس میں اس قدر چاشنی ہے کہ اس سے جتنا جدا ہونے کی کوشش کی جائے اتنا ہی شوق ابھرتا ہے۔ تاش جونک کی طرح انسان سے چمٹ جاتا ہے اور الگ ہونے کا نام نہیں لیتا۔ لوگ اس کھیل میں اتنے

مگن اور جذباتی ہو جاتے ہیں کہ دھن دولت جائیداد اور کبھی کبھی اپنی بیوی تک کو داؤ پر لگا دیتے ہیں۔

اصل میں تاش ایک دس کی گانٹھ ہے جو اپنا زہر انسانوں میں پھیلاتی ہے۔ ہر ایک سے لڑواتی ہے۔ ہر نیک کام سے دور کرتی ہے اور بری اور بداخلاقی کی حرکتیں کرنے پر اکساتی ہے۔ اکثر لڑائی جھگڑے قتل وخون روزانہ کسی نہ کسی صورت میں تاش کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ تاش کھیلنے والے کو ماں باپ بیوی بہن بھائی سب سے نااتفاقی پیدا ہو جاتی ہے۔ تاش بے ایمانی دھوکہ بازی مکر وفریب سکھاتی ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس کی ایجاد شیطان نے کی ہے۔ کیونکہ تاش کا موجد کا پتہ ہی نہیں کہ کون تھا۔

تاش ہماری زندگی میں ناسور بن کر پھیل گیا ہے۔ نماز روزہ تو ایک طرف کھانے پینے بال بچے دوست احباب رشتہ دار سب چھوٹ جاتے ہیں۔ تاش کی دھن میں انسان اتنا لاپرواہ اور بدتمیز ہو جاتا ہے کہ نہ چھوٹے بڑے کا خیال کرتا ہے اور نہ وقت کا۔

ہمارے معاشرہ میں گھر گھر میں تاش کا چرچا ہے۔ ہر گلی کوچے میں خوب تاش چلتا ہے۔ تاش کھیلنے والوں کو دیکھ کر یہ محسوس ہوتا ہے کہ یہ سب بے فکرے ہیں۔ ان کو دنیا کے کاموں سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ اونچی سوسائٹی کے لوگ کلبوں میں شراب اور تاش کے بڑے دلدادہ ہوتے ہیں۔ ان کلبوں کا کیا کہنا یہاں رات کبھی ہوتی ہی نہیں۔ جوں جوں رات بڑھتی ہے تاش کا کھیل اور شراب اپنے شباب پر آتے ہیں۔ اگر کوئی غریب آدمی جوا کھیلتا پکڑا جائے تو فوراً دھر لیا جاتا ہے۔ پولیس کے چھاپے پکڑتے ہیں اور اسے مجرم قرار دیا جاتا ہے۔ اس کے برعکس کلبوں میں تاش دھڑلے سے کھیلا جاتا ہے۔

الغرض تاش کا کھیل جوئے کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ اور جوا ایک متعدی مرض کی شکل اختیار کر رہا ہے۔ اس کی لپیٹ سے قریب قریب کوئی بھی ملک محفوظ نہیں۔ ہمیں دوسروں سے غرض نہیں لیکن ہمیں اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھنا چاہیے کہ کیا بحیثیت ایک مسلمان اور غریب ملک کے ہمیں جوا اور تاش کھیلنا زیب دیتا ہے؟ (سیارہ ڈائجسٹ بابت ستمبر ۱۹۷۲ء بحوالہ ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ بابت رمضان المبارک ۱۳۹۳ھ)

تنبیہ

مسلمان تاش کے بارہ میں مندرجہ بالا مضمون کو غور وفکر سے پڑھیں۔ فی الواقع یہ خطرناک کھیل

وقت کا ضیاع ہے۔اور اگر اس کے ساتھ ہار جیت کی بازی بھی لگ جائے تو پھر جوا اور قمار کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔اور کونسا مسلمان ہے جو جوا کی حرمت سے لاعلم ہے۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔یسئلونک عن الخمر والمیسر قل فیھما اثم کبیر ومنافع للناس و اثمھما اکبر من نفعھما۔لوگ آپ سے شراب اور جوئے کا حکم پوچھتے ہیں۔آپ فرمائیں کہ یہ دونوں بڑے بڑے گناہوں کا باعث ہیں۔اور لوگوں کے لئے کچھ دنیوی نفع بھی ہیں اور ان کے باعث ہونے والا گناہ ان کے نفع سے بڑا ہے۔

(پ۲ رکوع ۱۱)

مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں۔''جوئے کو میسر اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں ہارنے والے کا مال جیتنے والے کو آسانی سے حاصل ہو جاتا ہے۔جس کھیل میں مال کا جانا آنا شرط غیر معلوم پر موقوف ہو وہ جوا ہے لہذا اس زمانے میں معمہ بازی خالص جوا ہے۔اسی طرح سٹہ اور وہ تجارتیں جن سے مالی ہار جیت ہے سب حرام ہیں ایسے ہی تاش شطرنج وغیرہ''۔ (نورالعرفان ص۵۳)

اور اللہ تعالیٰ دوسرے مقام پر فرماتا ہے۔یاایھا الذین امنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضآء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر اللہ وعن الصلوٰۃ فھل انتم منتھون۔اے ایمان والو شراب اور جوا اور بت اور پانسے ناپاک ہی ہیں۔شیطانی کام تو ان سے بچتے رہنا کہ تم فلاح پاؤ۔شیطان یہی چاہتا ہے کہ تم میں بیر اور دشمنی ڈلوادے شراب اور جوئے میں اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روکے۔تو کیا تم باز آؤ گے۔ (پ۷ رکوع ۲)

دیوبندی مولوی شبیر احمد عثانی نے اس آیت کے ماتحت لکھا کہ''شراب پی کر جب عقل جاتی رہتی ہے تو بعض اوقات شرابی پاگل ہو کر آپس میں لڑ پڑتے ہیں۔حتی کہ نشہ اترنے کے بعد بھی بعض دفعہ لڑائی کا اثر باقی رہتا ہے۔اور باہمی عداوتیں قائم ہو جاتی ہیں۔یہی حال بلکہ کچھ بڑھ کر جوئے کا ہے۔اس میں ہار جیت پر سخت جھگڑے اور فساد برپا ہوتے ہیں۔جس سے شیطان کو اودھم مچانے کا خوب موقع ملتا ہے۔یہ تو ظاہری خرابی ہوئی اور باطنی نقصان یہ ہے کہ ان چیزوں میں مشغول ہو کر انسان خدا کی یاد اور عبادت الٰہی سے بالکل غافل ہو جاتا ہے۔اس کی دلیل مشاہدہ اور تجربہ ہے۔شطرنج کھیلنے والوں ہی کو دیکھ لو۔نماز تو کیا کھانے پینے اور گھربار سے بھی خبر نہیں رہتی۔جب یہ چیز اس قدر ظاہری و باطنی نقصانات پر مشتمل ہے تو کیا

ایک مسلمان اتنا سن کر بھی باز نہ آئے گا۔ (حاشیۃ القرآن ص ۲۱۵)

چوسر کے بارہ میں ایک حدیث

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ من لعب بنرد شیر فکانما صبغ یدہ فی لحم خنزیر ودمه ۔جس شخص نے چوسر کھیلا گویا اس نے اپنے ہاتھ کو خنزیر کے گوشت اور خون سے رنگا۔ رواہ مسلم۔ (مشکوٰۃ شریف جلد دوم ص ۱۰۴)

شیخ محقق دہلوی اس حدیث کے ماتحت فرماتے ہیں۔ دریں کلام تمثیل و تصویر قبح این فعل ست و تنیفر قلوب است از آن ۔اس فعل کی برائی بیان کرنے اور دلوں کو اس سے نفرت دلانے کے لئے یہ ایک مثال دی گئی ہے۔ (اشعۃ اللمعات جلد سوم ص ۵۹۴)

شطرنج کے بارہ میں احادیث

(۱) حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم کے بارہ میں روایت ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے الشطرنج هو میسر الاعاجم۔ شطرنج عجمی لوگوں کا جوأ ہے۔ رواہ البیہقی فی الشعب۔ (مشکوٰۃ ص ۱۰۵ ج ۲)

(۲) ابن شہاب فرماتے ہیں کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا لا یلعب بالشطرنج الا خاطئ۔ شطرنج نہ کھیلے گا مگر گنا ہگار بدکار رواہ البیہقی فی الشعب۔ (مشکوٰۃ ص ۱۰۵ ج ۲)

(۳) اور انہی سے یہ پوچھا گیا کہ شطرنج کھیلنا کیسا ہے تو آپ نے فرمایا۔ هی من الباطل ولا یحب الله الباطل۔ یہ باطل ہے اور اللہ باطل کو پسند نہیں کرتا۔ رواہ البیہقی فی الشعب۔

(مشکوٰۃ ص ۱۰۵ ج ۲)

الحمد للہ یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا ہے۔ اس سے تاش، چوسر اور شطرنج کھیلنے کی مذمت وقباحت بخوبی واضح ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس قسم کی ناجائز کھیلوں سے مسلمانوں کو بچائے آمین بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم۔

زندگی کو غنیمت سمجھنا چاہیے

زندگی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی قیمتی نعمت ہے۔ اسے کھیل کود اور لغویات میں گزارنا بہت بڑا

نقصان ہے اور اسے نیکی کے کاموں میں خرچ کرنے سے انسان کو دنیا و آخرت کے فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ کھیل کود اور لغویات میں اپنی زندگی ضائع کرنے والے مسلمانوں کی چشم کشائی کے لئے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے سچے ارشادات پیش کیے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ توفیق بخشے آمین۔

(۱) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کے دن انسان کے قدم نہیں ہٹیں گے یہاں تک کہ اس سے پانچ باتیں پوچھی جائیں گی۔ عن عمرہ فی ماافناہ۔ اس سے اس کی عمر کے بارہ میں پوچھا جائے گا کہ اس نے کن کاموں میں اسے گزارا اور اس سے اس کی جوانی کے بارہ میں پوچھا جائے گا کہ اس نے اسے کن کاموں میں خرچ کیا۔ اور اس سے اس کے مال کے بارہ میں پوچھا جائے گا کہ اس نے مال کہاں سے کمایا اور کن کاموں میں خرچ کیا اور اس سے اس بارہ میں پوچھا جائے گا کہ اس نے اپنے علم پر کہاں تک عمل کیا۔ رواہ الترمذی۔ (مشکوٰۃ ص ۱۵۱ ج ۲)

(۲) حضرت عمرو بن میمون اودی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو پند و نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔ پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت سمجھ۔ اپنی جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، اپنی صحت کو بیماری سے پہلے، اپنی مالداری کو غربت سے پہلے، اپنی فرصت کو مشغولیت سے پہلے وحیاتک قبل موتک اور اپنی زندگی کو موت سے پہلے۔ رواہ الترمذی۔

(مشکوٰۃ شریف جلد دوم ص ۱۴۹)

(۳) حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا۔ یارسول اللہ۔ کونسا شخص بہتر ہے؟ فرمایا من طال عمرہ وحسن عملہ۔ جس کی عمر لمبی ہو اور عمل اچھے ہوں۔ اس نے پھر پوچھا۔ بدترین شخص کون ہے؟ فرمایا من طال عمرہ وساء عملہ۔ جس کی عمر لمبی ہو اور عمل برے ہوں۔ رواہ احمد والترمذی والدارمی۔ (مشکوٰۃ ص ۴۵۷ ج ۲)

اپنی زندگی کھیل کود، تماشا اور لغویات میں گزارنے والے مسلمان ان ارشادات مبارکہ کو پڑھیں سمجھیں اور سوچیں کہ اپنی زندگی بدعملی یا بے ہودہ کاموں میں گزارنے کا کتنا برا انجام ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب کرے۔ آمین۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲۹ رمضان المبارک ۱۴۲۳ھ بمطابق ۵ دسمبر ۲۰۰۲ء)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پینتالیسواں مقالہ

حرمتِ شراب

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ ربّ العالمین و الصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد: ۔اس مختصر مقالہ میں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں شراب نوشی کی حرمت اور قباحت کو اختصاراً بیان کیا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ اس سعی کو شرف مقبولیت بخشے اور ذریعۂ ہدایت بنائے آمین بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت اہل عرب شراب کے سخت عادی تھے

جب رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی اس وقت عربی لوگ شراب نوشی کے سخت عادی تھے۔اور صرف شراب نوشی کے عادی ہی نہیں تھے بلکہ شراب ان کا محبوب ترین مشروب تھا۔اللہ تعالیٰ نے اسی وجہ سے شراب کو بتدریج حرام فرمایا تاکہ شراب کا چھوڑنا اہل ایمان کے لئے آسان ہو جائے۔خلاصۂ کلام یہ کہ اللہ تعالیٰ نے شراب کی حرمت کے بارہ میں چار آیتیں یکے بعد دیگرے نازل فرمائیں۔چنانچہ مکہ مکرمہ میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ **ومن ثمرات النخیل والاعناب تتخذون منہ سکراً ورزقاً حسناً ان فی ذلک لایۃ لقوم یعقلون** ۔اور کھجور اور انگور کے پھلوں میں سے کہ ان سے تم شراب بناتے ہو اور اچھا رزق بے شک اس میں نشانی ہے عقل والوں کے لئے۔ (پ۱۴رکوع ۱۵)

اس کی تفسیر میں صاحب جلالین نے فرمایا۔ **(قولہ تعالیٰ تتخذون منہ سکراً) خمر یسکر سمیت بالمصدر وھذا قبل تحریمھا** ۔تم ان سے شراب بناتے ہو جو نشہ دینے والی ہے۔یہاں سکر مصدر ہے جو فاعل کا معنی دیتا ہے اور یہ حکم شراب کی حرمت سے پہلے کا ہے۔کیونکہ سورۃ النحل مکی ہے اور شراب کی حرمت کا حکم سورہ مائدہ کی آیت میں کیا گیا اور یہ سورت مدنی ہے۔

(صاوی مع الجلالین جلد دوم ص ۲۶۷)

اور مفسر علاء الدین خازن لکھتے ہیں **فکان المسلمون یشربونھا فی اول الاسلام وھی لھم حلال** ۔اس آیت کے اترنے سے پہلے مسلمان ابتدائے اسلام میں شراب پیتے تھے کیونکہ یہ ان کے لئے اس وقت میں حلال تھی۔ (خازن ص ۲۰۸ ج ۱)

چونکہ اس آیت میں شراب کا مقابلہ رزق حسن سے کیا گیا اس لئے اس میں اس منشائے خداوندی کی طرف اشارہ موجود تھا کہ آئندہ کسی بھی وقت میں شراب کو حرام قرار دے دیا جا سکتا ہے۔ولہذا بعض

مسلمانوں نے اس سے اجتناب شروع کردیا۔

پھر جب مسلمان ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے آئے تو ایک دن حضرت عمر اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جوئے اور شراب کے بارہ میں عرض کیا ان الخمر والمیسر یضیعان العقل والمال فأفتنا فیھما۔ بلاشبہ شراب اور جوا عقل اور مال کو ضائع کرتے ہیں سوان کے بارہ میں آپ حکم ارشاد فرمائیں تو اس بارہ میں یہ آیت کریمہ یسئلونک عن الخمر والمیسر قل فیھما اثم کبیر ومنافع للناس واثمھما اکبر من نفعھما نازل ہوئی۔ (ترجمہ) تم سے شراب اور جوئے کا حکم پوچھتے ہیں تم فرماؤ کہ ان دونوں کے سبب سے بڑے بڑے گناہ سرزد ہوتے ہیں۔ اور ان میں لوگوں کے لئے کچھ دنیوی نفع بھی ہے اور ان کے سبب سے سرزد ہونے والا گناہ ان کے نفع سے بڑا ہے۔ (پ۲ رکوع ۱۱)

اس کی تفسیر میں جلالین میں فرمایا قل فیھما اثم کبیر عظیم لما یحصل بسببھما من المخاصمة والمشاتمة وقول الفحش ومنافع للناس باللذة والفرح فی الخمر واصابة المال بلاکد فی المیسر واثمھما ای ماینشأ عنھما من المفاسد اکبر اعظم من نفعھما ولما نزل شربھا قوم وامتنع آخرون الی ان حرمتھا آیة المائدة آپ فرمادیں کہ ان دونوں کے سبب سے بڑا گناہ سرزد ہوتا ہے۔ کیونکہ ان دونوں کے سبب سے لوگوں میں باہمی دشمنی، ایک دوسرے کو گالیاں بکنا اور فحش کلام کرنا پایا جاتا ہے اور لوگوں کے لئے شراب کی لذت اور سرور سے اور جوا میں بلامشقت مال مل جانے سے نفع بھی ہے۔ لیکن ان دونوں کے سبب سے جو مفاسد پیدا ہوتے ہیں وہ ان کے نفع سے بڑے ہیں۔ جب یہ آیت اتری تو بعض لوگوں نے ان سے اجتناب کیا اور بعض نے نہ کیا یہاں تک کہ سورہ مائدہ کی آیت نے شراب کو حرام قرار دے دیا۔ (صاوی جلد اول ص ۹۰)

اس آیت کے اترنے کے بعد ایک دن حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے بعض صحابہ کی ضیافت کی۔ مہمانوں نے کھانا کھایا اور شراب پی لی۔ پھر جب نماز مغرب کا وقت ہوا تو ان میں سے ایک صاحب نے امامت کرائی اور سورۃ الکافرون کی آیت لااعبد ماتعبدون میں غلطی سے اعبد ماتعبدون پڑھا۔ تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ یآایھا الذین امنوا لاتقربوا الصلوٰة وانتم سکاریٰ حتی تعلموا ما تقولون۔ اے ایمان والو نشہ کی حالت میں نماز کے پاس نہ جاؤ جب تک اتنا

ہوش نہ ہو کہ جو کہو اسے سمجھو۔ (پ ۵ رکوع ۴)

اس آیت کے اترنے پر شراب اوقات نماز میں حرام کردی گئی اور باقی اوقات میں حلال رہی پھر ایک دن حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ نے بعض صحابہ کی ضیافت کی۔ ان میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ مہمانوں نے کھانا کھایا اور شراب پی لی تو نشہ میں آکر انہوں نے فخریہ شعر پڑھنے شروع کردیے۔ حضرت سعد نے ایک قصیدہ پڑھا جس میں انہوں نے اپنی قوم کی تعریف کی اور انصار کی ہجو کہی۔ اس پر ایک انصاری نے ان کے سر کو زخمی کردیا۔ تو یہ مسئلہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر پیش ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دعا کی اللھم بین لنافی الخمر بیانا شافیاً اے اللہ ہمیں شراب کا حکم پورے طریقہ سے بیان فرمادے تو اس پر یہ آیت اتری۔

یاایھا الذین امنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون. انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوۃ و البغضآء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر اللہ وعن الصلوٰۃ فھل انتم منتھون ۔

اے ایمان والو شراب اور جوا اور بت اور پانسے ناپاک ہی ہیں شیطانی کام تو ان سے بچتے رہنا کہ تم فلاح پاؤ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ وہ تم میں بیر اور دشمنی ڈلوادے شراب اور جوا سے اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روکے تو کیا تم باز آئے۔ (پ ۷۔ رکوع ۲)

جب یہ آیت حضرت عمر پر پڑھی گئی تو آپ نے فرمایا۔ **انتھینا یا ربّ** اے میرے رب ہم باز آئے **فکان یوم نزولھا عیداً عظیماً**۔ اور اس آیت کے نزول کا دن بڑی عید کا دن تھا۔

(صاوی جلد اول ص ۹۰)

اس آیت کریمہ کے نزول سے وہ سب آیات منسوخ ہوگئیں جن میں شراب کے حلال ہونے کا ذکر ہے اور شراب قطعی طور پر ہر حال میں حرام قرار دے دی گئی۔ شراب حرام ہے۔ **اجمعت الامۃ علی تحریم الخمر وانہ یحد شاربھا ویفسق بذلک مع اعتقاد تحریمھا فان استحلھا کفر ویجب قتلہ**۔ امت محمدیہ کا اس بات پر اجماع ہوگیا کہ شراب نوشی حرام ہے اور جو شراب پیئے گا اسے حد ماری جائے گی اور حرام سمجھ کر پینے کی وجہ سے فاسق ہوگا اور اگر حلال جانے گا تو کافر ہوجائے گا اور اس کو قتل کرنا واجب ہوگا۔ (خازن جلد اول ص ۲۰۹)

احادیث مبارکہ

شراب نوشی حرام ہونے کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے ارشادات عالیہ میں شراب نوشی کی قباحت وشناعت بیان فرماتے رہے تاکہ مسلمانوں کو اس کے ترک پر ترغیب ملے اور وہ کلی طور پر اس سے اجتناب کریں۔ یہاں تبرکاً چند احادیث مبارکہ پیش کی جاتی ہیں وباللہ التوفیق۔

(۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔
کل مسکر خمرو کل مسکر حرام ومن شرب الخمر فی الدنیا فمات وھو یدمنھا لم یتب لم یشربھا فی الآخرۃ۔ ہرنشہ آور چیز خمر ہے (یعنی خمر کے حکم میں ہے) اور ہرنشہ آور چیز حرام ہے۔ اور جو شخص دنیا میں شراب پیئے گا پھر اس حالت میں مرے گا کہ وہ شراب نوشی کا عادی ہے اور اس نے توبہ نہیں کی ہے تو وہ آخرت کی شراب نہیں پیئے گا۔ رواہ مسلم۔

(مشکوٰۃ شریف جلد دوم ص ۳۱۵، بہار شریعت حصہ نہم ص ۹۶)

(۲) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **کل مسکر حرام ان علی اللہ عھداً لمن یشرب المسکر ان یسقیہ من طینۃ الخبال** ۔ ہرنشہ آور چیز حرام ہے بلاشبہ اللہ کے ذمہ پر یہ عہد ہے اس شخص کے لئے جو نشہ آور چیز پیئے گا کہ وہ اسے طینۃ الخبال سے پلائے۔ صحابہ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ۔ **طینۃ الخبال** کیا چیز ہے؟ فرمایا۔ **عرق اھل النار وعصارۃ اھل النار**. طینۃ الخبال دوزخیوں کا پسینہ یا دوزخیوں کے زخموں کا نچوڑ ہے۔ رواہ مسلم۔

(مشکوٰۃ شریف جلد دوم ص ۳۱۵، بہار شریعت حصہ نہم ص ۹۶)

(۳) حضرت طارق بن سوید رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے شراب کے بارہ میں دریافت کیا کہ میں شراب دوآء کے لئے بناتا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ **انہ لیس بدوآء ولکنہ دآء** ۔ بلاشبہ شراب دوا نہیں ہے بلکہ بیماری ہے۔ رواہ مسلم۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۳۱۵ ج ۲، بہار شریعت ص ۹۶ ج ۹)

(۴) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔
من شرب الخمر لم یقبل اللہ لہٗ صلوٰۃ اربعین صباحاً فان تاب تاب اللہ علیہ فان عادلم یقبل اللہ لہٗ صلوٰۃ اربعین صباحاً فان تاب تاب اللہ علیہ فان عاد فی الرابعۃ لم

يقبل الله لهٗ صلوٰة اربعين صباحاً فان تاب لم يتب عليه وسقاها من نهر الخبال ۔ جو شخص شراب پیئے اللہ چالیس دنوں کی اس کی نمازیں قبول نہیں کرے گا۔ پھر اگر وہ توبہ کرے گا تو اللہ اس کی توبہ قبول کرے گا۔ اور اگر پھر شراب پیئے گا تو اللہ اس کی چالیس دنوں کی نمازیں قبول نہیں کرے گا اور اگر وہ توبہ کرے گا تو وہ اس کی توبہ قبول کرے گا اور اگر پھر شراب پیئے گا تو اللہ اس کی چالیس دنوں کی نمازیں قبول نہیں کرے گا اور اگر وہ توبہ کرے گا تو وہ اس کی توبہ قبول کرے گا۔ پھر اگر چوتھی مرتبہ شراب پیئے گا تو اللہ اس کی چالیس دنوں کی نمازیں قبول نہیں کرے گا اور اگر وہ توبہ کرے گا تو وہ اس کی توبہ قبول نہیں کرے گا اور طینۃ الخبال کے دریا سے پلائے گا۔ رواہ الترمذی۔ (مشکوٰۃ شریف جلد دوم ص ٤٥)

(٥) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ لايدخل الجنة عاق ولا قمار ولا منان ولا مدمن خمر ۔ جنت میں یہ چار شخص داخل نہیں ہوں گے۔ والدین کا نافرمان۔ جوا باز۔ احسان جتلانے والا اور شراب کی عادت رکھنے والا۔ رواہ الدارمی۔

(مشکوٰۃ شریف جلد دوم ص ٤٦)

(٦) حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وحلف ربی عزوجل بعزتی لايشرب عبد من عبيدی جرعة من خمر الا سقيتهٗ من الصديد مثلها ولا يتركها من مخافتی الا سقيتهٗ من حياض القدس ۔ اور میرے ربّ نے حلف اٹھایا ہے کہ میری عزت کی قسم میرے بندوں میں سے کوئی بندہ شراب کا ایک گھونٹ نہیں پیئے گا مگر میں اسے اس کی مثل دوزخیوں کی پیپ سے پلاؤں گا اور کوئی اسے میرے خوف کی وجہ سے نہیں چھوڑے گا مگر میں اسے اپنے پاکیزہ دربار میں پلاؤں گا۔ رواہ احمد۔ (مشکوٰۃ شریف جلد دوم ص ٤٦، فتاوٰی رضویہ ص ٦٥ ج ١١)

(٧) اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ثلاثة قد حرم الله عليهم الجنة مدمن الخمر والعاق والديوث الذی يقر فی اهله الخبث ۔ اللہ نے تین شخصوں پر جنت حرام کردی ہے۔ شراب کے عادی پر، والدین کے نافرمان پر اور اس دیوث پر جو اپنے گھر والوں میں بدکاری کو برقرار رکھتا ہے یعنی جو اپنے اہل و عیال میں بے حیائی کی بات دیکھے اور منع نہ کرے۔ رواہ احمد والنسائی۔ (مشکوٰۃ شریف جلد دوم ص ٤٦، جامع صغیر جلد اول ص ١٣٩، بہار شریعت ص ٩٨ ج ٩)

(۸) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ **ثلاثة لایدخل الجنة مد من الخمر و قاطع الرحم و مصدق بالسحر** ۔تین شخص جنت میں داخل نہیں ہونگے ۔شراب کا عادی، رشتہ داری توڑنے والا اور جادو کی تصدیق کرنے والا ۔رواہ احمد۔

(مشکوٰۃ شریف جلد دوم ص ۴۶، بہار شریعت حصہ نہم ص ۹۸)

(۹) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **مدمن الخمر ان مات لقی اللہ تعالیٰ کعابدالوثن** ۔شراب کا عادی شخص اگر مرے تو وہ اللہ سے بت کے پجاری کی طرح ملتا ہے۔رواہ احمد۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۴۶ ج ۲)

(۱۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔چار شخصوں کے بارہ میں اللہ پر یہ حق لازم ہے کہ وہ ان کو جنت میں داخل نہ کرے اور نہ ان کو جنت کی نعمتیں چکھائے۔ شراب کے عادی کو، سود خور کو ناحق یتیم کا مال کھانے والے کو اور اپنے والدین کے نافرمان کو۔رواہ الحاکم والبیہقی۔ (جامع صغیر جلد اول ص ۳۸)

(۱۱) حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔اللہ قیامت کے روز چار شخصوں کی طرف نہ دیکھے گا۔والدین کے نافرمان کی طرف،احسان جتلانے والے کی طرف،شراب کے عادی کی طرف اور تقدیر کو جھٹلانے والے کی طرف۔رواہ الطبرانی وابن عدی وضعفہٗ السیوطی۔ (جامع صغیر ص ۳۸ جلد اول)

(۱۲) حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **ثلاثة لایحجبون عن النار المنان وعاق والده ومد من خمر** ۔تین شخص دوزخ سے حجاب میں نہ ہوں گے۔احسان جتلانے والا۔اپنے والد کا نافرمان اور شراب کا عادی۔(جامع صغیر جلد اول ص ۱۴۱)

(۱۳) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **ومن مات وھو مدمن للخمر سقاه اللہ من نهر الغوطة نهر یجری من فروج المومسات یؤذی اهل النار ریح فروجهن** ۔اور جو شخص شراب کا عادی ہونے کی حالت میں مرے اللہ اسے نہر غوطہ سے پلائے گا اور یہ وہ نہر ہے جس میں زناکار عورتوں کی شرمگاہوں سے نکلنے والا وہ پانی بہے گا جس کی بدبو سے دوزخی اذیت پائیں گے۔رواہ احمد والطبرانی والحاکم وحسنہٗ السیوطی۔

(جامع صغیر ص ۱۴۱ ج ۱)

(۱۴) حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تین شخص کبھی بھی جنت میں داخل نہیں ہوں گے۔ دیوث، مردوں سے مشابہت کرنے والی عورتیں اور شراب کا عادی۔ رواہ الطبرانی وحسنہٗ السیوطی۔ (جامع صغیر ص ۱۴۱ ج ۱)

(۱۵) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ قیامت کے روز تین شخصوں کی طرف نہیں دیکھے گا۔ اپنی بخشش کا احسان جتلانے والا، تکبر سے اپنا تہبند لٹکانے والا اور شراب کا عادی۔ رواہ الطبرانی وحسنہٗ السیوطی۔ (جامع صغیر ص ۱۴۲ ج ۱)

(۱۶) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں نے شراب پر دس وجوں سے لعنت کی ہے۔ خود شراب پر لعنت کی ہے۔ اور اس کے پینے والے پر اور اس کے پلانے والے پر اور اس کے بیچنے والے پر اور اس کے خریدنے والے پر اور اس کے نچوڑنے والے پر اور اس کے نچڑوانے والے پر اور اس کے اٹھانے والے پر اور اس پر جس کی طرف شراب اٹھا کر لائی جائے اور اس کی قیمت کھانے والے پر۔ رواہ احمد۔ (تفسیر ابن کثیر جلد دوم ص ۹۴)

(۱۷) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص نشہ میں ایک نماز ترک کرے اس سے گویا دنیا اور مافیہا کی چیزیں چھین لی گئی ہیں۔ اور جو چار نمازیں ترک کرے اللہ پر یہ حق ہے کہ وہ اسے طینۃ الخبال سے پلائے۔ عرض کیا گیا۔ اور طینۃ الخبال کیا ہے۔ فرمایا۔ عصارۃ اھل جھنم۔ دوزخیوں کی پیپ۔ (تفسیر ابن کثیر جلد دوم ص ۹۶)

(۱۸) حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعض گھر والوں کو یہ وصیت فرمائی۔ اللہ کا شریک کسی کو نہ ٹھہرا اگرچہ تمہیں عذاب دیا جائے یا خوف میں ڈالا جائے اپنے والدین کا حکم مان اگرچہ وہ تمہیں یہ حکم کریں کہ تم اپنی ہر شئے سے نکل جاؤ۔ نماز نہ چھوڑو کیونکہ جو شخص نماز چھوڑ دیتا ہے اس سے اللہ کا ذمہ بری ہو جاتا ہے۔ اور شراب سے بچو کیونکہ یہ ہر شر کی کنجی ہے۔ اور نافرمانی نہ کرو کیونکہ یہ اللہ کو ناراض کرتی ہے اور میدان جنگ سے نہ بھاگو اگرچہ لوگوں کو شکست کا سامنا ہو جائے اور تم ان میں ہو۔ اپنی طاقت کے مطابق اپنے گھر والوں پر خرچ کرو اور ان سے اپنی لاٹھی دور نہ کرو اور انہیں اللہ سے ڈراؤ۔ (نزھۃ الناظرین ص ۲۰۲)

(۱۹) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ شراب نہ پیئے اور جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ ایسے دستر خوان پر نہ بیٹھے جس پر شراب پی جاتی ہو۔ رواہ الطبرانی۔

(بہار شریعت حصہ نہم۔ ص ۹۸)

(۲۰) اور انہی سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ شراب سے بچو کہ وہ ہر برائی کی کنجی ہے۔ رواہ الحاکم۔ (بہار شریعت حصہ نہم ص ۹۸)

(۲۱) حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے خلیل صلے اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی کہ خدا کے ساتھ شرک نہ کرنا اگرچہ تو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے اگرچہ تو جلا دیا جائے اور فرض نماز کو قصداً نہ چھوڑنا کہ جو شخص اسے قصداً چھوڑے اس سے اللہ کا ذمہ بری ہے اور شراب نہ پینا کہ وہ ہر برائی کی کنجی ہے۔ رواہ ابن ماجہ والبیہقی۔ (بہار شریعت ص ۹۸ ج ۹)

(۲۲) ابن حبان اور بیہقی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے راوی کہ وہ فرماتے ہیں ام الخبائث یعنی شراب سے بچو کہ گذشتہ زمانہ میں ایک شخص عابد تھا اور وہ لوگوں سے الگ تھلگ رہتا تھا۔ ایک عورت اس پر فریفتہ ہوگئی تو اس نے اس کے پاس اپنی خادمہ بھیجی کہ گواہی کے لئے اسے بلا کر لاؤ۔ وہ بلا کر لائی۔ جب مکان کے دروازوں میں داخل ہوتا گیا خادمہ دروازے بند کرتی گئی۔ جب وہ اندر کے مکان میں پہنچا تو دیکھا کہ ایک خوبصورت عورت بیٹھی ہے اور اس کے پاس ایک لڑکا ہے اور ایک برتن میں شراب ہے۔ اس عورت نے کہا میں نے تجھے گواہی کے لئے نہیں بلایا ہے بلکہ اس لئے بلایا ہے کہ یا تو تُو اس لڑکے کو قتل کر یا مجھ سے زنا کر یا یہ شراب کا ایک پیالہ پی لے۔ اگر تو ان باتوں سے انکار کرتا ہے تو میں شور کروں گی اور تجھے رسوا کروں گی۔ جب اس نے دیکھا کہ مجھے ناچار کچھ کرنا ہی پڑے گا تو کہا ایک پیالہ شراب کا مجھے پلا دے۔ جب ایک پیالہ پی چکا تو کہنے لگا اور دے جب خوب پی چکا تو اس نے زنا بھی کیا اور لڑکے کو قتل بھی کیا۔ لہذا شراب سے بچو۔ خدا کی قسم ایمان اور شراب کی مداومت مرد کے سینہ میں جمع نہیں ہوتے قریب ہے کہ ان میں سے ایک دوسرے کو نکال دے۔

(تفسیر ابن کثیر جلد اول ص ۹۷، بہار شریعت حصہ نہم ص ۹۸)

(۲۳) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ لا یشرب الخمر حین یشربھا وھو مؤمن۔

شراب پیتے وقت شرابی کا ایمان ٹھیک نہیں رہتا۔ رواہ الشیخان وغیرھما عن ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ۔

(فتاوٰی رضویہ جلد یازدہم ص ۶۴)

(۲۵) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں من زنی اوشرب الخمر نزع اللہ منہ الایمان کما یخلع الانسان القمیص من رأسہ۔ جوزنا کرے یا شراب پیئے اللہ تعالیٰ اس سے ایمان کھینچ لیتا ہے جیسے آدمی اپنے سر سے کرتہ کھینچ لے۔ رواہ الحاکم عن ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ۔

(فتاوٰی رضویہ حوالہ مذکورہ بالا)

(۲۶) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ جو شخص شراب کی ایک بوند پیئے چالیس روز تک اس کی کوئی نماز قبول نہ ہوگی اور جو مر جائے اور اس کے پیٹ میں شراب کا ایک ذرہ بھی ہو تو جنت اس پر حرام کردی جائے گی۔ فانْ مات فی اربعین لیلۃ مات میتۃ جاھلیۃ اور جو شراب پینے سے چالیس دن کے اندر مرے گا وہ زمانہ کفر کی موت مرے گا۔ (فتاوٰی رضویہ حوالہ مذکورہ بالا)

(۲۷) حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میری امت میں کچھ لوگ شراب پئیں گے اور اس کا نام بدل کر کچھ اور رکھیں گے اور ان کے سروں پر باجے بجائیں گے اور گانے والیاں گائیں گی یہ لوگ زمین میں دھنسا دیئے جائیں گے اور ان میں سے کچھ لوگ بندر اور سوئر بنا دیئے جائیں گے۔ (بہار شریعت ص ۹۹ ج ۹)

مسلمان ان احادیث مبارکہ کو پڑھیں سمجھیں اور غور کریں کہ شراب نوشی اسلام میں کس درجہ قبیح و شنیع فعل ہے۔ اللہ تعالیٰ بچنے کی توفیق بخشے آمین۔

ہاروت و ماروت کا واقعہ

امام غزالی لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا گیا تو فرشتوں نے کہا اے ہمارے رب کیا تو زمین میں ایسی مخلوق پیدا کرے گا جو فساد کرے گی اور خون بہائے گی حالانکہ ہم تیری پاکی بیان کرتے ہیں تیری تعریف بیان کرنے کے ساتھ تو اللہ نے فرمایا۔ بلاشبہ جو بات میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔ فرشتوں نے کہا۔ اے ہمارے رب ہم بنی آدم سے زیادہ تیری اطاعت کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں

سے فرمایا۔ پھر تم دو فرشتے چنو جن کے بارہ میں ہم دیکھیں گے کہ وہ کیسا عمل کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا۔ اے ہمارے رب ہم نے ہاروت و ماروت کو چنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو (انسانی صورت میں) زمین پر اتارا پھر زہرہ کو خوبصورت ترین عورت کی شکل میں بنا کر ان کے پاس بھیجا۔ تو ان دونوں نے اس سے بدفعلی کی خواہش ظاہر کی۔ اس نے کہا۔ اللہ کی قسم یہ کام نہ ہوگا مگر اس وقت جب تم یہ کلمے بول کر شرک کرو گے۔ انہوں نے کہا۔ ہم اللہ کا شریک کبھی بھی کسی شئے کو نہ ٹھہرائیں گے۔ سو وہ ان کے پاس سے چلی گئی۔ پھر وہ دوسری باران کے پاس اس حال میں آئی کہ اس نے ایک بچہ اٹھایا ہوا تھا۔ انہوں نے اس سے بدفعلی کی خواہش ظاہر کی تو اس نے کہا اللہ کی قسم یہ کام نہ ہوگا مگر س وقت جب تم اس بچے کو قتل کرو گے۔ انہوں نے کہا۔ اللہ کی قسم ہم کبھی بھی اسے قتل نہ کریں گے۔ یہ سن کر وہ چلی گئی۔ پھر وہ تیسری باران کے پاس اس حال میں آئی کہ اس نے شراب کا ایک پیالہ اٹھایا ہوا تھا۔ انہوں نے اس سے بدفعلی کی خواہش ظاہر کی تو اس نے کہا اللہ کی قسم یہ کام نہ ہوگا مگر اس وقت جب تم شراب کا یہ پیالہ پی لو گے۔ انہوں نے وہ پیالہ پیا تو نشہ سے مست ہو گئے اور اس سے بدکاری کی اور بچے کو قتل بھی کیا اور شرکیہ کلمات بھی بکے۔ جب وہ ہوش میں آئے تو زہرہ نے کہا **واللہ ماترکتما من شئی ابیتما علی الا فعلتما حین سکرتما** ۔ اللہ کی قسم تم نے ہر وہ کام نشہ میں کر ڈالا جس کے کرنے سے تم نے انکار کر دیا تھا۔ **فخیرا عند ذلک بین عذاب الدنیا و عذاب الآخرۃ فاختارا عذاب الدنیا** ۔ اس بات پر ان کو عذاب دنیا اور عذاب آخرت میں اختیار دیا گیا تو انہوں نے دنیا کا عذاب اختیار کیا۔ رواہ احمد وابن حبان فی صحیحہ۔

(مکاشفۃ القلوب عربی ص ۲۸۲)

شراب نوشی کی حد

امام مالک نے ثور بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حد خمر کے متعلق صحابہ سے مشورہ کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میری رائے یہ ہے کہ اسے اسّی کوڑے مارے جائیں کیونکہ جب وہ شراب پیئے گا وہ نشہ میں ہوگا اور جب نشہ میں ہوگا تو بے ہودہ بکے گا اور جب بے ہودہ بکے گا تو افتراء کرے گا لہٰذا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شرابی کو اسّی کوڑے مارنے کا حکم دیا۔

(بہار شریعت جلد نہم ص ۱۰۰)

افیون کھانے کا شرعی حکم

اعلیٰ حضرت بریلوی لکھتے ہیں۔ ''صحیح یہ ہے کہ مائعات مسکرہ یعنی جتنی چیزیں رقیق وسیال ہیں وہ سب شراب ہیں۔ ان کا ہر قطرہ حرام بھی اور پیشاب کی طرح نجس و ناپاک بھی اور ان سے نشے میں شراب کی طرح حد بھی ہے اور صحیح یہ ہے کہ دوا میں بھی ان کا استعمال حرام ہی ہے۔ بخلاف ان چیزوں کے جو بغیر سیال ہونے کے نشہ رکھتی ہیں۔ جیسے افیون مشک و زعفران وغیرہ کہ یہ ناپاک نہیں اور بقدر سکر مطلقاً حرام ہیں۔ یونہی بقصد لہو و فساد بھی مطلقاً حرام اگرچہ بقدر سکر نہ ہو۔ ورنہ قلیل مقدار بغرض دوا وغیرہ بے تشبہ فاسقین حلال ہے''۔ (فتاویٰ رضویہ ص ۱۰۲ ج ۱۱)

شراب سے علاج منع ہے

مفتی اعظم ہند مولانا مفتی مصطفیٰ رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں۔ ''مادۂ خر کا دودھ جائز نہیں۔ حرام میں شفا نہیں۔ ہاں اگر طبیب حاذق مسلم غیر فاسق کہے کہ اس مرض کی اب یہی دوا ہے۔ یہی پچھلا علاج ہے تو اس وقت اس کے حق میں وہ حرام نہ ہوگا۔ یعنی بقدر ضرورت اور اس سے شفا کی امید بھی ہوگی۔ بحال اضطرار مضطر کے حق میں قدر ضرورت سے حکم حرمت مرتفع ہو جاتا ہے۔ خود حدیث میں خبیث سے نہی وارد۔ تداوی بالحرام سے ممانعت فرمائی۔ ان کے ساتھ حدیث عرنیین جس میں بول شتر کے دواء استعمال کا حکم موجود بھی نظر میں ہے۔ تو بات وہی ہے کہ احکام حالت اضطرار احکام حالت اختیار سے جدا ہیں۔ علامہ بدرالدین عینی شرح بخاری شریف میں فرماتے ہیں۔ اجابوا عن حدیث العرنیین بانه قد کان للضرورة فلیس فیه دلیل علی انه مباح فی غیر حال الضرورة الخ مضطر کا استثناء خود قرآن عظیم کے ارشاد کریم سے معلوم کہ فرمایا۔ الا ما اضطررتم الیه اور فرمایا فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیه واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ مصطفویہ ص ۵۱۱)

الحمدللہ یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس سے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں حرمتِ شراب کی وضاحت بخوبی ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس سے بچنے کی توفیق بخشے آمین بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(یکم ذوالقعدہ ۱۴۲۸ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چھیالیسواں مقالہ

بدنظری وزناکاری

کی قباحت وشناعت کا بیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدلله ربّ العالمین والصلوٰة والسلام علیٰ رسوله محمد واله واصحابه اجمعین اما بعد: ۔اس مختصر رسالہ میں ''بدنظری وزنا کاری کی قباحت وشناعت'' پر بقدر کفایت روشنی ڈالی گئی ہے۔اللہ تعالیٰ اس سعی کوشرف مقبولیت بخشے اور صدقۂ جاریہ اور ذریعۂ ہدایت بنائے آمین۔

اسلام طہارت پسند دین ہے

اسلام طہارت پسند دین ہے۔صرف بدنی اور ظاہری طہارت ہی اسلام کا مطمع نظر نہیں ہے بلکہ اسلام اخلاقی وروحانی طہارت کا بھی خواہاں ہے۔اسلامی معاشرہ میں بدنظری اور زنا کاری گندگی کی فضاء پیدا کرتی ہیں اس لئے اسلام نے جہاں زنا کوحرام قرار دیا وہاں اس کے پیدا ہونے کے جملہ ذرائع اور وسائل کا بھی سدِ باب کیا ہے۔چند آیات قرآنیہ اور احادیث مبارکہ اسی نقطۂ نظر کے پیش نظر پیش کی جارہی ہیں۔وباللہ التوفیق۔

آیات کریمہ

(۱) اللہ تعالیٰ ارشادفرماتا ہے۔ **والذین لایدعون مع الله الهاً اخر ولا یقتلون النفس التی حرم الله الا بالحق ولا یزنون ومن یفعل ذلک یلق اثاماً یضاعف له العذاب یوم القیامة ویخلدفیه مهاناً الامن تاب وامن وعمل عملاً صالحاً فاولٰئک یبدل الله سیاتهم حسنات وکان الله غفوراً رحیماً**۔اور وہ لوگ جواللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کونہیں پوجتے اور اس جان کوجس کواللہ نے حرمت دے رکھی ہے ناحق نہیں مارتے اور بدکاری نہیں کرتے اور جو یہ کام کرے وہ سزا پائے گا بڑھایا جائے گا اس پرعذاب قیامت کے دن اور وہ ہمیشہ اس میں ذلت سے رہے گا مگر جوتوبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے تو ایسوں کی برائیوں کواللہ بھلائیوں سے بدل دے گا اور اللہ بخشنے والامہربان ہے۔ (پ۱۹رکوع۴)

(۲) اللہ تعالیٰ ارشادفرماتا ہے۔ **ولا تقربوا الفواحش ماظهر منها ومابطن**۔اور بے حیائیوں کے پاس نہ جاؤ جوان میں کھلی ہیں اور جو چھپی۔ (پ۸۔رکوع۶)

اس سے معلوم ہوا کہ جوکام زنا کا سبب بنتے ہیں ان سے بھی بچنا فرض ہے مثلاً اجنبیہ سے خلوت، بے پردگی،

باریک لباس، بے حجابانہ بلا جھجک غیر محرموں سے گفتگو، غیر محرموں کے ساتھ سفر اور بدنظری وغیرہا۔ اللہ تعالیٰ توفیقِ عمل بخشے آمین۔

(۴) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ والذین هم لفروجهم حافظون الا علی ازواجهم اوما ملکت ایمانهم فانهم غیر ملومین فمن ابتغیٰ ورآء ذلک فاولئک هم العادون ۔ اور وہ (ایمان والے مراد کو پہنچے) جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی بیبیوں یا شرعی باندیوں پر جو ان کے ہاتھوں کی ملک ہیں کہ ان پر کوئی ملامت نہیں تو جو ان دو کے سوا کچھ اور چاہے وہی حد سے بڑھنے والے ہیں۔ (پ ۱۸۔ رکوع ۱) (پ ۲۹۔ رکوع ۷)

اس سے معلوم ہوا کہ شہوت پوری کرنے کے لئے صرف بیوی اور لونڈی ہیں۔ باقی تمام ذرائع مثلاً متعہ، اغلام اور جلق وغیرہا حرام ہیں مجبوری کی حالت میں روزے رکھے کہ اس سے شہوت کا زور ٹوٹ جائے گا۔ (نور العرفان)

(۵) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ الزانیة والزانی فاجلدو اکل واحدمنهما مائة جلدة ولا تاخذ کم بهما رافة فی دین الله ان کنتم تؤمنون بالله والیوم الآخر ولیشهد عذابهما طائفة من المؤمنین ۔ (ترجمہ) جو عورت بدکار ہو اور جو مرد بدکار ہو تو ان میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ اور تمہیں ان پر ترس نہ آئے اللہ کے دین میں اگر تم ایمان لاتے ہو اللہ اور پچھلے دن پر اور چاہیے کہ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کا ایک گروہ حاضر ہو۔ (پ ۱۸۔ رکوع ۷)

یہاں زانی اور زانیہ سے مراد وہ ہیں جو محصن نہ ہوں کیونکہ محصن زانی کی سزا سنگسار کرنا ہے یعنی پتھر مار مار کر ہلاک کرنا، اور محصن سے مراد وہ شخص ہے۔ جو مسلمان آزاد بالغ ہو اور صحیح نکاح سے اپنی بیوی سے صحبت کر چکا ہو۔ (نور العرفان)

احادیث مبارکہ

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ لا یزنی الزانی حین یزنی وهو مؤمن فایاکم وایاکم ۔ زانی جب زنا کرتا ہے تو وہ اس حالت میں ایمان والا نہیں ہوتا سو تم اس سے بچو۔ متفق علیہ۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۵ ج ۱)

شیخ عبید الضریر لکھتے ہیں۔ قال النووی رحمہ اللہ القول الصحیح فی معناہ لایفعل ھذہ المعاصی وھو کامل الایمان ۔اس حدیث کے معنی میں صحیح قول یہ ہے کہ زنا وغیرہ معاصی کے ارتکاب کے وقت مرتکب کامل الایمان نہیں ہوتا۔ (نزھۃ الناظرین ص ۲۰۴)

(۲) انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اذا زنیٰ العبد خرج منہ الایمان فکان فوق رأسہ کالظلۃ فاذا خرج من ذلک العمل رجع الیہ الایمان ۔جب کوئی بندہ زنا کرتا ہے تو اس کا ایمان اس کے دل سے نکل کر اس کے سر کے اوپر سایہ کی طرح ہو جاتا ہے۔ پھر جب وہ اس کام سے نکلتا ہے تو ایمان اس کی طرف لوٹ آتا ہے۔ رواہ الترمذی وابوداؤد۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۶ ج ۱) ورواہ السیوطی عن ابی داؤد والحاکم وصححہٗ۔

(جامع صغیر جلد اول ص ۳۷)

(۳) حضرت شریک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ من زنیٰ خرج منہ الایمان فان تاب تاب اللہ علیہ ۔جو شخص زنا کرے اس کے دل سے ایمان نکل جاتا ہے۔ پھر اگر وہ توبہ کرے تو اللہ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔ رواہ الطبرانی وحسنہٗ السیوطی۔

(جامع صغیر ص ۲۷ اج ۲)

(۴) اور حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ من زنیٰ او شرب الخمر نزع اللہ منہ الایمان کما یخلع الانسان القمیص عن رأسہ۔جب کوئی شخص زنا کرتا ہے یا شراب پیتا ہے تو اللہ اس کے دل سے ایمان اس طرح اتار لیتا ہے جس طرح کوئی انسان اپنے سر سے قمیص اتار لیتا ہے۔ رواہ الحاکم وصححہٗ السیوطی۔ (جامع صغیر جلد دوم ص ۱۷۲)

(۵) انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اذا اراد اللہ بقریۃ ھلاکاً اظھر فیھم الزنا۔ جب اللہ کسی بستی کے ہلاک کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ اس کے بسنے والوں میں زنا ظاہر کرتا ہے۔ رواہ الدیلمی فی مسند الفردوس وضعفہٗ السیوطی۔ (جامع صغیر ص ۱۸ ج ۱)

(۶) حضرت ھیثم بن مالک الطائی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مامن ذنب بعد الشرک اعظم عند اللہ من نطفۃ وضعھا رجل فی رحم لایحل لہ۔شرک کے بعد کوئی گناہ اللہ کے نزدیک اس سے زیادہ بڑا نہیں کہ کوئی مرد اپنا نطفہ اس بچہ دانی میں رکھے

جو اس کے لئے حلال نہیں ہے۔ رواہ ابن ابی الدنیا والسیوطی۔ (جامع صغیر ص ۱۵۰ ج ۲)

(۷) حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ان الزناة یأتون تشتعل وجوههم نارا۔ بلاشبہ زنا کار لوگ اس حال میں آئیں گے کہ ان کے چہروں پر آگ کے شعلے بس رہے ہوں گے۔ رواہ الطبرانی وضعفہ السیوطی۔ (جامع صغیر ص ۸۰ ج ۱)

(۸) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ایاکم والزنا فان فیه اربع خصال یذهب البهاء عن الوجه ویقطع الرزق ویسخط الرحمن والخلود فی النار۔ زنا سے بچو کیونکہ اس میں چار باتیں ہیں۔ زنا چہرہ کی رونق ختم کر دیتا ہے اور رزق میں کمی پیدا کرتا ہے اور رحمٰن کو ناراض کرتا ہے اور دوزخ میں ہمیشہ رہنے کا باعث بنتا ہے۔ رواہ الطبرانی وابن عدی وضعفہ السیوطی۔ (جامع صغیر ص ۱۱۷ ج ۱)

(۹) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ المقیم علی الزنا کعابد وثن۔ زنا پر جما رہنے والا بت کی پوجا کرنے والے کی طرح ہے رواہ الخرائطی فی مساوئ الاخلاق وابن عساکر وضعفہ السیوطی۔ (جامع صغیر ص ۱۸۶ ج ۲)

(۱۰) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اذا ظهرت الفاحشة کانت الرجفة واذا جار الحکام قل المطر واذا غدر باهل الذمة ظهر العدو۔ جب زنا کاری ظاہر ہوتی ہے زلزلہ آتا ہے اور جب حاکم ظلم کرتے ہیں بارشیں کم ہو جاتی ہیں اور جب ذمیوں سے خیانت برتی جاتی ہے دشمن غالب ہو جاتا ہے۔ رواہ الدیلمی فی مسند الفردوس وضعفہ السیوطی۔ (جامع صغیر ص ۳۱ ج ۱)

(۱۱) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اذا ظهر الزنا والربا فی قریة فقد احلوا بانفسهم عذاب الله۔ جب کسی بستی میں زنا اور سود ظاہر ہوتے ہیں تو اس کے رہنے والے اپنے لئے اللہ کے عذاب کو حلال کر دیتے ہیں۔ رواہ الطبرانی والحاکم وصححہ السیوطی۔ (جامع صغیر ص ۳۱ ج ۱)

(۱۲) حضرت عثمان ابن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ آدھی رات کے وقت آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں تو ایک منادی کرنے والا یہ منادی کرتا

ہے۔ آیا کوئی دعا مانگنے والا ہے کہ اس کی دعا قبول کی جائے؟ آیا کوئی سوالی ہے کہ اس کا سوال پورا کیا جائے؟ آیا کوئی مصیبت زدہ ہے کہ اس کی مصیبت دور کی جائے؟ **فلا یبقیٰ مسلم یدعو بدعوۃ الا استجاب اللہ الا زانیۃ تسعی بفرجھا او عشاراً۔** پھر کوئی مسلمان باقی نہیں ہوتا کہ وہ کوئی دعا مانگے مگر اللہ اس کی دعا قبول کرتا ہے سوائے زنا کار عورت کے جو اپنی شرمگاہ سے بدکاری کی کوشش کرتی ہے یا سوائے عشار کے۔ رواہ الطبرانی وحسنہ السیوطی۔ (جامع صغیر ص۱۳۲ ج۱)

(۱۲) حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **مامن قوم یظھر فیھم الزنا الا اخذ وابا لسنۃ ومامن قوم یظھر فیھم الرشا الا اخذوا بالرعب۔** کسی قوم میں زنا ظاہر نہیں ہوتا مگر وہ قحط سالی میں مبتلاء کر دی جاتی ہے اور کسی قوم میں رشوت ظاہر نہیں ہوتی مگر وہ دشمن کے رعب کے غلبہ میں مبتلاء کر دی جاتی ہے۔ رواہ احمد۔ (مشکوٰۃ ص۴۱ ج۲)

(نوٹ) یہ حدیث امام سیوطی نے جامع صغیر جلد دوم ص۱۵۲ میں نقل کی ہے لیکن ان کی روایت میں الزنا کی جگہ الربا ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۱۴) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **النظرۃ سھم مسموم من سھام ابلیس فمن غض بصرہ عن محاسن امرأۃ اورث اللہ فی قلبہ حلاوۃ الی یوم القیامۃ۔** بری نظر شیطان کے تیروں میں سے ایک زہر آلود تیر ہے۔ پھر جو شخص کسی عورت کی خوبیاں دیکھنے سے اپنی نظر پست کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے دل میں قیامت کے روز تک حلاوت پیدا فرمائے گا۔ (مکاشفۃ القلوب ص۲۹۰)

(۱۵) اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **من زنی زنی بہ ولو بحیطان دارہ۔** جو شخص زنا کرے اس کے ساتھ زنا کیا جائے گا اگرچہ وہ اس کے گھر کی دیوروں کے ساتھ ہو۔ رواہ ابن النجار وصححہ السیوطی۔ (جامع صغیر ص۱۷۲ ج۲)

بوڑھا زانی

یوں تو زنا ہر شخص سے گناہ کبیرہ ہے لیکن بوڑھے شخص کا یہ عمل اللہ تعالیٰ کی زیادہ ناراضگی کا باعث ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **اربعۃ یبغضھم اللہ البیاع الحلاف والفقیر المختال والشیخ الزانی والامام**

الجائر۔ اللہ تعالیٰ ان شخصوں سے دشمنی رکھتا ہے زیادہ قسمیں کھا کر شئے بیچنے والا شخص اکڑ خانی کرنے والا مسکین۔ بوڑھا زنا کار اور ظلم کرنے والا حاکم۔ رواہ النسائی والبیہقی وصححہ السیوطی۔ (جامع صغیر ص ۳۸ ج ۱)

اور بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ان السموات السبع والارضین السبع والجبال لتعلن الشیخ الزانی وان فروج الزناۃ لیؤذی اھل النار نتن ریحھا۔ بلاشبہ سات آسمان اور سات زمینیں اور پہاڑ بوڑھے زانی پر لعنت بھیجتے ہیں اور بلاشبہ زناکار لوگوں کی شرمگاہوں کی بدبو دوزخیوں کو اذیت دے گی۔ رواہ البزار وضعفہ السیوطی۔ (جامع صغیر ص ۸۱ ج ۱)

ہمسایہ عورت سے زنا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ۔ اللہ کے نزدیک کونسا گناہ سب سے بڑا ہے؟ فرمایا۔ یہ کہ تو اللہ کا کوئی شریک ٹھہرائے حالانکہ اس نے تجھے پیدا کیا۔ پھر عرض کیا۔ پھر کونسا؟ فرمایا۔ یہ کہ تو اپنی اولاد کو اس ڈر کی بناء پر قتل کرے کہ وہ تیرے ساتھ کھائے گی۔ پھر عرض کیا۔ پھر کونسا؟ فرمایا۔ ان تزنی حلیلۃ جارک۔ یہ کہ تو اپنے ہمسایہ کی بیوی سے زنا کرے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق میں یہ آیت نازل فرمائی والذین لایدعون مع اللہ الھاً اٰخر ولا یقتلون النفس التی حرم اللہ الا بالحق ولا یزنون۔ متفق علیہ۔ (مشکوٰۃ شریف جلد اول ص ۱۵)

اور حضرت عبداللہ بن عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ الزانی بحلیلۃ جارہ لاینظر اللہ الیہ یوم القیامۃ ولا یزکیہ ویقول لہ ادخل النار مع الداخلین۔ جو شخص اپنے ہمسایہ کی بیوی سے زنا کرے قیامت کے روز اللہ اس کی طرف نہیں دیکھے گا اور نہ اس کو ستھرا بنائے گا اور اسے کہے گا دوزخ میں داخل ہونے والوں کے ساتھ تو داخل ہو جا۔ رواہ الخرائطی فی مساوی الاخلاق والدیلمی فی مسند الفردوس وضعفہ السیوطی۔ (جامع صغیر ص ۲۸ ج ۲)

مرد سے بدفعلی

حضرت لوط علیہ السلام کے زمانہ میں مرد سے بدفعلی کا عمل جاری ہوا تو آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم پر ارشاد فرمایا۔ اتاتون الفاحشۃ ماسبقکم بھا من احد من العالمین انکم لتاتون الرجال

شھوۃً من دون النسآء بل انتم قوم مسرفون۔ کیا وہ بے حیائی کرتے ہو جو تم سے پہلے جہاں میں کسی نے نہ کی؟ تم عورتیں چھوڑ کر مردوں کے پاس شہوت سے جاتے ہو۔ بلکہ تم لوگ حد سے گزرنے والے ہو۔ قوم نے اس کے جواب میں ایک دوسرے کو کہا۔ اخرجوھم من قریتکم انھم اناس یتطھرون۔ ان کو اپنی بستی سے نکال دو۔ یہ لوگ تو پاکیزگی چاہتے ہیں۔ (پ ۸۔ رکوع ۱۷)

جب لوط علیہ السلام کی تبلیغ پر قوم نے عمل کرنا چھوڑا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب نازل فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ فلما جآء امرنا جعلنا عالیھا سافلھا وامطرنا علیھا حجارۃ من سجیل منضود مسومۃ عند ربک۔ پھر جب ہمارا حکم آیا ہم نے اس بستی کے اوپر کو اس کا نیچا کر دیا اور اس پر کنکر کے پتھر لگاتار برسائے جو نشان کیے ہوئے تیرے ربّ کے پاس ہیں۔ (پ ۱۲ رکوع ۷)

یعنی ان پانچ بستیوں کا تختہ الٹ دیا۔ ان میں بڑا شہر سدوم تھا۔ ان کی کل آبادی چار لاکھ تھی۔ جبریل علیہ السلام نے ان شہروں کے نیچے ہاتھ ڈال کر اتنا اونچا اٹھایا کہ وہاں کے مرغوں کی آوازیں آسمان پر پہنچنے لگیں اور ایسا اچانک اٹھایا کہ برتنوں کا پانی تک نہ چھلکا سونے والے جاگ نہ سکے۔ پھر وہاں سے اوندھا کر کے انہیں زمین پر گرایا۔ اعاذنا اللہ تعالیٰ منہ۔ (نور العرفان وخزائن العرفان)

مرد سے بدفعلی کے عمل کو شریعت محمدیہ علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام میں بھی سخت حرام قرار دیا گیا۔ چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ان اخوف ما اخاف علی امتی عمل قوم لوط۔ میں اپنی امت کے بارہ میں جس بات سے سب سے زیادہ ڈرتا ہوں وہ لوط کی قوم کا عمل (یعنی مرد سے بدفعلی) ہے رواہ الترمذی وابن ماجۃ عن جابر رضی اللہ عنہ۔ (مشکوٰۃ شریف جلد دوم ص ۴۱)

اور حضرت ابن عباس و ابوھریرہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ملعون من عمل عمل قوم لوط۔ جو شخص لوط کی قوم کا عمل یعنی مرد سے بدفعلی کرے وہ لعنتی ہے رواہ رزین اور دوسری روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس بدفعلی کے مرتکب دونوں شخصوں کو جلانے کا حکم دیا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان پر دیوار گرانے کا حکم دیا۔

(مشکوٰۃ شریف جلد دوم ص ۴۱)

عارف باللہ نابلسی رحمۃ اللہ علیہ لواطت کا حکم بدیں الفاظ لکھتے ہیں۔ فانھا ای اللواطۃ حرام کالزنا مطلقاً ویکفر باللہ تعالیٰ مستحل اللواطۃ وقال ابن عباس رضی اللہ

عنهما ينظر اعلا شاهق بالقرية فيلقى منه منكوساً ثم يتبع بالحجارة وبه قال الامام ابو حنيفة رحمه الله تعالیٰ۔ بلاشبہ لواطت زنا کی طرح مطلقاً حرام ہے اور اس کو حلال جاننے والا کافر ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جو شخص لواطت کا مرتکب ہو اسے بستی کی سب سے اونچی چوٹی سے اوندھا گرایا جائے اور اس پر پتھر برسائے جائیں اور یہی حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی قول ہے۔

(الحدیقۃ الندیہ جلد دوم ص ۴۸۵)

جانور سے بدفعلی

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اربعة يصبحون فى غضب الله ويمسون فى سخط الله قلت من هم يارسول الله قال المتشبهين من الرجال بالنسآء والمتشبهات من النسآء بالرجال والذى يأتى البهيمة والذى ياتى الرجال ۔ چار شخص اللہ کے غضب میں صبح کرتے ہیں اور اللہ کی ناراضگی میں شام کرتے ہیں۔ وہ مرد جو عورتوں سے مشابہت کرتے ہیں، وہ عورتیں جو مردوں سے مشابہت کرتی ہیں، وہ شخص جو چوپایہ سے بدفعلی کرتا ہے اور وہ شخص جو مرد سے بدفعلی کرتا ہے۔ رواہ الطبرانی والبیھقی۔

(الحدیقۃ الندیہ جلد دوم ص ۴۸۸)

مشت زنی

عارف باللہ عبدالغنی نابلسی لکھتے ہیں۔ واما الاستمناء فحرام لورود النهى عنه لقوله صلے الله عليه وسلم ناكح اليد ملعون ۔ اور مشت زنی حرام ہے کیونکہ شرع میں اس سے ممانعت وارد ہوئی ہے کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ہاتھ سے شہوت رانی کرنے والا لعنتی ہے۔

(الحدیقۃ الندیہ جلد دوم ص ۴۹۱)

عورت کی عورت سے بدفعلی

حضرت ابوضحرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

کان اللواط فی قوم لوط فی النسآء قبل ان یکون فی الرجال باربعین سنۃ۔ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم میں مردوں میں لواطت پیدا ہونے سے چالیس سال پہلے ان کی عورتوں میں پیدا ہوئی تھی رواہ ابن ابی الدنیا اور حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ سحاق النسآء زنا بینھن ۔ عورت سے عورتوں کی بدفعلی ان کے درمیان زنا ہے رواہ البیھقی فی السنن۔

عارف باللہ نابلسی اس کی شرح میں لکھتے ہیں۔ سوائے اس کے نہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس فعل کو حرام ہونے کی وجہ سے زنا کا نام دیا ورنہ اس فعل میں زنا کی حد جاری نہیں ہوگی۔

(الحدیقۃ الندیہ ص ۴۸۷ ج ۲)

بدنظری

(۱) حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے آدمی کے لئے زنا سے اس کا جو حصہ (تقدیر میں) لکھا ہے وہ اسے ہر حال میں پاتا ہے فزنا العین النظر وزنا اللسان النطق والنفس تمنی وتشتھی و الفرج یصدق ذلک ویکذبہ۔ سو آنکھ کا زنا (شہوت سے) دیکھنا ہے اور زبان کا زنا (شہوت سے) بولنا ہے اور نفس آرزو اور خواہش کرتا ہے اور شرمگاہ اس کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے۔ متفق علیہ۔ (مشکوٰۃ شریف جلد اول ص ۱۸)

(۲) اور انہی سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ آدمی کے لئے زنا سے اس کا جو حصہ (تقدیر میں) لکھا ہے وہ اسے ہر حال میں پانے والا ہوتا ہے تو دو آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے اور دو کانوں کا زنا سننا ہے اور زبان کا زنا گفتگو کرنا ہے اور ہاتھوں کا زنا پکڑنا ہے اور پاؤں کا زنا چلنا ہے اور دل خواہش و تمنا کرتا ہے اور اس بات کی تصدیق اور تکذیب شرمگاہ کرتی ہے۔ رواہ مسلم۔

(مشکوٰۃ شریف جلد اول ص ۱۸)

(۳) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اچانک نظر پڑ جانے کے بارہ میں پوچھا تو آپ نے مجھے یہ حکم دیا کہ میں اپنی نظر پھیر لیا کروں رواہ مسلم۔

(مشکوٰۃ شریف جلد دوم ص ۴)

(۴) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ یا علی لاتتبع النظرۃ النظرۃ فان لک الاولی ولیست لک الاخرۃ ۔اے علی ایک نظر کے پیچھے دوسری نظر نہ لگاؤ کیونکہ تیرے لئے پہلی نظر ہے اور تیرے لئے دوسری نظر نہیں ہے۔ رواہ احمد والترمذی وابوداؤد والدارمی۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۳ ج ۲)

(۵) حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ما من مسلم ینظر الی محاسن امرأۃ اول مرۃ ثم یغض بصرہ الا احدث اللہ لہ عبادۃ یجد حلاوتھا ۔کوئی مسلمان کسی عورت کی خوبیاں دیکھتا ہے پھر اپنی آنکھیں بند کر لیتا ہے مگر اللہ اس لئے ایسی عبادت پیدا کرتا ہے جس کی لذت وہ محسوس کرتا ہے۔ رواہ احمد۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۴ ج ۲)

(۶) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ایما امرأۃ استعطرت ثم خرجت فمرت علی قوم لیجدوا ریحھا فھی زانیۃ وکل عین زانیۃ۔ جو بھی عورت عطر لگائے پھر نکلے اور کسی قوم کے پاس سے گزرے تاکہ وہ اس کی خوشبو پائیں تو وہ زانیہ ہے اور ہر آنکھ زانیہ ہے۔ رواہ احمد والنسائی وصححہٗ السیوطی۔

(جامع صغیر جلد اول ص ۱۱۹)

(۷) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اضمنوا لی ستاً من انفسکم اضمن لکم الجنۃ اصدقوا اذا حدثتم واوفوا اذا وعدتم وادّوا اذا ائتمنتم واحفظوا فروجکم وغضوا ابصارکم وکفوا ایدیکم تم اپنی طرف سے مجھے چھ کاموں کی ضمانت دو میں تمہیں اپنی طرف سے جنت کی ضمانت دوں گا۔ جب بات کرو تو سچ بولو اور جب وعدہ کرو تو اسے پورا کرو اور جب تمہیں امانت سونپی جائے تو تم اسے ادا کرو اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو اور اپنی نظروں کو نیچا رکھو اور اپنے ہاتھوں کو روکو۔ رواہ احمد وابن حبان والحاکم وصححہٗ السیوطی۔ (جامع صغیر جلد اول ص ۴۴)

عورت کا اپنے گھر کے اندر رہنا

بدکاری اور بدنظری کی روک تھام کے لئے شرع شریف نے عورتوں کو اپنے گھروں میں رہنے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ **وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاهلية الاولیٰ واقمن الصلوٰة واٰتين الزكوٰة واطعن الله ورسولهٗ** ۔اور (اے نبی کی بیبیو) تم اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور بے پردہ نہ رہو جیسے اگلی جاہلیت کی بے پردگی اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اللہ کے رسول کا حکم مانو۔ (پ۲۲ رکوع ۱)

اس سے معلوم ہوا کہ عورت پر پردہ فرض ہے اور بلا عذر گھر سے نکلنا حرام ہے کہ جب مسلمانوں کی ماؤں کو پردہ اور گھر میں رہنے کا حکم دیا گیا ہے تو دوسری عورتیں کس شمار میں ہیں۔ (نور العرفان)

اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **اقرب ماتكون المرأة من وجه ربها اذا كانت فی قعر بيتها وان صلاتها فی صحن دارها افضل من صلاتها فی المسجد وصلاتها فی بيتها افضل من صلاتها فی صحن دارها وصلاتها فی مخدعها افضل من صلاتها فی بيتها** ۔عورت جب اپنے گھر کے اندر ہوتی ہے تو وہ اپنے ربّ کے زیادہ قرب میں ہوتی ہے اور بلا شبہ اس کے گھر کے صحن میں اس کی نماز مسجد میں اس کی نماز سے افضل ہے اور بلا شبہ اس کے گھر کے اندر اس کی نماز اس کے گھر کے صحن میں اس کی نماز سے بہتر ہے اور بلا شبہ اس کے گھر کے اندرونی کمرے میں اس کی نماز اس کے گھر کے اندرونی حصہ میں اس کی نماز سے بہتر ہے۔

(مکاشفۃ القلوب ص ۲۹۰)

الغرض عورتوں کے لئے اپنے گھروں میں رکا رہنا فرض ہے اور بے عذر شرعی نکلنا یا سفر کرنا منع ہے یہی وجہ ہے کہ عورتوں پر مسجد میں جا کر نماز پنجگانہ اور نماز جمعہ با جماعت پڑھنے کی ممانعت ہے اللہ تعالیٰ آج کل کی مسلمان عورتوں کو شرعی احکام پر چلنے کی توفیق بخشے آمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۱۰ ذوالقعدہ ۱۴۲۸ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سینتالیسواں مقالہ

اپریل فول ڈے

منانے کی حرمت کا بیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوال: عرض ہے کہ یکم اپریل کے دن عموماً لوگ ایک دوسرے کو پریشان کرنے کے لئے جھوٹی افواہیں اڑا دیتے ہیں یا کسی شخص کو حیران کرنے کے لئے ایسی بات پھیلا دیتے ہیں جو بالکل جھوٹ پر مبنی ہوتی ہے۔ اس طرح دوسرے کو پریشانی و حیرانی میں مبتلاء کر کے خود خوش ہوتے ہیں۔ اس دن عام لوگوں کے اس معمول کی وجہ سے یکم اپریل کو ''فول ڈے'' (بے وقوف بنانے کا دن) کہا جاتا ہے۔ تو کیا ایسا کرنا کسی بھی صورت میں جائز ہے؟ نیز یہ بات فرنگی معاشرے کا ایک اہم جزو بھی ہے یا ان کی ایک رسم ہے جس کا تاریخی پس منظر ہے کہ انگریز اس دن طرح طرح کے چکر چلا کر مسلمانوں کو ذلیل و رسوا کرتے ہیں۔ جس کی کسی بھی مذہب میں مثال نہیں ملتی۔ (پیش کردہ راجہ محمد اکمل خان ولد حاجی اکرم خان۔ اکمل بوٹ ہاؤس گل پور شہر ضلع کوٹلی آزاد کشمیر بتاریخ ۲۱ فروری ۲۰۰۲ء)

الجواب بتوفیق الملک الوهاب عزوجل

جھوٹ بولنا۔ جھوٹی افواہ پھیلانا، کسی کو حیران و پریشان کرنے کے لئے جھوٹی خبر اڑانا، لوگوں کو ہنسانے کے لئے جھوٹی باتیں سنانا یا جھوٹ بولنا، ہنسی مذاق میں جھوٹ بولنا یا جھوٹا وعدہ کرنا یہ سب باتیں شرعاً حرام اور گناہ کبیرہ ہیں۔ چونکہ سوال میں پیش کی ہوئی باتیں بھی جھوٹ کی انہی اقسام سے ہیں اس لئے یکم اپریل کے دن ''فول ڈے'' منانا قطعاً حرام ہوگا۔ اللہ تعالیٰ غیر مسلم کی اس طرح کی ناجائز رسموں پر چلنے سے ہمارے مسلمانوں کو بچائے آمین بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم۔
افادۂ عامۃ المسلمین کے لئے قدرے تفصیل عرض کی جاتی ہے وباللہ التوفیق۔

دورِ حاضر میں جھوٹ کی کثرت ہے

حضرت مولانا محمد افضل کوٹلوی (جامعہ قادریہ رضویہ۔ محلہ مصطفےٰ آباد۔ فیصل آباد) اپنے مضمون ''جھوٹ'' میں رقمطراز ہیں۔ ''انسان کے اخلاق ذمیمہ میں سے سب سے بری اور مذموم عادت جھوٹ بولنا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ جھوٹ جتنا مذموم عمل ہے اتنا ہی آج کل عام بھی ہے۔ ہماری معاشرتی برائیوں

میں جھوٹ ایک ایسی برائی ہے جو ہر جگہ نظر آتی ہے۔ گھر ہو یا بازار۔ دفتر ہو یا دکان۔ سیاست ہو یا صحافت کوئی گوشۂ زندگی ایسا نظر نہیں آتا جہاں جھوٹ ڈیرے ڈالے نظر نہ آتا ہو۔ گوئبلز نے کہا تھا کہ اتنا جھوٹ بولو کہ رفتہ رفتہ وہ سچ معلوم ہونے لگے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ پوری دنیا گوئبلز کے اسی مقولہ پر عمل پیرا ہے۔ آج زندگی کی کامیابی کا راز بھی جھوٹ میں پوشیدہ سمجھا جاتا ہے اور یہ بات بھی عام سننے میں آتی ہے کہ اس دور میں دیانتدار اور سچے انسان کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔ یہ سب باتیں محض اس لئے سننے میں آتی ہیں کہ ہم نے اسلامی تعلیمات کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ اگر ہم نے اسلام کی تعلیمات کو اپنایا ہوتا تو آج ہمارے معاشرہ میں جھوٹوں کے لئے کوئی جگہ نہ ہوتی۔

اسلام کی لغت میں لعنت سخت ترین لفظ ہے۔ اس کے معنے ہیں رحمت سے دوری اور محرومی۔ قرآن پاک نے اس لفظ (لعنت) کا مستحق شیطان کو ٹھہرایا ہے۔ اس کے بعد یہودیوں، کافروں اور منافقوں کو لعنت کی وعید سنائی ہے لیکن کسی مسلمان کے لئے لعنت کا لفظ سوائے جھوٹے کے استعمال نہیں کیا گیا۔ اس سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ جھوٹ بولنا کتنا بڑا گناہ ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جھوٹ کو منافقوں کی نشانی فرمایا ہے۔ بلکہ قرآن پاک نے یہاں تک فرمایا ہے۔ **انما یفتری الکذب الذین لایؤمنون** ۔ جھوٹی باتیں وہی بناتے ہیں جو ایمان نہیں رکھتے۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **یطبع المؤمن علی الخلال کلها الا الخیانة والکذب** ۔ ہر خصلت مسلمان میں ہو سکتی ہے سوائے خیانت اور جھوٹ کے۔ رواہ احمد بن حنبل عن ابی امامۃ رضی اللہ عنہ (الحدیقۃ الندیہ جلد دوم ص ۲۰۲)

تو گویا جھوٹ اور خیانت ایمان کی ضد ہیں۔ جہاں ایمان ہوگا وہاں جھوٹ اور خیانت کا ہونا ناممکن ہے۔ لیکن کس قدر افسوس کی بات ہے کہ آج کل مسلمان کہلانے والے ہی جھوٹ اور خیانت کے عادی ہو گئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ جھوٹ بولنے والوں اور خیانت کرنے والوں کا دعویٰ اسلام محض زبانی ہے۔

صحیحین میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''**وایاکم والکذب فان الکذب یهدی الی الفجور وان الفجور یهدی الی النار ومایزال الرجل یکذب ویتحری الکذب حتی یکتب عندالله کذاباً** ۔ اور جھوٹ سے بچو کیونکہ جھوٹ گناہ کی طرف لے جاتا ہے اور

گناہ دوزخ میں۔ اور آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے تو وہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔ اور ایک اور روایت میں ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ جنت میں لے جانے والا کام کیا ہے۔ فرمایا سچ بولنا۔ جب بندہ سچ بولتا ہے تو نیکی کا کام کرتا ہے اور جو نیکی کا کام کرتا ہے وہ ایمان سے بھرپور ہوتا ہے اور جو ایمان سے بھرپور ہوتا ہے وہ جنت میں داخل ہوتا ہے۔ اس شخص نے پھر عرض کیا۔ یا رسول اللہ دوزخ میں لے جانے والا عمل کیا ہے؟ فرمایا جھوٹ بولنا۔ جب بندہ جھوٹ بولے گا تو گناہ کے کام کرے گا۔ اور جب گناہ کے کام کرے گا تو کفر کرے گا اور جو کفر کرے گا وہ دوزخ میں جائے گا''۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جھوٹ حد سے بڑھ جائے تو وہ کفر بن سکتا ہے۔ اور صحیح بخاری شریف میں ہے کہ شب معراج رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ایک شخص کھڑا ہے اور اس کے ہاتھ میں لوہے کا آنکڑا ہے۔ ایک اور شخص بیٹھا ہوا ہے۔ کھڑا شخص لوہے کا آنکڑا بیٹھے ہوئے شخص کے منہ میں ڈال کر اس کا ایک طرف کا کلہ چیرتا ہے یہاں تک کہ وہ پشت تک چر جاتا ہے پھر دوسرے کلے کو بھی اسی طرح چیرتا ہے۔ آپ نے جبرائیل سے دریافت فرمایا کہ یہ کون ہے؟ جبرائیل نے عرض کیا۔ یہ کذاب (بڑا جھوٹا) ہے۔ یہ اتنا جھوٹ بولتا ہے کہ ساری دنیا میں مشہور ہو جاتا ہے اس کو قیامت تک ایسا ہی عذاب ملتا رہے گا۔

آج ہم ذرا ذرا سی بات پر جھوٹ بولنے کے عادی ہو گئے ہیں۔ جھوٹ ہمارے معمولات زندگی میں اس طرح شامل ہو چکا ہے کہ جھوٹ بولتے ہوئے ہمیں احساس تک نہیں ہوتا کہ ہم جھوٹ بول رہے ہیں۔ مثلاً ایک ملازم اپنے محکمہ سے چھٹی لینا چاہتا ہے تو وہ چھٹی لینے کے لئے علالت کا عذر پیش کرتا ہے حالانکہ وہ بیمار نہیں ہوتا تو اس کا جھوٹا عذر پیش کرنا ہی جھوٹ ہے۔ عام طور پر والدین بچوں سے جھوٹے وعدے کرتے ہیں تو یہ بھی جھوٹ کے زمرے میں آتا ہے۔ بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی صاحب کو باہر دروازہ پر کوئی صاحب آواز دیتے ہیں تو صاحب خانہ اپنے بچے کو بھیج کر کہلوا دیتا ہے کہ ابا جان گھر میں نہیں۔ ایسا کرنے سے ایک طرف تو اس شخص نے خود جھوٹ بولا اور دوسری طرف اپنے بچے کو جھوٹ بولنے کی ترغیب دی۔ بچوں کو یہ کہہ کر ڈرانا کہ بلی آ گئی۔ ہوا آ گیا۔ یہ بھی جھوٹ میں شامل ہے۔ ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ جب وہ کسی سے ملنے جائیں اور صاحب خانہ ان سے کچھ کھانے پینے کے لئے کہے تو وہ تصنع اور بناوٹ سے کہہ دیتے ہیں کہ مجھے خواہش نہیں یا میں کھا کے آیا ہوں حالانکہ

حقیقت اس کے برعکس ہوتی ہے۔تو ان کا ایسا کرنا بھی جھوٹ میں شامل ہے۔ایک دفعہ ایک عورت نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔یا رسول اللہ میری ایک پڑوسن ہے اگر میں اس کے سامنے یہ ظاہر کروں کہ مجھے شوہر نے یہ کچھ دیا ہے اور حقیقت میں ایسا نہ ہو۔تو کیا یہ بھی گناہ ہے۔فرمایا جتنا کسی کو نہیں دیا گیا اس سے بڑھا کر بتانے والا جھوٹ کے دو جامے پہننے والے کی طرح ہے۔جھوٹ کے دو جاموں سے مراد یہ ہے کہ ایک جھوٹ یہ ہوا کہ جو چیز اس کو ملی نہیں اس کا ملنا بتا رہا ہے۔اور دوسرا جھوٹ یہ کہ دینے والے نے اس کو جو کچھ دیا نہیں وہ اس کا دینا بتا رہا ہے۔

عالم نہ ہو اور خود کو عالم باور کرائے۔دولت مند نہ ہو اور خود کو دولت مند ظاہر کرے۔کوئی چیز اس کے پاس نہیں وہ چیز اپنے پاس ظاہر کرے یہ سب جھوٹ ہے اور دوسروں کو دھوکا دینا ہے۔بعض لوگ لطف صحبت اٹھانے کے لئے محفل میں خوش گپیوں کے دوران جھوٹے لطیفے گھڑ گھڑ کر سنانے کے عادی ہوتے ہیں حالانکہ اس سے کسی کا نقصان نہیں ہوتا لیکن اسلام نے اس کی ممانعت بھی کر دی ہے۔رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص لوگوں کو ہنسانے کے لئے جھوٹ بولتا ہے۔اس پر افسوس۔اس پر افسوس۔

اسی طرح محض سنی سنائی باتیں بلا تحقیق دوسروں کو بتاتے پھرنے کی بھی ممانعت کی گئی ہے۔اس سے انسان کا سوسائٹی میں اعتبار نہیں رہتا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کو یہ جھوٹ بس ہے کہ جو سنے وہ کہتا پھرے۔ہمیں اللہ جل جلالہٗ اور اس کے پیارے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو ہر وقت پیش نظر رکھنا چاہیے اگر ہم ان تعلیمات پر عمل پیرا ہو جائیں گے تو جھوٹ بولنا چھوڑ دیں گے اس سے ہمارے معاشرہ کی بہت سی برائیاں خود بخود ختم ہو جائیں گی''۔(کتاب ''جنت کی ضمانت'' ص ۱۵)

اپریل فول ڈے منانے کی قباحت وشناعت

حضرت مولانا محمد افضل کوٹلوی کے مندرجہ بالا مضمون سے اپریل ''فول ڈے'' منانے کی قباحت وشناعت بخوبی واضح ہو جاتی ہے۔تاہم اس بارہ میں مزید وضاحت کے لئے چند ارشادات نبویہ بھی پیش کئے جاتے ہیں وباللہ التوفیق۔

(۱) محدث ابویعلی اپنی اسناد کے ساتھ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔لایبلغ العبد صریح الایمان حتی یدع المزاح

والکذب والمرآء وان کان محقاً ۔ بندہ ایمان خالص تک نہیں پہنچتا جب تک کہ وہ مزاح، جھوٹ اور جھگڑے کو نہ چھوڑ دے اگر چہ جھگڑا کرنے میں وہ برحق ہو۔ (الحدیقۃ الندیہ جلد دوم ص ۲۰۲)۔

(۲) اور امام احمد نے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''بندہ پورا مومن نہیں ہوتا جب تک کہ مذاق میں بھی جھوٹ نہ چھوڑ دے اور جھگڑا کرنا نہ چھوڑ دے اگر چہ سچا ہو''۔ (بہار شریعت جلد شانزدہم ص ۱۳۵)

(۳) اور طبرانی معجم اوسط میں اور ضیاء حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لایبلغ العبد حقیقۃ الایمان حتی یخزن من لسانہ بندہ اس وقت تک ایمان کی حقیقت تک نہیں پہنچتا جب تک کہ وہ اپنی زبان کو قابو میں نہ کرے۔

(جامع صغیر جلد دوم ص ۲۰۴ وصحہ)

(۴) اور محدث ابن حبان اپنی اسناد کے ساتھ حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا۔ ان الکذب یسود الوجہ والنمیمۃ عذاب القبر ۔ جھوٹ (جھوٹے شخص کے) چہرہ کو (دنیا و آخرت میں) سیاہ کرتا ہے اور چغل خوری قبر کا عذاب ہے یعنی عذاب قبر کا باعث ہے۔ (الحدیقۃ الندیہ جلد دوم ص ۲۰۳)۔

(۵) امام ترمذی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اذا کذب العبد تباعد عنہ الملک میلاً من نتن ماجآء بہ ۔ جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو اس کی بدبو سے فرشتہ (یعنی کراماً کاتبین) ایک میل دور ہو جاتا ہے۔ (ترمذی جلد دوم ص ۲۷)۔ (مشکوٰۃ جلد دوم ص ۱۲۸ ۔ حدیقہ ندیہ جلد دوم ص ۲۰۳ ۔ بہار شریعت حصہ شانزدہم ص ۱۳۴ ۔ جامع صغیر جلد اول ص ۳۴ وحسنہ وابونعیم فی حلیۃ الاولیآء)

امام عبدالغنی نابلسی اس کی شرح میں لکھتے ہیں۔ اذا کذب العبد ای اتی بکذبۃ واحدۃ فی کلامہ یتباعد عنہ الملک ای یفر ویھرب میلاً والمیل ثلث الفرسخ والملک بلام العہد الذہنی ھو المؤکل بکتابۃ عملہ لایفارقہ اصلاً واذا تبعد ھذا المقدار عنہ رجع الیہ فی الحال من غیر مھلۃ یعنی جب بندہ اپنی کلام میں ایک چھوٹا سا جھوٹ بولتا ہے تو ایک میل تک یعنی فرسخ کی تہائی

مسافت تک اس کا کاتب اعمال فرشتہ بھاگ جاتا ہے۔ پھر فوراً واپس لوٹ آتا ہے۔ (الحدیقۃ الندیہ ج ۲ ص ۲۰۳)

(۶) ابوداؤد حضرت سفیان بن اسید رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ کبرت خیانۃً ان تحدث اخاک حدیثاً ھو لک بہ مصدق وانت لہٗ بہ کاذب"۔ بڑی خیانت کی یہ بات ہے کہ تو اپنے بھائی سے کوئی بات کہے اور وہ تجھے اس بات میں سچا جان رہا ہو اور تو اس سے جھوٹ بول رہا ہو۔ (مشکوۃ ج ۲ ص ۱۲۹ جامع صغیر ج ۲ ص ۹۰)۔

یکم اپریل کے دن فول ڈے منانے والے مسلمان اس حدیث شریف میں غور کریں اور سوچیں کہ ان کا یہ عمل تعلیمات نبویہ کے کس قدر خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب فرمائے آمین۔

(۷) امام احمد و ترمذی و ابوداؤد و دارمی نے بروایت بھز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ روایت بیان کی ہے کہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ویل لمن یحدث فیکذب لیضحک بہ القوم ویل لہ ویل لہ ہلاکت ہے اس شخص کے لئے جو بات کرتا ہے اور لوگوں کو ہنسانے کے لئے جھوٹ بولتا ہے اس کے لئے ہلاکت ہے اس کے لئے ہلاکت ہے (مشکوۃ جلد دوم ص ۱۲۷، بہار شریعت حصہ شانزدہم ص ۱۳۵، جامع صغیر جلد دوم ص ۱۹۷ وصححہ، نزھۃ الناظرین ص ۲۱۲)

(۸) امام بیہقی شعب الایمان میں حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان العبد لیقول الکلمۃ لایقولھا الالیضحک بہ الناس یھوی بھا ابعد بین السمآء والارض وانہ لیزل عن لسانہ اشد مما یزل عن قدمہ یعنی بندہ بات کرتا ہے اور وہ محض اس لئے بات کرتا ہے کہ لوگوں کو ہنسائے اس کی وجہ سے وہ (جہنم کی اتنی گہرائی میں) گرتا ہے جو آسمان و زمین کے درمیان کے فاصلہ سے زیادہ ہے اور زبان کی وجہ سے جتنی لغزش ہوتی ہے وہ اس سے کہیں زیادہ ہے جتنی قدم سے لغزش ہوتی ہے (مشکوۃ ص ۱۲۷ ج ۲، بہار شریعت حصہ شانزدہم ص ۱۳۵)

(۹) امام احمد اور بخاری حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ان العبد لیتکلم بالکلمۃ من رضوان اللہ لا یلقی لھا بالاً یرفعہ اللہ بھا درجات وان العبد لیتکلم بالکلمۃ من سخط اللہ لا یلقی لھا بالاً یھوی بھا فی جھنم یعنی بندہ اللہ کی رضامندی کا کوئی کلمہ بولتا ہے حالانکہ وہ اس میں کوئی وقعت نہیں دیکھتا تو اس کی وجہ

سے اللہ تعالیٰ اس کے درجات بلند کر دیتا ہے اور بندہ اللہ کی ناراضگی کا کوئی کلمہ بولتا ہے حالانکہ وہ اس میں حرج نہیں سمجھتا تو اللہ اس کی وجہ سے اسے جہنم میں ڈال دیتا ہے۔ (جامع صغیر حصہ اول ص ۸۲)

(۱۰) شیخین حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **علیکم بالصدق فان الصدق یهدی الی البروان البریهدی الی الجنة ومایزال الرجل یصدق و یتحری الصدق حتی یکتب عندالله صدیقاً ایاکم والکذب فان الکذب یهدی الی الفجور وان الفجور یهدی الی النار وما یزال الرجل یکذب و یتحری الکذب حتی یکتب عندالله کذاباً** یعنی صدق کو لازم کرلو کیونکہ سچائی نیکی کی طرف لے جاتی ہے اور نیکی جنت کا راستہ دکھاتی ہے آدمی برابر سچ بولتا رہتا ہے اور سچ بولنے کی کوشش کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے نزدیک صدیق لکھ دیا جاتا ہے اور جھوٹ سے بچو کیونکہ جھوٹ فجور کی طرف لے جاتا ہے اور فجور جہنم کا راستہ دکھاتا ہے اور آدمی برابر جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ بولنے کی کوشش کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے نزدیک کذاب لکھ دیا جاتا ہے۔ (بخاری ومسلم)

(۱۱) امام احمد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جھوٹ سے بچو کیونکہ جھوٹ ایمان کا مخالف ہے۔ (بہار شریعت حصہ شانزدہم ص ۱۳۵)

(۱۲) امام احمد حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **ان الرجل لیتکلم بالکلمة لایریدبها باساً لیضحک بها القوم وانهٔ لیقع بها ابعد من السمآء** یعنی بندہ کوئی بات کہتا ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا کہ وہ لوگوں کو ہنسائے تو وہ اس کی وجہ سے جہنم میں آسمان سے زیادہ فاصلہ تک کی مسافت سے گرتا ہے۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد نہم ص ۱۴۹)

(۱۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **من ترک الکذب وهو باطل بنی له فی ربض الجنة ومن ترک المرآء وهو محق بنی له فی وسط الجنة ومن حسن خلقه بنی له فی اعلاها** ۔ جو شخص جھوٹ بولنا چھوڑ دے حالانکہ جھوٹ بولنا ناجائز کام ہے اس کے لئے جنت کے حوالی میں مکان بنایا جائے گا۔ اور جو شخص جھگڑا چھوڑ دے حالانکہ وہ حق پر ہو تو اس کے لئے جنت کے وسط میں مکان بنایا جائے گا اور جو شخص اپنے اخلاق کو اچھا کرے اس کے

لئے جنت کے سب سے اعلیٰ مقام میں مکان بنایا جائے گا۔ رواہ الترمذی۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۲۷ ج ۲)

دعوت غور وفکر

ہم نے یہ بارہ احادیث مبارکہ باحوالہ نقل کی ہیں تاکہ یکم اپریل کے دن فول ڈے (Fool Day) منانے والے مسلمانوں کی ہدایت کا ذریعہ ہو۔ اب اس قسم کے مسلمانوں کو ان احادیث مبارکہ میں غور وفکر کرنی چاہیے اور یکم اپریل کے دن لوگوں کو بے وقوف بنانے کے لئے غلط افواہیں پھیلانے سے بچنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ اس بدعت سیئہ سے بچنے کی توفیق بخشے آمین بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم۔

نصاریٰ کی رسم پر چلنا گمراہی ہے

اپریل فول ڈے منانا انگریزوں کی ایک رسم ہے جیسا کہ سوال میں لکھا گیا ہے تو پھر اس میں دوہرا گناہ ہے۔ ایک تو جھوٹ بولنا، غلط افواہیں اڑانا جو کہ کبیرہ گناہ ہے۔ اور دوسرا نصاریٰ کی بری رسم پر چلنا اور اسے مسلمانوں کے ملک میں رواج دینا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا۔ **لیأتین علی امتی کما اتی علیٰ بنی اسرائیل حذو النعل بالنعل حتی ان کان منهم من اتیٰ امه علانیة لکان فی امتی من یصنع ذلک**۔ میری امت پر ہر وہ بات آئے گی جو بنی اسرائیل پر آئی ہو گی جوتی کے تلوا کی دوسرے تلوا کے ساتھ برابری کی طرح یہاں تک کہ اگر ان میں سے ایک نے اپنی ماں سے اعلانیہ بدکاری کی ہو گی تو میری امت میں بھی کوئی نہ کوئی شخص یہ کام کرے گا۔

(مشکوٰۃ شریف جلد اول ص ۲۷)

آج مسلمانوں کی حالت قابل صد افسوس ہے۔ کیونکہ وہ جو کام بھی انگریزوں کو کرتے ہوئے دیکھتے ہیں اسے فوراً اپنا لیتے ہیں۔ صورت سیرت لباس اخلاق کردار میں آج کل کا فیشن ایبل مسلمان فرنگی تہذیب سے رنگا ہوا نظر آتا ہے۔ علامہ اقبال نے اپنے وقت میں اسی قسم کے مسلمانوں سے کہا تھا

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود

یہ مسلمان ہیں کہ جن کو دیکھ کے شرمائیں یہود

آج اقبال کو دنیا سے پردہ کیے ہوئے ساٹھ سال گزر گئے ہیں اس لئے اس دور میں مسلمانوں کی

حالت اقبال کے دور کے مسلمانوں کی حالت سے بہت ہی گئی گذری ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت دے اور وہ تعلیمات اسلامی پر عمل پیرا ہو کر دنیا و آخرت میں سرخروئی حاصل کریں۔ آمین بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم۔

بے وقوف بنانے کے لئے جھوٹ بولنا منافقین کا طریقہ تھا

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دور میں منافقین مدینہ کا وطیرہ تھا کہ وہ اہل ایمان کو جھوٹ اور جھوٹی قسموں سے بے وقوف بنانے کی کوششیں کیا کرتے تھے۔ پھر اپنی مجالس میں استہزاء کیا کرتے تھے۔ بطور تمثیل ایک واقعہ پیش کیا جاتا ہے کہ غزوہ مریسیع میں جہجاہ غفاری اور سنان جہنی آپس میں لڑ پڑے سنان عبداللہ بن ابی سلول منافق کا حلیف تھا۔ جہجاہ نے مہاجرین کو اپنی مدد کے لئے پکارا اور سنان نے انصار کو۔ ابن ابی سلول نے اس موقع پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین مومنین کی شان میں بہت گستاخانہ بکواسات بکے اور اپنی قوم سے بولا کہ اگر تم لوگ ان مہاجرین کو اپنا جوٹھا کھانا نہ دو تو یہ لوگ تمہاری گردنوں پر سوار نہ ہوں۔ اب تم انھیں کچھ نہ دو اور بولا کہ مدینہ پہنچنے پر ہم عزت والے ذلیلوں کو نکال دیں گے۔ حضرت زید بن ارقم اس کی اس بکواسات سے بے تاب ہو گئے اور فرمایا کہ تو ہی ذلیل ہے۔ حضور کے سر پر معراج کا تاج ہے۔ ابن ابی بولا کہ میں تو ہنسی دل لگی کر رہا تھا۔ حضرت زید نے یہ خبر حضور کی خدمت میں پہنچائی۔ حضور نے ابن ابی کو بلا کر دریافت کیا تو وہ جھوٹی قسم کھا گیا اس کے ساتھی بولے کہ ابن ابی سچا ہے۔ زید کو دھوکا ہو گیا ہو گا تو اس موقع پر یہ آیات اتریں۔ **هم الذين يقولون لاتنفقوا على من عند رسول الله حتى ينفضوا ط ولله خزائن السموات والارض ط ولكن المنافقين. لايفقهون ٥ يقولون لئن رجعنا الى المدينة ليخرجن الاعز منها الاذل ط ولله العزة ولرسوله وللمؤمنين ولكن المنافقين لايعلمون** (المنافقون)۔ یہ وہی لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ان پر خرچ نہ کرو جو رسول کے پاس ہیں یہاں تک کہ پریشان ہو جائیں اور اللہ کے لئے ہیں آسمانوں اور زمین کے خزانے مگر منافقوں کو سمجھ نہیں کہتے ہیں کہ ہم مدینہ پھر کر گئے تو ضرور جو بڑی عزت والا ہے وہ اس میں سے نکال دے گا اسے جو نہایت ذلت والا ہے اور عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کے لئے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں۔

کالج فول ڈے

انگریزی تہذیب کے دلدادہ مسلمان یکم اپریل کے دن فول ڈے مناتے ہیں اس کا علم ہمیں راجہ محمد اکمل خان صاحب کی زبانی ہی ہوا لیکن آج سے چالیس سال قبل ۱۹۶۱ء میں جب ہم نے گورنمنٹ ڈگری کالج میرپور میں ایف۔اے کی پہلی کلاس میں داخلہ لیا تو کالج کھلنے کے دن کو فول ڈے منائے جانے کا ہمیں بھی مشاہدہ ہوا تھا اس دن ہر نو وارد طالب علم کو پرانے طالب علم جھوٹ بول بول کر بے وقوف بنائے ہوئے دیکھے گئے تھے۔ ہماری ایک کلاس فیلو گرل مس طاہرہ شاہین اسی دن میں اپنی آپ بیتی اپنے مضمون ''کبھی خود پر کبھی حالات پر رونا آیا'' میں لکھتی ہیں۔

''اب ہمیں رول نمبر کا انتظار تھا۔ تقریباً ایک ہفتہ کے بعد ہمیں رول نمبر کی چٹ دی گئی۔ بے تابی سے رول نمبر پڑھا تو وہ کم بخت بھی دو ہی نکلا اب جس گھنٹی میں ذرا سی دیر سے گئے غیر حاضری لگ جائے گی۔ بہر کیف ہم نے فیصلہ کیا کہ کل سے باقاعدہ کلاسوں میں جائیں گے۔ دوسرے دن جلدی جلدی کالج پہنچے منتخب مضامین کے مطابق کلاسوں میں جانا تھا اس لئے محتاط ہو گئے۔ مشکل تو یہ تھی کہ اپنی کلاس کی پہچان نہ تھی۔ کچھ پتہ نہیں تھا کہ کس کمرے میں جانا ہے۔ جب گھنٹی بجی تو اپنے تو کان کھڑے ہو گئے۔ دروازے کی چک کے ساتھ جونک کی طرح چمٹ گئے۔ نگاہیں چپڑاسی کو ادھر ادھر ڈھونڈنے لگیں۔ دل میں دعا مانگ رہے تھے یا خدا چپڑاسی آجائے ورنہ کبھی پتہ نہ چلے گا کہ کونسی کلاس کہاں ہوگی۔ ہم اسی پریشانی کے عالم میں تھے کہ سیکنڈ ائیر کی ایک طالبہ آگئیں اور ہمدردانہ لہجے میں بولیں۔ یہ فرسٹ ایئر کی انگریزی کی گھنٹی ہے اور تم یہاں کھڑی کیا کر رہی ہو؟ ہم ابھی کچھ جواب نہ دینے پائے تھے کہ انہوں نے اپنی کتاب اور کاپی میز پر رکھ کر فرمایا۔ انگریزی کی کلاس کمرہ نمبر دو میں ہوتی ہے چلو میں تمہیں وہاں تک پہنچا آؤں۔ پروفیسر صاحب تو اب کمرے میں آگئے ہوں گے۔ ہم ان کی شفقت سے بہت متاثر ہوئے اور ساتھ ہو لئے۔ کمرے کے دروازے کے قریب پہنچ کر وہ تو کھڑی ہو گئیں اور ہمیں اندر جانے کا اشارہ کیا۔ ہم جلدی میں تھے نہ پروفیسر صاحب کو دیکھا اور نہ طلبہ کو۔ نگاہیں زمین پر گاڑے ہوئے ڈائس کے سامنے رکھی ہوئی کرسی پر جا کر بیٹھ گئے۔ پروفیسر صاحب لیکچر دیتے دیتے ٹھہر گئے اور فرمایا آپ کونسی کلاس میں ہیں کچھ گھبرائے یہ بی۔اے سیکنڈ ائیر کی کلاس ہے۔ اب ہمیں معاملے کی سنگینی کا علم ہوا اور فوراً اٹھ کر دروازے کی

طرف لپکے۔ چوکھٹ پار کرتے ہوئے طلبہ کی ہنسی کی آواز ہمارے کانوں میں زہر گھول رہی تھی۔

ہماری محسنہ گرلز روم میں خیر مقدم کے لئے موجود تھیں۔ اپنے دوپٹے کے آنچل سے ہمارے ماتھے کا پسینہ پونچھتے ہوئے کہا۔ جب ہم فرسٹ ایئر میں آئے تو ہمارے ساتھ بھی یہی حرکت کی گئی تھی۔ ہم نے صرف اس واقعہ کی یاد تازہ کی ہے''۔ (مجلّہ ''سروش'' بابت ستمبر ۱۹۶۲ء۔ صفحہ نمبر ۵۳)

شیخ سعدی کے اشعار

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ رسالہ کے آخر میں شیخ سعدی رحمۃ اللہ کے چند اشعار کذب کی مذمت کے بارہ میں نقل کردیئے جائیں وباللہ التوفیق:۔

کسے را کہ ناراستی گشت کار ۔۔۔ کجا روزِ محشر شود رستگار

کسے را کہ گردد زبانِ دروغ ۔۔۔ چراغِ دلش را نباشد فروغ

دروغ آدمی راکند شرمسار ۔۔۔ دروغ آدمی را کند بے وقار

زکذاب گیرد خردمند عار ۔۔۔ کہ او را نیارد کسے در شمار

دروغ اے برادرمگو زینہار ۔۔۔ کہ کاذب بود خوار و بے اعتبار

ز ناراستی نیست کارِ بتر ۔۔۔ کزو گم شود نامِ نیک اے پسر

(ترجمہ)

(۱) جس شخص کا پیشہ دروغ گوئی ہو وہ قیامت کے دن کہاں نجات پانے والا ہوگا۔

(۲) جس شخص کی زبان جھوٹی ہو اس کے دل کا چراغ روشن نہیں ہوتا۔

(۳) جھوٹ آدمی کو شرمندہ کرتا ہے۔ اور جھوٹ آدمی کو بے وقار بناتا ہے۔

(۴) عقل مند جھوٹے شخص سے عار محسوس کرتا ہے۔ کیونکہ اسے کوئی شخص شمار میں نہیں لاتا۔

(۵) اے بھائی ہرگز جھوٹ نہ بول کیونکہ جھوٹا شخص ذلیل اور بے اعتبار ہوتا ہے۔

(۶) جھوٹ سے زیادہ برا کوئی کام نہیں ہے۔ اے بیٹے اس سے نیک نامی ضائع ہوجاتی ہے۔

(کریمائے سعدی)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۱۲ ذوالحجہ ۱۴۲۲ھ بمطابق ۲۵ فروری ۲۰۰۲ء)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اڑتالیسواں مقالہ

جادُو سے بچنے

کی اسلامی تدابیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد :- دورِ حاضر میں جادو ٹونہ کے عمل کا بہت زور ہے۔ معمولی سی رنجش پیدا ہو جانے پر اس خفیہ عمل کے ذریعہ سے اپنے مخالف شخص کی زندگی ختم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اکثر اوقات رشتہ ناطہ کی وجہ سے بھی ناچاکی پیدا ہو جاتی ہے تو اس برے عمل کے ذریعہ سے بیوی شوہر کی زندگیاں تباہ کرنے یا ان میں ناچاکی پیدا کرنے کی سعی کی جاتی ہے۔ اس لئے ہم نے مسلمانوں کی خیر خواہی کے لئے یہ مختصر رسالہ ''جادو سے بچنے کی اسلامی تدابیر'' ترتیب دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے باعث نفع عوام الناس بنائے آمین۔ بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم۔

قرآن مجید سے جادو کا ثبوت

جادو برے کلام کے ذریعہ سے شیطانی گروہ کی مدد سے دشمن کو تباہ کرنے یا اسے نقصان پہنچانے کا ایک خفیہ عمل ہے اس کا وجود ثابت ہے اور اس کے ذریعہ سے نقصان پہنچنے کا مشاہدہ ہوتا رہا ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے آیاتِ قرآنیہ اور بزرگانِ دین کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ میں برکت اور فائدہ رکھا ہوا ہے۔ اسی طرح اس نے بُرے کلام میں بھی نحوست و نقصان رکھا ہوا ہے۔ نفع و نقصان دونوں اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہیں۔ لیکن اس نے نفع و نقصان پہنچنے کے ذرائع اور اسباب بنائے ہیں۔ جادو بھی نقصان پہنچنے کا ایک ذریعہ و سبب ہے جادو کا ثبوت قرآن مجید میں موجود ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کا جادوگروں سے مقابلہ

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ ''وہ (فرعون) بولا کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہمیں اپنے جادو کے سبب سے ہماری زمین سے نکال دو۔ سو ہم بھی ضرور تمہارے آگے ویسا ہی جادو لائیں گے۔ تو ہم میں اور اپنے میں ایک وعدہ ٹھہرا۔ جس سے نہ ہم بدلیں اور نہ تم۔ ہموار جگہ ہو۔ (موسیٰ نے) فرمایا تمہارا وعدہ میلے کا دن ہے اور یہ کہ لوگ دن چڑھے جمع کئے جائیں''۔ (پ ۱۶ رکوع ۱۲)

پھر فرعون نے اپنے حواریوں کو جمع کیا اور اس بارہ میں مشورہ کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ''فرعون اپنے گروہ کے سرداروں سے بولا کہ بے شک یہ دانا جادوگر ہیں۔ چاہتے ہیں کہ تمہیں اپنے جادو کے زور

سے تمہارے ملک سے نکال دیں"۔ (پ ۱۹ ارکوع ۷)

(حواریوں نے) کہا "انہیں اور ان کے بھائی (ہارون) کو ٹھہرائے رہو اور شہروں میں جمع کرنے والے بھیجو کہ وہ تیرے پاس ہر بڑے دانا جادوگر کو لے آئیں سو جادوگر ایک مقرر دن کے وعدہ پر جمع کئے گئے اور لوگوں سے کہا گیا۔ تم جمع ہو گے شائد ہم ان جادوگروں ہی کی پیروی کریں۔ اگر یہ غالب آئیں۔ پھر جب جادوگر آئے تو وہ فرعون سے بولے کیا ہمیں کچھ مزدوری ملے گی اگر ہم غالب آئے؟ فرعون بولا ہاں اور اس وقت تم میرے مقرب ہو جاؤ گے"۔ (پ ۱۹ ارکوع ۷)

پھر جب جادوگر میدان میں جمع ہوئے تو انہوں نے کہا "اے موسیٰ یا تو تم ڈالو یا ہم پہلے ڈالیں۔ فرمایا بلکہ تمہی ڈالو۔ سو انہوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈالیں اور بولے فرعون کی عزت کی قسم بے شک ہماری ہی جیت ہے"۔ (پ ۱۹ ارکوع ۷)

اور اس مضمون کے متعلق قرآن مجید کے دوسرے مقام پر ارشاد خداوندی ہے۔ "جبھی ان کی رسیاں اور لاٹھیاں ان کے جادو کے زور سے ان کے خیال میں دوڑتی معلوم ہوئیں۔ سو اپنے جی میں موسیٰ نے خوف پایا۔ ہم نے فرمایا۔ ڈر نہیں۔ بے شک تو ہی غالب ہے اور تو ڈال دے جو تیرے دائیں ہاتھ میں ہے وہ ان کی بناوٹوں کو نگل جائے گا اور وہ جو بنا کر لائے ہیں وہ تو جادو کا فریب ہے اور جادوگر کا بھلا نہیں ہوتا کہیں آئے"۔ (پ ۱۶۔ رکوع ۱۲)

اور اسی مضمون کے متعلق قرآن مجید میں تیسرے مقام پر ارشاد خداوندی ہے "اور ہم نے موسیٰ کو وحی فرمائی کہ اپنا عصا ڈال تو ناگاہ ان کی بناوٹوں کو نگلنے لگا اس طرح حق ثابت ہوا اور ان کا کام باطل ہوا اور یہاں وہ مغلوب پڑے اور ذلیل ہو کر پلٹے۔ اور جادوگر سجدے میں گرا دیئے گئے اور وہ بولے ہم ایمان لائے۔ جہاں کے رب پر جو رب ہے موسیٰ اور ہارون کا"۔ (پ ۹ رکوع ۴)

حضرت سلیمان کے زمانے میں شیاطین نے جادو پھیلایا

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ "اور وہ اس چیز کے پیرو ہوئے جو شیطان سلطنت سلیمان کے زمانہ میں پڑھا کرتے تھے۔ اور سلیمان نے کفر نہیں کیا۔ ہاں شیطان کافر ہوئے۔ لوگوں کو جادو سکھاتے ہوئے"۔ (پ ارکوع ۱۲)

اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ جادو حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ سے پھیلا۔ دوسرا یہ کہ اس

کے پھیلانے والے شیاطین تھے۔اس کی ابتداء فرشتوں سے نہیں ہوئی۔ (نور العرفان ص ۲۳)

لوگوں کو ہاروت و ماروت نے جادو سکھایا

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔''اور وہ (اس چیز کے پیرو ہوئے) جو بابل میں دو فرشتوں ہاروت و ماروت پر اتاری گئی۔اور وہ دونوں کسی کو کچھ نہ سکھاتے تھے۔جب تک کہ یہ نہ کہہ لیتے کہ ہم تو نری آزمائش ہیں۔تو اپنا ایمان ضائع نہ کر۔پھر وہ ان سے وہ چیز سیکھتے۔جس سے مرد اور عورت میں جدائی ڈالیں۔اور اس (جادو) سے ضرر نہیں پہنچا سکتے کسی کو مگر خدا کے حکم سے اور وہ سیکھتے ہیں جو انہیں نقصان دے گا نفع نہ دے گا اور بے شک ضرور انہیں معلوم ہے کہ جس نے یہ سودا کیا آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں اور بے شک کیا بری چیز ہے وہ جس کے بدلے انہوں نے اپنی جانیں بیچیں۔کاش وہ جانتے ہوتے اور اگر وہ ایمان لاتے اور پرہیزگاری کرتے تو اللہ کے یہاں کا ثواب بہت اچھا ہے۔کاش انہیں علم ہوتا'' (پ ارکوع ۱۲)

رسول اللہ پر جادو کیا گیا

''سن سات ہجری میں صلح حدیبیہ کے بعد رؤساء یہود نے لبید بن اعصم یہودی سے کہا کہ تو اور تیری لڑکیاں جادوگری میں یکتا ہیں۔حضور پر جادو کرو لبید نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک یہودی غلام سے حضور کی شکستہ کنگھی کے دندانے اور کچھ بال شریف حاصل کر لیے اور موم کا ایک پتلہ بنایا۔اس میں گیارہ سوئیاں چبھوئیں۔ایک تانت میں گیارہ گرہیں لگائیں اور یہ سب کچھ اس پتلے میں رکھا اور اسے بیئر اروان میں پانی کے نیچے پتھر میں دبا دیا۔اس سے حضور کے خیال شریف پر یہ اثر ہوا کہ دنیاوی کاموں میں بھول زیادہ ہوگئی۔چھ ماہ تک یہ اثر رہا۔پھر جبریل امین سورۃ فلق اور سورۃ الناس لے کر آئے جن کی گیارہ آیتیں ہیں اور حضور کو جادو کی خبر دی۔حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کنوئیں پر بھیجا گیا۔آپ جادو کا یہ سامان پانی کی تہ سے نکال لائے۔حضور نے یہ سورتیں پڑھیں تو ہر آیت پر ایک گرہ کھلتی تھی۔تمام گرہیں کھل گئیں اور حضور کو شفا ہو گئی''۔ (نور العرفان ص ۹۹۱)

شرعاً جادو کا وجود ثابت ہے

قرآن و حدیث کے مذکورہ بالا ارشادات کی بناء پر علمائے حق نے جادو کا وجود ثابت مانا ہے۔

چنانچہ امام ابوالبرکات نسفی لکھتے ہیں وللسحر حقیقة عنداھل السنة کثر ھم اللہ وعند المعتزلة ھو تخییل وتمویہ ۔اور اہل سنت کے نزدیک جادو کی حقیقت ثابت ہے۔ اللہ ان کو کثیر کرے اور معتزلہ کے نزدیک جادو خیال باندھ دینے اور ملمع سازی کرنے کا نام ہے۔ (تفسیر نسفی جلد اول ص ٦٦)

(۲) اور مفسر قرآن امام علاء الدین خازن لکھتے ہیں۔ ''امام مازری نے فرمایا کہ اہل سنت اور جمہور علمائے امت کے نزدیک جادو ثابت ہے اور دوسری اشیاء کی ثابت شدہ حقیقت کی طرح جادو کی بھی حقیقت ہے۔ بخلاف ان لوگوں کے جو کہتے ہیں کہ جادو کوئی چیز نہیں اور نہ اس کی کوئی حقیقت ہے اور جو کچھ جادو کی صورت میں واقع ہوتا ہے وہ بے حقیقت باطل خیالات ہیں''۔ (تفسیر خازن جلد ہفتم ص ۳۲۳)

پھر یہی مفسر جمہور کے مذھب کی دلیل میں لکھتے ہیں ''جمہور کے مذہب کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کتاب اللہ شریف میں جادو بیان کیا ہے اور یہ بھی ذکر کیا ہے کہ جادو ان چیزوں میں سے ایک ہے جو سیکھی جاتی ہیں۔ اور وہ باتیں ذکر فرمائی ہیں جن سے اشارہ ملتا ہے کہ جادو کفر میں ڈالنے والی باتوں میں سے ایک ہے اور بلاشبہ جادو مرد اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی ڈالتا ہے اور ناممکن ہے کہ یہ سب باتیں اس چیز سے تعلق رکھیں جس کی کوئی حقیقت ہی نہ ہو''۔

پھر اس کی مزید تائید میں لکھتے ہیں۔ وھذا الحدیث الصحیح مصرح باثباتہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی یہ صحیح [1] حدیث جادو کے اثبات میں صریح نص کا حکم رکھتی ہے۔ پھر عقلی دلیل دیتے ہوئے لکھتے ہیں ''عقل بھی اس بات کا انکار نہیں کرتی کہ اللہ تعالیٰ بعض خاص قسم کی کلام اور عمل کو جسے جادوگر کے سوا کوئی نہیں جانتا خلاف عادت مؤثر بنا دے۔ وہ فاعل حقیقی ہے اپنے بندوں میں سے جس کے ہاتھ پر چاہے کوئی خلاف عادت بات جاری فرما دے''۔ (تفسیر خازن حوالہ مذکورہ بالا)

(۳) اور امام بغوی لکھتے ہیں ''اور زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ جادو خیال باندھ دینے کا ایک عمل ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یُخَیَّلُ اِلَیْہِ مِنْ سِحْرِھِمْ اَنَّھَا تَسْعٰی: جادوگر کے عمل سے موسیٰ علیہ السلام کو رسیاں اور لاٹھیاں دوڑتی ہوئی معلوم ہوئیں۔ ولیکن جادو بدن میں بیماریاں، موت اور پاگل پن پیدا کر دیتا ہے بعض کلام میں طبیعتوں اور دلوں میں تاثیر پیدا کر دیتی ہیں۔ تو کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انسان ناپسندیدہ بات سنتا ہے تو اسے بخار چڑھ جاتا ہے یا غصہ آ جاتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بعض لوگ کلام سن کر مر جاتے ہیں۔ سو جادو

[1] جس میں ذکر ہے کہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا گیا تھا۔

بھی ان عوارض وعلل میں داخل ہے جو بدن میں اثر پیدا کرتے ہیں۔ (تفسیر معالم التنزیل جلد اول ص ۸۸)

(۴) اور امام احمد صاوی لکھتے ہیں۔ والحق انه من الاسباب العادية التى توجد الاشياء عندها لابها فيؤثر فى القلوب كالحب والبغض والقاء الخير والشر وفى الابدان بالالم والسقم ۔ اور جادو کے بارہ میں حق بات یہ ہے کہ جادو ان عادی اسباب میں سے ایک ہے۔ جن کی موجودگی کے وقت اشیاء وجود میں آ جاتی ہیں۔ یہ نہیں کہ ان کا وجود دوسری اشیاء کے وجود کو اپنی حقیقی تاثیر سے پیدا کرتا ہے۔ سو جادو دلوں میں دوستی اور دشمنی اور اچھائی یا برائی کے القاء کی طرح کی چیزیں ڈالتا ہے اور جسموں میں درد یا بیماری لگا دیتا ہے۔ (تفسیرات صاویہ علی الجلالین جلد چہارم ص ۳۱۶)

(۵) اور امام عبدالعزیز دیرینی لکھتے ہیں۔ وهو كلام اجرى الله تعالىٰ العادة بانه اذا استعمل ظهر له اثر الفساد ۔ جادو اس کلام کا نام ہے جس کے بارہ میں اللہ تعالیٰ کی یہ عادت جاری ہے کہ جب وہ استعمال کی جائے تو فساد کا اثر ظاہر ہو جاتا ہے۔ (طہارت القلوب ص ۱۸۷ ج ۱)

الحاصل ان تفسیری عبارات سے معلوم ہوا کہ جادو کا وجود ثابت ہے اور دیگر اسباب عادیہ اور علل وعوارض کی طرح یہ بھی جسموں اور دلوں میں غلط اثرات پیدا کر دیتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

جادو کے بارہ میں حدیثیں موجود ہیں

جادو کے وجود پر ایک اور دلیل یہ ہے کہ شارع علیہ السلام نے جادو کی مذمت اپنے ارشادات عالیہ میں فرمائی ہے چنانچہ

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ سات ہلاک کرنے والے کاموں سے بچو۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ وہ کیا ہیں؟ فرمایا۔ ''اللہ کا شریک ٹھہرانا۔ جادو کرنا ناحق کسی جان کو قتل کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، لڑائی کے دن بھاگ جانا اور بے خبر عفیفہ عورتوں پر تہمت لگانا۔ (رواہ الشیخان وابوداؤد والنسائی وصححہ السیوطی فی جامعہ الصغیر ج ۱ ص ۱۰ مشکوٰۃ جلد اول ص ۱۵)

(۲) حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی نے اپنے ساتھی سے کہا آؤ اس نبی سے پوچھیں۔ دوسرے نے کہا نبی نہ کہو اگر وہ سن گئے تو ان کی آنکھیں چار ہو جائیں گی۔ پھر وہ بارگاہ رسالت میں آئے اور آیات بینات کے بارہ میں سوال کیا۔ آپ نے فرمایا ''تم کسی چیز کو اللہ کا شریک نہ ٹھہراؤ۔ اور چوری نہ کرو۔ اور زنا نہ کرو۔ اور ناحق کسی جان کو قتل نہ کرو اور کسی بے گناہ شخص کو بادشاہ کے

پاس اس لیے نہ لے جاؤ کہ وہ اسے قتل کرے۔ اور جادو نہ کرو، اور سود نہ کھاؤ، اور عفت والی عورتوں پر تہمت نہ لگاؤ۔ اور لڑائی کے دن بھاگنے کے لئے پیٹھ نہ پھیرو اور اے یہود تمہارے لئے یہ خاص بات بھی ہے کہ تم ہفتہ کے حکم میں حد سے نہ بڑھو یہ سن کر وہ دونوں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں اور پاؤں کو چومنے لگے اور بولے ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے نبی ہیں''۔ (مشکوۃ ص ۱۶ جلد اول)

(۳) محدث ابن حجر روایت بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ''اس امت کے دس اشخاص دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ اگر چہ وہ اپنے آپ کو مومن خیال کریں۔ ناحق قتل کرنے والا۔ جادوگر۔ دیوث جو اپنے گھر والوں پر غیرت نہ کرے۔ زکوۃ روکنے والا، شراب پینے والا، جس پر حج فرض ہو اور وہ اسے ادا نہ کرے، فتنے پھیلانے والا، دشمنوں کے ہاتھ ہتھیار بیچنے والا اور عورت کے دبر میں وطی کرنے والا اور اپنی محرم عورت سے بدکاری کرنے والا۔ (منہبات ابن حجر ص ۴۷)

(۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ ''جو شخص علم نجوم کا ایک باب سیکھے اس چیز کے غیر کے لئے جسے اللہ نے ذکر کیا ہے۔ تو اس نے جادو کا ایک حصہ سیکھا۔ نجومی کاہن ہے اور کاہن جادوگر ہے۔ اور جادوگر کافر ہے''۔ (مشکوۃ جلد دوم ص ۱۱۱)

(۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا۔ ''شعبان کی پندرھویں رات میرے پاس جبرائیل آئے اور کہا اے محمد آسمان کی طرف نظر اٹھاؤ۔ میں نے کہا یہ کونسی رات ہے؟ عرض کیا۔ یہ وہ رات ہے جس میں اللہ اپنی رحمت کے دروازوں میں سے تین سو دروازے کھول دیتا ہے اور ہر اس شخص کی مغفرت فرماتا ہے جو کسی شئے کو اس کا شریک نہ ٹھہرائے مگر جادوگر، کاہن، بدکاری پر ہٹ دھرمی کرنے والے اور شراب کے عادی شخص کی بخشش نہیں فرماتا''۔

(نزھتہ المجالس جلد اول ص ۱۵۶)

مسلمان ان احادیث مبارکہ پر غور کریں اور سوچیں کہ جادو کرنے کرانے سے کتنا خسارہ ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب رکھے آمین بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم۔

جادو کی شرعی حیثیت

جادو کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی قسم یہ ہے کہ جادو میں کلمات کفر ہوں۔ یا جادوگر جادو کو موثر بالذات اعتقاد کرے۔

ایسا جادوگر کافر ہے اور مرتد کے حکم میں ہے لہذا اگر وہ توبہ نہ کرے تو قتل کیا جائے گا۔ قال المفسر علاء الدین الخازن فی تفسیرہ والسحر علی قسمین احدھما یکفر بہ صاحبہ وھو ان یعتقد ان القدرۃ لنفسہ فی ذلک وھو المؤثر او ان یعتقد ان الکواکب ھی المؤثرۃ الفعالۃ فاذا انتھیٰ بہ السحر الی ھذہ الغایۃ صار کافراً باللہ تعالیٰ ویجب قتلہ لماروی عن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انہ قال حدّالساحر ضربہ بالسیف اخرجہ الترمذی وقال المفسر احمد الصاوی فی حواشیہ علی الجلالین اما فی شرعنا ففیہ تفصیل فان اعتقد صحتہ وانہ یؤثر بنفسہ فھو کافر واللہ تعالیٰ اعلم۔ (تفسیر خازن ص ۸۷ ج ۱۔ تفسیر صاوی ص ۴۵ ج ۱)

اور دوسری قسم یہ ہے کہ جادو میں کلمات کفر نہ ہوں اور نہ ہی جادوگر غیر خدا کو اپنے فعل میں مؤثر بالذات اعتقاد کرے یہ کفر تو نہیں لیکن اکبرالکبائر گناہوں میں داخل ہے۔ قال الخازن والقسم الثانی من السحر وھو التخییل الذی یشاکل النیر نجیات والشعبذۃ و یعتقد ان القدرۃ للہ تعالیٰ وانہ ھو المؤثر فھذا القدر لایکفر بہ صاحبہ ولکنہ معصیۃ وھو من الکبائر ویحرم فعلہ وقال المفسر الصاوی واما ان یعملہ لیسحر بہ الناس فھو حرام وان کان لا لشئی فمکروہ وان کان لیبطل بہ السحر فجائز قال وھو حرام ان لم یکن بما یعظم بہ غیر اللہ اویعتقدہ تاثیرہ بنفسہ والا فھو کفر (تفسیر صاوی ص ۴۵ ج ۱، ص ۳۱۶ ج ۴)

اور مفتی احمد یار خان نعیمی فرماتے ہیں ''اکثر جادو کفر ہوتے ہیں یا تو اس طرح کہ ان میں شرکیہ کلمے ہوتے ہیں یا ان کی شرائط میں شرک ہوتا ہے۔ جو کفر ہے اس کا کرنے والا مرتد ہے اور جو جادو کفر نہیں مگر جادوگر لوگوں کو اس سے ہلاک کرتا ہے وہ ڈاکو کے حکم میں ہے۔ جادو توڑنے کے لئے جادو سیکھنا کفر نہیں جبکہ اس میں کفریہ کلمات نہ ہوں اور کسی کو نقصان پہنچانے کے لئے جادو سیکھنا حرام ہے۔ (نورالعرفان ص ۲۴ ملتقطاً)

جادو سے بچنے کی اسلامی تدابیر

یہاں تک جو کچھ لکھا گیا ہے اس سے روز روشن سے زیادہ روشن ہوا کہ جادو کا وجود ثابت ہے۔ اور باذن اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے نقصان پہنچتا ہے۔ اب ہم چند اسلامی تدابیر ذکر کرتے ہیں جن کے ذریعہ سے جادو سے حفاظت ملتی ہے۔ وباللہ التوفیق۔

(۱) جادو کے تعویذات تلف کرائے جائیں

اگر خدانخواستہ کسی مسلمان پر جادو کے تعویذات لکھے گئے ہوں تو ازحد ضروری ہے کہ جادو کا عمل ختم کرنے والے عاملین سے ان کو نکلوا کر تلف کیا جائے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیج کر بیئر اروان سے جادو کی چیزیں نکلوائیں اور انہیں تلف کرایا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) معوذتین پڑھ کر بدن پر دم کرنا

جادو والے شخص پر معوذتین (قرآن کی آخری دو سورتیں) پڑھ کر صبح و شام دم کیا جائے تو اس سے جادو کا اثر ان شآء اللہ العزیز ختم ہو جائے گا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا الا اخبرک بافضل ماتعوّذ به المتعوذون۔ کیا میں تمہیں وہ دم نہ بتاؤں جو تمام دم کرنے والوں کے دم سے بہتر ہے؟ انہوں نے عرض کیا ہاں۔ فرمایا قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ بربّ الناس ہے۔ (معالم التنزیل ص ۳۲۶ جلد ۷)

(۲) اور مفسر عماد بن کثیر لکھتے ہیں "میں کہتا ہوں کہ جادو کا اثر ختم کرنے کے لئے جو عملیات استعمال میں لائے جاتے ہیں ان میں سب سے زیادہ نفع بخش عمل وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے جادو کا اثر دور کرنے کے لئے اتارا اور وہ سورۃ الفلق اور سورۃ الناس دو سورتیں ہیں۔ اور حدیث میں آیا ہے کہ ان دو سورتوں کے برابر کوئی شئے نہیں جس کے ساتھ کوئی دم کرنے والا شخص دم کرے۔ وکذلک اية الكرسى فانها مطردة للشيطان۔ اور اسی طرح آیت الکرسی ہے کیونکہ وہ شیطان کو ہانکنے والی ہے"۔ (تفسیر ابن کثیر جلد اول ص ۱۴۸)

(۳) امام مقاتل اور امام کلبی نبی علیہ السلام کے جادو کی تفصیل اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ "رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے جادو کا تعویذ ایک تانت میں تھا۔ اس پر گیارہ گرہیں لگائی گئی تھیں اور بعض روایات میں ہے کہ ہر گانٹھ میں سوئی چبھوئی گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ دو سورتیں نازل فرمائیں ان دونوں کی کل گیارہ آیات ہیں۔ پانچ سورۂ الفلق کی اور چھ سورۃ الناس کی۔ پھر جب آپ ایک آیت تلاوت فرماتے تو جادو کی ایک گرہ کھل جاتی تھی یہاں تک کہ سب گرہیں کھل گئیں اور آپ بالکل تندرست ہو گئے۔"

(معالم التنزیل جلد ہفتم ص ۳۲۶)

(۳) جبریل کا دم

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس زمانہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا گیا تھا۔ اس میں جبریل امین حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا۔ اے محمد۔ آپ بیمار ہیں فرمایا ہاں۔ پھر جبریل نے ان الفاظ میں آپ کو دم کیا۔ بسم اللہ ارقیک من شرّ کُلِّ نفسٍ وَّ عَینِ حاسِدٍ اَللہُ یشفیکَ بسمِ اللہ ارقیکَ۔ (معالم التنزیل جلد ہفتم ص ۳۲۴)

(۴) ایک مخصوص آیت کا عمل

شیخ صفوری لکھتے ہیں کہ علائی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ آپ نے فرمایا'' جوشخص سونے سے پہلے قال موسیٰ ماجئتم بہ السحر ط اِنَّ اللہُ سَیُبطِلُہٗ ط اِنَّ اللہَ لَایُصلِحُ عَمَلَ الْمُفسِدِیْن پڑھے گا اس کو کسی بھی جادوگر کا عمل نقصان نہیں پہنچائے گا اور جس بھی مسحور (جس پر جادو کیا گیا) کے لئے یہ آیت لکھی جائے گی اللہ تعالیٰ اس کا جادو دور فرمادے گا۔

(نزہۃ المجالس جلد دوم ص ۴۷)

(۵) جادو اتارنے کے لئے ایک اور عمل

امام قرطبی نے حضرت وہب سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا'' بیری کے سات پتے لے کر پتھر سے کوٹے جائیں پھر پانی میں ملائے جائیں پھر ان پر آیت الکرسی پڑھی جائے پھر اس پانی سے تین گھونٹ وہ شخص پیئے جس پر جادو کیا گیا ہے اور باقی پانی سے وہ غسل کرے تو اس کا جادو ختم ہو جائے گا۔ یہ عمل اس شخص کے لیے بھی مفید ہے۔ جو جادو کے ذریعہ سے اپنی عورت کے پاس جانے (صحبت کرنے) سے روک دیا گیا ہو۔ (تفسیر ابن کثیر جلد اول ص ۱۴۸)

الحمدللہ ہم نے اس مختصر رسالہ میں جادو کی شرعی حیثیت اور اس سے بچاؤ کی چند اسلامی تدابیر عوام المسلمین کے افادہ کے لیے لکھ دی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسے نفع بخش بنائے آمین۔

(۲۳ رمضان المبارک ۱۴۱۲ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انچاسواں مقالہ

مقدس اوراق کی بے ادبی

کا توجہ طلب مسئلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد :- دورحاضر میں راستوں اورگلی کوچوں میں مقدس اوراق کی پائمالی اہل اسلام کے لئے نہایت ہی اہم توجہ طلب مسئلہ ہے۔ مقدس اوراق کو لاشعوری طور پر ان مقامات تک پہنچانے کا کام مرد عورتیں بوڑھے بچے سبھی یکساں طور پر کر رہے ہیں اور مشاہدہ گواہ ہے کہ بہت کم لوگ انہیں اہانت کی جگہوں سے اٹھا کر عزت کی جگہ میں رکھنے یا باعزت طریقہ سے تلف کردینے کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔ ان پڑھ طبقہ تو کسی حد تک معذور سمجھا جا سکتا ہے مگر تعلیم یافتہ طبقہ کی اس بارہ میں لاپرواہی اور بے توجہی قابل صدہا افسوس ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہر مسلمان اس مسئلہ کو سمجھے اور اوراق مقدسہ کو راستوں اور گلی کوچوں میں پھینکنے سے گریز کرے اور ان جگہوں میں پھینکے گئے اوراق مقدسہ کو اٹھانے اور انہیں باعزت طریقہ سے تلف کرنے کا اہتمام کرے۔ شہروں میں بعض جگہوں میں ڈبے لگا دیئے جاتے ہیں اور ان پر لکھ دیا جاتا ہے کہ مقدس اوراق یہاں ڈالیں۔ مگر ہمارے بے حس مسلمان اوراق مقدسہ کو راستوں سے اٹھا کر ان ڈبوں میں ڈالنے کی تکلیف بھی گوارا نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ سے توفیق ادب ملنے کی دعا ہے۔ آمین۔

اس توجہ طلب اہم مسئلہ کی طرف مسلمانوں کی توجہ مبذول کرانے کے لئے ہم نے یہ مختصر مقالہ لکھا ہے اللہ تعالیٰ اسے ذریعۂ ہدایت بنائے اور اسے شرف قبولیت بخشے آمین۔

آیت کریمہ

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے فلا اُقسِمُ بِمَوَاقِعِ النُّجُوْمِ وَاِنَّهٗ لقسم لوتعلمون عظیم" ○انہٗ لقران" کریم" ○فی کتاب مَکْنُوْنٍ○لایمسہٗ الاالمطہرون○تنزیل" من رَّبِّ العلمین○ تو مجھے قسم ہے ان جگہوں کی جہاں تارے ڈوبتے ہیں اور تم سمجھو تو یہ بڑی قسم ہے بے شک یہ عزت والا قرآن ہے محفوظ نوشتہ میں اسے نہ چھوئیں مگر باوضو۔ اتارا ہوا ہے سارے جہان کے رب کا۔

(کنزالایمان پارہ ۲۷۔ رکوع ۱۶)

قرآن مجید کو بے وضو چھونا حرام ہے

مندرجہ بالا آیت کریمہ کی بناء پر علماء نے فرمایا جنبی حائضہ اور بے وضو کے لئے قرآن کا اٹھانا

اور چھونا ناجائز ہے اور امام احمد اور امام حماد اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہم نے فرمایا بے وضو اور جنبی اگر قرآن کو غلاف کے ساتھ اٹھائیں تو جائز ہے۔ (تفسیر معالم التنزیل جلد ہفتم صفحہ نمبر ۲۵)

قرآن مجید کے بعض آداب

مسئلہ قرآن مجید کے آداب میں یہ بھی ہے کہ اس کی طرف پیٹھ نہ کی جائے اور نہ پاؤں پھیلائے جائیں اور نہ پاؤں سے اس کو نیچا کریں اور نہ یہ کہ خود اونچی جگہ پر ہو اور قرآن مجید نیچے ہو۔

مسئلہ: قرآن مجید کو جزدان اور غلاف میں رکھنا ادب ہے۔ صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم اجمعین کے زمانہ سے اس پر مسلمان کا عمل ہے۔

مسئلہ: قرآن مجید پر اگر بقصد توہین پاؤں رکھے تو کافر ہو جائے گا۔ (عالمگیری)

مسئلہ: لغت و نحو کی کتابوں پر علم کلام کی کتابیں رکھی جائیں ان کے اوپر فقہ اور احادیث و مواعظ و دعوات ماثورہ، فقہ سے اوپر اور تفسیر کو ان کے اوپر اور قرآن مجید کو سب کے اوپر رکھیں۔ قرآن مجید جس صندوق میں ہو اس پر کپڑا وغیرہ نہ رکھا جائے۔ (عالمگیری)

مسئلہ: قرآن مجید بوسیدہ پرانا ہو گیا۔ اس قابل نہ رہا کہ اس میں تلاوت کی جائے اور یہ اندیشہ ہے کہ اس کے اوراق منتشر ہو کر ضائع ہوں گے تو کسی پاک کپڑے میں لپیٹ کر احتیاط کی جگہ میں دفن کر دیا جائے اور دفن کرنے میں اس کے لئے لحد بنائی جائے تاکہ اس پر مٹی نہ پڑے یا اس پر تختہ لگا کر چھت بنا کر مٹی ڈالیں کہ اس پر مٹی نہ پڑے۔ مصحف شریف بوسیدہ ہو جائے تو اس کو جلایا نہ جائے۔ (عالمگیری)۔

(بہار شریعت حصہ شانزدہم ص ۱۱۸، ص ۱۱۹)

اور امام احمد طحطاوی لکھتے ہیں۔ واذا صار المصحف عتيقاً لايقرأ فيه وخيف عليه السقوط يجعل في خرقة طاهرة نظيفة ويدفن في محل لايوطأ۔ جب قرآن مجید پرانا ہو جائے اور پڑھنے کے قابل نہ رہے اور اس کے اوراق منتشر ہونے کا خدشہ ہو تو پاک ستھرے کپڑے میں اسے لپیٹیں اور ایسی جگہ میں دفن کریں جہاں اس پر پاؤں نہ پڑیں۔ (طحطاویہ ص ۹۵)

مسئلہ: بوسیدہ پرانے قرآن مجید کو کپڑے میں لپیٹ کر دریا برد بھی کر سکتے ہیں بشرطیکہ اس میں پانی کافی ہو

اور اوراق مقدسہ کے جگہ جگہ منتشر ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔ بعض جاہل لوگ برساتی نالوں میں بوسیدہ اوراق مقدسہ بہا دیتے ہیں تو وہ جگہ جگہ منتشر پائے جاتے ہیں یہ سخت بے ادبی کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے آمین۔

مقدس اوراق میں کوئی شئے لپیٹنا نا جائز ہے

امام ابوالاخلاص شرنبلالی لکھتے ہیں۔ ولا یجوز لف شئی فی کاغذ کتب فیه فقه او اسم الله تعالیٰ او النبی صلے الله علیه وسلم ونهی عن محو اسم الله تعالیٰ بالبزاق ومثله النبی تعظیماً ویستر المصحف لوطئی زوجته استحیاء وتعظیماً ولا یرمی برایة قلم ولا حشیش المسجد فی محل ممتهن ۔(ترجمہ) جس کاغذ میں کوئی فقہی مسئلہ لکھا ہو یا اللہ تعالیٰ کا نام لکھا ہو یا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا نام لکھا ہو اس میں کوئی شئے لپیٹنا نا جائز ہے۔ اور جو شخص تھوک سے اللہ تعالیٰ کا نام مٹائے اسے اس حرکت سے روکا جائے گا اور یونہی کسی نبی کے نام کو تھوک سے مٹانے والے کو بھی اس حرکت سے روکا جائے گا۔ اور اپنی بیوی سے وطی کرنے کے وقت حیاء وتعظیم کی غرض سے قرآن مجید پر کپڑا ڈال دے اور استعمال شدہ قلم کی نوک کاٹ کر عام جگہ میں نہ پھینکے اور نہ ہی مسجد کا پیال توہین والی جگہ میں ڈالے۔ (مراقی الفلاح ص ۹۵)

حدیث شریف

امام ابوبکر الجصاص لکھتے ہیں کہ حدیث میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر نے اپنی بہن سے فرمایا وہ کتاب مجھے دے دو جو تم پڑھتی تھیں۔ بہن نے کہا۔ آپ بے وضو ہیں اور اسے بے وضو شخص چھو نہیں سکتا۔ سو آپ اٹھیں اور غسل کریں وضوء کریں۔ سو انہوں نے وضو کیا پھر قرآن کو ہاتھوں میں لیا اور اسے پڑھا۔ (احکام القرآن جلد سوم ص ۴۱۶)

مقدس اوراق کی بے ادبی کی مختلف صورتیں

عطاء الرسول قاضی۔ ٹیچر ہائیر سیکنڈری سکول للہ شریف ضلع جہلم اپنے مضمون ''اوراق

مقدسہ ہماری ایمانی اور ملی ذمہ داری'' میں بدیں الفاظ لکھتے ہیں۔

ہم اپنے دعویٔ ایمان وعقیدہ کے مطابق تو تمام حمد وثنا اور صفات کے لائق اللہ تعالیٰ کی ذات کو مانتے ہیں کہ اس کے پاک کلام کو بھی بغیر وضو کے چھو بھی نہیں سکتے اور اس کے محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے اونچی آواز سے بولنے سے پوری زندگی کے اعمال برباد ہو جاتے ہیں لیکن عملاً احترام تو بہت دور کی بات ہے ہم از حد درجہ کی گستاخی اور بے ادبی کا شکار ہیں۔ صورت احوال یہ ہے کہ تقسیم شدہ اخبارات پانچ جانے والے اخبارات، رسائل، طلباء کی استعمال شدہ نصابی کتب اور کاپیاں اور ٹیلی فون ڈائریکٹریاں، بورڈز، سکولوں اور یونیورسٹیوں کے امتحانات کی جوابی کاپیاں اور بچ جانیوالی انتخابی فہرستیں ردی میں بیچ دی جاتی ہیں۔ اکثر دکانداراس چیز کا بالکل خیال نہیں کرتے کہ جو کاغذ یا لفافہ ہم بطور ردی استعمال کر رہے ہیں اس پر کیا لکھا ہے بعض پر آیات کا ترجمہ ہوتا ہے۔ بعض پر احادیث کا ترجمہ ہوتا ہے۔ کہیں نور بصیرت، روشنی اور تعمیر ملت کا کالم ہوتا ہے کسی کاغذ پر قرآن پاک کی پوری یا کئی کئی سورتیں اور کئی کئی احادیث لکھی ہوتی ہیں۔ کہیں خبروں کے متن کی شکل میں مختلف نام اللہ بخش، محمد دین، نور محمد، محمد عثمان، عبدالقادر، عبداللہ یا کسی سیاسی لیڈر کے بیان کی صورت میں نام لکھے ہوتے ہیں مثلاً نصر اللہ نے کہا میاں طفیل محمد نے کہا الطاف حسین نے کہا وغیرہ لکھا ہوتا ہے۔ آخر اللہ محمد عمر علی حسن اور اسی طرح دیگر اسمائے مبارکہ لکھنے پر کتنا سا کاغذ لگتا ہے۔ اول تو ایسے کاغذات جن پر آیات احادیث قرآن مجید کی سورتیں اور اسماء مبارکہ لکھے ہوئے ہیں ان پر کوئی چیز ڈالنا بہت بڑی گستاخی اور بے ادبی ہے۔ کہیں ہم پکوڑے ڈالتے ہیں کہیں سبزی کہیں روٹیاں کہیں کریانے کی چیزیں کہیں پنساری کی چیزیں کہیں کپڑے ان میں لپیٹتے ہیں۔ کہیں انہیں اپنی کاپیوں کتابوں اور رجسٹروں پر بطور کور استعمال کرتے ہیں کہیں مٹھائیاں ڈالتے ہیں کہیں جوتے خریدکر ان میں لپیٹ لیتے ہیں شادیوں کے ہاروں کی پیکنگ اخبارات کے کاغذات میں کرتے ہیں۔ کوئی چیز خواہ پاکیزہ ہی کیوں نہ ہو وہ اسماء مبارکہ آیات واحادیث کے مقابلہ میں انتہائی کم درجہ رکھتی ہیں۔

کسی مسلمان کے ایمان اور اعمال کی بربادی کے لئے اتنی بے ادبی ہی کافی ہے کہ مقدس کاغذات کو بطور ردی استعمال کیا جائے۔ مزید خوفناک اور دردناک پہلو اس کے بعد سامنے آتا ہے کہ جب یہ بطور ردی استعمال شدہ کاغذات پھینکے جاتے ہیں کچھ کاغذات تو وہیں پھینک دیئے جاتے ہیں مثلاً کسی نے پکوڑے وغیرہ کھانے کے بعد کاغذ وہیں پھینک دیا۔ ایسے کاغذات بازاروں اڈوں اور ریلوے اسٹیشنوں

پر پامال ہور ہے ہوتے ہیں۔اسی طرح گھروں میں لوگ کاغذات اور لفافوں میں چیزیں لے جاتے ہیں۔ چیزیں نکال کر کاغذات اور لفافے پھینک دیئے جاتے ہیں۔گھروں میں پھینکے گئے کاغذات اور لفافے گھر کے کوڑے کے ساتھ کوڑے کے ڈھیروں پر پھینک دیئے جاتے ہیں بعض عورتیں انہی سے بچوں کے پاخانے صاف کرتی ہیں اور انہی میں ڈال کر کوڑے کے ڈھیر پر پھینک دیتی ہیں۔ہمارے پڑھے لکھے لوگ بھی اس کی مطلق پرواہ نہیں کرتے۔اخبارات کو الماریوں وغیرہ میں رکھ کر مختلف اشیاء حتی کہ جوتے بھی ان کے اوپر رکھ دیتے ہیں۔اب جو صورت احوال اس وقت سامنے ہے وہ یہ ہے کہ بازاروں میں سڑکوں میں گندی نالیوں میں جوہڑوں میں کوڑے کے ڈھیروں پر صحنوں میں کھلی جگہوں میں اور ایسی گندی جگہوں پر جہاں لوگ پیشاب اور پاخانہ کرتے ہیں۔ہر جگہ میں مقدس کاغذات از حد بے حرمتی کی حالت میں پڑے ہیں۔لوگ اوپر سے گزر جاتے ہیں اوپر پیشاب کرتے ہیں پاخانہ کرتے ہیں یہ حالت محدود نہیں یہ ہر گلی سڑک بازار پر اڈے اسٹیشن کی ہر نالی کوڑے کے ڈھیر پر گاؤں شہر محلے حتی کہ کھیتوں میں واقع کسانوں کے ڈیروں پر بھی بے ادبی ہی بے ادبی نظر آتی ہے یہ بے حرمتی گستاخی اور بے ادبی ایسے ملک میں ہو رہی ہے جہاں کوئی غیر مسلم ڈھونڈنے سے بھی بمشکل ملتا ہے۔اگر کوئی غیر مسلم آیات قرآنی کلمہ طیبہ اور ایسے مقدس کاغذات جن پر پاک ہستیوں کے اسماء مبارکہ لکھے ہوں ایسا سلوک کرے تو احتجاجی سلسلے شروع ہو جاتے ہیں۔ہم مرنے مارنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ (ضیائے حرم لاہور بابت اگست ۱۹۹۴ء)

رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا ادب اسم الٰہی

امام شہاب الدین خفاجی لکھتے ہیں۔روی انہ صلے اللہ علیہ وسلم قال لا ارید الخط لئلا یقع ظل القلم علی اسم اللہ تعالیٰ رواہ الترمذی ولم یسندہ فجازاہ اللہ تعالیٰ علی ذلک ان یرفع ظلہٗ عن الارض فلا یؤطاو ان لاترفع الاصوات علی صوتہ:
روایت میں آیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں لکھنا نہیں چاہتا تاکہ قلم کا سایہ اللہ تعالیٰ کے نام پر نہ پڑے اس روایت کو ترمذی نے بلاسند روایت کیا پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس ادب کا یہ معاوضہ دیا کہ آپ کا سایہ زمین سے اٹھا دیا تاکہ اس پر کوئی قدم نہ رکھے اور یہ کہ آپ کی آواز سے آواز بلند نہ کی جائے۔ (نسیم الریاض جلد دوم ص ۳۹۸)

مسلمان اس حدیث میں غور کریں کہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم جس اسم الٰہی پر اپنے قلم کا سایہ پڑنا خلاف ادب سمجھتے تھے۔ آج وہی نام گلیوں بازاروں میں ہر چلنے والے کے قدموں سے روندھا جاتا ہے اور ہمیں اس کی کوئی پرواہ ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ سے ہدایت کا سوال ہے۔

حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ادب

شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ''آپ کی توبہ کا ذکر یوں ہے کہ آپ ایک روز حالت نشہ و مستی میں کسی طرف جا رہے تھے۔ اسی حالت میں آپ کو کاغذ کا ایک پرزا نظر پڑا۔ جس پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا ہوا تھا آپ نے اس کاغذ کو اٹھا کر صاف کیا اور عطر خرید کر معطر کیا اور ایسی جگہ میں رکھ دیا جہاں بے ادبی ہونے کا خوف نہ تھا۔ اسی رات آپ نے خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ آدمی کو اللہ تعالیٰ یہ حکم دے رہا ہے کہ تم جا کر بشر حافی کو کہہ دو کہ تم نے ہمارے نام کی عزت کی اور اس کو معطر کر کے بلند جگہ پر رکھ دیا۔ ہم بھی اسی طرح تم کو پاک کر کے تمہارا مرتبہ بلند کریں گے۔ یہ سن کر وہ بزرگ بہت حیران ہوئے اور دل میں کہا کہ بشر تو ایک فاسق آدمی ہے یقیناً میرا خواب غلط ہے۔ چنانچہ وہ وضو کر کے پھر سو گئے۔ اب کی مرتبہ بھی خواب میں وہی حکم ہوا۔ پھر تیسری مرتبہ بھی یہی ہوا تو وہ مجبوراً اٹھ کر بشر حافی کے گھر پہنچے اور ان کے بارہ میں پوچھا تو معلوم ہوا کہ وہ شراب خانے میں نشے میں مدہوش ہیں۔ ان بزرگوں نے لوگوں سے کہا تم اس کو کہہ دو کہ میں اس کو ایک پیغام دینا چاہتا ہوں چنانچہ انہوں نے بصد مشکل انہیں سمجھایا تو جواب دیا کہ پوچھو کس شخص کا پیغام لایا ہے کہا اللہ تعالیٰ کا پیغام۔ یہ سن کر وہ رو پڑے اور دل میں خیال کیا کہ خدا جانے کیسا پیغام ہو گا جب پیغام خداوندی سنا تو سب سے کہا کہ تم گواہ ہو جاؤ کہ میں نے توبہ کر لی ہے اور آئندہ تم مجھے شراب خانے میں نہیں دیکھو گے۔ (تذکرۃ الاولیاء ص ۸۹)

(تنبیہ) بعض بزرگوں نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس ادب کی وجہ سے حیوانات کو حکم دے دیا کہ جس راستے سے بشر حافی کا گزر ہو۔ اس میں وہ پیشاب اور لید نہ کریں کیونکہ حضرت بشر حافی تواضع کے طور پر ننگے پاؤں چلا کرتے تھے۔ آپ کی وفات کے روز ان کے راستہ میں بعض لوگوں نے حیوانوں کا گوبر پیشاب دیکھا تو کہا کہ آج حافی فوت ہو چکے ہیں اس لئے ان کے راستے میں آج یہ گوبر پیشاب

دیکھا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نام کا ادب کرنے کی توفیق بخشے آمین۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا ادب

غلام مصطفےٰ مجددی اپنے مضمون ''سیدنا حضرت مجدد الف ثانی اوصاف وخصائل'' میں لکھتے ہیں آپ متبرک کاغذات کا بہت احترام کرتے تھے ایک دن ناگاہ گھبرا کر اٹھے اور ایک کاغذ کو جس پر کچھ تحریر تھا اٹھایا اور فرمایا بے ادبی ہے کہ کوئی تحریر ہم سے نیچے رہ جائے۔ (زبدۃ المقامات)

(۲) ایک دن آپ اسرار و معارف تحریر فرمارہے تھے۔ ناگاہ ضرورت بشری کی وجہ سے بیت الخلاء تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ آپ باہر تشریف لائے اور آپ نے پانی طلب فرما کر بائیں ہاتھ کے انگوٹے کے ناخن کو دھویا اور فرمایا ناخن پر سیاہی کا دھبہ تھا اور سیاہی حروف قرآنی کے اسباب کتابت میں ہے۔ بنابریں لائق ادب نہ سمجھا کہ اس دھبہ کے ہوتے ہوئے طہارت کروں اور پھر آپ طہارت کے لئے تشریف لے گئے۔ (زبدۃ المقامات فصل ششم)

(۳) اسی طرح ایک دفعہ ایک حافظ جس نے سرہانے کے پاس فرش بچھایا ہوا تھا قرأت میں مشغول ہوا۔ آپ نے دیکھا کہ آپ جس جگہ بیٹھے ہیں۔ وہ اس فرش سے کسی قدر بلند ہے جس پر حافظ قرآن تلاوت کر رہا ہے۔ چنانچہ آپ نے اس زائد فرش کو اپنے پاؤں کے نیچے سے لپیٹ کر کنارے پر کردیا (ایضاً)

(۴) ایک دفعہ طہارت خانہ میں ایک کوزے پر نظر پڑی جس پر اللہ تعالیٰ کا اسم جلالت کندہ تھا۔ آپ نے اس کوزے کو اچھی طرح صاف کیا اور نہایت ادب سے اونچی جگہ پر رکھ دیا پھر جب بھی پانی کی طلب ہوتی اس کوزے میں نوش فرماتے اسی پر الہام ہوا کہ تم نے ہمارے نام کو بلند کیا ہے ہم تمہارے نام کو بلند کریں گے اور آپ فرماتے ہیں کہ اگر میں سو سال بھی ریاضت کرتا تو اتنے فیوض و برکات حاصل نہ ہوتے جتنے اس عمل سے حاصل ہوئے۔ (حضرات القدس جلد دوم ص ۱۱۳)

(ماہنامہ ضیائے حرم لاہور۔ بابت جولائی ۱۹۹۵ء)

پس چہ باید کرد

دور حاضر میں مقدس اوراق کی بے ادبی کے بارہ میں جو صورت احوال ہم نے اوپر پیش کی ہے

اس کو ختم کرنے کے لئے معاشرہ کے ہر فرد کو حتی المقدور سعی کرنی چاہیے۔ اس بارہ میں درج ذیل تجاویز پیش خدمت ہیں اگر ان پر عمل شروع ہو جائے تو اگر بے ادبی کا خاتمہ ممکن نہیں تو کم از کم اس میں اضافہ کی روک تھام ہو سکتی ہے بلکہ اس کی موجود مقدار میں بھی کمی پیدا ہو سکتی ہے۔

(۱) اگر ہمارے اسلامی معاشرہ کے ہر طبقہ کے افراد لکھے ہوئے کاغذات ہاتھ آ جانے پر انہیں راستوں میں پھینکنے سے گریز کریں تو مقدس اوراق کی بے ادبی کا مکمل طور پر خاتمہ ہو سکتا ہے۔ اور اگر اس مسئلہ کی نزاکت کو سمجھنے والے پڑھے لکھے افراد ہی اتنا کام کریں تو اس میں کمی آ سکتی ہے۔

(۲) گھر کی عورتوں کو سختی سے ہدایت کی جائے کہ وہ اشیاء خوردنی کے لئے استعمال ہونے والے کاغذات کو اشیاء نکالنے کے بعد گھر کے صحن یا گلی کوچہ میں نہ پھینکیں بلکہ انہیں چولہے "میں" ال کر جلا دیا کریں۔ ہاں جن اوراق پر خالص قرآن مجید لکھا ہو اس کو پاک جگہ مثلاً مسجد کی الماریوں میں رکھ دیا کریں۔

(۳) بچوں کو ہدایت دی جائے کہ وہ بازار سے اشیاء خوردنی کھانے کے بعد کاغذات کو راستوں اور بازاروں میں نہ پھینکا کریں بلکہ ایسی جگہوں میں طے کر کے ڈال دیا کریں جن پر سے لوگوں کا گزر نہ ہوتا ہو۔

(۴) راستہ میں چلنے والے اشخاص کو اوراق مقدسہ کے ادب کا خیال ہونا چاہیے۔ جب بھی راستہ میں کوئی لکھا ہوا کاغذ پائمال ہوتے ہوئے دیکھیں اسے فوراً اٹھا کر عزت کی جگہ میں رکھ دیں۔ مثلاً جھاڑیاں وغیرہ۔

(۵) دکاندار حضرات ہر شئے لکھے ہوئے کاغذات میں لپیٹ کر دے دینے سے گریز کریں۔ بلکہ کم از کم جس لفافہ کو وہ استعمال کرنے لگیں اس کے جملہ اطراف کو اچھی طرح دیکھ لیا کریں کہ کسی جانب کوئی مقدس کلمہ تو لکھا ہوا نہیں ہے۔ زیادہ مناسب تو یہ ہے کہ پلاسٹک یا سیمنٹی کاغذات کے بنے ہوئے لفافوں کو ہی استعمال کریں۔

(۶) ردی اخبارات کے لفافے بنانے والے اشخاص لفافہ بنانے سے پہلے کاغذ کی سب اطراف دیکھ لیں اور مقدس تحریروں والے اوراق کے لفافے بنانے سے مکمل اجتناب کریں۔

(۷) شہروں کی گلیوں کے متعدد مقامات میں مقدس ردی ڈالنے کے لئے ڈبے لگائے جائیں اور ان پر لکھا

جائے کہ ''مقدس ردی یہاں ڈالیں'' پھر جو مسلمان بھی مقدس ردی پائمال ہوتے ہوئے دیکھے وہ اسے اٹھا کر ان ڈبوں میں ڈال دے۔

آخری گزارش

اہل اسلام سے آخر پر ہماری یہ دردمندانہ گذارش ہے کہ مقدس ردی کو ہر طرح کی بے ادبی سے محفوظ کرنے کا خصوصی خیال کریں۔ بالخصوص پڑھے لکھے احباب پر اس کی ذمہ داری زیادہ عائد ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ اہل علم ہوتے ہیں۔ راستہ سے مقدس ردی اٹھانے میں عار محسوس نہ کریں بلکہ اس میں دارین کا اپنا فائدہ جانیں۔ گذشتہ سال ہمارے علاقہ ڈڈیال کے ایک شخص کے بارہ میں سنا گیا ہے کہ اس نے مسجد میں بوسیدہ قرآن مجید کے کاغذات کو برساتی نالہ کے سیلاب میں بہادیا۔ جب سیلاب ختم ہوا تو یہ اوراق جگہ جگہ پڑے ہوئے ملے پھر انہی دنوں اس شخص کا گزر دریا سے ہوا تو کشتی الٹ جانے کی وجہ سے یہ شخص دریا کے سیلاب کے حوالے ہوگیا اس کی لاش عدم شناخت کی وجہ سے کسی قبرستان میں دفن کردی گئی پھر اس کے وارثوں نے تلاش شروع کی تو پتہ چلنے پر لاش وہاں سے نکال کر اپنے علاقہ میں لائے اور اسے وہاں دفن کیا۔ بعض بزرگوں کو یہ کہتے ہوئے راقم الحروف نے سنا کہ اس شخص نے چونکہ قرآن مجید کے اوراق کے ساتھ یہ بے ادبی کی تھی اس لئے اس کی موت اس طرح واقع ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی بے ادبی سے بچائے۔ آمین۔

وزارت مذہبی امور کی ذمہ داری

یہاں تک جو کچھ لکھا گیا ہے یہ عوام کے بارہ میں ہے حکومت کا بھی فرض ہے کہ وہ مقدس اوراق کی بڑھتی ہوئی اس بے ادبی کی روک تھام کے لئے قانون بنائے اور خلاف ورزی کرنے والوں کو سخت سزائیں دے۔ وزارت مذہبی امور پر خصوصاً یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ بے ادبی کی اس وبا کو ختم کرنے کی ہر ممکن کوشش کرے۔ اللہ تعالیٰ سے توفیق ادب کا سوال ہے۔ آمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲۵ ربیع الاول ۱۴۱۷ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پچاسواں مقالہ

شبِ برأت میں آتش بازی

(اہلِ علم کی نظر میں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد :

استفتآء :

شعبان کے مہینے کی پندرھویں رات (شب برأت) میں عام لوگ جوآتش بازی کرتے ہیں اس کے بارہ میں اسلامی نقطہءِ نظر کی وضاحت کریں۔ (عرض گزار۔ محمد عتیق الرحمٰن۔ کہنی تحصیل سہنسہ آزاد کشمیر)

الجواب :۔ بتوفیق اللہ الوھاب عزوجل۔

شعبان المعظم کی پندرھویں رات یعنی شب برأت بابرکت راتوں میں سے ایک متبرک رات ہے۔ اس کی فضیلتوں میں حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔ اور خود شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس رات میں عبادت خداوندی ادا کرنے اور اس کے دن کا روزہ رکھنے کا حکم ارشاد فرمایا۔

چنانچہ محدث امام ابن ماجہ اپنی سنن میں حضرت علی کرم اللہ وجھہٗ الکریم سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اذا کانت لیلۃ النصف من شعبان فقوموا لیلھا وصوموا یومھا فان اللہ تعالیٰ ینزل فیھا لغروب الشمس الی السمآء الدنیا فیقول ألامن مستغفر فاغفر لہٗ الا مسترزق فارزقہ ألامبتلیٰ فاعافیہ ألا کذا ألا کذا حتی یطلع الفجر ۔(ترجمہ) جب شعبان کی پندرھویں رات آئے تو اس میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں قیام کرو یعنی نوافل پڑھو اور اس کے دن (پندرھویں تاریخ) کا روزہ رکھو۔ کیونکہ اس رات میں آفتاب غروب ہوتے ہی اللہ تعالیٰ پہلے آسمان پر نزول فرماتا ہے۔ اور ارشاد فرماتا ہے۔ آیا کوئی بندہ ہے جو مغفرت طلب کرے تو میں اسے مغفرت عطا کروں؟ آیا کوئی بندہ ہے جو رزق مانگے تو میں اسے رزق عطا کروں؟ آیا کوئی بندہ ہے جو مبتلائے مصیبت ہے تو میں اسے صحت وعافیت عطا کروں؟ اسی طرح مختلف قسم کے حاجت مندوں کو اللہ تعالیٰ پکارتا ہے کہ وہ اس وقت مجھ سے اپنی حاجتیں مانگیں تو میں عطا کروں۔ غروب آفتاب سے صبح صادق تک ساری رات اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو پکارتا رہتا ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح۔ کتاب الصلوٰۃ فی قیام شھر رمضان۔ جلد اول۔ ص ۱۰۶)

(۲) اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے شعبان کی پندرھویں رات کے بارہ میں مجھ سے پوچھا۔ کیا تو جانتی ہے کہ یہ کونسی رات ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس رات میں کیا بات ہے؟ فرمایا۔ اس رات میں اس سال میں ہر پیدا ہونے والا انسان لکھا جاتا ہے اور اس سال میں ہر مرنے والا انسان لکھا جاتا ہے۔ اور اس میں بندوں کے اعمال اٹھائے جاتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیے جاتے ہیں اور اس میں ان کی روزیاں اتاری جاتی ہیں۔ پھر مائی صاحبہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ۔ کیا ہر کوئی اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سبب سے جنت میں داخل ہوگا؟ آپ نے تین مرتبہ فرمایا۔ جو کوئی جنت میں داخل ہوگا وہ اللہ کی رحمت کے سبب سے داخل ہوگا پھر مائی صاحبہ نے عرض کیا۔ اور کیا آپ بھی۔ یا رسول اللہ! آپ نے اپنے سر پر ہاتھ رکھ کر تین مرتبہ فرمایا۔ اور میں بھی جنت میں داخل نہیں ہوں گا مگر اس صورت میں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت میں ڈبوئے گا رواہ البیھقی فی الدعوات الکبیر۔

(مشکوٰۃ ج ا ص ۱۰۶)

(۳) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان اللہ تعالیٰ لیطلع فی لیلۃ النصف من شعبان فیغفر لجمیع خلقہ الا لمشرک او مشاحن۔ بلا شبہ اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرھویں رات میں جھانکتا ہے پھر اپنی ساری مخلوق کی بخشش فرما دیتا ہے سوائے کافر اور کینہ رکھنے والے شخص کے۔ رواہ ابن ماجہ۔ (مشکوٰۃ ج ا ص ۱۰۶)

سبحان اللہ۔ مسلمان شب برأت کی عظمت سمجھنے کے لیے یہ تین حدیثیں پڑھیں اور غور فرمائیں کہ کیا اتنی عظمت والی رات کسی لغو کام میں ضائع کرنے والی رات ہے یا اللہ کی عبادت میں گزارنے والی رات ہے؟

رسول اللہ کا اسوۂ حسنہ

اللہ کے محبوب علیہ السلام کا اسوۂ حسنہ ملاحظہ ہو کہ شیخ ابو النصر اپنے والد سے روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ ایک مرتبہ شعبان کی پندرھویں رات نبی صلے اللہ علیہ وسلم میری چادر کے اندر سے خاموشی سے نکل گئے۔ اس طرح آپ کے نکل جانے سے مجھے گمان ہوا کہ آپ کسی دوسری بی بی کے پاس تشریف لے گئے ہیں۔ میں نے اٹھ کر آپ کو اپنے حجرے میں تلاش کیا تو

میرے ہاتھ آپ کے پاؤں سے چھوئے۔ آپ اس وقت سجدہ میں دعا پڑھ رہے تھے۔ پھر آپ صبح ہونے تک عبادت میں مصروف رہے۔ کبھی کھڑے ہو جاتے اور کبھی بیٹھ کر عبادت کرتے۔ یہاں تک کہ آپ کے پاؤں سوجھ گئے۔ میں آپ کے پاؤں دبانے لگی۔ اور عرض کیا۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے صدقے آپ کے اگلوں پچھلوں کے گناہ معاف نہیں فرما دیئے؟ کیا اس نے آپ پر کرم نہیں کیا ہے؟ کیا اس نے آپ پر مہربانی نہیں کی ہے؟ فرمایا۔ یا عائشہ افلا اکون عبداً شکوراً۔ اے عائشہ۔ کیا میں اس کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ پھر ارشاد فرمایا۔ کیا جانتی ہو کہ اس رات میں کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا۔ آپ ہی فرمائیں کہ اس رات میں کیا بات ہے۔ فرمایا۔ اس رات میں سال بھر میں پیدا ہونے والے ہر بچے کا نام لکھا جاتا ہے اور اس میں ہر مرنے والے کو لکھا جاتا ہے۔ اور اس میں روزیاں اتاری جاتی ہیں اور بندوں کے اعمال وافعال اٹھائے جاتے ہیں۔ (غنیۃ الطالبین۔ جلد اول۔ ص ۱۹۰)

شب برأت کے نوافل

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے شب برات میں قیام کرنے کا جو حکم ارشاد فرمایا۔ اس کی تعمیل کے لیے علمائے امت نے نوافل کی مختلف ترکیبیں لکھی ہیں۔ افادۂ عامہ کے لیے چند پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) صلوٰۃ الخیر۔ شبِ برأت میں سو رکعات نوافل پڑھے جاتے ہیں۔ جن میں ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد دس بار سورۂ اخلاص پڑھی جاتی ہے۔ اس نماز کا نام صلوٰۃ الخیر ہے۔ امام غزالی احیاء العلوم میں اس نماز کے بارہ میں لکھتے ہیں کہ حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ میں نے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے تیس صحابہ سے سنا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ **من صلی هذه الصلوٰة فی هذه الليلة نظر الله اليه سبعين نظرة وقضى الله له بكل نظرة سبعين حاجة ادنا ها المغفرة**۔ جو شخص اس شب میں یہ نماز پڑھے۔ اللہ تعالیٰ اس پر ستر بار نظر رحمت فرماتا ہے اور ہر نظر کے بدلے میں اس کی ستر حاجتیں پوری فرماتا ہے۔ ان میں ادنیٰ حاجت اس کی مغفرت ہے۔

(ماہنامہ ضیائے حرم لاہور۔ دسمبر ۱۹۹۱ء)

(۲) امام احمد صاوی فرماتے ہیں کہ شب برأت کی فضیلت میں یہ روایت موجود ہے کہ جو شخص اس رات

میں ایک سو رکعت نماز پڑھے اللہ تعالیٰ اس کی طرف ایک سو فرشتے بھیج دیتا ہے۔ (ان میں سے) تیس فرشتے اسے جنت کی خوشخبری دیتے ہیں اور تیس فرشتے اسے عذابِ دوزخ سے بچاتے ہیں اور تیس فرشتے اُس سے دنیا کی آفتیں دور کرتے ہیں اور دس فرشتے اُسے شیطان کے مکر و فریب سے بچاتے ہیں۔

(تفسیرات صاویہ ص ۱۵ ج ۴)

(۳) حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص بارہ رکعت نوافل اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں گیارہ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھے تو اس کے گذشتہ گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں اور اس کی عمر میں برکت ہوتی ہے۔

(نزہۃ الناظرین ص ۱۵۷ جلد اول)

(۴) اس رات میں دو رکعت نفل اس طرح پڑھیں کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد ایک بار آیۃ الکرسی اور پندرہ بار سورۂ اخلاص تلاوت کریں۔ سلام کے بعد سو مرتبہ درود شریف پڑھیں۔ اس سے رزق میں فراخی ہوگی۔

(ماہنامہ ضیائے حرم لاہور بابت نومبر ۲۰۰۲ء)

دعائے شب برأت

شب برأت کی خصوصی دعا لکھی جاتی ہے اسے نوافل کے بعد ہاتھ اٹھا کر پڑھیں۔ **اللھم یا ذاالمن ولا یمن علیه یاذا الجلال و الاکرام ط یا ذاالطول والانعام لااله الا انت ظهر اللاحین وجار المستجیرین وامان الخائفین اللهم ان کنت کتبتنی عندک فی ام الکتاب شقیاً اومحروماً او مطروداً اومقتراً علی فی الرزق فامح اللهم بفضلک شقاوتی وحرمانی وطردی و اقتتار رزقی و اثبتنی عندک فی ام الکتاب سعیداً مرزوقاً موفقاً للخیرات فانک قلت و قولک الحق فی کتاب المنزل علی لسان نبیک المرسل یمحو الله مایشآء ویثبت و عنده ام الکتاب الهی بالتجلی الاعظم فی لیلة النصف من شهر شعبان المکرم التی یفرق فیها کل امرحکیم و یبرم ان تکشف عنا من البلآء والبلوآء مانعلم وانت به اعلم انک انت الاعز الاکرم و صلے**

الله تعالیٰ علیٰ سیدنا محمد و علی اله واصحابه وسلم والحمدلله ربّ العالمین۔

(ماہنامہ ماہِ طیبہ سیالکوٹ۔جنوری ۱۹۹۵ء)

شب برأت کے باقی معمولات

(۱) روایت ہے کہ چودہ شعبان کی شام غروب آفتاب کے قریب جو شخص چالیس بار لاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم پڑھے۔اس سے چالیس سال کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔اور یہ شخص چالیس آدمیوں کی شفاعت کرے گا۔(ماہنامہ انوارالفرید ساہیوال۔فروری ۱۹۹۱ء)

(۲) شب برأت میں سات بار سورۃ الدخان پڑھنے سے ستر حاجتیں دینی ودنیوی پوری ہوتی ہیں۔

(حوالہ مذکورہ بالا)

(۳) غروب آفتاب سے قبل اور نماز عصر کے بعد ستر بار پڑھیں۔ استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ اس کے بعد ستر بار درود شریف اور ایک سو بار یا حی یا قیوم پڑھیں۔(حوالہ مذکورہ بالا)

(۴) شب برأت میں ایک ہزار بار درود شریف بایں الفاظ پڑھیں۔ اللھم صلی علی محمد النبی الامی۔پھر چھ رکعات نفل پڑھیں۔ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد آیت الکرسی ایک بار اور سورۂ اخلاص تین بار۔ (حوالہ مذکورہ بالا)

(۵) اس رات قبرستان میں جانا رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔قبرستان میں دفن تمام اموات کے لیے دعائے مغفرت وبلندی درجات مانگنی چاہیے۔ (حوالہ مذکورہ بالا)

پندرھویں شعبان کا روزہ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جہاں شعبان کی پندرھویں شب شب برأت میں قیام کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔وہاں اس کے ساتھ اس شب کے دن (پندرھویں شعبان) کا روزہ رکھنے کا بھی حکم دیا ہے۔اس لیے اس دن کا روزہ ضرور رکھا جائے۔

الحمدللہ۔یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا ہے۔اس سے شب برأت کی رات اور اس کے دن کے شرعی پروگرام کی تفصیلی معلومات حاصل ہوجاتی ہیں۔باقی رہا اس بابرکت رات میں آتش بازی وغیرہ

لہو ولعب کا ارتکاب تو اس کا شرعاً ناجائز ہونا کسی سے بھی پوشیدہ نہیں۔ اللہ ربّ العزت کے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس موقعہ پر آتش بازی کا حکم نہیں دیا۔ نہ علمائے امت نے اس فعل کو مستحسن جانا بلکہ اس کی پرزور مذمت فرمائی اس لیے اس کا قبیح و شنیع ہونا بخوبی سمجھا جا سکتا ہے۔ علمائے امت نے اس رات کی آتش بازی کے بارہ میں جو کچھ لکھا ہے۔ اس میں سے بقدر ضرورت عرض کیا جاتا ہے۔ وباللہ التوفیق۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے ارشادات

ومن البدع الشنيعة ماتعارف الناس في اكثر بلادا الهند من ايقاد السراج ووضعها على البيوت والجدران وتفاخرهم بذلك واجتماعهم اللهو واللعب بالنار واحراق الكبريت فانه ممالااصل له في الكتب الصحيحة المعتبرة بل ولا في غير المعتبرة ولم يرد فيها حديث لا ضعيف ولا موضوع ولا يعتاد ذلك في غير بلاد الهند من الديار العربية من الحرمين الشريفين ولا في غيرهما ولا في البلاد العجمية ماعدا بلاد الهند بل عسىٰ ان يكون ذلك وهو الظن الغالب اتخاذاً من رسوم الهنود في السرج الدوالي فان عامة الرسوم البدعية الشنيعة بقيت من ايام الكفر في الهند وشاعت في المسلمين بسبب المجاورة والاختلاط واتخاذهم السراري والزوجات من النسآء الكافرات۔

(ترجمہ) اور بدعات شنیعہ سے یہ ہے جو ہندوستان کے اکثر شہروں میں لوگوں نے رواج دے رکھا ہے کہ وہ اپنے گھروں اور دیواروں پر چراغ جلاتے ہیں۔ اور فخر کے ساتھ آتش بازی کرتے ہیں۔ اس کی کتب صحیحہ معتبرہ میں کوئی اصل موجود نہیں بلکہ غیر معتبر کتابوں میں بھی اس کا ذکر تک نہیں۔ اور نہ ہی اس کے بارہ میں کوئی ضعیف یا موضوع حدیث مروی ہے۔ اور نہ ہندوستان کے شہروں کے علاوہ دیار عرب یا حرمین شریفین وغیرہما میں اس کا رواج ہے اور عرب کے علاوہ دیگر عجمی شہروں میں بھی اس کا رواج نہیں سوائے ہندوستان کے شہروں کے۔ بلکہ ممکن ہے اور یہ ظن غالب ہے کہ یہ عمل ہنود کی رسومات میں سے ہو جیسا کہ وہ اس قسم کی آتش بازی دیوالی وغیرہ میں کرتے ہیں۔ اس بدعت شنیعہ کا عام رواج دراصل ہندوستان میں زمانۂ کفر کی باقیات سے ہے جو ہنود کے باہمی میل جول سے اور کافر لونڈیوں اور عورتوں کے ساتھ

مسلمانوں کی مناکحت کی وجہ سے جڑ پکڑ گئی ہیں۔

(ماثبت بالسنۃ ص ۲۸۲)

شیخ محقق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ شب برأت کی آتش بازی ہندوؤں کی تہذیب سے مسلمانوں کے معاشرہ میں آئی ہے۔ پھر یہ بدعت شنیعہ صرف ہندوستان کے مسلمانوں ہی میں پائی جاتی ہے۔ اس لیے اس کے بے اصل، ناجائز اور بدعت شنیعہ ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں پایا جاتا۔ اس بارہ میں علماء کے ملفوظات بھی تبرکاً لکھے جاتے ہیں۔ تاکہ اس مسئلہ پر مزید روشنی پڑ جائے۔ وباللہ التوفیق۔

(۱) حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں۔ ''اس رات کو گناہ میں گزارنا بڑی محرومی کی بات ہے۔ آتش بازی کے متعلق مشہور یہ ہے کہ یہ نمرود بادشاہ نے ایجاد کی جبکہ اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا اور آگ گلزار ہوگئی تھی تو اس کے آدمیوں نے آگ کے انگارے انار میں بھر کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف پھینکے تھے۔ کاٹھیاواڑ میں ہندو لوگ ہولی اور دیوالی کے موقع پر آتش بازی چلاتے ہیں۔ ہندوستان میں یہ رسم مسلمانوں نے ہندوؤں سے سیکھی۔ مگر افسوس کہ ہندو تو اس کو چھوڑ چکے ہیں مگر مسلمانوں کا لاکھوں روپیہ سالانہ اس رسم میں برباد ہو جاتا ہے۔ اور ہر سال خبریں آتی ہیں کہ فلاں جگہ سے اتنے گھر آتش بازی سے جل گئے۔ اور اتنے آدمی جل کر مر گئے۔ اس میں جان کا خطرہ اور مال کی بربادی اور مکانوں میں آگ لگنے کا اندیشہ ہے۔ اپنے مال میں اپنے ہاتھ سے آگ لگانا پھر خدا تعالیٰ کی نافرمانی کا وبال سر پر ڈالنا ہے۔ خدا کے لیے اس بیہودہ اور حرام کام سے بچو۔ اپنے بچوں اور قرابت داروں کو روکو۔ جہاں آوارہ بچے یہ کھیل کھیل رہے ہوں وہاں تماشہ دیکھنے کے لیے بھی نہ جاؤ۔ آتشبازی بنانا۔ اس کا بیچنا۔ اس کا خریدنا اور خریدوانا۔ اس کا چلانا یا چلوانا سب حرام ہے۔'' (اسلامی زندگی ص ۶۴)

(۲) جناب اقبال احمد اختر القادری لکھتے ہیں۔ ''ہمارے معاشرہ میں آتش بازی ایک عام بات ہوگئی ہے جسے ناعاقبت اندیش مسلمانوں نے اپنا لیا ہے۔ اس کا زیادہ تر استعمال شب برأت میں ہوتا ہے۔ یہ ایک خطرناک اور قبیح رسم ہندوانہ ہے۔ جو کہ ہمارے معاشرہ میں داخل ہوگئی ہے۔ یہ سراسر نقصان دہ چیز ہے۔ ہر سال شب برأت کے مبارک موقع پر اس لعنت سے کتنے گھر نذر آتش ہو جاتے ہیں اور کتنی ہی جانیں لقمۂ

اجل بن جاتی ہیں۔ آتش بازی سے اللہ ورسول ناراض ہوتے ہیں۔ اور شیطان خوش ہوتا ہے۔ یہ ایک فضول خرچی ہے جس سے اللہ ورسول نے سخت منع فرمایا ہے۔''

(ماہنامہ انوار الفرید ساہیوال۔ بابت نومبر ۲۰۰۰ء)

(۳) مولانا عبدالحق ظفر چشتی لکھتے ہیں۔ ''شب برأت کی رات میں آتش بازی اور فضول کاموں سے پرہیز کریں۔ قرآن پاک میں ہے۔ بلاشبہ فضول خرچی کرنے والے شیاطین کے بھائی ہیں اور شیطان رحمت سے دور ہے۔ آتش بازی بھی فضول خرچی کی ایک قسم ہے۔ مسلمانوں کو ایسے مضر اور مفسد لہو ولعب سے اجتناب کرنا چاہیے۔'' (ماہنامہ انوار الفرید ساہیوال نومبر ۱۹۹۹ء)

(۴) حضرت مولانا مفتی فیض احمد اویسی لکھتے ہیں۔ ''نصف شعبان کو عام طور پر یہ دیکھا جاتا ہے کہ رنگ برنگی آتش بازی چھوڑی جاتی ہے۔ اور یہ سلسلہ ساری رات کو جاری رہتا ہے۔ اس کا نام شب بیداری نہیں بلکہ اپنے اعمال کی بربادی ہے۔ اللہ تعالیٰ تو آسمانوں سے انوار رحمت برساتا ہے اور مسلمان نیچے سے اوپر کی طرف آگ چھوڑ کر خدا کے عتاب کا موجب بنتا ہے۔ گویا خدا کہتا ہے کہ آج کی شب تم پر میرے انوار کی بارش ہو جائے اور یہ آتش بازی کرنے والا مسلمان کہتا ہے نہیں مجھے آگ سے کھیلنے دو۔ مرنے دو۔ جلنے دو۔ کیونکہ مثال مشہور ہے۔ جیسی نیت ویسی مراد۔'' (ماہنامہ فیض عالم بہاولپور۔ دسمبر ۱۹۹۶ء)

(۵) مولانا حکیم سید خلیل احمد قادری لکھتے ہیں۔ ''ہمارے ملک میں آتش بازی کا رواج عام ہے۔ ایسی رحمتوں اور برکتوں والی رات میں اس قسم کے فضول امور کا ارتکاب انتہاء درجہ کی محرومی اور بدنصیبی ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے۔ ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین۔ بلاشبہ فضول خرچی کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں۔ اور شیطان رحمت سے دور ہے۔ آتش بازی فضول خرچی میں داخل ہے۔ مسلمانوں کو ایسے مضر و مفسد لہو ولعب سے اجتناب کرنا چاہیے''۔

(ماہنامہ انوار الفرید ساہیوال۔ مارچ ۱۹۹۰ء)

(۶) مولانا ابو بلال شمس الدین نقشبندی لکھتے ہیں۔ ''آتش بازی ایک ظالمانہ کھیل ہے۔ خدا و مصطفیٰ کو قطعاً پسند نہیں۔ یہ فضول خرچی اور گناہ ہے۔'' (ماہنامہ انوار الفرید بابت مئی ۱۹۸۴ء)

(۷) علامہ قاضی محمود احمد ہزاروی لکھتے ہیں۔ ''آتش بازی کے متعلق مشہور یہ ہے کہ یہ نمرود بادشاہ کی ایجاد

ہے۔جبکہ اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا اور آگ گلزار ہوگئی تو اس کے آدمیوں نے انار بھر کر اس میں آگ لگا کر حضرت خلیل اللہ کی طرف پھینکے۔مسلمانوں نے یہ رسم ہندوؤں سے سیکھی ہے۔اس بے ہودہ اور حرام کام سے بچنا چاہیے۔شرعاً آتش بازی پٹاخے وغیرہ بنانا۔ان کا بیچنا۔خریدنا اور چلانا، چلوانا سب حرام ہے''۔ (ماہنامہ انوار الفرید ساہیوال۔جنوری ۱۹۹۴ء)

(۸) صاحبزادہ عابد حسین عابد لکھتے ہیں۔''آتش بازی قطعاً ناجائز ہے شب برأت عبادت و ریاضت اور ذکر الٰہی کی رات ہے۔آتش جہنم سے بری ہونے کی رات ہے۔اس میں کسی طرح جائز نہیں کہ مسلمانوں کے بچے اس رات کو آتش بازی میں بسر کریں۔جو سراسر یہود و نصاریٰ اور قوم نمرود اور یاجوج ماجوج کی پیروی ہے۔یہ بری رسم نہ جانے اس مبارک موقع پر کہاں سے مسلمانوں میں در کر آئی ہے۔جو مادی و روحانی ہر لحاظ سے نقصان اور اللہ و رسول کی ناراضگی کا باعث ہے۔ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اس بری رسم کو ختم کرنے کے لیے حتی المقدور کوشش کرے۔'' (ماہنامہ ضیائے حرم لاہور۔نومبر ۲۰۰۰ء)

(۹) حافظ محمد اعجاز احمد سعیدی لکھتے ہیں۔''شب برأت میں انسان کو چاہیے کہ عبادت الٰہی کے ذریعہ سے آگ سے نجات حاصل کرے۔مگر آج کل مسلمانوں نے اس کے برعکس معاملہ اور طریقہ اختیار کر رکھا ہے۔آگ سے بچنے کی بجائے گھر گھر آگ جلائی جاتی ہے اور آتش بازی ہوتی ہے جو کہ سراسر اسلام کے خلاف ہے اور حرام ہے۔'' (ماہنامہ ضیائے حرم لاہور بابت نومبر ۲۰۰۱ء)

(۱۰) حافظ عبدالرزاق لکھتے ہیں۔''آتش بازی۔پٹاخے، شرلی چھوڑنا اور لہو و لعب میں مشغول ہونا اور بچوں کو اس قسم کی واہیات اشیاء خرید کر دینا شرعاً و اخلاقاً قطعاً ناروا ہے۔آتش بازی میں روپیہ ضائع ہوتا ہے اور وقت خراب ہوتا ہے۔قوم کے بچے کھیل کود کے عادی ہو جاتے ہیں خصوصاً اس مقدس رات کو آتش بازی جیسے فضول و لغو کام میں گزار دینا بد نصیبی ہے۔'' (ماہنامہ ضیائے حرم لاہور۔دسمبر ۱۹۹۷ء)

(۱۱) مولانا قاسم رضوی لکھتے ہیں۔''ان امور مسنونہ کے علاوہ دیگر غلط رسوم مثلاً آتش بازی کا گھناؤنا کھیل سراسر غیر اسلامی، آتش پرستوں کی تقلید اور عقل و مذہب سے بغاوت ہے۔مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ خود بھی اور اپنے معصوم بچوں کو بھی آتش بازی کی لعنت سے بچائیں اور اپنا روپیہ برباد نہ کریں اور دوسروں کے نقصان کا باعث نہ بنیں۔ (روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی)

قبر پر موم بتیاں جلانے کا رواج

ہمارے بچپن کے دور میں یہ رسم پائی جاتی تھی کہ وہ شب برأت سے ہفتہ دو ہفتے پہلے جنگل سے تیز جلنے والی چیل کے درخت کی لکڑیاں کاٹ کر لاتے تھے۔ پھر لمبی سوٹی کے سرے پر انہیں باندھ دیتے تھے۔ اس کو مثال یعنی مشعل کہا جاتا تھا۔ محلہ کے سب مسلمان شب برأت میں رات کا کھانا کھانے کے بعد مثالیں جلا کر قبرستان میں جاتے تھے اور اپنے اپنے اقرباء کی قبروں پر گھوماتے تھے۔ عقیدہ یہ تھا کہ قبور والے سارا سال اندھیرے میں رہتے ہیں اس لئے ہم اس رات ان کے لیے روشنی کرتے ہیں۔

الحمدللہ۔ آج کل اس قسم کا رواج باقی نہیں رہا۔ ہاں اس کی جگہ قبور پر موم بتیاں جلانے کا رواج موجود ہے۔ قبور کے اوپر آگ جلانا منع ہے۔ ہاں قبر کے احاطے سے باہر جلائی جائے تو کوئی حرج نہیں جبکہ حاضرین کے اجالا کے لیے جلائی جائیں تا کہ وہ ان کی روشنی میں تلاوت وغیرہ کر سکیں۔

شب برأت میں چراغاں

بعض لوگ شب برأت میں مکانوں کے چراغاں کو آتش بازی کا مترادف سمجھ کر اس پر بھی آتش بازی کا حکم عائد کرتے ہیں۔ چنانچہ عبدالصمد صارم الازھری نامی شخص اپنے مضمون ''شب برأت، سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کے معمولات'' میں لکھتا ہے۔ ''پس شب برأت کے متعلق اتنا ہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ رات عبادت، توبہ واستغفار اور ایصال ثواب کی ہے۔ کہیں حلووں پراٹھوں کا ذکر ہے۔ نہ آتش بازی کا نہ چراغاں کا۔ ہندو مذہب میں ایک تہوار دیوالی ہے جس میں یہ لوگ مکانوں کے درودیوار پر دیے جلاتے ہیں۔ چراغاں کرتے ہیں۔ اور آتش بازی چھوڑتے ہیں۔ اسلام میں چراغاں اور آتش بازی کا کہیں کسی وقت بھی اور کسی موسم یا تہوار میں ذکر نہیں ملتا۔ وہ ہندو جو مسلمان ہو گئے تھے انہوں نے برکی خاندان کی طرح اپنی پرانی رسمیں ترک نہ کیں اور شب برأت میں چراغاں وغیرہ کرنے لگے۔ پھر عام مسلمان بھی ان کی دیکھا دیکھی ایسا کرنے لگے اور یہ رسم مذہبی حیثیت اختیار کر گئی۔

(نوائے وقت میگزین۔ شب برأت۔ اشاعت خاص)

لیکن چراغاں اور آتش بازی میں فرق ہے۔ آتش بازی میں آگ کے ساتھ کھیلنا پایا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے جان و مال کے نقصان کا قوی اندیشہ ہوتا ہے۔ برخلاف چراغاں کے کہ اس میں موم بتیاں یا بجلی کے قمقمے یا مٹی کے دیئے جلا کر روشنی کو زیادہ کیا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس میں جان و مال کے نقصان کا کوئی اندیشہ پایا نہیں جاتا۔ اس لیے اسے آتش بازی سمجھنا یا کہنا اور اس پر آتش بازی کا حکم چسپاں کرنا کسی طرح درست نہیں ہے۔

ہاں چراغاں کی دو قسمیں ہیں۔ اگر نیت محمودہ سے چراغاں کیا جائے جیسا کہ شب میلاد رسول اللہ کی آمد کی خوشی میں چراغاں کیا جاتا ہے تو پھر یہ کام اس نیت کی وجہ سے کار ثواب بن جاتا ہے۔ اور اگر کسی مفید مقصد کے بغیر چراغاں کیا جائے تو لہو ہونے کی وجہ سے مذموم ہے۔

اگر شب برأت میں گھروں بازاروں اور گلیوں میں شب برأت کی آمد کی خوشی میں چراغاں کیا جائے اور یہ ظاہر کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہمیں عبادت کی یہ عظیم رات عطا فرمائی ہے تو اس نیت سے اس رات میں یہ چراغاں نہ صرف جائز بلکہ کار ثواب ہوگا۔ اور اگر نیت محمودہ کے بغیر چراغاں کریں گے تو یہ شرعاً ممنوع ہوگا۔ کیونکہ یہ بھی فضول خرچی کی مد میں آتا ہے۔ ہمارے ایک بزرگ عالم دین بھی اس فرق کو نظر انداز کر کے لکھتے ہیں۔ ''عید میلاد النبی صلے اللہ علیہ وسلم یا محافل میلاد یا جلوس یا جلسہ اسی طرح ختم قرآن کے موقع پر چراغاں کرنا یہ حدیث میں فعل عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام سے بلکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے ثابت و ظاہر ہے۔ یہ مواقع چونکہ تحدیث نعمت، زینت و زیبائش اور بزرگان دین کے عرس وغیرہ میں عظمت و شوکت ظاہر کرنے کے لیے ہیں اس لیے جائز ہیں اور مستحب بھی بخلاف شب برأت کے کہ اس شب میں چراغاں لہو و لعب اور آتش بازی کے مشابہ ہو جاتا ہے۔ اس لیے ناجائز ہے۔ نیت خیر کا گزر ہو ہی نہیں سکتا۔'' فافهم واغتنم فانه من مزلات الاقدام۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق بخشے آمین۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۱۹ اگست ۲۰۰۴ء بمطابق ۲۲ جمادی الاخری ۱۴۲۵ھ)